

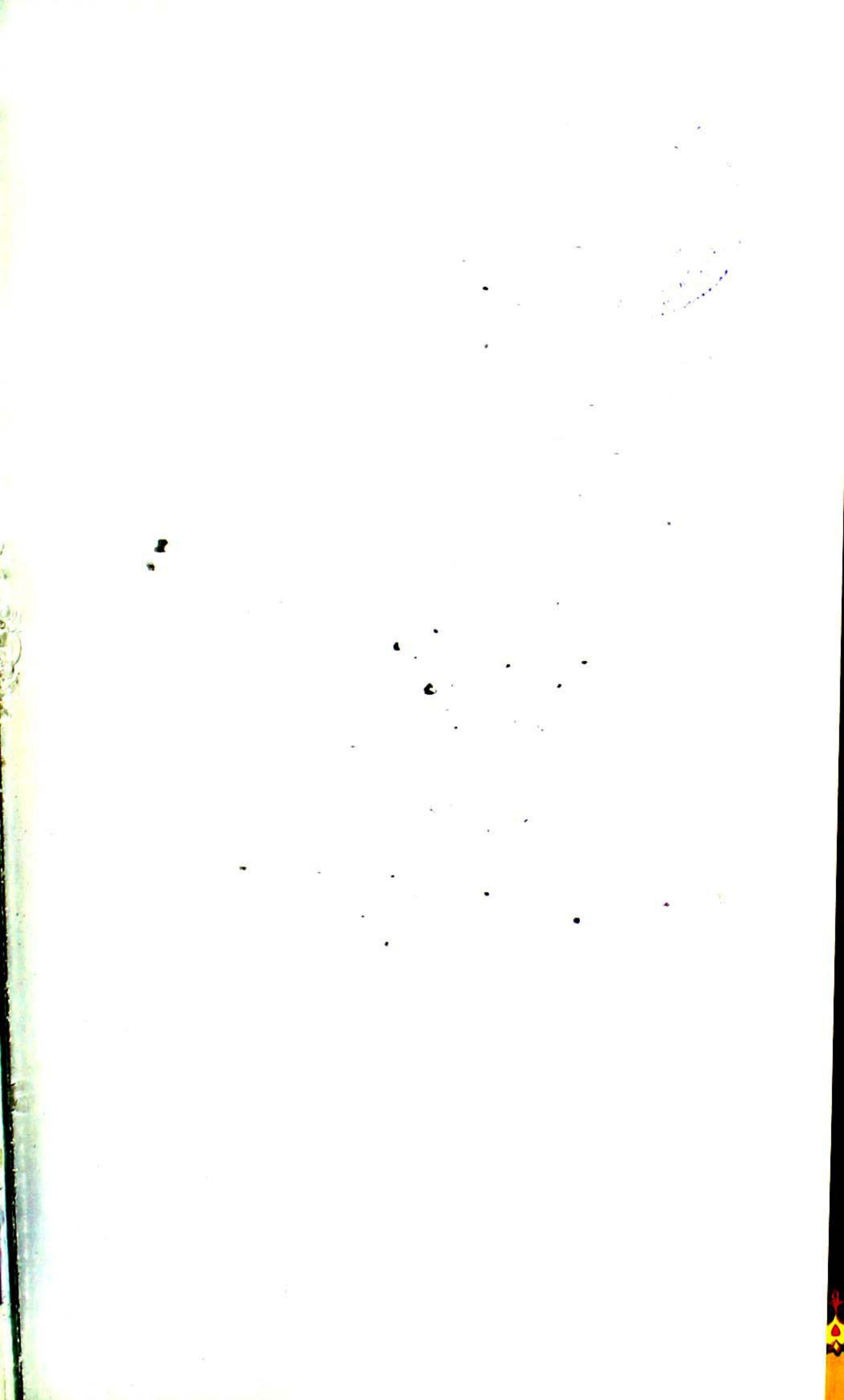
الآن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون

فیضانِ سیدنا

مکرمہ مبارکات کائنات

ڈاکٹر پیر عمران صابری صاحبی کلسوی

الکتاب





مخزن حسن و خوبی حضرت پیر سیدنا شاہ صاحب صابری کلسوی



حضرت پیر گلزار حسین شاہ صاحب صابری حضرت پیر میراں شاہ صاحب صابری



حضرت پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری حضرت پیر چمن شاہ صاحب صابری



صابری جامع مسجد عمران آفتاب سیدن (کاشانہ کھس شریف عزیز بھٹی ناؤن مرگودھا)



جناب قبلہ حضرت پیر منصور اعجاز صابری صاحب سجادہ نشین درگاہ صابری پاک پیران کلیہ شریف انڈیا
 جناب پیر عمران صابری صاحب کی دستار بندی فرما رہے ہیں
 بمقام: درگاہ صابری پاک کلیہ شریف انڈیا 27-02-2010 سالانہ عرس مبارک 12 ربیع الاول 1431ھ



جناب پیر عمران صابر صابری کلسوی

عالی جناب پیر عمران صابر صابری کلسوی صاحب، تاجور کلس، مخزنِ حُسن و خوبی حضور سیدنا شاہ صاحب صابری کے پوتے اور ان کے ظاہری و باطنی فیض کے وارث اور امین ہیں اور حضور پیر گلزار حسین شاہ صاحب صابری کے دل کی تسکین اور مُراد، حضور پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری کے لختِ جگر و خلیفہ ہیں، جناب پیر عمران صابر صاحب صابری سلسلہ عالیہ صابریہ کلسویہ کے عظیم علمدار، مبلغ اور امانت دار ہیں آپ کی تحریر کردہ درجنوں کتب مارکیٹ میں دستیاب ہیں، آپ تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ شب و روز سلسلہ عالیہ کی تعمیر و ترقی کیلئے مثالی کردار ادا فرما رہے ہیں جسکی ترجمانی سیدنا حضور کے منظورِ نظر شاعر سفری صاحب نے بایں الفاظ فرمائی ہے۔

یا سرکار سیدنا پر امید ہاں میں تیرا جھنڈا بلند عمران رکھی
پیر و کار گلزار جیلوے دا قائم عظمت بلند دی شان رکھی

از: حکیم اللہ یار صابری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حق حق حق

فیضانِ سیدن^{رحمۃ اللہ علیہ}

سیرت پیرانِ کلس شریف
سُرِ کَامِلِ گُنُثْ گُنْزاً تاجدارِ عاشقان
بے نظیر و بے مثل سرکار سیدنِ لابیایاں

تالیف

امین سیدن ڈاکٹر بیر عمران صابر صابری کلسوی

سجادہ نشین۔ صابری دربار کاشانہ کلس شریف، درگاہ آفتاب سیدن

221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا شہر

ناشر
اکبر پبلشرز
زمینڈینٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 37352022

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:	فیضانِ سیدن
	(سیرت پیرانِ کلس شریف)
مصنف:	ڈاکٹر پیر عمران صابر صابری کلسوی
طبع اول:	ستمبر 2012ء
خصوصی تعاون:	جناب حاجی غلام مصطفیٰ صابری صاحب
	جناب محمد جاوید گجر صابری صاحب
نظر ثانی:	جناب حکیم اللہ یار صابری صاحب (بھلوال)
تعداد	1000
کمپوزنگ:	محمد عثمان صابری صاحب
ہدیہ:	روپے

﴿ایڈریس﴾

صابری دربار کا شانہ کلس شریف درگاہِ آفتابِ سیدن

221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا

فون نمبر: 0345 > 7905889

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

(الاحزاب)

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

انتساب

پاکباز اور اولیٰ العزم ہستیوں (یعنی پیرانِ گلشن شریف کے) حالات و واقعات پر مشتمل کتاب ہذا "فیضانِ سیدن" جس میں تحریر ہر واقعہ حقیقی پھولوں کا خوبصورت گل دستہ ہے جس کو نہایت محبت کے ساتھ تاجورِ گلشن، پیکرِ حسن و سخا، مخزنِ انوارِ کبریا، عاشقِ مصطفیٰ ﷺ، عکسِ شبیہ صابرِ پیا یعنی

حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابری کلسوی

اور ان کے چاروں صاحبزادگان و خلفاء یعنی جناب پیر گلزار حسین شاہ صاحب صابری، جناب پیر میراں شاہ صاحب صابری، جناب پیر چن شاہ صاحب صابری اور جناب پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری کی نذر کرتا ہوں۔

گر قبول اقتد زھے عزو شرف

محتاج کرم

پیر عمران صابر صابری

ترتیب

۴	انتساب
۲۱	حمد باری تعالیٰ
۲۲	نعت شریف
۲۳	سیدنا مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۲۴	پیر من سرکار سیدن ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۲۴	نذرانہء بکضور آفتاب سیدن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۲۸	دعا از: مناظر و پروفیسر علامہ غلام حسن صابری صاحب
۳۳	باب اول

طلوعِ سحر

۴۶	کرامات کی حقیقت
۴۷	حضرت مریم سلمہ کی کرامت
۴۸	سورۃ النمل
۵۲	حدیث قدسی
۵۳	بنی اسرائیل کے ولی اللہ
۵۷	یا ساریہ الجبل
۵۹	مومن کی فراست
۶۰	شیر خداوندی کی کرامت
۶۰	دوسری بہن

- ۶۱ درخت سونا بن گیا
- ۶۲ زیارت القبور و حبّ اولیاء اللہ
- ۶۲ سلسلہ ہدایات و زیارت القبور
- ۷۴ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی بارگاہ میں سلام پیش کرنا
- ۷۴ رسول اللہ ﷺ کی مزار اقدس کا فیض
- ۷۵ وصال شدہ کا ملین
- ۷۵ کسب فیض
- ۷۶ نبی پاک ﷺ کا عرس مبارک
- ۷۷ حدیث نبوی ﷺ
- ۷۷ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی عنایات
- ۷۷ اہل فقر کی راہنمائی
- ۷۸ منت پوری ہوگی
- ۷۹ محفل سماع کے دوران
- ۷۹ حدیث نبوی ﷺ
- ۸۰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی صاحب کے عقائد
- ۸۰ مولانا تھانوی اور زیارت قبور
- ۸۱ بیرومرشد حاضر و ناظر ہیں
- ۸۱ وست کو دوست کے پاس پہنچا دو
- ۸۲ بھونکنے لگا
- ۸۲ ایک حقیقت
- ۸۳ سلطان نور الدین زنگی کا واقعہ
- ۸۶ امام احمد بن حنبل کی ملاقات
- ۸۶ مثنوی شریف کا ختم

- ۸۷ _____ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری
- ۸۷ _____ حاجی صاحب کی فیصلہ کن تحریر
- ۸۸ _____ فقیر مرتا نہیں
- ۸۸ _____ عرس کے متعلق
- ۸۸ _____ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور زیارت القبور
- ۹۱ _____ بابا گنج شکر کے دربار پرتالی
- ۹۱ _____ صابر پاک کا جلال
- ۹۲ _____ مولانا تھانوی پیران کلیں میں
- ۹۳ _____ حب اولیاء اللہ
- ۹۵ _____ شیخ احمد سرہندی کا ارشاد
- ۹۵ _____ حضرت محبوب الہی کا فرمان
- ۹۶ _____ نعتیہ اشعار

محفل سماع کی حقیقت

- ۹۷ _____
- ۹۸ _____ حدیث اول
- ۹۹ _____ حدیث دوم
- ۱۰۰ _____ حدیث سوم
- ۱۰۰ _____ حدیث چہارم
- ۱۰۲ _____ غوث پاک کا فرمان
- ۱۰۴ _____ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
- ۱۰۹ _____ نعتیہ اشعار
- ۱۱۰ _____ باب دوم

عرض حقیقت

- ۱۱۷ _____ جناب حضرت پیر یسین شاہ صاحب

- ۱۱۸ حضرت پیر بخش شاہ صاحب صابری المعروف پیر شاہ صاحب
- ۱۲۰ حضرت سید مردان علی شاہ صاحب صابری
- ۱۲۳ حضرت پیر شاہ صاحب سے ملاقات
- ۱۲۶ حضرت پیر عبداللہ شاہ صاحب صابری
- ۱۲۷ حضرت پیر محمد شاہ صاحب صابری
- ۱۲۸ سیدن حضور کی والدہ محترمہ
- ۱۲۹ سید مردان علی شاہ صاحب کے فیوض و برکات
- ۱۲۹ پیر محمد شاہ صاحب کی بیماری
- ۱۳۰ ماچھی کی گدھی
- ۱۳۲ فیض نظر
- ۱۳۲ لعاب دہن لگایا
- ۱۳۳ نوجوان کا بیل
- ۱۳۳ انوکھا سوال
- ۱۳۸ سید مردان علی شاہ صاحب کا کلام
- ۱۴۰ نعتیہ رباعیات
- ۱۴۱ باب سوئم

شجرہ نسب

- ۱۴۱ قبل از ولادت اہل ذکر کی پیش خبریاں
- ۱۴۲ قبل از ولادت کرامات
- ۱۴۳ خوفناک گھوڑی
- ۱۴۵ بدایوں کا منتظر
- ۱۴۶ سفید پوش نوجوان
- ۱۴۸ ولادت جناب حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابری

- ۱۴۹ _____ سرکار کے دادا جان کا وصال
- ۱۵۱ _____ ترکِ وطن و تعلیم و تربیت
- ۱۵۲ _____ اہلِ ذکر کی ملاقاتیں
- ۱۵۷ _____ تمہارا لنگر کبھی ختم نہ ہوگا
- ۱۵۸ _____ مکھو پنڈی شریف حاضری
- ۱۶۱ _____ حُسنِ کلس
- ۱۶۳ _____ حضرت پیر محمد شاہ صاحب کی فریادیں
- ۱۶۶ _____ نعتیہ رباعی
- ۱۶۷ _____ باب چہارم

عالمِ شباب

- ۱۶۷ _____ صاحبِ کلس کی کلس میں آمد
- ۱۶۸ _____ فیضانِ الہیہ کا چشمہ
- ۱۶۹ _____ سراپاءِ حُسن و گنجینہٴ رحمت
- ۱۷۱ _____ عالمِ شباب کی دلچسپی
- ۱۷۲ _____ آہیر فتح شاہ کا دلچسپ واقعہ
- ۱۷۳ _____ ازدواجی حیات و اولادِ سعید
- ۱۷۵ _____ شجرہٴ پیشوائی
- ۱۷۵ _____ بیعت کے متعلق
- ۱۷۸ _____ چند مصارفِ اوقات
- ۱۷۹ _____ سراپاءِ اوصافِ حمیدہ
- ۱۸۲ _____ حق بندگی
- ۱۸۵ _____ دلچسپ واقعہ
- ۱۸۷ _____ اللہ کے بندوں پہ شفیق

۱۸۹	رحم و کرم
۱۹۳	بے زبان ذی رُوحوں پر احسانات
۱۹۴	کتیا پر رحم
۱۹۶	مخزنِ حسنات
۱۹۹	نعتیہ رباعی
۲۰۰	باب پنجم

رُوحِ پرور واقعات

۲۰۰	انعام یافتہ کی راہنمائی
۲۰۱	ایم ایم خان پر کرم فرمائی
۲۰۳	حکم کی تعمیل
۲۰۴	اے و باء شفاء میں بدل جا
۲۰۴	کفر سے راہِ نجات تک
۲۰۶	چک رائب کے حاجی صاحب
۲۰۷	قبر سے خوشبو کا آنا
۲۰۸	ظاہری و باطنی شفا ملی
۲۱۰	ضربِ مردِ مومن
۲۱۱	اختیاراتِ ولی اللہ
۲۱۲	بغضِ اولیاءِ سامانِ تباہی
۲۱۵	قتل کی دھمکی
۲۱۶	مشکل کشائی
۲۱۷	اہلِ نظر کی سفارش
۲۲۰	سید امیر صاحب کی معروضات
۲۲۱	تجربہ کار قاتل کی ناکامی

- ۲۲۳ فریادی کا کنواں
- ۲۲۴ زندہ بچالیا
- ۲۲۵ اطاعتِ اولیاء اللہ
- ۲۲۷ کسی ذی رُوح پر ظلم نہ کرو
- ۲۲۸ انگریز کا مسلمان ہونا
- ۲۳۰ غلام محمد ملتانی کی مشکل کشائی
- ۲۳۰ انوکھا سراغ
- ۲۳۱ حق شاہ پر احسان
- ۲۳۲ عارف مری کی حاضری
- ۲۳۵ عبد الخالق کا واقعہ
- ۲۳۶ ذکر کا انوکھا طریقہ
- ۲۳۸ شجرہ پیشوائی کی تکمیل
- ۲۳۹ مطب صاحبِ علوم لدنی
- ۳۳۱ سخنِ ولی سخنِ خدا
- ۳۳۲ چھوٹا نقصان
- ۳۳۳ بینک کی ملازمت
- ۳۳۵ فقیر کی نگاہِ کریمانہ کا اثر
- ۳۳۷ آدابِ مُرشد
- ۳۳۷ صراطِ مستقیم کے راہی
- ۳۵۱ چک رائب کا قیدی
- ۳۵۲ فضل ڈاکو سے سائیں فضل
- ۳۵۴ مُردوں کو مسیحا کر دیا
- ۳۵۵ عادتِ بد سے نجات

۲۵۷	عجیب علاج
۲۵۸	فوری شفا یابی
۲۶۰	عربی لباس
۲۶۱	بنگال کا قیدی
۲۶۳	زیاد بیٹس نہیں ہے
۲۶۳	علم غیب پر معترض شخص کی تباہی
۲۶۵	قریب المرگ گائے
۲۶۶	بھینس کا دم
۲۶۷	انوکھی عطا
۲۶۸	سگتروں کا چور
۲۷۰	کامیاب ہو جاؤ گے
۲۷۰	نگاہ مردِ مومن
۲۷۱	کوئی تمہارے جیسا ہی ہوگا
۲۷۲	نعتیہ رباعیات
۲۷۳	باب ششم

ارشاداتِ ضوفشان

۲۷۳	سخنِ انمول
۲۷۳	قادیانی کا فرار
۲۷۵	پرکھنے کا معیار
۲۷۵	عقیدت کا معیار
۲۷۶	اولیائے کرام کے آستانے
۲۷۶	خشک اور نم لوگ
۲۷۷	بہترین ہتھیار

- ۲۷۸ _____ سامانِ دُنیا
- ۲۷۹ _____ فقیر کی جوانی
- ۲۸۰ _____ حق بندگی
- ۲۸۰ _____ حساب کی عادت نہیں
- ۲۸۰ _____ اسے فائدہ ہوگا
- ۲۸۱ _____ پیری مریدی کیا ہے
- ۲۸۲ _____ کیا لعن طعن کرنی چاہیے
- ۲۸۳ _____ بھلائی سے باز نہ آؤ
- ۲۸۳ _____ قابلِ رحم
- ۲۸۴ _____ قبر کے سوال
- ۲۸۵ _____ دلچسپ علاج
- ۲۸۶ _____ دُنیا کی مثال
- ۲۸۶ _____ غیب کیا ہے؟
- ۲۸۸ _____ موت کی سزا
- ۲۸۹ _____ حضرت آدم علیہ السلام کا طریقہ
- ۲۹۰ _____ رَبِّ تعالیٰ کے انوار
- ۲۹۰ _____ اپنی حقیقت
- ۲۹۱ _____ ثابت قدمی
- ۲۹۲ _____ گریہ زاری
- ۲۹۳ _____ لُج پال کا دامن
- ۲۹۴ _____ نقطہ چین نہ ہو
- ۲۹۴ _____ سیدزادے کی عرض
- ۲۹۵ _____ اللہ کے محبوب

۲۹۶	کلام الہی کا اثر
۲۹۶	فقیر کے آداب
۲۹۷	موت مومن کے لیے تحفہ
۲۹۸	نفسِ امارہ سے جنگ
۲۹۹	غرس کے متعلق
۳۰۰	آسیب وغیرہ کی حقیقت
۳۰۲	سائیں مالن علی قلندر سے ملاقات
۳۰۳	قابلِ تعظیم لوگ
۳۰۵	سراپاء عاجزی
۳۰۷	بے لوث محبت
۳۰۸	خواہشِ نفس سے نجات
۳۰۹	صاحبِ حال لوگ
۳۱۱	رنج و غم
۳۱۳	حسد کیا ہے
۳۱۳	کلامِ سیدین
۳۱۹	باب ہفتم

زیاراتِ مقدسہ

۳۱۹	اولِ حاضری کلیر شریف
۳۱۹	ابتداء سفرِ کلیر اول
۳۲۸	قیام گاہ کی عطا
۳۲۹	عجب مہمان نوازی
۳۳۱	موزن کا مشورہ
۳۳۳	فقیر ہونے کا نسخہ

- ۳۳۴ _____ دیارِ کلیئر میں گداگری
- ۳۳۵ _____ تکمیلِ صیام و انعام و اکرام
- ۳۳۸ _____ دیارِ کلیئر سے واپسی
- ۳۳۹ _____ عبد الجلیل کا بیعت ہونا
- ۳۴۲ _____ دلچسپ خط
- ۳۴۴ _____ سفرِ اجمیر شریف
- ۳۴۶ _____ آغازِ سفر
- ۳۵۰ _____ اجمیر شریف روانگی
- ۳۵۲ _____ شاہِ مردان کے وطن کی زیارت
- ۳۵۶ _____ جناب صابر علی شاہ صاحب
- ۳۵۹ _____ سوئے دہلی
- ۳۵۹ _____ راجہ محمد یعقوب سفری صابری صاحب سے ملاقات
- ۳۶۱ _____ حافظ شمس الدین ترک کی حاضری
- ۳۶۵ _____ حضرت بوعلی قلندر کے دربار پر حاضری
- ۳۶۷ _____ کلیئر شریف حاضری کے دیگر سفر
- ۳۶۹ _____ سوالی کا سوال
- ۳۷۰ _____ انوکھی صدا
- ۳۷۱ _____ کچھ اہم حاضریاں
- ۳۷۲ _____ عارف کھڑی کی حاضری
- ۳۷۴ _____ دربارِ فرید کا آخری سفر
- ۳۷۵ _____ شہنشاہِ لاہور کی حاضری
- ۳۷۷ _____ حضرت بابا بلھے شاہ صاحب کے شیخ
- ۳۷۸ _____ حضرت بابا بلھے شاہ صاحب

۳۷۹	سوئے پاکپتن شریف
۳۸۴	الوداعی سلام
۳۸۷	کرم بخشی
۳۸۸	عاشق صابر باشکل سیدن
۳۹۰	پوسٹ ماسٹر
۳۹۱	گستاخ کا انجام
۳۹۲	انوکھی حفاظت
۳۹۳	منت کی دیکھیں
۳۹۴	صابر پاک کی آمد
۳۹۵	مقدس رشتے کی حفاظت
۳۹۶	کافر عشقم
۳۹۸	باب ہشتم

کوائف وصال و اقوالِ زریں

۳۹۹	وصال کے متعلق اشارات
۳۹۹	نوری پاکی
۴۰۰	سفید بالوں کی علامت
۴۰۲	بنگال کا قیدی
۴۰۳	لنگر کا بوجھ اٹھالو
۴۰۳	عصائے عطا فرمائے
۴۰۳	روضے کا نقشہ
۴۰۴	بار بار ملاقات فرمائی
۴۰۵	آخری حاضری بخضور امین صابر
۴۰۷	سال میں کئی اعراس

۲۰۹	_____	گلے کا آخری عرس
۲۱۲	_____	بیماری کے ایام
۲۱۷	_____	سرگودھا روانگی
۲۲۰	_____	اللہ اکبر
۲۲۰	_____	ہسپتال کی کچھ یادیں
۲۲۱	_____	منہ میں لے جاؤں گا
۲۲۲	_____	سراپاءِ حسن
۲۲۲	_____	تعویذ عطا فرمایا
۲۲۳	_____	وصال و جنازہ اور تدفین
۲۲۴	_____	صوفی صاحب کا خواب
۲۲۶	_____	انعام یافتہ کا انعام
۲۲۷	_____	فیض بخش اقوال
۲۳۲	_____	تلقین و طائف
۲۳۳	_____	وظیفہ برائے مشکلات
۲۳۳	_____	مصائب کے لئے
۲۳۴	_____	تنگ دستی سے نجات کے لئے
۲۳۴	_____	بیماری کے لئے
۲۳۵	_____	شاہ مردان کی عطا
۲۳۶	_____	باب نہم

پسرانِ حضور سیدنا ولی

۲۳۶	_____	حضرت پیر گلزار حسین شاہ صاحب صابری
۲۳۷	_____	صاحب قرآن کی محبت
۲۳۹	_____	لاعلاج مریضہ

- ۲۴۲ شجرہ نسب
- ۲۴۲ جناب حضرت پیر میراں شاہ صاحب صابری
- ۲۴۳ مرشد کی نوازش
- ۲۴۴ شجرہ نسب
- ۲۴۴ شجرہ پیشوائی
- ۲۴۴ حضرت پیر چن شاہ صاحب صابری
- ۲۴۵ میٹھے پانی کا چشمہ
- ۲۴۶ شجرہ نسب
- ۲۴۶ شجرہ پیشوائی
- ۲۴۶ اولاد
- ۲۴۸ تخت جگر سرکار سیدن ولی کلسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
- ۲۴۸ جناب حضرت پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری
- ۲۴۹ **پیر عمران صابر صابری کلسوی**
- ۲۵۰ سرکاری ملازمت اختیار نہ کی
- ۲۵۱ پیر و مرشد کی عطائیں
- ۲۵۲ چیئر مین ٹاؤن کمیٹی
- ۲۵۲ سلسلہ صابریہ کلسویہ کی خدمات
- ۲۵۴ مسلک کی ڈیوٹی
- ۲۵۶ سرگودھا ہجرت
- ۲۶۳ سرگودھا میں قیام
- ۲۶۴ پاکپتن شریف حاضری
- ۲۶۶ بابا محمد فضل مستری کا واقعہ
- ۲۶۹ بابا خان چک 76 کا واقعہ

- ۴۷۰ صابری دربار کا شانہ کلس عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا
- ۴۷۱ عجیب پیشین گوئی
- ۴۷۲ **گراہات حضور آفتاب سیدن**
- ۴۷۲ حاجی غلام مصطفیٰ صابری صاحب کا واقعہ
- ۴۷۳ لاعلاج مریض
- ۴۷۵ شفا مل گئی
- ۴۷۶ گولی نہ لگی
- ۴۷۷ قریب المرگ کوئی زندگی مل گئی
- ۴۷۸ گنز الفرید و بدر فرید کی ولادت
- ۴۸۰ مریضہ تندرست ہو گئی
- ۴۸۱ بچوں کے نام بتائے
- ۴۸۲ صابری کلسوی عرس مبارک عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا
- ۴۸۳ آخری عرس مبارک
- ۴۸۴ پھوپھی صاحبہ کی خواب
- ۴۸۵ قبل از وصال پیشین گوئیاں
- ۴۸۹ احوال وصال
- ۴۸۹ 26 رمضان المبارک کی صبح
- ۴۹۱ شجرہ نسب
- ۴۹۱ تاریخ وصال، جنازہ، تدفین
- ۴۹۲ مدینہ منورہ میں دیکھا گیا
- ۴۹۳ قل شریف اور دستار بندی
- ۴۹۴ پیر امین الاحسنات شاہ صاحب کا بیان
- ۴۹۴ وصال کے بعد ظاہری ملاقات

- ۴۹۸ _____ ہمیشہ کا خواب
- ۴۹۹ _____ کلیر کی حاضری اور دستار بندی
- ۵۰۰ _____ روضہ مبارک، مسجد اور دیگر تعمیرات
- ۵۰۳ _____ **حضور آفتاب سیدن کے اقوال زریں**
- ۵۰۷ _____ رباعی
- ۵۰۸ _____ شجرہ شریف چشتیہ صابریہ کلسویہ
- ۵۰۸ _____ از۔ مصنف فرید الدال و فخر دو جہاں رحمۃ اللہ علیہما
- ۵۰۸ _____ جناب راجہ محمد یعقوب سفری صابری صاحب
- ۵۱۳ _____ تصویر گلزارِ اے
- ۵۱۳ _____ ہر جمعۃ المبارک کا پروگرام
- ۵۱۵ _____ سالانہ صابری کلسوی عرس مبارک
- ۵۱۶ _____ مصنف کی تصانیف
- ۵۱۷ _____ کتابیات
- ۵۱۸ _____ معاونین حضرات

حمدِ باری تعالیٰ

صدائے دو جہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 بزمِ گون و مکاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 فیضانِ رحمتِ عالم توحید کا نغمہ
 بہارِ جاوداں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 یادِ لَمْ یَزَلْ تو حیاتِ قلب و جاں ہے
 سازِ روحِ رواں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 یہ رنگ و ہستی عالم تو سرورِ عشقِ ازل
 سُرّاعِ کہکشاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 شبِ باطل کی سیاہی تو پل میں دھو ڈالے
 ہے نورِ لایاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 نشانِ مومنِ کامل رسولِ اکرم ﷺ ہیں
 سراجِ صوفشاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 یہ زورِ حیدر ﷺ و عمراں رہبرِ ابنِ رسول ﷺ
 ہے بحرِ بیکراں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

نعت شریف ﷺ

عکسِ شبیہِ شاہا شاہوں میں جلوہ گر ہے
 یہی وجہ ہے اُن کی مرقد بھی پُر اثر ہے
 عشقِ حبیبِ یزداں ﷺ سینے میں گر ہے تیرے
 تجھ سا غنی نہ کوئی تجھ سا نہ تاجور ہے
 شمس و قمر ستارے روشن اُنہی سے سارے
 یہ کہکشاں کے جلوے شاہا کی راہگزر ہے
 جبریلؑ کا تو سر بھی نعلین کو نہ پہنچا
 کہنے کو ابنِ آدم رُتے میں بالا تر ہے
 پُر نور سب ملائک تیرے تلوے چومتے ہیں
 نوری غلام تیرے کہنے کو تو بشر ہے
 تیرا دَر تو دَرِ خدا کا اس میں کلام کیا ہے
 تیرے دَر سے پھر گیا جو بھٹکا وہ دَر بدر ہے
 عمرانِ شان تیری سمجھا ہے کون ساری
 کوئی قلیل تجھ سے تھوڑا سا با خبر ہے

﴿ﷺ ﷺ ﷺ ﷺ﴾

111682

سیدنا مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سلطانِ عارفان ہیں صابرؒ پیا ہمارے
 فیضانِ دو جہاں ہیں صابرؒ پیا ہمارے
 ابنِ رسولِ مَکِّیِّہِ عَرَبِیِّ خُونِ عَلِیِّ و زہراؑ
 پہچانِ چشتیاں ہیں صابرؒ پیا ہمارے
 فخرِ شہیرِ رَہْمَہِ و شہرِ رَہْمَہِ غوثِ جلی کے پوتے
 گنجِ شکرؒ کی جاں ہیں صابرؒ پیا ہمارے
 مُشکلِ پڑی ہے جب بھی تو نے ہی لاج رکھ لی
 فیضِ رواں دواں ہیں صابرؒ پیا ہمارے
 احسانِ مند ہوں تیرا مجھ سے نبھانے والے
 شب و روز پاسباں ہیں صابرؒ پیا ہمارے
 حُسنِ نگاہ سے تیری عزت بنی ہوئی ہے
 لچپال و مہرباں ہیں صابرؒ پیا ہمارے
 عمران تیرا پیکرِ تخلیقِ لامل ہے
 لاریب لایاں ہیں صابرؒ پیا ہمارے

پیر من سرکار سیدن ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تیر کامل گنت گنرا تاجدار عاشقان

بے نظیر و بے مثل سرکار سیدن لایاں

پادشاہ حسن و خوبی با طفیل مصطفیٰ ﷺ

دلبر سلطان سنجر فیض بزم چشتیاں

ظل صابر رومے سیدن نیست ممکن ہم سری

صد سلام اے مرد کامل افتخار عارفاں

پسر انور شہ ملبتاں فیضیاب پنجتن

چشم روشن سخن شیریں دم بدم ز مہربان

پیر من عمران توئی ما غلام خاکسارم

فضل گن یاسیدی ما پرامیدم دو جہاں

﴿ولدی اللہ ولی اللہ﴾

پیر عمران صابر صابری کلسوی

نذرانہء بکضور آفتابِ سیدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

از۔ شاعر سیدین ولی گلسوئی

جناب راجہ محمد یعقوب سفری صابری صاحب

جاری فیض محمدی میں ہر ویلے کون رحمت ربانی نوں روک سکدا
کامل مرد آفتابِ عظیم مہیاں کون نعمت لاثانی نوں روک سکدا
انشاء اللہ لکھساں الحمد اللہ کون حق بیانی نوں روک سکدا
حضرت سیدین قلندر عطا کیتی کون سفری دی کانی نوں روک سکدا

﴿ولہ اللہ ولی اللہ﴾

یا سرکار سیدین الحمد لله آفتاب دا روضہ نشان تیرا
ایہ جلا تیری لہہ شفا تیری وفادار غلاماں تے دان تیرا
تیرے حسن دا صدقہ عطا ہوسی رہسی فیض دوام روان تیرا
تیرے گیت سناوندا سنگیاں نوں سفری یار تے خاص احسان تیرا

﴿ولہ اللہ ولی اللہ﴾

آفتاب دے روضے وچہ ماہی اللہ خوشبو سیدین دے کھڑے گلزار دی اے
ایہ خزاں رسیدہ نہیں ہون والا ایہ بہار سیدین شہسوار دی اے

ستھرے صحن وچہ امن سکون ہوندا رحمت رب والی پھیرے مار دی اے
شاہ عمران امین سرکار دا اے سمجھو گل سچی سفری یار دی اے

﴿ولدا اللہ ولدا اللہ﴾

الحمد لله سو سو بسم اللہ ایہہ حسین سیدن شہسوار دا گھر
شہسوار دے گھرے نوں آکھساں میں صابر پیر منٹھار دلدار دا گھر
شاہ آفتاب دا جھتے علم جھولے آساں منیاں نہیں اوہ گنوار دا گھر
سفری یار جتھے گیت گان آیا بخدا ایہہ میری سرکار دا گھر

﴿ولدا اللہ ولدا اللہ﴾

میرے دوستو بجیا جیلوا گھر ایہہ سرگودھا نہیں کلس دربار سمجھو
سوہنے شاہ دے بیٹھ دیار اندر اللہ نبی ﷺ دی پاک گفتار سمجھو
حضرت سیدن دا ہاشمی خون سگواں، سگویں شیر دے طاہر آثار سمجھو
ہکو کلس دربار ہی نہیں سفری جا بجا سیدن شہسوار سمجھو

﴿ولدا اللہ ولدا اللہ﴾

جے ایہہ گھر بیگانیاں وچہ ہوندا شاعر سیدن دا کدی بھی آوندا ناں
کولوں لنگھدیاں پرت کے ویکھداناں تیار ہندا پیاس بچھاوندا ناں
بخدا میں عقل دا نہیں اتھان قلم اٹھے نوں شاہ پکڑاوندا ناں
سفری یار میرا مستقبل تک کے مینوں شاعر دربار بناوندا ناں

﴿ولی اللہ ولی اللہ﴾

سوہنا روضہ شہید دا کرو روشن راضی دُریتیم ﷺ خدا راضی
 آفتاب دیاں کرناں دُور جان بخدا مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ راضی
 جھرمت پون گے رات دن انشاء اللہ صابر پیر سیدن پیشوا راضی
 بخدا سفری میری قلم راضی میرے پیارے سجن ہمنا راضی

دُعا

از۔ شاعر سیدن ولی کلسوی

جناب راجہ محمد یعقوب سفری صابری صاحب

آفتاب دے لال دی یا سیدن دست بستہ میں عمر دراز منگاں
میری قلم نون جہڑا عطا ہو یا معرفت حقیقی دا از منگاں
سامعین دے دلاں نون سوز بخشے سیدن پیر دے ہار آواز منگاں
سفری چشم پر نم مخمور چہرہ وافر سینے وچ سوز و گداز منگاں



صاف باطن معاون اک بھالدا ساں ڈھیر مدتاں دی اشتہا مینوں
آخر کار خدا نے سن لئی اے راس آگئی میری دعا مینوں
صاحبزادے عمران وچ پئی دسدی چمک سیدنی با خدا مینوں
گرم رب دا صاحب قلم سفری وڈی خوشی ایہو بے بہا مینوں



آفتاب شہزادیا سچے دل تھیں خیر تیرے عمران دی منگدے ہاں
خیر تیرے عمران دی منگدے ہاں خیر اپنے ایمان دی منگدے ہاں
لماں سفر اے قدم نہ ڈول جاوے پیت توڑ نبھان دی منگدے ہاں
سفری پار شالا سدا رہوے راضی نگہ سیدن سلطان دی منگدے ہاں

یا سرکار سیدن پر امید ہاں میں تیرا جھنڈا بلند عمران رکھ سی
پیروکار گلزار جیلوے دا قائم عظمت بلند دی شان رکھ سی
تیری یاد اندر شب و روز رہی صاحباً ذکر تیرا ہر زبان رکھ سی
کدی دلربائی، رباعی پڑھ کے سفری یار دا تازہ ایمان رکھ سی



صاحبزادہ عمران امید افزا خاندان گھرانے وچ پلایا اے
ہونہار بروا پات چکنے چکنے مندے سنگ دے نال نہ رلیا اے
تندہ پیشانی، ستھرا لب و لہجہ شاہ گلزار دی روش وچ ڈھلیا اے
انشاء اللہ سفری ہر زبان کہسی چنگا دیوا گھر سیدن دے بلیا اے



شاہ عمران عظیم خیال تیرا سینہ ٹھار دی تیری آواز بھی اے
تیری سوچ نوں لکھ سلام ہوون مینوں تیرے تخیل تے ناز بھی اے
حضرت سیدن سرکار دا پوتا ایس میرے سامنے تیرا لحاظ بھی اے
جسوں بگڑی سنوارن دا ڈھنگ سفری نال نال اوہ بندہ نواز بھی اے



صاحبزادے عمران الحمد للہ رب عالم دی کرم فرمائی ہوئی
ملاقات تیری چنگے وار ہوئی چنگی گھڑی ہوئی چنگی جانی ہوئی
تیرے سخناں خوب مسرور کیتا اگے سیدن ایہہ گل سمجھائی ہوئی
رہوے قائم ایہہ رنگ ہمیش شالا سفری یار چنگی دل بہلائی ہوئی

از: مناظر و پروفیسر علامہ غلام حسن صابری صاحب

فاضل منہاج انٹرنیشنل یونیورسٹی لاہور

اللہ تعالیٰ نے اس تغیر و تبدل مزاج دُنیا میں ہزاروں انسانوں کو کشتہ رُوح بنایا جن کی شخصیت سے ایک زمانہ فیض یاب ہوتا ہے اور رُوح مقام ارتقاء کی طرف مائل ہوتی ہے اور وہ حضرات ایسا فیض کا رُوحانی رنگ چڑھاتے ہیں کہ بندہ اس مقام تک رسائی پالیتا ہے جس کی طرف شاعر مشرق نے اشارہ کیا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ لوگ سادگی اور گداز مزاج کے ساتھ فقیرانہ رنگ میں موجود ہوتے ہیں، دیکھنے والا ان کے مرتبے اور قُربِ الہی کا اندازہ نہیں کر سکتا، ہاں اگر قُرب مشاہدہ میسر آجائے تو عقدے کھل جاتے ہیں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ازادت ہو تو دیکھ ان کو

ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اور ایسے دُر ویشوں کی رُوحانی سکت کی بابت قلندرِ لاہوری نے کیا خوب کہا

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زورِ بازو کا

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

جہاں ایسے صفت انسانوں کی حیاتِ مبارکہ تڑکیہ اور تقویٰ کا حسین امتزاج

ہوتی ہے وہاں ان کی زبانوں سے نکلنے والے الفاظ زندگی کے پل پل پر اثر

انداز ہوتے ہیں، کانوں تک پہنچتے ہیں اور دل میں جگہ بنا لیتے ہیں تو دُنیا ئے دل یکسر پُر نور بنا دیتے ہیں، انہی اقوال کو اقوالِ زرّیں کہا جاتا ہے اور یہی اقوالِ واقعتاً سونے کے ساتھ لکھنے کے لائق ہوتے ہیں، ایسے اقوال کا فقیر کی زبان یا قلم سے افشاء ہونا بالخصوص عقیدت آشاء لوگوں کے حق میں ایک نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں ہوتا۔

بل آخر یہ لوگ اس عالمِ فانی سے سوئے عالم بقا روانہ ہوتے ہیں تو اپنی تعلیمات و اقوال کا سرمایہ چھوڑ جاتے ہیں جس سے ہزاروں عقل رسا لوگ فیض یاب ہوتے ہیں، انہی فرشتہ صفت لوگوں میں سے جناب حضرت پیر آفتاب سیدن صابری کلسوی صاحب (صابری دربار کا شانہ کلس شریف، 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا) کی شخصیت ہے، آپ کی شخصیت کو پروردگارِ عالم نے علم و فضل کے دُر ہائے نایاب سے مرقع فرمایا، ہر وہ شخص جو اُن سے ملاقات کا شرف حاصل کر چکا ہے اس پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی ان کی طبیعت کی جو لائیاں ہر خاص و عام کو اپنی طرف مائل کرتی تھیں، علم و فضل کے لطیف و دقیق نکات کے دُر ہائے آبدار ان کی ذات سے مثل ابرِ باراں برستے تھے اور خشک دلوں کو سیراب کرتے تھے، آپ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ موتی کا رُوپ دھار لیتے جن کی چمک سے سُننے والوں کی فہم و فراست چمک اُٹھتی اور اُن کی زبان پُکار اُٹھتی۔

مثل آفتاب روشن ہیں آفتاب شاہ

قلب و رُوح میں موجزن ہیں آفتاب شاہ

ایسی ہستیوں سے متعلق رہنا اور اُنھیں دل میں جگہ دے کر ان کے فیض کو

عوام میں منتقل کرنا ایک اعزاز سے کم نہیں ہے اور یہ اعزاز سیدی مرشدی پیر

ڈاکٹر عمران آفتاب سیدن صابری کلسوی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا انہوں نے جس خوش اسلوبی قلبی لگاؤ اور فہم و فراست کو بروئے کار لاتے ہوئے پیکرِ حسن و سخا جناب حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابری کلسوی اور پیکرِ صبر و رضا جناب حضرت پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری کلسوی و دیگر مشائخِ عظام کی سیرتِ طیبات اور اقوالِ عالیہ سے کتابِ ہذا ”فیضانِ سیدن“ کو محنتِ شاقہ سے ترتیب دیا، اس پر وہ لائقِ تحسین و مبارک باد ہیں اور انھیں جس قدر... داد... دی جائے وہ کم ہے۔

دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ سیدی مُرشدی پیر ڈاکٹر عمران آفتاب سیدن شاہ صاحب صابری کلسوی کو اپنے فضل سے مزید نوازے اور ان کے زورِ قلم کو اور بڑھائے تاکہ ان کی عقیدت و فیض کا چشمہ یوں ہی سیرابی کا باعث بننا رہے۔

دُعا گو

گدائے درگاہِ آفتابِ سیدن

علامہ غلامِ حسن صابری

﴿وَلِلّٰهِ الْاَلٰهُ وَلِیُّ الْاَلٰهِ﴾ .

طلوعِ سحر

یورپ ممالک کے پیدا کردہ مادیت پرست نظریات آج کے دور کا سب سے بڑا المیہ ہیں، آئے دن مہلک بادِ سموم کا سلسلہءِ خطیر قلب و ارواح کی اموات کا موجب بن رہا ہے، آغوشِ نفسِ امارہ میں تسکین کے متلاشی لادینیت secularism میں فنا ہو رہے ہیں عالمِ دہر میں رُوحانی و ایمانی گلہائے سرسبد کھلانے لگے ہیں، لہو میں آتشِ عشقِ حقیقی کی گرماہٹ سرد پڑتی جا رہی ہے، بت پرستی کو نئے انداز سے متعارف کروایا جا رہا ہے، فحاشی اور عریانی توجہ کا مرکز بنتی جا رہی ہے، انجام سے بے خبر افراد مقصدِ زیت سے کوسوں دُور ہٹتے جا رہے ہیں، جس کے نتائجِ بلعم بنِ باعور سے زیادہ مختلف نہیں ہوں گے، موجودہ عیسائیت کے تباہ کن جراثیم جہاں عاقبت کے بھیانک انجام کی خبر فاش کر رہے ہیں وہاں دُنویٰ راحت کو بھی نیسٹ و نابود کرنے کا باعث ہیں، اسلامی تعلیمات اور بزرگانِ دین کی تقلید کو پسِ پشت ڈال کر خواہشات کی اطاعت خدا رسول ﷺ کے ساتھ کھلی بغاوت کا اعلان کرنے کے مترادف ہے، یہ وہ شجرِ ممنوع (تقلیدِ خواہشات) ہے جس کا ثمر کھانے والے گلزارِ بہشت کے نظاروں سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔

تاریخِ عالم گواہ ہے کہ سابقہ اقوام کی تباہی کے واقعات کی بُنیادی وجہ مادیت کی جنونی دَوڑ ہے جس کے تخم سے ہزار ہا اقسام کے زہریلے درخت پیدا

ہوئے، جن کا پھل کھانے والے عارضی لذتوں میں اس قدر جکڑ لیے گئے کہ وہ خداوند تعالیٰ اور انبیائے کرام کے فرمودات کا تمسخر اڑا کر دونوں جہان میں ذلیل و خوار ہوئے، اُن کے تذکرے ہمیشہ کے لئے نشانِ عبرت بنا دیئے گئے۔

درحقیقت اسی درخت کا پھل اللہ ورسول ﷺ کے اذکار سے غفلت کے جراثیم پیدا کرتا ہے..... جو آئے دن خطرناک امراض میں مبتلا کرنے کا موجب بن رہا ہے جس سے رفتہ رفتہ شفا یابی کے راستے بند ہوتے چلے جاتے ہیں اور مرض لاعلاج صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ مرض پیدا کرنے والے اسباب سے علاج کی مسلسل کاوش میں سرگرداں رہنا، جس کی وجہ سے قلب و روح میں زندگی کی طراوت تک باقی نہیں رہتی، رفتہ رفتہ نفسانی تحریک کی تکمیل بھی خرسندی مہیا نہیں کرتی..... ہر چیز خرافات معلوم ہوتی ہے، راتوں کی نیندیں انجام کی شب یلدا کے خوف سے اڑ جاتی ہیں، خواب اور میڈیسن کی خطیر مقدار بھی کچھ اثر نہیں کرتی، رُوح کا قفس فاقہ کشی کے قفس میں درد کے گیت الاپ کر رُوحانی غذا کا مطالبہ کرتا ہے، جس کا بے سکونی اور بے چینی کے الفاظ سے اظہار کیا جاتا ہے، دراصل جسمانی و نفسانی خواہشات کی تکمیل سے رُوح کمزور ہو چکی ہوتی ہے... جو متواتر غذا کا مطالبہ کر رہی ہوتی ہے جس کو بے سکونی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر دو ہی راستے دکھائی دیتے ہیں..... اول رُوحانی غذا..... دوئم خود کشی..... اسی لیے آج بھی اسلامی ممالک کی نسبت یورپ میں خود کشی کی شرح زیادہ ہے، ترقی کی فراوانی اور نشاطِ افزا سامان کے باوجود خود کشی اور نفسیاتی امراض کی اس قدر کثرت ہے کہ اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق وہاں کے ہر شہر کے ہر ہسپتال میں نصف سے زیادہ بستر دماغی امراض کے مریضوں کے لئے مختص رہتے ہیں۔ بقول میر

میر بھی کتنے سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب

اُسی عطار کے بیٹے سے دوا لیتے ہیں

پچھلے دنوں ٹیلی ویژن میں خبر دی جا رہی تھی کہ افغانستان میں آنے والی امریکی فوج کی اکثریت خودکشی کے ذریعے ہلاک ہو رہی ہے۔

ایک امریکی نو مسلم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کس طرح مسلمان ہوئے تو اُس نے فوراً جواب دیا کہ ”شراب سے“ پوچھا گیا وہ کیسے؟ اُس نے کہا کہ میں اس قدر شراب پیتا تھا کہ بل آخر اُس کا اثر مجھ پر ختم ہو گیا اور مجھے نشہ چڑھنا بند ہو گیا، اس سے میری طبیعت میں شدید اضطراب و قلق پیدا ہوا... اور میں تیز قسم کے سپرٹ سے اپنی پیاس بجھانے لگا جس سے میرا دماغ اور بھی زیادہ پریشان ہوا..... ایک دن میں نے اپنے بھائی کے ہاتھ میں ایک کتاب دیکھی، وہ قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ تھا جب میں نے اُسے کھول کر پڑھا تو مجھے بے پناہ سکون ملا، میں اُسی وقت مسلمان ہو گیا۔ حیرت کی بات ہے کہ چند سادہ لوح مسلمان یورپین ممالک کی سائنسی میدان میں ترقی سے متاثر ہو کر انھیں ہر فیلڈ میں آئیڈیل تصور کرنے لگے ہیں حالانکہ عیسائی و یہودی مذاہب اور سائنس کے مابین بالکل تضاد ہے اُن پر مذہبی لحاظ سے سائنسی تحقیقات صرف منع ہی نہیں بلکہ حرام ہیں اس کے بالکل برعکس اسلامی احکامات نے علم سائنس کی تنگ راہیں کشادہ کر دی ہیں کثیر سائنسدان قرآن پاک سے استفادہ کر کے نئی نئی ایجادات سے ہمکنار ہو رہے ہیں۔ فرانس کے مشہور سائنسدان ڈاکٹر مارس لوکائی اپنی کتاب ”بائبل اور سائنس و قرآن اور سائنس“ میں لکھتے ہیں۔

”یہودی اور عیسائی مذاہب اس بات کو نہیں چھپائے کہ وہ مادیت اور لادینیت کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانے کی اہلیت نہیں رکھتے یہ دونوں

مذہب دہریت کے طوفان میں دَب کر رہ گئے ہیں اور طوفان ہے کہ ہر روز بڑھتا ہوا آرہا ہے اور ایسا نظر آتا ہے کہ سب کچھ بہا کر لے جائے گا۔ مادہ پرست دہریت یہ دیکھتا ہے کہ عیسائیت انسان کے ہاتھ کا بنایا ہوا مذہب ہے جو دو ہزار سال سے اس کوشش میں ہے کہ ایک خاص اقلیت عوام پر غالب رہے۔ ان دونوں مذہب کے اندر اسی سائنس کے خلاف اتنی باتیں نظر آتی ہیں کہ وہ ان پر غور کرنے سے انکار کرتا ہے لیکن میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ قرآن میں جو آج سے تیرہ سو سال پہلے کی کتاب ہے ایسے بیانات پائے جاتے ہیں جو موجودہ زمانے کی سائنس کے عین مطابق ہیں چونکہ مغربی دنیا میں اسلام کی جو تصویر کھینچی جا چکی ہے وہ اس سے مختلف تھی جو میں دیکھ رہا ہوں اس لیے میں نے عربی زبان سیکھی اور قرآن کا غور سے مطالعہ کیا اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ قرآن کی ہر چیز سائنس کے مطابق ہے، آگے چل کر مذکورہ مُصنّف لکھتے ہیں۔

”جہاں بائبل میں بڑی بڑی غلطیاں پائی جاتی ہیں، قرآن کے اندر ایک غلطی بھی نہیں ہے یہ دیکھ کر میں ٹھہر کر سوچتا تھا کہ قرآن کا مُصنّف اگر کوئی انسان ہوتا تو اس کے لیے ساتویں صدی عیسوی میں یہ کیسے ممکن تھا کہ ایسے بیانات دے جو موجودہ زمانے کے سائنس کے انکشافات کے عین مطابق ہوں۔“

فاضل مصنف کے بیانات سے مطمع نظر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ عیسائیت اور یہودیت کی سائنسی ترقی اسلام اور قرآن کی مرہونِ منت ہے، نہ کہ اُن کے اپنے مذہب کی، صد افسوس ہے اُن نام نہاد مسلمانوں پر جنہوں نے چند سائنسی ایجادات کو یہودیت اور عیسائیت کا عمل سمجھ کر اُن کے ہر قسم کے نظریات کو قابلِ تقلید سمجھ لیا ہے جس کی وجہ سے اللہ و رسول ﷺ کے احکامات اور تذکروں کو اپنانا ترک کر کے مادیت میں فنا ہو رہے ہیں اور روحانی غذا کے

فقدان کی وجہ سے آئے دن بے سکونی میں مبتلا ہو کر خودکشی کے راستے دوزخ میں مُنقل ہوتے جا رہے ہیں۔ اس اضطراری حیات سے مستقل نجات حاصل کرنے کا صرف اور صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ رُوحانی غذا ہے، جب تک قلب و رُوح کو غذا نہیں ملتی دائمی تسکین کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا اور رُوحانی غذا اللہ رسول ﷺ کے احکامات کی بجا آوری اور بزرگانِ دین کے تذکروں میں پوشیدہ ہے، اس چشمہ زبیر سے پیاس بجھانے والے کبھی خلشِ پیاس سے دوچار نہیں ہوتے، بظاہر نحیف جسم کے مالک دکھائی دیتے ہیں حقیقتاً شیرِ یزداں کے مقام پر فائز ہوتے ہیں کیونکہ رُوحانیت کی موت ہی اصل موت ہے اگر رُوح زندہ و جاوید ہے تو جسم کے نیست و نابود ہونے سے بھی کچھ فرق نہیں پڑتا، اسی لیے تو زمانے گزر جانے کے باوجود بھی منزلِ توحید و رسالت کے مسافر جاویداں ہیں..... وہ ختم ہو بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ لافناہ میں فنا ہو کر ہمیشہ کے لئے بقا ہو چکے ہیں۔

یقیناً اللہ و رسول ﷺ کے احکامات اور اذکار ہی قلب و رُوح کو سیراب کر کے دولتِ تسکین کے ساتھ لازوال کرنے کا واحد ذریعہ ہیں، اسی لیے کتابِ مقنون میں ارشادِ کریم دگار ہے۔

ترجمہ! ”سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔“

(سورۃ الرعد، آیت 28 پارہ 13)

اسی طرح وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے تحت ابنِ عطا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا ”اے محبوب ﷺ تجھ کو میں نے اپنا ذکر قرار دیا ہے جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا“

بلاشبہ اطاعت سے لے کر حقیقتِ اذکار تک اللہ و رسول ﷺ میں فرق نہیں،

اسی لیے عبادتِ خداوندی سے لے کر سرکارِ دو عالم ﷺ پر دُرود و سلام پڑھنے تک ایک ہی راحت محسوس ہوتی ہے کیونکہ جملہ عبادات نبی پاک ﷺ کی عملی سنت ہیں اور نبی پاک ﷺ پر دُرود و سلام پڑھنا اور اُس کا ایمان والوں کو حکم دینا ربِ تعالیٰ کا عمل اور سنت ہے، یہی وجہ ہے کہ اذکارِ اللہ و رسول ﷺ رُوح کی طراوت اور تسکینِ قلب کا باعث ہیں۔

اطاعت میں دیکھو تو ذوقی کہاں ہے، اگرچہ جو سمجھو تو کافی بیاں ہے بدعت کا فتویٰ کہاں کی وفا ہے، نعتِ محمد ﷺ بھی حمدِ خدا ہے یہی وجہ تھی کہ سرکارِ دو جہان ﷺ کے صحابی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جہاں ربِ کریم کی بارگاہِ مقدس میں گہائے حمد یہ پیش کرتے وہاں دربارِ رسالت مآب ﷺ میں نعتیہ گلِ نابیدہ خزاں بھی پنچھاور کرتے۔ جیسے

واحسن منك لم ترقط عینی

واجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبراً من كل عیب

كنك قد خلقت كما تشاء

قابلِ صد تعظیم ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس رُوحانی و حقیقی غذا کو مختلف طریقوں سے پھیلا کر دم توڑتی رُوحانیت کو ہر دور میں قوتِ لازوال بخشنے کا سامان مہیا کیا، جنہوں نے اپنے اپنے انداز میں اللہ و رسول ﷺ کے تذکروں کے ڈنکے بجا کر قلبی و رُوحی کدورتوں کو دور کیا اور نفسِ امارہ کی سرگشی اور طاغوتی قوتوں کا حصار توڑ کر قلب و رُوح کی سیرابی کا اہتمام کیا۔ ایسے اصفیا لوگوں کے کارنامے فقیہُ المشال ہیں جن کی فہمائش سے مستفید ہو کر ہزاروں لوگ ازلی فہیم کہلا رہے ہیں۔ یہ وہ برگزیدہ لوگ ہیں جنہوں نے طریقِ تصوف (علمِ احسان

بحوالہ حدیثِ جبرائیل علیہ السلام) کو دہری اُمور پر فوقیت دی، ہر شعبہ زندگی میں اپنے آقا ﷺ کی حیاتِ طیبہ کی پیروی کی۔ اللہ ورسول اللہ ﷺ کے احکامات و فرمودات کو نفسِ امارہ پر مقدم رکھا، تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن سے نفس کی آلودگیوں اور باطن کی آلائشوں سے منزہ و مبرا ہو کر تزکیہ و تصفیہ کے منتہائے اعلیٰ پر فائز ہوئے۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد رشد و ہدایت کا سلسلہ ولایت کی مسند پر جلوہ افروز ہو کر جاری رکھا، ہر دور میں لوگوں کو ظاہر پرستی سے نکال کر رُوحانیت کی طرف رغبت دلاتے رہے، آہستہ آہستہ یہ فیض بخش چشمے (اولیاء کرام) دُنیا کے قلب کو منور کرتے ہوئے سراپاءِ رحمت و پیغامِ خداوندی بن کر فرشِ عالم پر پھیل گئے، جنہوں نے دُنیوی لذتوں سے نظر ہٹا کر توحید و رسالت ﷺ کا پاکیزہ جامِ سرور عطا فرمایا، فانی معبودوں کے آگے جھکنے والی پیشانیوں کو لافانی معبودِ برحق کے سامنے جھکنا سکھایا۔ زمانہ قریب ماضی کے انگلش فلاسفر و ادیب ”ڈاکٹر آربری“ نے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے بایں الفاظ اظہار کیا ہے۔

”پچھلی دو عظیم جنگوں سے بنی نوع انسان تنگ آچکی ہے اور اب ہم رُوحانیت کے طلبگار ہیں ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ خالق کائنات کون ہے؟ اس کی کیا ماہیت ہے؟ اس تک رسائی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ ان تمام سوالات کا جواب مُسلم صوفیاء کے پاس موجود ہے اور اب اگر مُسلم صوفیاء ہمارے ساتھ تعاون کریں تو ہم یقیناً موجودہ زمانے کی تباہ کاریوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں“ بلاشبہ رُوحانیت کی غذا کا موجودہ زمانہ میں ذریعہ مُسلم صوفیاء یعنی غلامانِ مُصطفیٰ ﷺ ہی ہیں جنہوں نے ختمِ نبوت کے بعد قریہ بہ قریہ اسلام کی ابدی روشنی پھلائی ہے، یہاں تک کہ انہی سراجِ منیرا کی ضوفشاں

کرنوں (اولیائے کرام) کے سبب برصغیر کی قسمت کا ستارا بھی چمک اٹھا، داتا علیٰ
ہجویری، خواجہ اجمیری، غوث بہاوالحق ملتانی، جلال دین تبریزی، خواجہ قطب
الدین بختیار کاکی، بابا فرید الدین گنج شکر، مخدوم صابر ولی، خواجہ نظام پاک،
خواجہ پیر سیال، پیر مہر علی شاہ، سرکار سیدن ولی وغیرہ بزرگان دین نے ایسا باطنی
انقلاب برپا کیا، جس کی نظیر ناممکن ہے۔ ان اولیائے کرام کا مشن ہی باطنی
انقلاب رونما کرنا ہے۔ یقیناً جب باطن کدورتوں اور آلائشوں سے پاکیزہ
ہو جاتا ہے تو ظاہر خود بخود چمکنے لگتا ہے۔ مثلاً جب ان اکابرین اسلام نے تیغ
نگاہ سے دلوں میں قائم بت خانے شکستہ کر دیئے تو ظاہری مجسمہ خاتمے بنانے
والوں کے ہاتھوں سے ہی تباہ و برباد ہونے لگے، جب دلوں سے شوق شراب
جاتا رہا تو خود بخود مئے خانے ویران ہونے لگے۔ جب قلبی جہالت نے اسلام
کی ابدی روشنی کا جلوہ دیکھا تو اپنے ہاتھوں سے ظلمت کدے بجھانے لگے۔
جیسے مرزا قادیانی کے ایک قدیمی پیروکار بابو مرزا ساکن ملک وال نے ایک
مرتبہ سیدن سرکار کی زیارت کرنے کے بعد ساتھیوں سے کہا یہ روشن چہرہ اپنے
سچے مذہب کی علامت ہے میں آج سے وہی مذہب اختیار کرتا ہوں جس پر حضور
سیدن ولی کار بند ہیں وہ مذہب کبھی غلط نہیں ہو سکتا جس کو ایسی لامثال اور پر نور
ہستیاں اپنائے ہوئے ہیں، اسی طرح ایک شرابی نے چہرہ سیدن ولی کی زیارت
کے بعد ہمیشہ کے لئے شراب پینے سے توبہ کر لی اور بتایا کہ جو لطف انکی زیارت
اور نگاہ کریمانہ سے حاصل ہوا ہے اُس کے آگے دُنیا کے تمام نشے غلیظ اور ہیچ تر
معلوم ہوئے، اسی طرح انگریز فلاسفر نے جب سیدن سرکار (تفصیلی واقعہ باب
روح پرور میں آئے گا) کے ساتھ ملاقات اور سوال جواب کے بعد اپنی آنکھوں
سے دین اسلام اور قرآن پاک کا کرشمہ دیکھا تو فوراً قدموں میں گر کر مسلمان

ہو گیا۔

ہر طرف اُن کی جبینِ پاک کے جلوے گئے
سفرِ کلیر کے تصدقِ نقشِ پا کے واسطے
درحقیقت یہی وہ باطنی پیشوا تھے (آج بھی ان پاکباز ہستیوں کا فیضان
جاری و ساری ہے) جنہوں نے دلوں پر خدا تعالیٰ کے احکامات صادر فرمائے۔
ظاہری کدورتوں کو نظر انداز فرما کر تمام توجہ رُوحانیت کی طرف مرکوز فرمائی۔ اسی
لیے عارفِ روم نے فرمایا۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضورِ اولیاء

ترجمہ! جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے ساتھ بیٹھوں تو اُسے
چاہیے کہ وہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھے یعنی ان کی قربت اختیار کرے
اور اولیائے کرام کی محفلوں میں شامل ہو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے کہ

ترجمہ! ”اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

(سورۃ التوبہ، آیت، 119، پارہ، 11)

اسی طرح سورۃ الکہف، آیت 28 میں ارشادِ بانی ہے:
ترجمہ! ”اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو
پُکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر
اور ہڈ نہ پڑیں۔“

مولانا روم صاحبؒ نے کیا خوبصورت انداز میں کلامِ الہی کی اپنی مثنوی
شریف میں تفسیر بیان فرمائی ہے۔

یگ زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر از صد سالہ اطاعتِ بے ریا

”یعنی اولیائے کرام کے پاس ایک لمحہ بیٹھنا سو سال کی مقبول عبادت سے افضل و اعلیٰ ہے“

اس لئے کہ ان کی قربت اختیار کرنے والا نجس العین یعنی سگِ اصحابِ کہف بھی نامراد نہیں رہتا بلکہ اس قدر مقبول اور کامیاب ہوا ہے کہ اُس کا ذکر ہمیشہ کے لئے قرآنِ پاک کی زینت بنا دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جب بھی سگِ کہف کا ذکر فرمایا ہے ہمیشہ اصحابِ کہف کی نسبت کے ساتھ فرمایا ہے یعنی اُن کا کتا کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ کیونکہ

صحبتِ صالحِ ترا صالحِ گند

صحبتِ طالعِ ترا طالعِ گند

دیوبندیوں کے امام و پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ”امداد المشتاق“ کے صفحہ 54 پر رسول اللہ ﷺ کا فرمان تحریر کیا ہے نیز یہ حدیثِ پاک مولانا روم صاحب نے مثنوی شریف میں بھی نقل فرمائی ہے۔

”کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ میں اللہ کے پاس بیٹھوں پس وہ کسی صوفی،

کسی دُرُوش اور کسی مردِ کامل کے پاس بیٹھ جائے“

پیرِ کامل صورتِ ظلِ الہیہ

یعنی دیدِ پیر دیدِ کبریا

لا ریب جہاں ان باطنی پیشواؤں نے انسانیت کی ہمدردی و دیگر اوصافِ

حمیدہ کا اعلیٰ معیار عملی طور پر متعارف فرمایا... وہاں قرآن و احادیث کا زبانی درس

بھی جاری رکھا یعنی روزِ ترہ کی مثالوں سے سمجھایا، توحید و رسالت پر مبنی دلائل و

اشعار لکھے، اسلامی احکامات کو خوبصورت حکایات اور اپنے عمل سے دلوں میں شوق پیدا کیا، مختصراً اپنے ظاہری زمانہ کے ساتھ ساتھ مستقبل کے لیے بھی دُرست رہنمائی کے نشانات قائم کرتے گئے۔ تاکہ آئیوالی نسلیں بھی ہماری سیرت، اقوال، اعمال سے استفادہ کر سکیں۔ خواہ وہ نشانات اقوال و اعمال کے ہوں، یا... اشعار کے، ان کا مقصد مخلوقِ خدا کو صراطِ مستقیم پر قائم کرنا ہے کیونکہ صراطِ مستقیم انعام یافتہ بندوں کا ہی راستہ ہے، سورۃ الفاتحہ کے مطابق دُرست راستہ کی علامت انعام یافتہ بندوں کا گروہ ہے یقیناً انعام یافتہ لوگوں کی سیرت، اعمال، اقوال، اشعار بہترین راہنمائی کا ذریعہ ہیں جس سے طالبینِ حق کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوتی ہے اور سرکشوں کے مُردہ دل و ضمیر بیدار کیے جاتے ہیں، ان اولیٰ العزم ہستیوں کا مطمع نظر بلند نامی یا فنِ شاعری کا مظاہرہ نہیں ہوتا بلکہ انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا نا مقصود ہوتا ہے۔ بقول اقبالؒ

مجھے خبر نہیں یہ شاعری ہے یا کچھ اور

عطا ہوا ہے مجھے ذکر و فکر و جذب و سرود

جو حضرات فن کو پرکھنے کی نیت سے یا نقطہ چینی کے ارادہ سے ان کے اقوال، اعمال، حکایات، مکتوبات، اشعار پر مغز ماری کرتے ہیں، وہ کچھ حاصل نہیں کر پاتے۔ اور جو ایک ولی اللہ کی حیاتِ طیبہ و قلمی کاوشوں سے حقیقی نفع حاصل کرنے کا عزمِ صمیم رکھتے ہیں وہ یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں، جیسے حکم خدا تعالیٰ ہے۔

ترجمہ! ”تو اے لوگو! اہلِ ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے۔“

سورۃ الانبیاء، آیت 7

یہ وہ اہلِ ذکر حضرات ہیں جنہوں نے ہر دور میں اپنے عملی نمونے سے مخلوق

خدا کو سیدھے راستہ پر گامزن کیا، قرآن و احادیث مبارکہ کے اسرار و رموز سے آگاہی بخشی... جہاں باہمی گفتگو اور اشعار سے اصلاح فرمائی... وہاں اپنے ذاتی عمل سے پُر اثر تعلیم و تربیت فرمائی۔

کتاب ہذا ”فیضانِ سیدنا“ بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے برگزیدہ بندوں کے حالات و واقعات، عبادات، بصیرت افروز اقوال، ایمان افروز اعمال اور اشعار پر مبنی ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی تقلید کا شوق اُجاگر کرنا ہے، جیسے کسی انگریز دانشور کا مقولہ ہے۔ کہ

where there is no knowledge of past there
can be no vision of future.

”جہاں ماضی کے واقعات کا علم نہیں وہاں مستقبل کی بلند نظری بھی پیدا نہیں ہوتی“ بلاشبہ اولیائے کرام کی سوانح عمری ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے، اُن کے شب و روز کے معمولات سے آگاہی قلب و روح کی تسکین کا باعث ہے اور بصیرت افروز کلماتِ مُردہ ضمیر کو نئی زندگی عطا کرتے ہیں، دلوں کی گرناہٹ میں اس قدر اضافہ ہوتا ہے کہ روٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، آنکھیں لذتِ توحید سے باوضو ہونے لگتی ہیں، بارگاہِ رب تعالیٰ میں پیشانیِ حلاوتِ ایمان کے ساتھ جھکنے لگتی ہے، ان کی زیست کے مختلف پہلو عشقِ حقیقی کے حصول کا باعث بنتے ہیں، جس سے نفسِ امارہ کی تمام تر تحریکیں یک لخت خاکِ کستر ہونے لگتی ہیں۔

مجھے اپنی کم مائیگی، کم فہمی کا پوری طرح اعتراف ہے لیکن جس جذبہِ حق کو مد نظر رکھ کر کتاب ہذا تحریر کی گئی ہے، قارئینِ کرام سے بھی ملتمس ہوں کہ اسی جذبہِ حق یعنی جہادِ اکبر (نفسِ امارہ کے خلاف جنگ، جس کا بہترین نمونہ ختم نبوت کے بعد نبی پاک ﷺ کے غلاموں یعنی اولیائے کرام کی حیاتِ طیبہ سے ہی

دستیاب ہو سکتا ہے) کے ساتھ مطالعہ فرمائیں اور ان کی مقدس زندگیوں سے عاقبت کا سامان اکٹھا کریں۔ کیونکہ

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

کتاب ہذا پیرانِ کلس شریف کے تذکرہ پر مشتمل ہے، جن کے شب و روز

عبادات میں صرف ہوئے، جن کی کاوشوں سے بے شمار مخلوقِ خدا نے راہِ راست

پر چلنا سیکھا، صرف خود قربِ خداوندی کے اعلیٰ مقام پر فائز نہ ہوئے بلکہ تاحیات

دوسروں کو اپنے نمونہ عمل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکنا سکھاتے رہے۔

بے شک آج بھی اُن کے فیوض و برکات جاری و ساری ہیں جس سے

طالبینِ حق ہمہ وقت مستفید ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوتے رہیں گے۔

المختصراً میری خامیوں، غفلتوں، کوتاہیوں اور غلطیوں کو نظر انداز فرما کر اللہ

تعالیٰ کے محبوب بندوں کے حالات و واقعات سے انوار حاصل کرتے ہوئے

نیک دُعاؤں سے یاد رکھیں۔

خود سے چلے جو وہ بھٹکے پڑے ہیں

سوئے خدا راہنما لے کے چلے

سراجاً منیراً سے دل کو سجالے

لحد میں منور دیا لے کے چلے

محتاجِ گرم

ڈاکٹر پیر عمران صابر صابری کلسوی

کرامات کی حقیقت

بے شک اللہ کے ولیوں کی کرامات یعنی خوارق العادات حقیقت پر مبنی ہیں، دراصل ہر ولی اللہ کی کرامت اس کے نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے، اسی طرح ہمارے نبی پاک ﷺ کی امت کے اولیاء اللہ کی کرامات بھی اس اصول کے مطابق سرکارِ دو جہاں ﷺ کے معجزات ہیں جو دینِ حق کی صحت و صداقت پر دلیل ہیں و حقیقت اولیاء اللہ کا وجود مسعود ہی تھی کریم ﷺ کا ایسا معجزہ ہے... جو اعلانِ ختم نبوت کے بعد قریہ بہ قریہ دینِ محمدی ﷺ کی اشاعت کا باعث ہے، اسی لیے رب تعالیٰ نے اپنے کلام میں علامانِ مصطفیٰ ﷺ یعنی اولیائے کاملین کا شان یوں بیان فرمایا ہے۔

ترجمہ: ”خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم، وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔“

(سورہ یونس، آیت ۶۲، ۶۳، ۶۴)

مذکورہ آیات مقدسہ کے تحت ابوداؤد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمانِ نبوی ﷺ نقل کیا ہے ”کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی علیہ السلام ہیں، نہ شہید ہیں مگر بروزِ حشر قربِ الہی کے

باعث انبیاء اور شہداء اُن پر رشک کریں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں بتائیے کہ وہ کون ہوں گے؟ فرمایا وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں، نہ ان میں کوئی رشتہ ہے اور نہ ہی مالی منفعت، واللہ اُن کے چہرے پر نور ہوں گے اور نور کے ممبروں پر متمکن ہوں گے... دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے اور انھیں کوئی خوف نہ ہوگا، لوگ غم میں مبتلا ہوں گے لیکن انہیں کوئی غم نہ ہوگا... اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی ”خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم“۔

فرمان اللہ تعالیٰ ورسول اکرم ﷺ سے واضح ہے کہ اولیائے کرام بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے اس قدر نزدیک ہوں گے کہ انبیاء اور شہداء اُن کے مرتبوں پر رشک کریں گے، یہاں شان اولیاء اللہ سمجھانے کے لئے انبیاء و شہداء کے رشک کرنے کا اظہار فرمایا گیا ہے... وگرنہ ہر ولی مقام ولایت پر اُس وقت فائز کیا جاتا ہے جب وہ حقیقتاً اپنے نبی علیہ السلام کا سچا اور وفادار غلام بن جائے کیونکہ ہر سالک ولی اللہ اپنے نبی علیہ السلام کے دین کی بُرہان اور اشاعت کا ذریعہ ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اولیاء اللہ کی کرامات کے حوالے سے کئی مقامات پر ذکر کیا گیا ہے، جو یہاں مفصل بیان نہیں کیے جاسکتے... تاہم چند حوالہ جات یہاں رقم کیے دیتا ہوں۔

حضرت مریم سلمہ کی کرامت

ترجمہ! ”جب زکریا علیہ السلام اس کے پاس اس کی محراب میں جاتے تو اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا اے مریم یہ تیرے پاس

کہاں سے آیا، بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے، یہاں پکارا زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو،
 بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے سٹھری اولاد۔

(سورہ آل عمران، آیت 37، 38۔ پارہ 3)

کلام الہی سے واضح ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام یعنی اللہ کے نبی علیہ السلام... حضرت مریم سلام اللہ علیہا (جو کہ اللہ کی ولیہ ہیں) کے حجرہ میں جاتے تو وہاں سردیوں کے پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کے پھل سردیوں میں تروتازہ پاتے جو کہ اللہ کی ولیہ کی کرامت ہے، حضرت زکریا علیہ السلام کے سوال پر حضرت مریم سلام اللہ علیہا نے وضاحت کر دی کہ مجھے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔
 یقیناً ہر ولی اللہ کے اوصاف... اختیارات... کرامات، نبی علیہ السلام کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، ولی اللہ کی کرامات سے انکار و حقیقت اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کا انکار ہے، یہ مذکورہ بات قرآن پاک کی نص سے واضح ہے یعنی حضرت مریم کا حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ کہنا کہ مجھے رب تعالیٰ عطا فرماتا ہے نیز رب جسے عطا فرماتا ہے تو پھر بے حساب نوازتا ہے، اگر بغض اولیائے کرام و انبیائے عظام کی عینک اتار کر دیکھا جائے تو ایسی ایک قرآنی دلیل سے تمام معاملہ سمجھ آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی ہر قوت و اختیارات اللہ تعالیٰ کی ان پر عطا ہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو بے شمار و لاتعداد قوتوں سے ہمکنار فرماتا ہے۔

سورۃ النمل:

اس کا دوسرا ثبوت سورہ نمل سے ملاحظہ ہو... لیکن سورۃ اقدس میں بیان کر وہ اللہ کے ولی کی شان سمجھنے سے پہلے واقعہ کا مختصر آپس منظر ذہن نشین کر لیں... یعنی

جب حضرت نعی سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سباء (شہزادی بلقیس) کی طرف ایک خط مبارک ہد ہد کے ذریعہ پہنچایا جس میں اُسے اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور اس دعوت سے انکار کرنے پر جنگ کرنے کا حکم تحریر تھا... لہذا جب نامہ مُتبرکہ ملکہ بلقیس کو پہنچا اور اُس نے پڑھا تو اپنے قابلِ اعتماد وزیروں سے مشورہ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں قیمتی تحائف بھیجے، جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی دُنیا دار بادشاہ ہوا تو ان تحائف کو قبول کرنے کے بعد نرم پڑ جائے گا... مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے بھیجے ہوئے تمام ہدا یا و تحائف ٹھکرا دیے اور اس کو یہ حکم نامہ بھیجا کہ وہ مُسلمان ہو کر میرے دربار میں حاضر ہو جائے، جب ملکہ بلقیس اس صورتِ حال سے آگاہ ہوئی تو مکمل طور پر سمجھ گئی کہ یہ کوئی دُنیا دار لالچی حکمران نہیں... یقیناً یہ اللہ کا سچا نبی علیہ السلام ہی ہو سکتا ہے جو کسی لالچ میں نہیں آیا۔

چنانچہ اپنے بہت بڑے تخت کو محلوں کے اندر مُقفل کر کے دربارِ سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئی، مختلف تفاسیر میں اُس تخت کے متعلق تحریر ہے کہ اُس تخت کی لمبائی (80) اسی گز اور چوڑائی (40) چالیس گز تھی جو کہ سونے چاندی و قیمتی جواہرات اور موتیوں سے آراستہ تھا۔

چنانچہ شہزادی کے دربارِ سلیمان علیہ السلام میں پہنچنے سے پیشتر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے کیوں نہ اُس کا تخت میرے دربار میں آجائے... لہذا آپ نے اپنے درباریوں سے فرمایا۔

ترجمہ! ”سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے درباریو، تم میں کون ہے کہ وہ اُس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور

مطیع ہو کر حاضر ہوں، ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حضور
میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخواست کریں اور
میں بیشک اس پر قوت والا امانت دار ہوں“

(القرآن، النمل آیت 38، 39، پارہ 19)

نبی سلیمان علیہ السلام نے سرگش جن کا جواب سن کر فرمایا مجھے اس سے
بھی جلدی چاہیے اس پر آپ علیہ السلام کی اُمت کے صاحبِ کرامت ولی
اللہ (حضرت آصف بن برخیا) نے کچھ اس طرح عرض کی، جسے رب تعالیٰ نے
قرآن پاک کی ہمیشہ کے لئے زینت بنا دیا ہے۔

ترجمہ! ”اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اُسے
حضور میں حاضر کر دوں گا آپ علیہ السلام کے آنکھ جھپکنے سے پہلے پھر
جب سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے
رب کے فضل سے ہے“

(انبل، آیت 40، پارہ 19)

لہذا حضرت آصف بن برخیا نے روحانی قوت سے تخت بلقیس کو (بند محلوں
کے اندر سے) مُلکِ سبأ سے بیت المقدس تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے
محل میں کھینچ لیا، اس کام پر وقت کتنا صرف ہوا... صرف آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے،
یہی کام اگر نبی پاک علیہ السلام خود کرتے تو معجزہ کہلاتا مگر ولی اللہ سے کروایا اس
لیے کرامت کہلائے گا، یہ واقعہ وضاحت کے ساتھ اللہ کریم نے کتاب مقنون
یعنی قرآن پاک (سورہ النمل) میں بیان فرما کر بتا دیا ہے کہ اولیاء اللہ کے پاس
کسی غیر کی دی ہوئی طاقت نہیں بلکہ خود اللہ کریم کی طاقت ہے... وہ خود غیر اللہ
نہیں بلکہ اللہ کے دوست اور محبوب ہیں، اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولی

اللہ سے مدد مانگنی کوئی نیا کام یعنی بدعت نہیں بلکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا اپنا بتایا ہوا طریقہ ہے اور اللہ کریم کے ایک نبی علیہ السلام کی سنت ہے، اگر ہم آج کسی ولی کامل کے آگے (اُسے اللہ کا دوست سمجھ کر) کوئی جائز سوال کریں تو وہ عین رب تعالیٰ کا اپنا بیان کردہ طریقہ کہلائے گا اور نبی اللہ کی سنت ادا کرنے کے مترادف ہوگا کیونکہ مذکورہ واقعہ اس امر کی کھلی شہادت ہے۔

درحقیقت یہ کام سلیمان علیہ السلام بھی کر سکتے تھے مگر آپ نے اور آپ کے رب نے چاہا کہ ولی اللہ کا مقام و مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے کیونکہ ولی اللہ رب تعالیٰ کا دوست اور نبی علیہ السلام اللہ کی شریعت کا محافظ و مدرس ہوتا ہے اور دین حق کی صداقت و اشاعت کا موجب بنتا ہے۔ بقول مولانا روم صاحب

جملہ عالم زیں سب گمراہ شد

کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

ہمسری با انبیاء برداشتند

اولیاء را ہنجو خود پنداشتند

ایں نہ دانستند ایثاں از عمی

ہست فرقے درمیان بے منتہی

یعنی ”تمام عالم اس وجہ سے گمراہ ہو گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے اولیاء سے بہت کم لوگ واقف ہوئے، لوگوں نے انبیاء کے ساتھ برابری کا دعویٰ کھڑا کر دیا اور اولیاء کو اپنے جیسا سمجھ لیا، ان لوگوں نے اپنے اندھے سن سے یہ نہیں جانا کہ ان دونوں میں بے انتہا فرق ہے۔“

مولانا روم صاحب کے مذکورہ اشعار درحقیقت حدیث قدسی کا ترجمہ

ہیں۔

حدیث قدسی:

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں... میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں تو اُس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سُنتا ہے اور اُس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اُس کا پیر بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور اُسے عطا فرماتا ہوں اگر وہ میری پناہ پکڑے تو ضرور میں اُسے پناہ دیتا ہوں“

”بخاری شریف جلد 3، صفحہ 553، باب 844، حدیث نمبر 1422“

حدیث قدسی یعنی رب تعالیٰ کے فرمان سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ولی سے اس قدر زیادہ محبت ہے کہ ولی اللہ کے خلاف معمولی دشمنی پر بھی معمولی سزا کا حکم نہیں سنایا گیا بلکہ براہ راست فرمایا ہے کہ میں اپنے ولی کے دشمنوں سے اعلان جنگ کرتا ہوں یعنی رب تعالیٰ اپنے اولیاء کے ساتھ بغض رکھنے والوں کے خلاف گھلی جنگ کا اعلان فرما رہے ہیں، صرف یہاں بات ختم نہیں ہوتی بلکہ یہاں سے بات کا آغاز کیا جا رہا ہے، اعلان جنگ کا نوٹس دینے کے بعد اپنے اولیاء کی شان میں کس قدر گھلی وضاحت کی جا رہی ہے، میں (یعنی اللہ تعالیٰ) اپنے ولی کی سماعت... بصارت... ہاتھ اور پاؤں خود بن جاتا ہوں، اب بھی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو اُس کا انکار چام چٹھ کے انکار آفتاب کی مانند ہے،

جس کے نہ ماننے سے آفتاب کی درخشانی میں کوئی فرق سرزد نہیں ہوتا... البتہ آنکھ والے کبھی انکار نہیں کر سکتے۔

آنکھ والا تیرے جو بن کا تماشہ دیکھے

دیدے کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

اس مستند حدیثِ قدسی میں رَبِّ تَعَالَى نے جملہ اولیاء اللہ کے دشمنوں کو اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے اپنی طرف سے جنگ کا اعلان سنانے کے بعد فرمایا ہے کہ اعتراض کرنے والو... اور نقطہ چینیوں... اچھی طرح سمجھ لو کہ میرے ولی کا دیکھنا، اُس کا دیکھنا نہیں بلکہ میرا (رب تعالیٰ کا) دیکھنا ہے، تمہارا یہ اعتراض کہ اللہ کا ولی ہزاروں میل دور کیسے دیکھ لیتا ہے؟ پوشیدہ بات سے کیسے آگاہ ہو سکتا ہے؟ پھر تم یہ بھی کہتے ہو کہ یہ تو رَبِّ کے کام ہیں، اے متعرض... کیا تُو نے یہ بات نہیں سمجھی کہ ولی جس آنکھ سے دیکھ رہا ہے اسی آنکھ کی نسبت ہی تو رَبِّ تَعَالَى نے فرمایا ہے کہ میں اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ واضح کر دیا کہ میں اُس کی سماعت بن جاتا ہوں... جس سے وہ (ولی اللہ) سُنتا ہے، اب یہ کہنا کہ اتنی دور سے نہیں سُن سکتے... اس لیے یا غوثِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، یا فریدِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، یا صابرِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وغیرہ نہ پُکارا کرو، کسی جاہل نے کہا کہ اُن کا ہاتھ فلاں ملک میں کیسے پہنچ گیا... کسی نے کہا، بارہ برس کی غرقِ عُدہ ناؤ کیسے زندہ و سلامت دریا سے نکال لی، اپنا جنازہ خود کیسے پڑھا لیا... پاکستان میں بیٹھ کر دوسرے ملک کیسے پہنچ گئے... لاعلاج مریض کو ولی کے دیکھنے سے شفا کیسے حاصل ہوگئی وغیرہ، مذکورہ فرمان کے مطابق غور کیا جائے تو ولی اللہ پہ ہر اعتراض کرنے والا درحقیقت مذکورہ صفات کو رَبِّ تَعَالَى میں ماننے سے انکاری ہے، جب اللہ تعالیٰ کے ولی کا دیکھنا، سُنا، چلنا اور پکڑنا... اللہ کے ذریعے سے ہے تو اللہ تعالیٰ کیا

نہیں کر سکتا... اللہ تعالیٰ سے دیکھنے والے کیا نہیں دیکھ سکتے؟ اللہ تعالیٰ سے سُننے والے کیا نہیں سُن سکتے؟ اللہ تعالیٰ سے پکڑنے والے کہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے؟ جن کے پاؤں بھی رُب تعالیٰ اپنی طرف منسوب فرمادے، بلاشبہ اُن پہ کیا جانے والا ہر اعتراض براہِ راست اللہ تعالیٰ پہ اعتراض بنتا ہے، اسی لیے خدا تعالیٰ نے شروع ہی میں خبردار کرتے ہوئے اعلانِ جنگ کا حکم لا تبدیل سُننا رکھا ہے... یعنی اب کسی میں جرأت ہے تو اولیائے کرام سے دشمنی کر کے اللہ تعالیٰ سے جنگ لڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔

جنگِ خدا ہے جاری ولیوں کے دشمنوں سے
ان کے بغض سے کتنے پا کر سزا گئے ہیں

بنی اسرائیل کے ولی اللہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس کو جرتج کہا جاتا تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اُس کی والدہ آئی اور اُسے بلانے لگی اُس نے جواب نہ دیا... اور جی میں کہا کہ جواب دوں... یا... نماز پڑھوں، وہ پھر آئی اور کہا، اے اللہ... اسے موت نہ دینا یہاں تک کہ فاحشہ عورت کو دیکھ لے، جرتج نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک عورت نے کہا جرتج کو میں پھنساؤں گی... وہ سامنے گئی اور مدعا بیان کیا لیکن اُس نے (جرتج نے) انکار کر دیا وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اپنے آپ کو اُس کے سپرد کر دیا پس لڑکا بچا اور کہا کہ وہ جرتج کا ہے... لوگ آئے تو اُس کے عبادت خانے کو توڑ دیا اور اُسے اتار کر گالی گلوچ کی... اُس نے وضو کیا اور نماز پڑھی... پھر لڑکے کے پاس آیا اور کہا، اے لڑکے تمہارا باپ کون ہے؟ اُس نے (بچے نے) کہا چرواہا، لوگوں نے کہا ہم آپ کا عبادت خانہ سونے کا بنا دیتے ہیں، اُس نے کہا نہیں

صرف مٹی کا۔ (بخاری شریف جلد اول، صفحہ 906، باب نمبر 1560 حدیث نمبر 2307)

مذکورہ فرمانِ نبوی ﷺ سے واضح ہے کہ اولیاء اللہ... رب تعالیٰ کی دی ہوئی قوت سے نومولود سے بھی بات کروانے کی طاقت رکھتے ہیں، یہ اولیاء اللہ کی منفرد شان ہے جس سے انہوں نے ہر دور میں مخلوقِ خدا کو صراطِ مستقیم کی پہچان اور شوق بخشا... اور صراطِ مستقیم پر قائم کرنے کے لئے خلافِ عادت کام ظاہر فرمائے اسی لیے رب تعالیٰ نے ہر رکعت میں پڑھی جانے والی سورۃ فاتحہ میں صراطِ مستقیم یعنی سیدھے راستے کی علامت انعام یافتہ بندوں کو قرار دیا ہے، جس کی باقاعدہ وضاحت سورۃ النساء میں اس طرح بیان کی گئی ہے۔

ترجمہ! ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرما برداری کرے گا تو اُسے اُن کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور یصالحین یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں“ (النساء، آیت نمبر 69، پارہ 5)

معلوم ہوا انعام یافتہ گروہ کا ساتھ بہت اچھا ساتھ ہے اسی لیے رب تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں، اسی طرح رب تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں ہمیں دُعایا مانگنے کا سلیقہ سکھاتے ہوئے فرمایا ہے کہ مجھ سے اس طرح مانگو، ”ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں“ (آیت 4) یعنی کیا مدد چاہیں؟ جس کا ذکر اس سے اگلی آیاتِ بنیات میں درج ہے۔

”ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ اُن کا جن پر تو نے انعام کیا“۔

(آیت 5، 6)

کبھی حکم خداوندی ہوتا ہے۔

ترجمہ! ”اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اُس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ“۔

(سورۃ المائدہ آیت 35، پارہ 6)

کبھی حکم ہوتا ہے کہ

ترجمہ! ”جس دن ہم ہر جماعت کو اُس کے امام کے ساتھ بلائیں گے“۔

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت 71، پارہ 15)

اسی طرح ارشادِ ربانی ہے۔

ترجمہ! ”اور اس کے راستے پر چل جس نے میری طرف رجوع کیا“۔

(سورۃ لقمان، آیت 15، پارہ 21)

آگے فرمانِ کر دگار ہے۔

ترجمہ! ”پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آؤ“۔

(سورۃ الفجر، آیات 29، 30، پارہ 30)

کبھی انہی سچے لوگوں کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

ترجمہ! ”اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور بچوں کے ساتھ ہو جاؤ“۔

(سورۃ التوبہ، آیت 119، پارہ 11)

ان تمام آیاتِ بنیات سے حق واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا

گروہ صراطِ مستقیم کی علامت اور کامیابی کا ذریعہ ہے، اسی لیے تو قرآنِ پاک

سورۃ الکہف میں شہادت دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں اور مقبولوں کے

ساتھ وابستہ ہونے والا نجس العین (یعنی اصحابِ کُہف کا گناہ) بھی محروم نہیں رہتا

بلکہ اُس کا ذکر بھی اعلیٰ نسبت کے باعث ہمیشہ کے لئے قرآنِ کریم کی زینت بنا دیا

گیا ہے، بلاشبہ خود تو پلید تھا مگر پاک لوگوں کے ساتھ وفاداری کرنے کے باعث

اس قدر پاک ہوا کہ کلامِ الہی میں اپنی دوامی جگہ بنا گیا۔ بقول شیخ سعدی

سگِ اصحابِ کُہف روزے چند

پے نیکاں گرفتِ مردم شد

یاساریۃ الجبل:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بالکل صحیح منسوب ہے کہ انہوں نے یاساریۃ الجبل (اے ساریہ پہاڑ کا خیال رکھ) جمعہ کے دن خطبہ کے دوران مذکورہ ارشاد فرمایا... اور ان کی مبارک آواز اسی وقت (صحرا و دریا چیرتی) حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ تک جا پہنچی اور انہوں نے پہاڑ کی طرف سے دشمن کی چالوں کو اس آواز کے سننے کے بعد نا کام بنا دیا۔

حضرت امام ابوالقاسم قیشری کا فرمان ہے کہ ہر ولی کی کرامت اس کے پیغمبر علیہ السلام کے معجزات میں شمار کی جاتی ہے اور کشف المحجوب میں حضرت داتا علی ہجویریؒ صفحہ نمبر 328 پر تحریر فرماتے ہیں ”جان لو کہ ولی پر تکلیف کے سبب ہونے کی حالت میں کرامت کا ظہور بالکل درست ہے، اس پر اہل سنت کے دونوں فریق بھی متفق ہیں اور عقلاً بھی یہ امر محال نہیں ہے، اس لیے کہ یہ چیز خداوند تعالیٰ کی قدرت میں ہے اور اسکا اظہار اصول شریعت میں سے اصل کے منافی بھی نہیں“۔ داتا صاحب آگے اسی صفحہ پر رقمطراز ہیں۔

”کرامت وہ خلاف عادت کام ہوتا ہے جو کسی آدمی کے احکامات شریعت پر قائم رہنے کی حالت میں اس سے ظاہر ہو... اور جو شخص حق تعالیٰ کے جملانے سے صدق کو کذب سے تمیز کرتا ہو وہ بھی ولی ہے“۔

آگے صفحہ نمبر 329 پر تحریر فرماتے ہیں۔ ”اور معجزہ اپنی ذات کے ساتھ معجزہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے حصول کے سبب معجزہ ہوتا ہے اور اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مدعی نبوت سے ظاہر ہو... پس معجزہ انبیاء کرام کے ساتھ مختص ہے اور کرامات اولیاء کرام کے ساتھ خاص ہیں“۔ اسی طرح صفحہ 330 پر فرماتے

ہیں۔ ”معجزات اور کرامات کے درمیان طعن کرنے کا کوئی شُبہ واقع نہیں ہوگا، اس لئے کہ پیغمبر علیہ السلام معجزے کے ظاہر کرنے سے اپنی نبوت کو ثابت کرتے ہیں... اور ولی بھی اپنی کرامت سے آپ (یعنی اپنے نبی علیہ السلام) کی نبوت کو ہی ثابت کرتے ہیں نیز اس طرح اپنی ولایت کا ثبوت بھی فراہم کر دیتے ہیں، پس ایک سچا ولی اپنی ولایت کے بارے میں وہی کچھ کہتا ہے جو ایک سچا نبی علیہ السلام اپنی نبوت کے بارے میں کہتا ہے اور ولی کی کرامت عین بعین نبی علیہ السلام کا اعجاز ہوتا ہے اور ایک مومن کو ولی کی کرامت دیکھنے سے نبی علیہ السلام کی نبوت پر زیادہ یقین حاصل ہوتا ہے نہ کہ اس میں شُبہ واقع ہو۔ اس لیے ان کے دعووں میں کوئی تضاد نہیں ہوتا کہ ایک دوسرے کی نفی کریں کیونکہ ایک کا دعویٰ عین دوسرے کے دعویٰ کی دلیل ہوتا ہے۔“

المختصر معجزات و کرامات انبیاء کرام علیہ السلام و اولیائے کاملین کے اُن کاموں کا نام ہے جو خلافِ عادت ہوں یعنی جو عقل کی دسترس سے ماوریٰ ہوں مثلاً مادر زاد..... اندھے اور لاعلاج گُوڑھی کو شفا دینا اور مُردے کو زندہ کرنے جیسے واقعات نبی علیہ السلام اللہ کے ہاتھ پر ظہور پذیر ہوں تو معجزات کہلائیں گے اور تختِ بلقیس کا آنکھ جھپکنے سے پہلے مُلکِ سبأ سے بیت المقدس میں حاضر کرنا... اور تازہ کھجوروں کا خشک درخت سے گرنا، جیسے واقعات اولیائے کرام کے ہاتھ پر ظاہر ہوں تو کرامات کہلائیں گے یعنی دونوں قدرتِ خداوندی کے چمکدار پہلو ہیں جن سے رب تعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر ایمان مضبوط ہوتا ہے... دونوں قدرتِ خداوندی کا جلوہ ہیں۔ یہاں ایک بات نہایت اہم ہے کہ ایسے خلافِ عادت افعال کسی غیر مذہب... یا... بد عقیدہ، جاؤگر، شعبدہ باز وغیرہ سے ظاہر ہوں، اُن کو استدراج کہتے ہیں ان میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ معجزات و

کرامات اسباب کے محتاج نہیں ہوتے جبکہ استدراج اسباب کا مرہونِ منت ہوتا ہے، نیز صاحبِ کرامت کو کرامت کے اظہار کے وقت کوئی مسرت و خوشی محسوس نہیں ہوتی، بلکہ رب تعالیٰ کا خوف وارد ہوتا ہے جس کے باعث طبیعت میں مزید عاجزی و انکساری کا میلان ظاہر ہوتا ہے، لیکن صاحبِ استدراج اپنے استدراج کو دیکھ کر بہت زیادہ شادمانی محسوس کرتا ہے، اور وہ دوسروں کو کمتر سمجھنے لگتا ہے، اور اُس کے تکبر میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، دل میں ذرا برابر بھی خوفِ الہی محسوس نہیں ہوتا، کیونکہ صاحبِ استدراج کو رب تعالیٰ ہر وہ شے اسی جہان میں عطا فرمادیتا ہے، جو اُس کی گمراہی، اور جہالت میں اضافے کا باعث بنے، وہ مکمل طور پر دُنیا کی طرف مائل ہوتا ہے، اپنی استدراجی قوت کے باعث اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتا چلا جاتا ہے، اُس کی دُنوی خواہشات پوری کر دی جاتی ہیں، جس سے وہ اپنے نفس میں لذت محسوس کرتا ہے، یہی لذت اُسے مزید دُنیا میں فنا کر دیتی ہے، اور رب تعالیٰ سے مکمل طور پر دُور کرنے کا باعث بنتی ہے، یہاں تک کہ تقربِ الہی کے جملہ راستے بند ہو جاتے ہیں۔ جبکہ صاحبِ کرامت کی صورتِ حال بالکل متضاد ہوتی ہے، وہ کرامت کے اظہار پر خوش نہیں ہوتے، اُن میں عاجزی نمایاں ہوتی ہے، دُنیا کی محبت سے دُور اور رب تعالیٰ سے قریب ہوتے ہیں۔

مومن کی فراست:

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن کسی راہگزر پر جا رہا تھا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا اور پھر بارگاہِ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے پاس آئے ہو اور تمہارے چہرے پر زناء کے آثار نمایاں ہیں،

میں نے عرض کیا، نبی کریم ﷺ کے بعد پھر وحی آنا شروع ہوگئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”کہ نہیں وحی تو نہیں آئی لیکن یہ مومن کی سچی فراست ہے“۔ (تفسیر کبیر جلد نمبر 5 صفحہ 465 بحوالہ مقامات اولیاء)

شیر خدا ﷺ کی کرامت:

حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کے غلام نے چوری کی اس کے اقبالِ جرم کر لینے پر سرکارِ علی المرتضیٰ ﷺ نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا... وہ جارہا تھا کہ راستہ میں اسے حضرت سلیمان فارسی ﷺ اور ابنِ کرار ﷺ ملے، ابنِ کرار ﷺ نے پوچھا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے تو اُس نے کہا کہ مومنوں کے امیر اور مسلمانوں کے محبوب و مددگار یعنی حضرت علی ﷺ نے، ابنِ کرار ﷺ نے فرمایا کہ اُنہوں نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو اُن کی تعریف کرتا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ اُنہوں نے حق پر میرا ہاتھ کاٹ کر مجھے دوزخ کی آگ سے بچا لیا ہے، حضرت سلیمان فارسی ﷺ نے حضرت علی ﷺ کو بتایا تو حضرت علی ﷺ نے اُس (یعنی غلام کو) کو بلایا اور اُس کے کٹے ہوئے ہاتھ پر ہٹی باندھ دی اور دُعا فرمائی پس ہم نے آسمان سے آواز سنی کہ اپنی چادر اُس کے زخم سے اٹھا لو جب ہم نے اس کے ہاتھ سے چادر اٹھائی تو اُس کا ہاتھ جُڑا ہوا تھا اور پہلے سے بھی اچھا تھا۔

(تفسیر کبیر جلد نمبر 5 صفحہ 465 بحوالہ مقامات اولیاء)

دوسری بہن:

حضرت صدیق اکبر ﷺ کے وصالِ پاک کا جب وقت قریب آیا تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بیٹی میرے مرنے کے بعد میرا ترکہ قرآنِ پاک کی رو سے اپنے بہن بھائیوں میں تقسیم کر دینا، بیٹی نے عرض کی کہ ابا جان انشاء اللہ تعالیٰ یہاں ہو گا مگر میری بہن ایک ہی اسماء ہے دوسری بہن کہاں

ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کی تمھاری سوتیلی ماں حاملہ ہے اور اُس کے پیٹ میں لڑکی ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ نمبر 61 بحوالہ مقامات اولیاء)

درخت سونا بن گیا:

کشف المحجوب صفحہ 340 پر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رقمطراز ہیں کہ حضرت خواجہ امام خزاعیؒ سے میں نے سرخس میں خود سنا ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں ریشم کے کپڑوں کے لئے شہتوت کے پتے لینے ایک محلے میں گیا اور درخت پر چڑھ گیا اور اُس کی شاخ کاٹنے لگا میں درخت پر ہی تھا کہ شیخ ابوالفضل ابن الحسن کا اُس گلی سے گزر ہوا، نہ اُنھوں نے مجھے دیکھا اور نہ ہی مجھے کوئی شک گزرا کہ وہ حالت سُکر میں ہیں اور اُن کا دل حق کی طرف متوجہ ہے، پس اُنھوں نے سر اوپر اٹھایا اور کہنے لگے بارِ خدایا! ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے کہ تُو نے مجھے ایک پیسہ بھی عنایت نہیں کیا کہ میں سر کے بال ہی منڈوا سکوں، اے اللہ! کیا آپ دوستوں کے ساتھ یہی کچھ کیا کرتے ہیں؟ حضرت امام خزاعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اُسی وقت درختوں کے تمام پتے، ٹہنیاں اور جڑیں سنہری (یعنی سونا بن گئیں) ہو گئیں تو آپ نے فرمایا، عجیب معاملہ ہے کہ ہمارا مقصد تو دُنیا سے اعراض ہے لیکن دل کی فراخی کے لئے تجھ سے کوئی بات بھی نہیں کر سکتے۔ اسی صفحہ پر آگے فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ مُلک کے تدبیر کنندہ اور جہان کے اصول سے آگاہ ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ نے اُن کو جہان کا والی بنایا ہے اور جہان کا حل و عقدہ اُن کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اور جہان کے معاملات کو اُن کے ارادوں کے ساتھ ملا دیا ہے پس ہونا یہ چاہیے کہ اُن کی رائے تمام آراء سے زیادہ صحیح ہو اور مخلوقِ خدا کے لئے تمام دلوں سے زیادہ اُن کے دل شفیق ہوں کیونکہ وہ بارگاہِ خداوندی میں پہنچے ہوئے حضرات ہیں۔

دستِ اولیاءِ دستِ مصطفیٰ ﷺ است

دستِ مصطفیٰ ﷺ دستِ خدا است

اس تمام بحث سے واضح ہوا کہ انبیائے کرام کے معجزات و اولیائے کرام کی کرامات حقیقت پر مبنی ہیں اور وجود انبیائے کرام و اولیائے کرام رب تعالیٰ کی عطا کردہ طاقتوں اور اختیارات کے جلوے ہیں جس سے رب تعالیٰ پر یقین محکم ہوتا ہے، یاد رہے کہ جس طرح ہمارے آقا و مولا پیارے مصطفیٰ ﷺ جملہ انبیائے کرام کے امام و سردار ہیں... اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کی امت کے اولیائے کرام جملہ سابقہ انبیاء کی امتوں کے اولیائے کرام کے امام و سردار ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا ادب کرنے اور ان کی عظمت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم رب تعالیٰ کے اعلانِ جنگ سے محفوظ رہ سکیں۔ آمین ثم آمین

زیارتُ القبور و حُبِّ اولیاءِ اللہ

سلسلہ ہدایات و زیارتُ القبور:

اللہ کریم کا دستور ہے کہ اُس نے مخلوق کی پیدائش سے قبل معلم یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی جن کو تمام مخلوقات پر برتری عطا فرمائی... اور وہ علمی برتری ملائکہ پر ظاہر فرمانے کے بعد تمام ملائکہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروایا گیا، یکے بعد دیگرے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہ السلام و رسول برحق تشریف لائے جنہوں نے اس علمی اور عملی درس و تدریس کا سلسلہ ہر دور میں جاری رکھا۔ ابل آخر وہ تشریف لائے جن کے بعد ہمیشہ کے لئے نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا لیکن سلسلہ ہدایات بند نہیں کیا گیا اور نہ سلسلہ تخلیق بنی آدم بند کیا گیا ہے صرف نبوت کے مقدس مشن کو آخر زماں نبی ﷺ کے غلامان کے سپرد

کیا گیا ہے جن کو قرآن و احادیث کی شکل میں مکمل سامانِ ہدایات عطا فرما کر قریہ بہ قریہ پیغامِ حق پہنچانے کی خدمات پر مقرر کیا گیا ہے دُنیا کے ہر کام، ہر فن کی طرح فنِ رُوحانیت یعنی سلوکِ اِلی اللہ طے کرنے اور ربِّ ریم کے قُرب و معرفت کے حصول کے لئے مُعلم کی ضرورت ہے علمِ تصوف کی اصطلاح میں ایسے مُعلم کو شیخ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ خود ساختہ اسم نہیں ہے بلکہ اس کا ماخذ حدیثِ نبوی ﷺ ہے۔

ترجمہ! ”اپنے قبیلہ میں شیخ اُسی طرح ہے جس طرح نبی علیہ السلام اپنی اُمت میں“

رَبِّ تعالیٰ نے کتابِ مَقنُون (قرآن پاک) میں ضرورتِ شیخ کو اس طرح واضح فرمایا ہے۔

ترجمہ! ”اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور اُس کی طرف وسیلہ (مرشدِ کامل) تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ“۔ (سورۃ المائدۃ آیت 35، پارہ 6)

اسی طرح حکمِ خداوندی ہے۔

ترجمہ! ”اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور بچوں کے ساتھ ہو جاؤ“۔

(سورۃ التوبۃ، آیت، 119، پارہ 11)

مذکورہ آیاتِ مقدسہ میں وسیلہ کو رَبِّ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے، یاد رہے کہ وسیلہ سے مُراد شیخِ کامل ہے، جیسا کہ شاہِ ابراہیمؒ، شاہِ ولی اللہ محدثِ دہلوی، شاہِ عبدالعزیز محدثِ دہلوی، مولانا قاسم نانوتوی وغیرہ (جو اہلِ طریقت، اہلِ حدیث اور دیوبندیوں میں مقبول ہیں) بھی وسیلہ سے مُراد شیخِ کامل ہی لیتے ہیں، شاہِ اسماعیل صاحب (جو کہ مخالفینِ تصوف

کے امام مانے جاتے ہیں) بھی اپنی تصنیف ”منصب امامت“ میں قرآن پاک کے اس لفظ (وسیلہ) سے مراد شیخ لیتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

”مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت“

ترجمہ! ”وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے جو اقرب الی اللہ ہو یعنی مقرب بارگاہ ہو۔“

یہ حقیقت ہے کہ جب تک کسی فن کے کامل اُستاد سے استفادہ نہ کیا جائے اُس وقت تک مطلوبہ فن میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی اگرچہ اُس فن کے متعلق دُنیا و جہان کی تمام کتب کا مطالعہ کیا جائے لیکن پھر بھی فن کی حقیقت سمجھ میں نہ آئے گی... ہر فن کا ماہر استاد ہی طالب کو اپنے فن میں کمال تک پہنچا سکتا ہے اسی لیے قرآن کریم میں سورۃ الفاتحہ (یعنی اُم القرآن) میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سیدھا راستہ مانگو... راستہ اُن لوگوں کا جن پر انعام و اکرام کیا گیا ہے، اسی طرح سورۃ لقمان میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ! ”اور اس کے راستے پر چل جس نے میری طرف رجوع

کیا“۔ (سورۃ لقمان، آیت 15، پارہ 21)

احکاماتِ خداوندی سے واضح ہے کہ ہر راستہ درست راستہ نہیں ہے بلکہ مقرّبینِ حق تعالیٰ کا راستہ ہی تقلید کے قابل ہے اور اُسے ہی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں سورۃ الکہف کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی طرف حصولِ علمِ لدنی کے لئے سفر کرنا ٹھوس ثبوت ہے، رب تعالیٰ نے اس واقعہ کو قرآن پاک کی زینت بنا کر متلاشیانِ حق پر واضح کر دیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کے باوجود علومِ حقیقت کے حصول کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف سفر کرتے ہیں یہاں یہ بات

واضح کرنی ضروری ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو نبی بتایا ہے لیکن کثیر علماء حق کا یہ قول ہے کہ آپ ولی اللہ ہیں۔ (جلالین وغیرہ) قرآن پاک کے اس واقعہ سے ثابت ہے کہ ولی اللہ کی طرف علوم و فیوض و برکات کے حصول کے لئے سفر کرنا کوئی بدعت (نئی ایجاد) نہیں ہے بلکہ قرآن پاک کا بتایا ہوا طریقہ اور ایک برگزیدہ نبی علیہ السلام اللہ (کلیم اللہ) کی سنت ہے کیونکہ کتاب ہذا میں کئی مقامات پر سیدن حضورؐ کے اولیائے کرام کی طرف سفر رقم کیے گئے ہیں اس لیے اس عمل کے متعلق احادیث مبارکہ اور اکابرین امت کے افعال و اقوال سے آگاہ ہونا از حد ضروری ہے نیز خود نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، اولیائے عظام اور مومنین کا اس متعلق کیا حکم، عمل اور طریقہ ہے تاکہ کتاب ہذا میں تحریر شدہ بابرکت سفروں اور حاضریوں کو قابل عمل بنا کر فیوض و برکات حاصل کیے جاسکیں۔ زیارت القبور کے فیوض و برکات کا اس امر سے بھی قوی یقین ہو جاتا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے جو امت مسلمہ کو زیارت القبور کا حکم صادر فرمایا ہے وہاں خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل مبارک سے واضح فرمایا ہے کہ زیارت القبور کے بہت سے فوائد ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ شہداء بدر اور شہداء احد کی مزارات کے لئے تشریف لے جاتے... وہاں جنت البقیع میں مدفون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہل ایمان کے لئے خود قدم رنجہ فرما کر سلام و دعا سے مستفید فرماتے... اسی طرح اپنی مزار مبارک پر حاضری دینے اور قبر انور کی زیارت کرنے کی بار بار تاکید فرمائی جو کہ رب تعالیٰ کے حکم سے بھی واضح ہے۔ ترجمہ! ”اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لئے رسول بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے

احادیث مبارکہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے اپنی قبر انور کی زیارت کا اس قدر زور دیا ہے کہ واجبات اور سنتِ مؤکدہ کی شان دکھائی دیتی ہے، جیسے فرمایا کہ جو حج پہ آئے اور میری قبر کی زیارت کو نہ آئے تو اُس نے میرے ساتھ بڑا نخل کیا، اس طرح بھی حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ”جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی میری شفاعت اس پر واجب ہوگئی“ ایک حدیث مبارکہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے قبر کا لفظ بھی استعمال نہیں فرمایا یعنی ”جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اُس نے میرے ساتھ جو خلقی کی“ اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے ”جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی“ اسی طرح حدیث نبوی ﷺ ہے ”جو کوئی میری زیارت کرنے کے لئے آیا اور اُس میں میری زیارت کے علاوہ اور کوئی حاجت نہیں رکھتا تو مجھ پر واجب ہے کہ روزِ قیامت اُس کی شفاعت کروں“ باقاعدہ ایک حدیث مبارکہ میں دل ہلا دینے والے الفاظ موجود ہیں یعنی ”جس نے بیت اللہ کی حج کی اور میری زیارت کے لئے نہ آیا تو بے شک اُس نے مجھ پر ظلم کیا“۔

مذکورہ حدیث مبارکہ سے روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی اہمیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری سے بے شمار انعام و اکرام حاصل ہوتے ہیں، جیسے رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے

میری حیات میں میری زیارت کی“۔ (روایت دارقطنی و طبرانی)

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا معراج کی شب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں حالتِ قیام میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (روایت مسلم، نسائی، احمد) ورحیقت اللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام و اولیائے عظام... اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جن کی زیارت و احترام کا شوق دلوں کے تقویٰ سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ترجمہ! ”شعائر اللہ کی تعظیم قلوب کے تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے“

(سورۃ الحج، آیت 32)

یاد رہے کہ بہت شروع کے عرصہ میں نبی کریم ﷺ نے زیارت القبور سے منع فرمایا تھا جس کے متعلق آئمہ دین اور محدثین نے بیان کیا ہے کہ بہت اوائل کے زمانہ میں مسلمان جب اپنے کفار آباء اجداد کی مزاروں پر جانے لگے تو اُس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا تھا کیوں کہ کافروں کی مزاروں پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے لیکن جب مسلمان وفات پانے لگے اور کفار کے ہاتھوں شہید ہونے لگے تو اُس وقت نبی کریم ﷺ نے صرف زیارت القبور کی اجازت ہی نہیں فرمائی بلکہ اپنے عمل مبارک سے اہل ایمان کی قبروں کی زیارت کو عملی سنت کے درجہ پر فائز فرما دیا... خود نبی کریم ﷺ نے اپنے غلاموں کی مزارات کی زیارت کے لئے باقاعدہ سفر فرمایا، اب ہم تفصیل سے اُن احادیث مبارکہ کو درج کریں گے جن میں نبی کریم ﷺ نے باقاعدہ اجازت فرمائی اور خود بھی تشریف لے گئے، مستند احادیث مبارکہ مکمل حوالہ جات سے ملاحظہ فرمائیں۔

1- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو۔

(مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف جلد نمبر اول، باب زیارت القبور، صفحہ 414)

2- روایت ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انہیں سکھاتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو کہیں، اے مومنو اور مسلمانوں کے گھر والو، تم پر سلام ہو انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت مانگتے ہیں۔

(مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف جلد نمبر اول، باب زیارت القبور، صفحہ 415)

مذکورہ حدیث مقدسہ میں باقاعدہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمیں زیارت القبور کا طریقہ تعلیم فرماتے تھے جس طریقہ میں اہل قبور کو حاضر کے صیغہ سے پکارنے کے الفاظ موجود ہیں یعنی ”اے“ کہہ کر مدفون اہل ایمان کو سلام پیش کیا کرو اگر خدا نخواستہ وہ سنتے ہی نہ ہوتے تو اس طرح سلام دینے کی تعلیمات کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ان احادیث مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہے کہ تم صرف اہل ایمان کی قبور پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا کرو جس سے صاف ظاہر ہے کہ جب تمہیں منع کیا گیا تھا تو کفار کی قبروں سے منع کیا گیا تھا اب چونکہ اہل ایمان بھی قبروں میں دفن کیے جا رہے ہیں اب ضرور ان کی زیارت کیا کرو اور سلام دعا سے اس مقدس مقصد کی تکمیل کیا کرو، اسی طرح آگے حدیث مبارکہ ہے۔

3- روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تھا

کہ جب رسول اللہ ﷺ کی ان کے ہاں شب کی باری ہوتی تو آپ ﷺ آخر رات میں بقیع کی طرف نکل جاتے... فرماتے اے مومن

قوم کے گھر والوں پر سلام ہو، خدایا بقیع غرقہ والوں کو بخش دے۔

(مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ جلد اول صفحہ 415 باب زیارت القبور)

4- روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میں زیارت القبور میں کیا کروں... فرمایا یوں کہا کرو کہ مومنوں مسلمانوں کے گھر والوں پر سلام ہو۔

(مسلم شریف بحوالہ مشکوٰۃ جلد اول صفحہ 416 باب زیارت القبور)

5- روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر (یعنی آپ کے حجرہ مقدسہ میں حضور نبی کریم ﷺ کا موجودہ روضہ مبارک ہے) میں جس میں رسول اللہ ﷺ مدفون ہیں یونہی چادر اٹکارے چلی جاتی تھی اور کہتی تھی ایک میرے زوج ہیں اور ایک میرے والد پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہو گئے تو رب کی قسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شرم کے باعث بغیر کپڑا لپیٹے اس گھر میں نہ گئی۔ (مسند امام احمد بحوالہ مشکوٰۃ جلد اول صفحہ 416)

مذکورہ احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ خود بھی زیارت القبور فرمایا کرتے اور بقیع والوں کے لئے سلام اور دُعا کے ساتھ اکثر اوقات وہاں تشریف لے جایا کرتے، اسی طرح جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زیارت القبور کا ارادہ فرمایا تو اُن کو صرف اجازت ہی نہیں مرحمت فرمائی بلکہ مکمل طور پر طریقہ تعلیم فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہی تعلیمات پر نبی کریم ﷺ کے ظاہری وصالِ اقدس کے بعد بھی عمل پیرا رہیں... اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مزارِ اقدس حجرہ مقدسہ میں تعمیر ہو گئی تو آپ باقاعدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کے باعث پردے کا اہتمام فرمانے لگیں جس سے مائی صاحبہ کا عقیدہ صاف ظاہر ہے کہ آپ مکمل طور پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی مزارات پر صرف

حاضری نہ دیتیں بلکہ اہل مزارات کو زندہ سمجھتی تھیں، کیونکہ پردہ زندہ سے کیا جاتا ہے... نہ کہ مُردہ سے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کے باعث کپڑا... اُوڑھ کر جاتیں۔

بقیع والوں کی طرح نبی کریم ﷺ شہدائے اُحد پر بھی تشریف لے جاتے جس کا ثبوت بخاری شریف کی حدیث مبارکہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

6- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز شہدائے اُحد پر نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا، میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی گنجیاں عطا فرمادی گئی ہیں، یا، زمین کی گنجیاں اور بے شک خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے خدشہ ہے کہ تم دُنیا کی محبت میں نہ پھنس جاؤ۔“

(صحیح بخاری جلد اول، باب 855، حدیث نمبر 1257 صفحہ نمبر 546)

اس حدیث مبارکہ میں صرف زیارت القبور کا درس ہی نہیں مل رہا بلکہ مکمل طور پر شہدائے اُحد کے عرس مبارک کا منظر دکھائی دیتا ہے کیونکہ باقاعدہ نبی پاک ﷺ اُن پر نماز پڑھنے کے ارادہ سے تشریف لے گئے اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ اور اپنی تعریف سے آگاہ فرمایا کہ میں تمہارا راہنما ہوں، مجھے رب تعالیٰ نے تمام خزانوں کی گنجیاں عطا فرمادی ہیں اور میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں، بالخصوص سرکارِ دو عالم ﷺ نے قسم اٹھا کر بات کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تمہارے متعلق ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، یہاں یہ بات واضح کرنی نہایت اہم ہے کیونکہ دور

حاضر کے اکثر ظاہر بین علماء کا زیارت القبور کے متعلق ہر فتویٰ شرک سے ہی شروع ہوتا ہے اور شرک پہ ہی ختم ہوتا ہے، حالانکہ مذکورہ مستند حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے شہدائے اُحد پر نماز پڑھی اور پھر اسی حدیث کے آخر میں قسم اٹھا کر فرمایا کہ مجھے تمہارے متعلق کوئی ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے، سبحان اللہ جن کی نظر مقدسہ شہداء اُحد کے مزارات پر کھڑے ہو کر حوض کوثر کو دیکھ رہی تھی... بھلا اُن سے موجودہ زمانہ کے فرنگ نواز علماء (شرک شرک کی رٹ لگانے والے) کس طرح پوشیدہ رہ سکتے تھے اسی لیے پہلے شہدائے اُحد کی زیارت فرمائی اور بعد ازاں اپنے اوصاف بیان کیے، آخر میں شرک کے خدشہ کی مکمل نفی فرمادی، آج اگر ہم بھی اولیائے کرام کے مزارات پر سلام اور دُعا پیش کرنے کے بعد تلاوت قرآن پاک کریں اور نعت خوانی کی شکل میں حضور ﷺ کے اوصاف بیان کریں، بعد ازاں منبر پر کسی ماشق رسول اللہ ﷺ سے مذکورہ حدیث متبرکہ میں بیان کردہ نبی پاک ﷺ کی تعریفیں سنیں، جو امت مسلمہ کو بتائیں کہ یہ طریقہ شرک نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مقدسہ ہے نیز انہی امور کو عرس مبارک کی رُوح رواں کہتے ہیں، بے شک اسی طرح ہی سے بزرگانِ پیش رو کے اعراس منائے جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سمیت شہدائے اُحد پر ہر سال انہی دنوں تشریف لے جاتے تھے جن دنوں غزوہ اُحد کا واقعہ ہوا، اس سے وصال والے دن مزارات پر حاضری دینے کا مکمل طور پر ثبوت ملتا ہے اور جس کو عرس کہا جاتا ہے جس کی اصل حدیث مبارکہ ”نَمَّ كَنُومَةَ الْعُرُوسِ“ ”یعنی سو جا دو لہن کی طرح“ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 25)

اور عروس سے ہی عرس کا لفظ نکلا ہے۔ اولیاء اللہ کا یوم وصال اُن کے دولہا

بننے کا دن ہوتا ہے، اسی لیے حق پرست اُس روز عرس مناتے ہیں، سال بعد عالی مرتبت ہستیوں کے مزارات پر مقررہ دن میں حاضری کرنا بھی سنتِ حبیبِ یزداں ﷺ ہے، جیسے امام فخر دین رازیؒ اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں حدیث نقل فرماتے ہیں۔ کہ

ترجمہ! ”اور رسول اللہ ﷺ سے ہے کہ آپ ہر سال کے شروع میں شہدا کی قبور پر تشریف لے جاتے اور فرماتے، سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ، اور اسی طرح خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی کرتے رہے۔“

(تفسیر کبیر صفحہ 200 جلد 5، فتاویٰ شامی صفحہ 242)

سرکارِ دو عالم ﷺ اور آپ ﷺ کے چاروں خلفاء کا شہدا کے مزارات پر ہر برس تشریف لے جانا اور انہیں سلام کہنا، بزرگانِ پیش رو یعنی اولیاء اللہ کے اعراس کی ناقابلِ تردید دلیل ہے، جس کو نہ تو رد کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کا انکار کیا جاسکتا ہے، احادیثِ مقدسہ کی وضاحت کے بعد اب ہم اُن اکابرینِ اُمت کے اقوال اور شواہد پیش کریں گے، جنہوں نے ذاتی طور پر اہل قبور سے فضائل و برکات حاصل کیے اور اُن کو باقاعدہ طور پر قلم بند کر کے ثبوت مہیا کر دیا ہے۔

ان بزرگانِ پیش رو میں سب سے قبل ہم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب کے شواہد پیش کریں گے جو کہ دیوبندیوں، اہل حدیث، جماعتِ اسلامی وغیرہ کے نزدیک غیر اختلافی شخصیت تسلیم کیے جاتے ہیں، شاہ صاحب بہت بڑے ماہر فنِ حدیث مانے جاتے ہیں لہذا شاہ صاحب اپنی تصنیف ”فیوض الحرمین“ کے صفحہ 51 پر تحریر فرماتے ہیں کہ 1143ھ اور اس کے بعد کے سال

میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے مقدس گھر کے حج کی اور اپنے محبوب نبی ﷺ کی زیارت کی توفیق بخشی، بڑی سعادت جو مجھے میسر آئی... وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس حج کو میرے لئے مشاہداتِ باطن اور معرفتِ حقائق کا ذریعہ بنایا، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی اس زیارت کو میرے لئے بصیرت افروز بنایا اور اُسے بے بصری اور اندھے بن کی چیز نہ رہنے دیا، اسی کتاب کے صفحہ 16 پر شاہ صاحب رقمطراز ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا... اور رسول کریم ﷺ کے روضہ مقدسہ کی زیارت کی تو میں نے آپ کی رُوح مقدس کو ظاہر اور عیاں دیکھا، عالم ارواح میں نہیں بلکہ عالم محسوسات سے قریب... جو عالم مثال ہے چنانچہ اُس وقت میں سمجھا کہ عام مسلمانوں کا یہ جو کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نمازوں میں تشریف لاتے ہیں اور نمازیوں کے امام بنتے ہیں اور لوگوں کی عیانت فرماتے ہیں اور اسی قبیل کی جو وہ اور باتیں کرتے ہیں، آگے چل کر لکھتے ہیں کہ عوام میں جو باتیں زبانِ زدِ عام مشہور ہو جائیں، اُن کی تحقیر نہیں کرنی چاہیے اس سلسلہ میں ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ جو کچھ عوام کی زبانوں پر ہو تم اُس کی اصل حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرو بعد ازاں میں نے نبی کریم ﷺ کی بلند مرتبہ اور مقدس قبرِ انور کی طرف بار بار توجہ کی... مجھے خیال ہوتا کہ تمام کی تمام فضاء آپ کی رُوح سے بھری ہوئی ہے، نیز میں نے یہ محسوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ بار بار مجھے اپنی وہ صورت مبارک دکھاتے ہیں جو آپ کی اس دُنیا کی زندگی میں تھی بل آخر مجھے سمجھ آ گیا کہ آپ کی رُوح مبارک جسمانی شکل میں صورت پذیر ہو سکتی ہے چنانچہ وہ حقیقت ہے جس کی طرف آپ نے ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے ”کہ بے شک انبیاء علیہ السلام کو اوروں کی طرح موت نہیں آتی وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے اور حج کرتے ہیں اور وہ زندہ ہوا کرتے ہیں“ الغرض اس حالت میں

...میں نے آپ ﷺ پر سلام و درود بھیجا تو آپ ﷺ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور مجھ سے خوش ہوئے۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی بارگاہ میں سلام پیش کرنا:

مذکورہ کتاب (فیوض الحرمین) صفحہ نمبر 119 پر شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں تیسرے دن پھر روضہ اقدس پر حاضر ہوا میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے دونوں صحابیوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جو فیضان فرمائے میں خیر و برکت کی اُمید لے کر آپ ﷺ کے حضور حاضر ہوا ہوں اور آپ کی ذات رحمت اللعالمین ہے میں نے اتنا عرض کیا تھا کہ آپ حالت انبساط میں میری طرف اس طرح متوجہ ہوئے کہ میں یوں سمجھا کہ گویا آپ ﷺ نے اپنی چادر میں مجھے لے لیا ہے اور مجھے اسرار و رموز سے آگاہ فرمایا، آپ نے مجھے بہت بڑی رحمانی مدد دی، آپ نے مجھے یہ بھی سمجھایا کہ کس طرح میں اپنی ضرورت پر آپ سے مدد طلب کروں، یہ بھی سمجھایا کہ آپ کس طرح درود و سلام بھیجنے والوں کو جواب عنایت فرماتے ہیں اور جو لوگ آپ کی مدح سرائی کرتے اور آپ کی جناب میں عجز و نیاز مندی کرتے ہیں ان سے آپ کس طرح خوش ہوتے ہیں، میں نے دیکھا کہ تمام صوفیاء کے طریقے آپ کے نزدیک برابر ہیں نیز اسی مشاہدہ کے صفحہ 122 پر لکھتے ہیں آپ ﷺ موت کے بعد بھی ہمیشہ خلقت کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور سب کا خیال رکھتے ہیں جسے صوفیاء نے ”حقیقت محمدیہ ﷺ“ کا نام دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مزار اقدس کا فیض:

اسی کتاب کے صفحہ 130 پر لکھتے ہیں، میں نے دیکھا کہ جب کوئی شخص

آپ ﷺ کی مدح و ثناء کرتا ہے اور آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہے تو آپ اس بات سے بہت مسرور ہوتے ہیں، جس طرح مشائخ و صوفیاء کے فیضِ صحبت کا اہل مجلس پر اثر ہوتا ہے اسی طرح میں نے آپ کی ذاتِ اقدس کو بھی ظاہر و عیاں دیکھا اور آپ کو توجہ کرنے والوں پر فیضان فرماتے پایا، میں اس وقت نبی پاک ﷺ کے روبرو حاضر تھا اور جو کچھ میں تمہیں بتا رہا ہوں یہ میرے مشاہدات میں سے ایک مشاہدہ ہے آگے صفحہ 134 پر لکھتے ہیں مجھے اولیاء کی مثالی صورتیں اور ان پر جس طرح علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے یہ چیزیں دکھائی گئیں۔

وصال شدہ کا ملین:

شاہ صاحبؒ مذکورہ کتاب کے صفحہ 144 پر تحریر فرماتے ہیں کہ جب کوئی کامل اس دنیا سے گزر جاتا ہے تو عوام یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگ دنیا سے نابود ہو گئے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس موت کے بعد اس کامل کا وجود ارض و جوہر کے مرکب سے نکل کر سرتاپا جوہر ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ اپنے کمال میں خوب قوی تر ہو جاتا ہے... نیز صفحہ 151 پر لکھا ہے کہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میرے سامنے ایک نور ظاہر ہوا... اور میں نے دیکھا کہ یہ نور رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک سے چشمے کی طرح پوری قوت سے پھوٹ رہا ہے۔

کسبِ فیض:

مذکورہ کتاب کے صفحہ 159 پر رقمطراز ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے کسبِ فیض کیا تو اس سے میرے نفس میں بڑی وسعت پیدا ہو گئی، آگے صفحہ 161 پر لکھتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کے حضور کھڑا ہوا، اور میں نے آپ کو سلام عرض کیا اور بڑی عاجزی سے میں نے آپ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے اور اپنی رُوح کو آپ کی رُوحِ اقدس سے متصل کر دیا چنانچہ آپ کی

روحِ اقدس سے ایک بجلی چمکی اور میری رُوح کے اندر جذب ہو گئی۔ اسی طرح صفحہ 163 پر رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خود بہ نفسِ نفیس سلوک کے راستے پر چلایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے میری تربیت فرمائی چنانچہ میں اویسی ہوں اور براہِ راست نبی کریم ﷺ کا شاگرد ہوں یہ اس طرح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی رُوح مبارک کے دیدار سے مشرف فرمایا اور اس سے مجھے معرفت عطا ہوئی۔

نبی پاک ﷺ کا عرس مبارک:

شاہ ولی اللہ صاحب اپنی تصنیف ”انفاس العارفين“ میں اپنے پدِ اِنور کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے عرس مبارک کے دنوں ایک مرتبہ انقلقا خزانہ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ کچھ طعام پکا کر نبی کریم ﷺ کی رُوح مبارک پر فتوح کی نیاز دلوا سکتا تھوڑے سے بھننے ہوئے چنے اور گرد میسر آیا جس پر آپ کی نیاز دلوا دی، اسی شب چشمِ حقیقت دیکھا کہ انواع و اقسام کے کھانے آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیے جا رہے ہیں، اسی دوران وہ چنے اور گرد بھی پیش کیے گئے اور آپ ﷺ نے نہایت خوشی اور مسرت سے وہ قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا اور تھوڑا سا اسمیں سے تناول فرما کر باقی اصحاب میں تقسیم فرما دیا اس سے معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ صاحب جیسی غیر اختلافی شخصیت جو کہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث، مفسر، فقیہ، عالم باعمل اور صاحب معرفت ہستی ہیں کے نزدیک اور اُن کے آباء اجداد کے نزدیک سرکارِ دو عالم ﷺ کا عرس مبارک منانا اور نذر و نیاز پیش کرنا جائز ہے جس کا ثبوت اُن کی مذکورہ تحریر ہے اس تحریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اصحابِ قبور کو جو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے وہ انہیں پہنچ جاتا ہے اور باقائدہ اُن کی زیارت

نصیب ہوتی ہے جو اصحابِ قبور کے فیضانِ کامنہ بولتا ثبوت ہے شاہ صاحب کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہم کہیں سے بھی اصحابِ قبور کو نذرو نیاز اور معروضات پیش کریں وہ اُن تک پہنچ جاتے ہیں، ضمناً عرض کروں کہ نمازِ جنازہ میں اور جنازہ پڑھنے کے بعد دُعا مانگنا بھی اسی کی کڑی ہے بالخصوص نمازِ جنازہ کے بعد دُعا مانگنے کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

حدیث نبوی ﷺ:

”روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تم میت پر نماز پڑھ لو تو اس کے لیے خلوصِ دل سے دُعا کرو۔“

(ابوداؤد شریف وابن ماجہ شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف صفحہ 394 جلد اول)

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی عنایات:

انفاس العارفين میں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے والد محترم شاہ عبدالرحیم صاحب کے متعلق رقمطراز ہیں کہ انھوں نے فرمایا، ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین کے مزارِ مبارک پر زیارت کے لئے گیا آپ کی رُوح مبارک ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا، چنانچہ اس بشارت کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب کی ولادت ہوئی جن کا اصل نام قطب الدین احمد ہے اور ولی اللہ لقب ہے یہ واقعہ بیان کرنے والا کوئی عام شخص نہیں بلکہ اپنے زمانہ کا بہترین محدث، عالم و فاضل ہونے کے علاوہ ایک عارف مرد بھی ہیں جن کی تحریر کو کسی مکتبہ فکر کا کوئی شخص چیلنج نہیں کر سکتا۔

اہل فقر کی راہنمائی:

شاہ صاحب کی مذکورہ کتاب کے صفحہ 111 پر تحریر ہے کہ ایک دفعہ میں شیخ

سعدی شیرازی کے اشعار خوب شوق و ذوق سے گنگنا رہا تھا کہ اچانک چوتھا مصرعہ ذہن سے اتر گیا جس سے طبیعت میں انتہائی بے چینی پیدا ہوئی اسی دوران ایک فقیر، دراز... زلفیں، بلیح چہرہ نمودار ہوئے انھوں نے مجھے بھولا ہوا مصرعہ یاد دلایا، میں انتہائی مسرور ہوا بعد ازاں وہ تیزی سے واپس پلٹے، میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی اہل اللہ کی روح انسانی لبادہ میں تشریف فرما ہے میں نے آواز دی کہ اپنا اسم گرامی تو بتاتے جائیں تاکہ ایصالِ ثواب کر سکوں، انھوں نے فرمایا اس فقیر کو سعدی کہتے ہیں۔ شاہ صاحب کی اس تحریر سے واضح ہے کہ اولیاء اللہ کے فیوض و برکات صرف قبر تک محدود نہیں بلکہ وہ ہر جگہ پر راہنمائی اور امداد کر سکتے ہیں۔

جہاں میں اہل ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

منت پوری ہوگئی:

اسی کتاب کے صفحہ 112 پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے والد صاحب مخدوم اللہ دیا کے مزار کی زیارت کے لئے قصبہ ڈسنہ میں گئے، آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ مخدوم اللہ دیا صاحب نے ہماری دعوت پکائی ہے لہذا تناول کر کے جائیں گے، آپ نے انتظار کیا، یہاں تک کہ رات گئے عوام الناس کی آمد و رفت بند ہوگئی، یکا یک ایک عورت بیٹھے طعام کا تھال لیے حاضر ہوئی اور کہا میں نے منت مانی تھی کہ جس وقت میرا خاوند گھر آجائے گا اسی وقت کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیا کی درگاہ میں مقیم فقرا میں تقسیم کروں گی چنانچہ اب میرا شوہر واپس آ گیا ہے اور میں کھانا لائی ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ جیسی محدث شخصیت کے نزدیک اولیاء اللہ اگرچہ مزار میں چلے گئے ہوں پھر بھی اعانت فرماتے ہیں اور دوسری بات ان کے نزدیک اولیاء اللہ کے

ایصالِ ثواب کے لئے منّت ماننا اور منّت اور ختم کا طعام کھانا درست عمل ہے۔

محفلِ سماع کے دوران:

انفاس العارفين کے صفحہ 116 پر تحریر ہے کہ حضرت والدِ بزرگوار ایک مرتبہ قصبہ پھلت میں تھے عرس کے روز ایک بزرگ جلوہ گر ہوئے اور قوالوں نے نغمہ چھیڑا، کچھ دیر بعد دیکھا کہ شیخ ابوالفتح (جن کی یاد میں عرس مبارک منعقد تھا) کی رُوح مقدسہ محفلِ سماع میں آکر محوِ رقص ہو گئی اور ان کے جذب کے اثرات محفل پر ظاہر ہوئے محفل کا رنگ بدل گیا اور ہاٹو کے مستانہ نعروں سے محفل گونج اُٹھی، شاہ صاحب کے مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ اگرچہ وصال فرما چکے ہوں، اس کے باوجود محافل میں تشریف لاسکتے ہیں اور محفلِ سماع کو شوق سے سنتے اور حاضرین کو اپنے فیوض و برکات سے فیضیاب فرماتے ہیں نیز ان کے رُوحانی اثرات حاضرین محفل پر مرتب ہوتے ہیں جس کا باقاعدہ اہل نظر مشاہدہ فرماتے ہیں، یاد رہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد کا اسم گرامی شاہ عبدالرحیم صاحب تھا جو کہ سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے، مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی قوالی سُننا جائز ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ:

شاہ ولی اللہ صاحب نے انفاس العارفين کے صفحہ نمبر 228 پر ایک حدیثِ نبوی ﷺ نقل فرمائی ہے، ملاحظہ ہو۔

”جب تم دنیاوی امور میں پریشان ہو تو اصحابِ قبور سے مدد طلب کرو“

بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اگر اس میں کسی قسم کا شبہ، شبہ پایا جاتا

تو جناب شاہ ولی اللہ جیسی فنِ حدیث کی ماہر شخصیت اسے تسل نہ فرمائی، شاہ

صاحب کے تحریر کردہ سابقہ واقعات بھی مذکورہ حدیث مبارکہ کا معنی ثبوت ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے عقائد:

حاجی صاحب علمائے دیوبند کے پیرومرشد ہونے کے علاوہ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بہت بڑے بزرگ ہیں، آپ کے ملفوظات مولوی اشرف علی تھانوی نے تحریر کیے ہیں جو شرک و بدعت کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں میں بہت مقبول اور سخت گیری میں بہت معروف ہیں، انہوں نے حاجی صاحب کے ملفوظات ”امداد المشتاق“ کے نام سے قلمبند کیے ہیں، اس کتاب کے صفحہ 118 پر تھانوی صاحب لکھتے ہیں ”حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے فرمایا کہ میرے پیرومرشد شاہ نور محمد صاحب کے رشتہ دار حج کو تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو حضرت شیخ کی قبر مبارک از سر نو درست کرا دی جائے میں نے کہا، کیا مضائقہ ہے... میں کیسے منع کر سکتا ہوں، جس مزار سراپاء انوار سے میں نے فیض حاصل کیا ہو میرے نزدیک اسکی درستگی اور اصلاح تو فرض ہے، معلوم ہوا علمائے دیوبند کے پیرومرشد نے اہل مزار ہستی سے بارہا فیض حاصل کیا ہے جس کا ذکر مولانا تھانوی نے اپنی تصنیف ”امداد المشتاق“ میں درج کر کے ہمیشہ کے لیے ثبوت مہیا کر دیا ہے۔

مولانا تھانوی اور زیارت قبور:

امداد المشتاق کے صفحہ 40 پر تھانوی لکھتے ہیں کہ اثنائے درس احیاء العلوم زبان فیض ترجمان سے حضرت حاجی صاحب فوائد عجیبہ بیان فرما رہے تھے، مولانا تھانوی (جو تاخیر سے پہنچے) نے عذر کیا کہ آج بعض مقامات متبرکہ کی زیارت کو گیا تھا اس وجہ سے حاضری میں دیر ہوگئی، حاجی صاحب نے فرمایا ”جائے بزرگان بجائے بزرگان“ زیارت آثار بندگان میں برکت ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ علمائے دیوبند کے نزدیک زیارت القبور فیضان کا

ذریعہ ہے۔

پیر و مرشد حاضر و ناظر ہیں:

مولانا رشید احمد گنگوہی بھی مولانا تھانوی کی طرح شریعت میں نہایت خشک اور سخت گیر ہیں، ایک طرف رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر اختلاف کرتے ہیں اور دوسری طرف پیر و مرشد کو حاضر و ناظر تسلیم کرتے ہیں لہذا گنگوہی صاحب نے اپنی تصنیف ”امداد السلوک“ کے صفحہ 124 پر تحریر کیا ہے کہ ”مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی رُوح ایک جگہ پر مقید نہیں بلکہ جس جگہ پر مرید ہوگا، قریب یا بعید لیکن اُس کی رُوحانیت سے دُور نہیں، جب اس بات کو راسخ کر لے اور شیخ (پیر و مرشد) کو ہر وقت یاد رکھے تو رُوحانی تعلق پیدا ہو جائے گا اور ہر لمحہ میں فائدہ حاصل کرے، گاتب مرید ہر وقت عقدہ کُشائی میں شیخ کا محتاج ہوگا اور شیخ کو دل میں حاضر کر کے جب زبانِ حال سے پوچھے گا تو یقیناً شیخ کی رُوح اللہ کے حکم سے اس کو بتلائے گی لیکن اس میں ربط تمام (مکمل) شرط ہے۔

دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو:

مولانا اشرف علی تھانوی نے ”جمال الاولیاء“ کے صفحہ 29 پر لکھا ہے کہ امام فخر الدین رازی نے سورۃ الکہف کی تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامتیں درج کی ہیں اور فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ کا جنازہ حضور اکرم ﷺ کے مزار مبارک کے دروازہ پر لایا گیا اور ندا دی گئی کہ اسلامُ علیک یا رسول اللہ ﷺ یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ دروازہ پر حاضر ہیں تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور قبر شریف کے اندر سے آواز آئی کہ ایک دوست کو دوست کے پاس داخل کر دو۔

بھونکنے لگا:

علامہ سخاوی نے اپنی ”طبقات“ میں تحریر کیا ہے کہ ابوسیم اور اہل عسا کرنے اعمش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی مزار مبارک پر پاخانہ کر دیا تو وہ مجنون ہو گیا اور گتے کی طرح بھونکنے لگا اور پھر مر گیا اور اس کی قبر سے بھی سنا گیا کہ بھونک رہا ہے۔

ایک حقیقت:

قصبہ سلمان پاک جو بغداد شریف سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے اور زمانہ قدیم میں جس کا نام مدائن تھا اور جہاں اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گورنری کے عہدہ پر فائز رہے، یہاں ایک شاندار مقبرے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں اور آپ کے گنبد مزار سے متصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ حضرت حذیفہ الیمانی رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے مزارات ہیں ان دونوں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارات پہلے سلمان پاک سے دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک غیر آباد جگہ پر آباد تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے شاہ عراق سے خواب میں فرمایا کہ ہم دونوں کو موجودہ مزاروں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے تھوڑے فاصلے پر دفن کر دیا جائے کیونکہ میرے مزار میں پانی اور جابر رضی اللہ عنہ کے مزار میں نمی شروع ہو گئی ہے، شاہ عراق نے مسلسل دو رات خواب میں ہدایت پا کر کسی وجہ سے عمل نہ کیا، تیسری رات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عراق کے مفتی اعظم کو خواب میں ہدایت فرما کر کہا کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ کو کہہ رہے ہیں لیکن اس نے اب تک کوئی انتظام نہیں کیا، لہذا تم فوراً اس کو متوجہ کرو اور بندوبست کراؤ، اگلے روز مفتی اعظم نور السعید پاشا وزیر اعظم عراق کو ہمراہ لے کر شاہ فیصل سے ملے اور اپنا خواب

بیان کیا، شاہ فیصل نے کہا کہ میں دوراتوں سے یہی خواب دیکھ رہا ہوں، آخر کار شاہ عراق نے مفتی اعظم سے مزارات کھولنے اور لاشوں کو منتقل کرنے کا فتویٰ لیا اور اپنے شاہی فرمان کے ساتھ عام اعلان کر دیا کہ عید قربان پر بعد نمازِ ظہر دونوں اصحابِ رسول ﷺ کے مزارات کھولے جائیں گے یہ خبر دُنیا کے تمام ممالک میں بجلی کی طرح پھیل گئی، رائٹر اور دوسری خبر رساں ایجنسیوں نے اس خبر کو دُنیا میں پہنچا دیا، حُسنِ اتفاق سے ان دنوں موسم حج ہونے کے باعث تمام دُنیا سے مسلمان حج کے لئے حَرَمِ شَرِیفِیْن میں جمع ہو رہے تھے ان کی استدعا پر شاہ فیصل نے مزارات کھولنے کی تاریخ حج سے دس دن بعد مقرر کر دی اور تاریخ مقررہ پر مزارات کھولے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت حُذَیْفَةُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے مزار میں پانی داخل ہو چکا تھا اور حضرت جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے مزار میں نمی پیدا ہو چکی تھی دونوں اصحابِ رسول ﷺ کو نہایت احترام اور احتیاط سے اٹھایا گیا اور شیشے کے تابوتوں میں رکھ دیا گیا، ایک جرمن فلم ساز کمپنی نے ٹیلی ویژن کا اعلیٰ انتظام کیا جس پر مخلوقِ خدا کو زیارت کرائی گئی، بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے، لاشوں کو بالکل صحیح حالت میں پایا گیا، یہ گمان ہوتا تھا کہ تیرہ سو سال نہیں بلکہ صرف چند گھنٹے ہوئے آرام فرما رہے ہیں، آنکھوں کی چمک دیکھ کر ایک جرمن ڈاکٹر ماہرِ چشم نے اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر فوراً اسلام قبول کر لیا، اس کے ساتھ ہزاروں عیسائیوں اور یہودیوں نے بھی اسلام قبول کر کے کفر سے نجات حاصل کر لی۔

(از صداقتِ اسلام)

سلطان نور الدین زنگی کا واقعہ:

سلطان ایک شب بیدار اور عابد حکمران تھا، رات کا بیشتر حصہ عبادت و مناجات میں گزارتا تھا نمازِ عشاء کے بعد کثرت سے نوافل اور سینکڑوں بار محبوب

خدا ﷺ پر درود شریف پڑھنا اس کا معمول تھا، 557ھ کی ایک شب وہ درود وظائف سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹا تو خواب میں تین مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہر مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”نورالدین یہ آدمی مجھے ستارہ ہے ہیں ان کے شر کا استیصال کرو“۔ نورالدین خواب دیکھ کر بہت مضطرب ہوا، وہ بار بار استغفار پڑھتا اور رو کر کہتا ”میرے آقا کو کوئی میرے جیتے جی ستائے یہ ممکن نہیں، میری جان مال آل اولاد سب نبی پاک ﷺ پر قربان ہیں، خدا اس دن کے لئے نورالدین کو زندہ نہ رکھے کہ حضور ﷺ غلام کو یاد فرمائیں اور وہ دمشق میں بیٹھا رہے“ سلطان نورالدین بے چین ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں ضرور کوئی ایسا ناشدنی واقعہ ہوا ہے جس سے سرورِ کونین ﷺ کی روح کو تکلیف پہنچی ہے، سلطان نے بیس آدمی اور بہت سا خزانہ لیا اور عازمِ مدینہ ہوا پچیس دنوں کا سفر صرف سولہ دنوں میں طے کر کے مدینہ پہنچے تو اہل مدینہ ششدر رہ گئے، سلطان نے شہر میں آنے جانے کے تمام دروازے بند کروا دیئے اور تمام اہل مدینہ کو دعوت دی کہ وہ کھانا اس کے ساتھ کھائیں، تمام لوگ سلطان کی نظروں کے سامنے سے گزارے گئے مگر ان میں وہ دو آدمی نہ تھے جو خواب میں دکھائی دیئے تھے سلطان نے اکابرین شہر سے دریافت کیا کہ کوئی ایسا شخص تو باقی نہیں رہا جو دعوت میں شریک نہ ہوا ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا شخص تو باقی نہیں رہا جو دعوت میں شریک نہ ہوا ہوتا ہم دو خدا رسیدہ مغربی زائر جو مدت سے یہاں مقیم ہیں نہیں آئے، سلطان نے دونوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا، جب وہ دونوں سلطان کے سامنے پہنچے تو سلطان نے فوراً پہچان لیا کہ یہی وہ آدمی ہیں جو خواب میں اسے دکھائے گئے تھے، سلطان کا خون کھول اٹھا لیکن حالات کی تحقیقات ضروری

تھیں کیونکہ بظاہر دونوں کی شکل و صورت بڑی مؤمنانہ اوزاہدانہ تھی، سلطان نے ان سے ان کی جائے سکونت کے متعلق دریافت کیا تو بتایا گیا کہ روضہ اقدس کے قریب ایک چھوٹا سا کرائے کا مکان ہے اور اس میں وہ ہر وقت ذکرِ الہی میں مشغول رہتے ہیں، سلطان ان کو اپنے آدمیوں کی نگرانی میں وہیں چھوڑ کر ان کی جائے سکونت کا ملاحظہ کرنے پہنچا، مختصر سا مکان تھا جو مکینوں کی زاہدانہ زندگی کی شہادت دے رہا تھا، سلطان مطمئن نہ ہوا، اس نے مکان کا فرش ٹھونک بجا کر دیکھنا شروع کیا، سلطان کو ایک چٹائی کے نیچے فرش ہلتا ہوا محسوس ہوا، چٹائی اٹھائی تو نیچے ایک سل تھی، اسے ہٹایا گیا تو ایک سرنگ دکھائی دی جو روضہ اقدس کی طرف جارہی تھی، سلطان اور اہلِ مدینہ ان بھیڑ نما بھیڑیوں کی اس حرکت پر حیران رہ گئے، سلطان سراپا قہر و غضب بن گیا اور دونوں ملعونوں کو پاہ زنجیر گرفتار کر کے حاضر کرنے کا حکم دیا، جب وہ سلطان کے حضور پہنچے تو سلطان نے غضبناک لہجے میں پوچھا ”حقیقت بتاؤ کہ تم کون ہو اور اس ناپاک حرکت سے تمہارا کیا مقصد تھا؟“ دونوں نے نہایت ڈھٹائی سے جواب دیا ”اے بادشاہ ہم نصرانی ہیں اور اپنی قوم کی طرف سے تمہارے نبی ﷺ کی نعش چرانے پر مامور کیے گئے ہیں، ہمارے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں ہے لیکن اس وقت جبکہ ہمارا کام بہت تھوڑا رہ گیا تھا تم نے ہمیں گرفتار کر لیا“ سلطان نے دونوں بد بختوں کی گردنیں اڑا دیں اور ان کی لاشیں بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈلوادیں، اس کام کو سرانجام دینے کے بعد سلطان پر رقت طاری ہو گئی اور شدتِ گریہ سے اس کی کھکی بندھ گئی وہ مدینہ کی گلیوں میں روتے ہوئے بلند آواز سے کہنے لگے، زہے نصیبِ اس خدمت کے لئے حضور ﷺ نے اس غلام کا انتخاب فرمایا۔

امام احمد بن حنبل کی ملاقات:

کتاب زہرة الابرار میں تحریر ہے، شیخ علی بن ہبئی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر اور شیخ بقا بن بطو کے ساتھ امام احمد بن حنبل کے مزار مبارک کی زیارت کی میں نے دیکھا کہ امام موصوف قبر سے نکلے اور شیخ عبدالقادر جیلانی کو سینہ سے لگایا اور ان کو خلعت پہنائی اور فرمایا، اے شیخ عبدالقادر بے شک تمہارے علم شریعت، علم حقیقت و علم حال اور فعل حال میں محتاج ہوں۔

مثنوی شریف کا ختم:

مولانا تھانوی نے امداد المشتاق کے صفحہ 87 پر تحریر کیا ہے مجھ مثنوی شریف ختم ہوگئی تو بعد از ختم حضرت حاجی امداد اللہ نے شربت بنانے کا حکم دیا اور ارشاد ہوا، اس پر مولانا روم (جلال دین رومی) کی نیاز دی جائے گی، گیارہ گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر نیاز دی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا، آپ نے فرمایا نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی جو خدا کے سوا دوسرے کے واسطے نہیں ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا، یہ جائز ہے، لوگ انکار کرتے ہیں اسمیں کیا خرابی ہے اگر کسی عمل میں عوارض غیر شرعی لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے، نہ کہ اس عمل سے انکار کر دیا جائے، ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام میلاد شریف، اگر بوجہ آنے نام آنحضرت ﷺ کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اسمیں کیا خرابی ہے جب کوئی بڑا شخص آتا ہے تو لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں اگر سردار دو عالمیان ﷺ، روحی فداد کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ واضح ہوا کہ علمائے دیوبند کے پیر و مرشد نذر و نیاز کے صرف قائل نہ تھے بلکہ باقاعدہ مثنوی روم کے اختتام پر مولانا روم کے ختم شریف کا اہتمام فرماتے، جس کے ہمراہ شربت تیار کر کے

قرآن پاک کی تلاوت کر کے ایصالِ ثواب کیا جاتا، جو کہ آج بھی اہل حق کا دستور ہے دوسری بات حاجی صاحب باقاعدہ میلادِ نبوی ﷺ منانے کا درس دینے کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا نام بابرکت کے احترام میں تعظیمی قیام کرنے کو باعثِ برکت قرار دیتے ہیں، اللہ کرے کہ حاجی صاحب کے مریدین کو بھی اپنے پیرومرشد کی تقلید نصیب ہو، اس میں شک نہیں کہ حاجی صاحب بہت بڑے اللہ کے ولی اور عاشقِ رسول ﷺ تھے۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری:

خواجہ غریب نواز کے متعلق تقریباً تمام سیرت نگار متفق ہیں کہ آپ کو ہندوستان کی ولایت بارگاہِ نبوی ﷺ سے عطا ہوئی بعد ازاں آپ کو سرکارِ دو عالم ﷺ نے ہندوستان کی روحانی طور پر سیر و سیاحت کروائی اور حکم دیا کہ ہندوستان میں پیغامِ حق کو عام کرو، جب خواجہ غریب نواز مختلف مقامات کا سفر طے کرتے ہوئے لاہور پہنچے تو داتا گنج بخش صاحب کی مزارِ اقدس پر باقاعدہ چلہ کیا، جہاں آج بھی آپ کا حجرہ مبارک بطورِ ثبوت موجود ہے آج بھی آپ کا تحریر کردہ شعر زبانِ زدِ عام ہے جس میں آپ نے داتا صاحب (جو کہ بظاہر اوصال فرما چکے تھے) کا عظیم الشان تعارف کروایا ہے۔

گنج بخش فیضِ عالم منظرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل، کاملان را راہنما

حاجی صاحب کی فیصلہ کن تحریر:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب نے ”شائم امدادیہ“ میں حکماً اپنے مریدین کو فرمایا ہے کہ ”فقیر وہ ہے جو حنفی مذہب اور صوفی المشرک ہو، جو کوئی میرے یازوں میں اس سے تجاوز کرے گا میرے رابطہ اور واسطہ سے اسکو کچھ حصہ نہیں

ملے گا اور جو کوئی فقیر سے اخلاص رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ صوفی المشرّب اور حنفی المذہب ہو۔

فقیر مرتا نہیں:

کتاب امداد المشتاق کے صفحہ 117 پر لکھا ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی صاحب نے فرمایا ہے کہ ”جب میرے شیخ بیمار ہوئے اور وصیت کرنے لگے تو میں رونے لگا حضرت شیخ نے تشفی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہوتا ہے فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو ظاہری زندگی میں میری ذات سے ہوتا تھا، اس کے بعد حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔

عرس کے متعلق:

کتاب ”امداد المشتاق“ کے صفحہ 88 پر مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ حاجی صاحب نے فرمایا ”جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں مقبولانِ الہی سے کہتے ہیں، یعنی عروس (دُہن) کی نیند سو جاؤ عرس کہ رانج ہے اسی سے ماخذ ہے کوئی اس دن کا خیال رکھے اور اس میں عرس کرے تو کونسا گناہ لازم ہوا“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور زیارت القبور:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ شریف میں زیارت القبور کے باب میں تحریر فرماتے ہیں ”کہ زیارت القبور یعنی قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے اور اس پر تمام محدثین، فقہاء، علماء اور صلحا کا اتفاق ہے۔ آنحضرت ﷺ کا دستور تھا کہ مدینہ شریف کے قبرستان بقیع میں تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لئے دُعائے مغفرت فرماتے تھے، فقہاء کا قول ہے کہ مُردوں کی قبروں پر دُعا

اور استغفار کرنا اور ان کو نفع پہچانا، دُعا سے اور استغفار سے اور تلاوتِ قرآن سے مشائخ و صوفیاء کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے اصل تصوف کی اصطلاح میں ایسے لوگوں کو یعنی جو مزارات سے فیوض حاصل کرتے ہیں اویسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ رضی اللہ عنہ کا ظم کا مزار دُعا کی قبولیت کے لئے تریاقِ مجرب یعنی آزمایا ہوا نسخہ ہے اور امام غزالی فرماتے ہیں کہ جن بزرگوں سے ظاہری زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے ان سے موت کے بعد بھی مدد مانگی جاسکتی ہے، مشائخِ عظام میں ایک فرماتے ہیں کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے جو اپنی قبروں میں بیٹھے تصرف کر رہے ہیں یعنی مخلوقِ خدا کی امداد کر رہے ہیں جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے یعنی کرامات دکھاتے تھے۔ اس سے بھی زیادہ، ان میں سے ایک حضرت شیخ معروف کرخی ہیں دوسرے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں، دو بزرگ اور ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی بزرگ اپنی قبروں میں بیٹھے فیض نہیں دیتے، یہ تو فقط وہی کچھ ہے جو اس بزرگ نے دیکھا یعنی ان چار بزرگوں کے تصرفات دیکھے۔ سید احمد مرزوق جو دیارِ مغرب کے اکابر مشائخ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابوالعباس نے مجھ سے دریافت کیا کہ زندہ بزرگوں کی امداد زیادہ قوی ہے یا وہ جو اس جہان سے رحلت کر گئے، ان کی امداد زیادہ قوی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ بزرگوں کی امداد زیادہ قوی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ جو اس جہان سے جا چکے ہیں ان کی امداد زیادہ قوی تر ہے، یہ سن کر شیخ ابوالعباس نے کہا کہ بے شک آپ درست کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی دستگاہ میں اور اس کے حضور میں ہیں، اس کے اقوال بے شمار ہیں جن کا احاطہ اس کتاب میں نہیں ہو سکتا نیز قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور بزرگوں کے اقوال میں کی

جگہ پر اس چیز کی تردید نہیں آئی نہ اس کی مخالفت کی گئی ہے، آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مردوں کی رُوح فنا نہیں ہوتی بلکہ زندہ رہتی ہے اور اس کو زیارت کرنے والوں کا علم اور شعور ہوتا ہے، اس کے احوال کو جانتے ہیں اور کالمین کی ارواح کو رب تعالیٰ کے ساتھ قُرب اور رُتبہ حاصل ہوتا ہے کہ جیسا کہ اس زندگی میں تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اولیائے کرام کی ارواح کو، گون و مکاں میں تصرف اور کرامات میسر ہیں اور حیات و ممات میں جو تصرفات اولیاء کرام سے صادر ہوتے ہیں وہ حق تعالیٰ کی قدرت سے ہوتے ہیں اور دونوں حالتوں میں یعنی زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور اس قول کے خلاف کوئی دلیل نہیں ملی۔

اسی طرح انوارِ قمریہ کے صفحہ 103 پر خواجہ قمر الدین سیالوی کے مافوظات میں تحریر ہے، فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے فرمایا ”جو ممانعت قبروں پر روشنی کرنے کی وارد ہے وہ یہود و نصاریٰ اور بے دین لوگوں کی قبروں پر روشنی کرنے کے لئے ہے، اولیاء اللہ کی مزارات پر روشنی کرنا باعثِ برکت ہے ان کے لئے ممانعت نہیں ہے، محدثین و فقہا کرام نے اس کا جواز صراحتاً لکھا ہے تفسیر شامی میں خصوصاً اسکا ذکر ہے کہ اولیائے کرام کی مزارات پر چراغ جلانا جائز و مستحب ہے فرمایا مزارات کو چومنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے، مستدرک حاکم جلد 2 صفحہ 515، علامہ بدر دین عینی جلد 4 صفحہ 607، مسند امام احمد جلد 5 صفحہ 422 پر تصریحاً روایات موجود ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار پر انوار کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بوسہ دیتے تھے، آگے فرمایا کہ مستدرک حاکم جلد 4 صفحہ 515 کی روایت کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مزار بوسی محبت سے کرتے تھے اس سے روکنے والے کو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ انصاری نے نا اہل فرمایا اور محبوب کبریائی صلی اللہ علیہ وسلم کا

ارشادِ اطہر بھی مروان کو سنا کر اسے نا اہل اور دین سے بے بہرہ اور ناواقف فرمایا
تو مزار بوسی سے روکنے والے نالائق اور بے دین ثابت ہوئے۔

بابا گنج شکر کے دربار پر تالی:

انوارِ قمریہ کے صفحہ 132 پر تحریر ہے کہ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضور
محبوبِ الہی حضرت نظام دین اولیاء نے جب دیکھا کہ اُن کے شیخ طریقت
حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے جنازہ کی چارپائی کے ایک پایہ پر محبوب
کبریائے اللہ اپنا دست مبارک رکھے ہیں دوسرے پائے پر حضرت علاؤ الدین علی
احمد صابر کلیری، تیسرے پر حضرت ابوالسحاق شامی اور چوتھے پائے کو خود محبوب
الہی تھامے ہوئے ہیں تو محبوب کبریائے اللہ کی ذاتِ بابرکات کو دیکھ کر خوشی میں
آئے کہ میرے شیخ کا اتنا مرتبہ ہے اور بحالتِ وجد انہوں نے تالی بجائی تو آج
تک اس موقع پر تمام لوگ اس سنت کو ادا کرنے کے لئے تالیاں بجاتے ہیں اور
جب رمی الجمار سعی بین الصفا والمروہ اور طواف میں رمل کرنا، اگر اللہ تعالیٰ کے
مقبول بندوں کے افعال بطور سنت ادا کیے جاتے ہیں تو قبروں پر پانی ڈالنا اور
بابا صاحب کے غرس کے موقع پر اس مقررہ وقت اور معینہ جگہ پر تالی بجانا وغیرہ
بھی اس کے مقبول بندوں کا فعل کی حیثیت میں سابقہ اعمال سے جدا نہیں۔

صابر پاک کا جلال:

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی سیرت ”مہر منیر“ کے صفحہ 481 پر تحریر ہے
کہ پیرانِ کلیر شریف کے غرس سے واپسی پر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے
فرمایا کہ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر صاحب کے مزار شریف پر جلال کی
وہ کیفیت ہے کہ عقل اور حواس تحیر میں آجاتے ہیں ایسا جلال اور کہیں نظر نہیں آیا
بجز مدینہ شریف کے مگر وہاں جلال اور جمال دونوں وارد ہوتے ہیں اور یہاں

جلال غالب ہے کسی شخص کے ہوش بجا نہیں رہتے، ہر شخص گریہ زاری اور آہ و نالہ میں مبتلا نظر آتا ہے بلکہ عوام پر بھی سوز و گداز کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور یہ سب حضرت صابر پاک کے جذبہ عشق کا اثر ہے۔

مولانا تھانوی پیرانِ کلیں میں:

”ایک مرتبہ پیرانِ کلیں جانا ہوا، وہاں پر حضرت مخدوم علاؤ الدین صابر کا مزار ہے، وہاں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مقبولین میں سے ہیں، میں عرض کرتا ہوں کہ آپ دعا فرمائیں کہ مجھ پر حق واضح ہو جائے۔“ (افاضات یومیہ جلد اول صفحہ 216)

الحمد للہ زیارت القبور کی اس مکمل بحث سے واضح ہو چکا ہے کہ زیارت القبور سرکارِ دو عالم ﷺ سے لے کر تمام اولی العزم ہستیوں کا دستور رہا ہے، کسی زمانہ میں حق پرستوں نے اسے پرستش قرار نہیں دیا بلکہ مذکورہ واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ اکثر صوفیاء نے مزارات سے فیوض و برکات حاصل کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے مزارات کی تعظیم و تکریم کرتے رہے ہیں جن پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت برسی ہے کیونکہ رسول پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ مومن کی قبر جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے (روح المعانی جلد 4 صفحہ 207)، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ولی سے انتہائی محبت ہے، جیسے کہ شروع میں حدیث قدسی بیان کی ہے، جس میں رب تعالیٰ نے یہاں تک فرمایا کہ میں اپنے ولی کے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں، اب اس ولی اللہ کے ہاتھ پاؤں چومنا یا ان کی مزار کا بوسہ لینا، اللہ تعالیٰ سے دوستی کا تقاضا ہے یا منع کرنا؟ کس حالت میں محبت و دوستی کا تقاضا ہے اور کس میں دشمنی کا، یقیناً اولیاء اللہ کی تعظیم و تکریم میں ہی حق تعالیٰ کی خوشنودی و اطاعت ہے جو رب تعالیٰ اپنے ولیوں کے دشمنوں سے اعلانِ جنگ

کرتا ہے کس وجہ سے؟ تاکہ اولیاء اللہ سے دشمنی نہ رکھو بلکہ اُن کی دوستی اختیار کرو، بلاشبہ دوستی اختیار کرنے والوں کے لئے رَبِّ تعالیٰ کی رحمت ہے، دوسری شکل میں وہی جنگ،... بقول عارفِ رومیؒ

اشقیاء تعظیم مسجد سے کند
 در جفائے اہل دل جد سے کند
 ایں حقیقت آں مجاز است اے خراں
 نیست مسجد جز درون سروراں
 مسجدے او اندرون اولیاء است
 سجدہ گاہِ جملہ است آنجا خدا است

ترجمہ! بد بخت لوگ مسجدوں کی تعظیم کرتے ہیں اور صاحبِ دل لوگوں کی بے ادبی، اے نادانو، یہ مسجد کہ جس کی تم تعظیم کرتے ہو، مجازی ہے اور حقیقی مسجدیں اولیاء اللہ کے دل ہیں اور حقیقت میں جو مسجد اولیاء اللہ کے دل میں ہوتی ہے، وہی سجدہ گاہ ہے، اس لیے کہ اولیاء اللہ کی خوشنودی سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔“

حُبِّ اولیاء اللہ:

بے شک اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی تعظیم و تکریم محبت سے حاصل ہوتی ہے، جب اولیاء اللہ سے محبت کامل ہو جاتی ہے تو خود بخود ادب کا ڈھنگ آ جاتا ہے... اور انعام یافتہ کی محبت سے بہت بڑا انعام یہ حاصل ہوتا ہے کہ محبت کرنے والا بروز قیامت انعام یافتہ کے گروہ میں اٹھایا جائے گا، جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ ہے۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ اس شخص کے بارے میں

کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم (یعنی اولیاء اللہ) سے محبت کرے اور ان سے مل نہ
سکتا ہو (یعنی علم اور عمل میں) تو فرمایا کہ انسان اُس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ
محبت کرے۔ (مسلم، بخاری، بحوالہ مشکوٰۃ شریف جلد 3 صفحہ 18)

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقمطراز
ہیں،

”اسی بشارت اس مرد و ستداراں صلحاء و علماء و اتقیاء و الیاء را کہ
امید است کہ فردا در زمرة ایشان بر خیزند و با ایشان باشند انشاء اللہ
تعالیٰ“۔ (اشعۃ اللمعات جلد 4 صفحہ 133)

ترجمہ! ”یہ خوش خبری ہے اُن کے لیے، جو صلحاء و علماء اور اتقیاء اور
اولیاء کو دوست رکھتے ہیں، اُمید ہے کہ کل ان کا حشر انشاء اللہ تعالیٰ
ان کے گروہ میں ہوگا اور ان کے ساتھ رہیں گے۔“

بقول حضرت شیخ سعدی

شنیدم کہ در روز امید و بیم

بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

یعنی۔ ”میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن بدوں کو بھی اللہ تعالیٰ نیکوں کے
طفیل بخش دے گا“

موطا امام مالک میں سند صحیح سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”میری محبت ان کے لئے واجب و لازم ہوگئی ہے جو آپس میں
میرے واسطے محبت رکھتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے کی
زیارت کرتے ہیں اور میری ہی وجہ سے آپس میں دیتے لیتے
ہیں۔“

شیخ احمد سرہندی کا ارشاد:

حضرت مجتہد الف ثانی کا ارشاد گرامی ہے۔

”اگر عالمِ ظلمات و کدورت رادر باطن بریزند و اس محبت را بر پا دارند
غم نباید خورد، بلکہ امیدوار باید بود و اگر کوہ کوہ انوار و احوال رادر باطن
افاقہ کنند، سرموئے ازیں محبت بردارند جز خرابی ہیج نباید دانست
و استدراج باید شمرد“۔

(مکتوبات دفتر اول حصہ چہارم، مکتوب نمبر 235، ص 236)

ترجمہ! ”اگر تمام جہان کی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں گرا دیں،
مگر اس محبت (یعنی محبت اولیاء اللہ) کو قائم رکھیں تو کوئی غم نہ کرنا
چاہیے... بلکہ کامل یقین رکھنا چاہیے اور اگر تمام پہاڑوں کے
برابر انوار و احوال کو باطن میں پیدا کریں، لیکن اس محبت سے بال
برابر دور ہو جائیں... تو سوائے خرابی کے کچھ نہ جاننا چاہیے اور اسے
استدراج شمار کرنا چاہیے“

حضرت محبوب الہی کا فرمان:

ایک روز ایک آدمی نے خواجہ نظام دین اولیاء کی بارگاہ میں سوال کیا کہ ایک
آدمی فقط پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے اور مختصراً وظیفہ پڑھتا ہے لیکن اُس کو اپنے
پیر و مرشد سے کامل محبت ہے، جبکہ ایک دوسرا آدمی پنجگانہ نمازوں کے علاوہ بھی
ہمہ وقت عبادات میں صرف کرتا ہے اور کثرت سے وظائف پڑھتا ہے مگر اپنے
پیر و مرشد سے کامل محبت نہیں رکھتا، ان دونوں میں سے افضل کون سا آدمی
ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ آدمی بہت افضل ہے جو اپنے پیر و مرشد سے کامل محبت
رکھتا ہے اور اُس کا ایک وقت دوسرے عبادت گزار کے تمام اوقات سے بہتر

ہے۔ (فوائد الفوائد صفحہ 207)

بقول عارفِ رومؒ

یک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے تصدق اپنے مقبول بندوں کی کامل محبت اور ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ دلوں کو تقویٰ کی نعمت حاصل ہو سکے اور رب تعالیٰ کے اعلانِ جنگ سے بچا جاسکے۔ (آمین)

اعلانِ جنگِ خدا کا ولیوں کے دشمنوں سے
ان کے بغض سے کتنے پا کر سزا گئے ہیں
اولیائے شاہِ عربی ﷺ کتنی ہیں شان والے
جس راستے سے گزرے بھٹے بسا گئے ہیں

نعتیہ اشعار

کچھ نہیں ہے زندگی جو عشق سے محروم ہو
عشق تیرا یا نبی ﷺ رحمن کا ہے سلسلہ
بٹ رہی ہے چار جانب بھیک تیرے حُسن کی
ہر سو جاری دم بدم ذیشان کا ہے سلسلہ

﴿ولہ اللہ ولی اللہ﴾

محفل سماع کی حقیقت

ایک مرتبہ حضور آفتاب سیدن سے کسی شخص نے سوال کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قوالی سننے سے شہوانی جذبات کو تقویت ملتی ہے اس لیے قوالی نہیں سننی چاہیے آپ نے زیر لب مسکرا کر فرمایا پھر تو روٹی، پانی اور مشروبات دودھ وغیرہ کا استعمال بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان کے استعمال سے بھی نفسِ امارہ کو تقویت ملتی ہے۔ بعد ازاں فرمایا میرا عزیز! کوئی بھی چیز غلط یا صحیح نہیں بلکہ اس کا استعمال اُسے غلط یا صحیح بناتا ہے، فرمایا کہ میرے پیرو مرشد حضور سیدن سرکار فرمایا کرتے تھے کہ سب سے قوی اور بہادر انسان وہ ہے جو اپنی خواہشاتِ نفسانیہ پر قابو پالے، تمہارے سوال کے مطابق تو وجودِ نسواں سے بھی شہوانی قوت کو تحریک ملتی ہے مگر ایسا کون سا دانا ہوگا جو یہ فتویٰ صادر کرے کہ تمام روئے زمین سے عورتوں کو ختم کر دیا جائے؟

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کریم و رسول اکرم ﷺ نے نہ کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور نہ سماع سننے سے روکا گیا ہے بلکہ ان سے حاصل شدہ توانائی کو راہِ مستقیم پر خرچ کرنے کے احکامات صادر فرمائے ہیں۔

سماع سننے پر کئی احادیثِ مقدسہ، صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اور اولیائے کرام کے اقوال اور اعمال ملتے ہیں، جن احادیثِ مبارکہ کو سماع کے انکار میں بعض لوگ پیش کرتے ہیں وہاں عربی زبان کا لفظ ”غنا“ استعمال کیا گیا ہے اور غنا اصطلاح

عرب میں اُس بے ہودہ گیت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو مُغنیہ یعنی کاروباری عورتیں گاتی اور ناچتی ہیں اور اپنے وجود کو نیم برہنہ حالت میں پیش کرتی ہیں، یقیناً اس طرح سے گانا بجانا، یا برہنہ حالت میں رقص کرنا حرام ہے ایسے سماع سے اہل تصوف کا دُور دُور تک کوئی تعلق واسطہ نہ ہے بلکہ صوفیائے عظام کا سماع تو تزکیہ نفس و تصفیہ باطن کا باعث بنتا ہے اور صوفی کے دل کو غیر اللہ سے پاک کر کے حق تعالیٰ کے عشقِ لازوال سے مُستفید کرتا ہے۔

پہلے تحریر شدہ دو موضوعات کے بعد محفلِ سماع کے موضوع پر قوی دلائل کے ساتھ بحث کرنی اس لیے بھی ضروری ہے، کہ کتاب ہذا جن ہستیوں کی سیرت پر مبنی ہے اُن کا روحانی تعلق خاندانِ چشتیہ صابریہ سے ہے اور خاندانِ چشت لہل بہشت کے نزدیک محفلِ سماع کو بہت بلند مرتبہ حاصل ہے، بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ خاندانِ چشتیہ والے محفلِ سماع کے ذریعہ طالبانِ حق کو تصوف کے بلند تر مراتب پہ فائز کر دیتے ہیں۔

حضرت خواجہ مُعین الدین چشتیؒ نے براہِ راست سرورِ کائنات ﷺ سے محفلِ سماع کی اجازت طلب کی اور بعد ازاں محفلِ سماع کے ذریعہ بے شمار راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرمایا، اس سے پہلے کے اکابرین کے محفلِ سماع کے جواز میں اقوال پیش کیے جائیں سب سے قبل مُستند احادیثِ مبارکہ سے وضاحت کی جائے گی۔

حدیثِ اوّل:

”خالد بن ذکوان نے حضرت ربیع بنتِ معوذ بن عفر ارضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ جب میری رخصتی ہوئی تو نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور اس طرح میرے بستر پر آ کر جلوہ افروز ہوئے

جیسے آپ بیٹھے ہیں پس کچھ لڑکیاں دَف بجا کر اپنے اُن بزرگوں کے کارنامے بیان کر رہی تھیں جو غزوہ بدر میں جامِ شہادت نوش فرما گئے تھے جب ان میں سے ایک لڑکی نے کہا کہ اور ہم میں ایسے نبی ﷺ بھی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ بات چھوڑو اور وہی کہو (گاؤ) جو تم کہہ رہی تھیں۔“

(بخاری شریف جلد 2 باب 78 حدیث نمبر 133 صفحہ 86)

یہ حدیث مبارکہ سماع بالمرزا میر کی واضح دلیل ہے کیونکہ دَف بھی تو آلاتِ غنا میں سے ایک آلہ ہے، باقاعدہ اس حدیث مقدسہ کی رُو سے ثابت ہے کہ جب دَف کے ساتھ گانے والی لڑکیوں نے حضور ﷺ کی تعریف کی تو آپ کو اپنے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم (جو کہ غزوہ بدر میں جامِ شہادت نوش فرما گئے تھے) کی مدح سرائی اس قدر پسند آئی کہ آپ نے اپنی تعریف سے روک کر دوبارہ شہدائے بدر کی تعریف سننے کی فرمائش فرمائی، اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی عیاں ہے کہ جب ہم صحابہ کبار و آل اطہار یا اولیائے کرام کی تعریف کی صورت میں محفلِ سماع سن رہے ہوتے ہیں تو ہم صرف اکابرینِ چشتیہ کی تقلید نہیں کر رہے ہوتے بلکہ سرورِ کائنات ﷺ کی سُنّت بھی ادا کر رہے ہوتے ہیں۔

حدیثِ دوئم:

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک عورت کا نکاح کسی انصاری مرد کے ساتھ کروا دیا پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! تمہارے پاس تو بچیوں کے بجانے کے لئے کوئی چیز نہیں جبکہ انصار سرود کو پسند کرتے ہیں۔

(بخاری شریف جلد 3 باب 93 حدیث نمبر 148 صفحہ 91)

جامع ترمذی میں ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو، عقد نکاح مسجد میں ہوا کرے اور دف بجایا جائے“ جن احادیث مقدسہ سے کچھ فقہانے سماع کو حرام قرار دیا ہے ان کے بارے میں امام نوویؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ ان کی تمام روایات بے بنیاد ہیں اور امام ابن حجر عسقلانی شارح بخاری اپنی تصنیف فتح الباری میں رقمطراز ہیں کہ سماع کے حرام ہونے میں جو احادیث متاخرین نے بیان کی ہیں وہ محض گیس ہیں اگر اس متعلق کوئی صحیح حدیث ہوتی تو ضرور مجتہدین عظام اسکو اپنا دستور عمل بناتے، اسی طرح امام سخاویؒ اپنی کتاب ”مقاصد حسنہ“ میں فرماتے ہیں کہ جن احادیث سے فقہا سماع کو حرام قرار دیتے ہیں انکی کوئی اصلیت نہیں پائی جاتی۔

اسی طرح ابوالفرح اصفہانی روایت کرتے ہیں کہ مشہور صحابی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر مزامیر کے ساتھ گانا سنتے تھے ابوالعاص مبرد نے بھی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی روایت کی ہے۔

مذکورہ بالا اقوال نامور اور جلیل القدر محدثین عظام کے ہیں، اعتراض کرنے والوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہیں۔ جناب کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری صاحب نے اپنی تصنیف ”مقام گنج شکر“ میں اس موضوع پر نہایت خوبصورت انداز سے مستند حوالے پیش کیے ہیں، آپ حضرت امام غزالیؒ اور سماع کے متعلق باایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی نے حقیقت سماع، جواز سماع، برکات سماع اور آداب سماع پر اپنی کتاب احیاء العلوم میں مفصل بحث کی ہے، اس کے علاوہ آپ نے سماع پر ایک علیحدہ رسالہ بھی تحریر کیا ہے، حقیقت سماع کے متعلق آپ فرماتے ہیں، اے عزیز! اس بات کو جان اور اس حال کو پہچان کہ آدمی کے دل میں حق

مغلو بیت کے بقدر اجازت ہے لیکن وجد کا جوش ختم ہوتے ہی فوراً سکون، ادب اور سنجیدگی کی طرف واپس آجائے اور جس راز کا انکشاف اللہ نے اس حال میں اس پر کیا ہے اس کو پوشیدہ رکھے۔

المختصر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا سماع کے دوران وصال مبارک ہوا، مولانا روم زرگر کے ساتھ مجوقص رہے تھے، شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ نعمات سننے سے روح کو لذت حاصل ہوتی ہے اور یہ میلان فطرتی ہے اس لیے سماع سننے والوں پر وجد طاری ہو جاتا ہے، امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری اور دیگر اولی العزم شخصیات نے فرمایا کہ سماع جائز ہے اور علامہ ملا علی قاری حنفی اپنے ”رسالہ سماع“ میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم کے شاگرد امام یوسف سماع سنا کرتے تھے اگر یہ ناجائز ہوتا تو وہ اپنا وقت سماع سننے میں کیوں برباد کرتے، اسی طرح امام احمد نے تو باقاعدہ اپنی مسند (مسند امام احمد) میں حدیث پاک درج فرمائی ہے کہ حبشی لوگ سرکارِ دو عالم ﷺ کے سامنے دف بجا رہے تھے، ناچ رہے تھے اور یہ گارہے تھے،

رسول محمد عبد صالح

اسی طرح حضرت امام ابراہیم بن سعد مدنی جو کہ امام شافعی، امام بخاری، امام احمد اور امام شعبہ کے استاد ہیں اور بڑے عالی مرتبت محدث تھے ان کے متعلق کتاب میزان الاعتدال جلد اول، مدارج جلد اول اور احیاء العلوم جلد چہارم میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن سعد مدنی بغداد شریف تشریف لائے تو ہارون رشید سے فرمایا کہ عود (یعنی باجا) منگواؤ، ہارون نے کہا کہ کیا خوشبودار لکڑی درکار ہے؟ انہوں نے فرمایا، نہیں... عود طرب، ہارون نے باجا منگوایا اور حضرت ابراہیم بن سعد نے اس کے ساتھ گانا گایا، اس پر ہارون الرشید

نے پوچھا کہ کیا اہل مدینہ میں کوئی اس کا منکر ہے آپ نے فرمایا کہ جس کے دل پر خدا نے مہر لگا دی ہو... وہی منکر ہوگا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی:

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ”انفاس العارفين“ کے صفحہ 102 پر اپنے والد ماجد کے متعلق رقمطراز ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے مزار مبارک کی زیارت و حاضری کے لئے گیا، یکا یک میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میری گناہ گار ہستی اور وجود اس قابل نہیں کہ اس مقدس بارگاہ میں حاضری دوں، اس خیال کے آتے ہی میں متصل چبوترہ پر رُک گیا، اس دوران آپ کی روحانیت جلوہ گر ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ آگے آؤ، میں دو تین قدم آگے بڑھا اسی اثناء میں نے دیکھا کہ آسمان سے چار فرشتے ایک تخت اٹھائے ہوئے، آپ کی مزار مبارک کے پاس اترے... معلوم ہوا کہ اس تخت پر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہیں، دونوں شیوخ نے خلوت میں راز و نیاز کی باتیں کیں... اس کے بعد فرشتے تخت اٹھا کر روانہ ہو گئے اور خواجہ قطب الدین میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ نزدیک آؤ، میں دو تین قدم آگے بڑھا، آپ بار بار نزدیک آنے کے متعلق فرماتے رہے اور میں آہستہ آہستہ قریب ہوتا گیا پھر آپ نے پوچھا شعر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ کلام ہے جس کا حُسن اچھا لگتا ہے اور قبح بُرا لگتا ہے اس پر آپ نے فرمایا ”بارک اللہ“ اس کے بعد دریافت فرمایا، خوبصورت آواز کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ”یہ اللہ کا فضل ہے جس کو عطا ہو“ آپ نے فرمایا ”بارک اللہ“ پھر فرمایا لیکن جب دونوں باتیں جمع ہو جائیں (حُسنِ کلام و حُسنِ آواز) تو پھر میں نے کہا ”نور علی نور ہے، اللہ ہدایت کرتا ہے اپنے نور کی طرف

جسے چاہے“ آپ نے فرمایا ”بارک اللہ“ تم بھی کبھی کبھار ایک دو بیت سن لیا کرو۔ (انفاس العارفين صفحہ 109 مصنف شاہ ولی اللہ صاحب)

خیال رہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب تمام مکتبہ فکر کے نزدیک معتبر شخصیت مانی جاتی ہیں مذکورہ واقعہ سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے وصال کا واقعہ کس کو یاد نہیں آتا کہ آپ کا وصال احمد جام صاحب کے ایک شعر پر چار شب و روز محفلِ سماع کے دوران رقص کرتے ہو، وہ شعر یہ تھا۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

اسی طرح بابا فرید شکر گنج، خواجہ نظام دین اولیاء، حضور صابر پیما، غوث زکریا ملتانی وغیرہ تمام شخصیات کا محفلِ سماع سننے پر اتفاق ہے۔ زمانہ قریب ماضی کی جلیل القدر شخصیات خواجہ شمس العارفين سیالوی، خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی، حضور سیدن سرکار گلوسوی، خواجہ قمر دین سیالوی وغیرہ سبھی سماع کے قائل تھے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے متعلق ”مہر منیر“ صفحہ 156 پر تحریر ہے کہ آپ غنا اور سماع کو جائز اور مباح سمجھتے تھے، آپ کو بچپن ہی سے قوالی مرغوب تھی، ابتدائی تعلیم کے دوران آپ جنگل میں جا کر خود بھی پُر سوز اشعار پڑھا کرتے تھے۔

اور ملفوظاتِ انوارِ قمریہ کے صفحہ 102 پر تحریر ہے کہ شیخ السلام خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب نے فرمایا کہ ہم مولوی حافظ سدید الدین صاحب کی شادی پر موضع مرولیا انوالہ (موجودہ معظم آباد شریف) گئے ہوئے تھے وہاں خواب میں دیکھا کہ محبوبِ کبریائی ﷺ اپنے اُمتیوں کو لے کر بہشت میں تشریف لے جا رہے ہیں اور ساتھ ہی ڈھول بج رہا ہے جب میں بیدار ہوا تو مولوی صاحب کی شادی کا ڈھول بجوایا، اس دن سے اس کے جواز کا قائل ہوں جبکہ عدم جواز کا قول کرنا

صحیح نہیں ہے“

اگر کسی کے ذہن میں مذکورہ واقعہ کے حوالہ سے خیال آئے کہ یہ محض ایک خواب تھا بعض خواب محض خیال بھی تو ہو سکتے ہیں، اُن کے لئے عرض ہے کہ یہ خواب ایک ولی کامل کے مشاہدہ پر مبنی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ مستند احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اُس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

ابھی اس موضوع پر بے شمار محدثین، آئمہ دین اور اولیائے کاملین کے اقوال اور واقعات کو کتاب کے طوالت کے خدشہ سے احاطہ تحریر میں نہیں لایا گیا، وگرنہ محفل سماع کو اولیائے کاملین کی قربتوں میں توحید و رسالت پر مبنی کلام و سُننا تزکیہ نفس کا باعث ہے اور ترقی درجات کا ذریعہ ہے جو جا بجا اُن کے اقوال و اعمال سے ثابت ہے کیونکہ سیدنا حضورؐ، آپ کے مشائخ و خلفاء سماع سُننا کرتے تھے، اسی لیے اس موضوع پر احادیث مبارکہ و اکابرین کے اقوال سے وضاحت کر دی گئی ہے تاکہ قارئین کرام کتاب ہدایہ اولیاء اللہ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ زیارت القبور، اولیاء اللہ کی طرف سفر کرنا، اعراس اور ختم شریف کی محافل کا انعقاد کرنا، اولیاء اللہ سے کرامات کا ظہور پذیر ہونا، محفل سماع وغیرہ یہ تمام کام کوئی نئے کام (بدعت) نہیں بلکہ ان کی صداقت پر قرآن و حدیث سے لے کر اکابرین کے اقوال و اعمال گواہ ہیں کہ مذکورہ قابل بحث موضوعات اللہ تعالیٰ کی قربت و رحمت کا ذریعہ ہیں اسی لیے ان اعمال کو اپنانے والی شخصیات زمانے گزر جانے کے باوجود زندہ و جاوید ہیں بلکہ جب کوئی مُردہ دل لے کر اُن کی مزارات پر حاضر ہوتا ہے تو رب تعالیٰ اپنے ولی کے طفیل اُس

کے مُردہ دل کو ایمانی زندگی و حلاوت نصیب فرماتا ہے۔

حضور آفتابِ سیدن (صابری دربار کلس آفتابِ سیدن، عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا) نے ایک مرتبہ محفلِ سماع کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے، سیدن حضور کا ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ سیدن سرکار کی زیرِ صدارت محفلِ سماع جاری تھی، قوال ایک مصرعہ پر مسلسل تکرار کر رہے تھے کہ ”یہاں تو صوفی بھی نچایا جاتا ہے، یہاں تو زاہد بھی نچایا جاتا ہے، اس دوران تین مولوی صاحبان حاضر ہوئے، اُن میں سے ایک نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ جناب! محفلِ سماع حرام ہے آپ اس حرام کام سے کیوں اجتناب نہیں کرتے؟ اُس وقت سرکار محفلِ سماع کے اثر سے عجیب و غریب کیفیات میں مستغرق تھے، یہ اعتراضی سوال سن کر چہرہ اقدس پر جلال کے آثار نمودار ہوئے... یکا یک اعتراض کرنے والے مولوی صاحب کو اٹھ کر سینہ کے ساتھ لگا کر علیحدہ کیا ہی تھا کہ مولوی صاحب بے خود ہو کر رقص کرنے لگے، قوالوں کے مصرعہ کی تکرار حقیقت بن کر سامنے آگئی، محفلِ سماع کا حُسن دُوبالا ہو گیا، یوں محسوس ہونے لگا کہ تمام درود یوارِ محوِ رقص ہیں اور چار جانب مذکورہ مصرعہ پڑھا جا رہا ہے، مولوی صاحب کافی دیر تک رقص کرتے رہے اور زبانِ حال سے پکارتے رہے کہ ”صرف صوفیاء کا مذہب حق ہے... میں غلط تھا“

یہ درسِ دلبری ہے یہ بزمِ عاشقی ہے

ملاں سے کوئی پوچھے کس نے اُسے بلایا؟

لہذا سیدن حضور بھی جہاں خاندانِ چشت کی اولی العزم شخصیات کی ہر لحاظ سے پیروی کرتے دکھائی دیتے تھے، وہاں محفلِ سماع کے سلسلہ میں بھی خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا، ماہانہ بارہویں شریف کی محفلِ اقدس اور سالانہ عرس مبارک پر

ہندوپاک کے نامور نعت خوان اور قوال حضرات محفلِ سماعِ پیش کیا کرتے تھے، جس سے ہزاروں مُردہ دلوں میں مشعلِ توحید و رسالت جگمگا اٹھتی، ایک طرف فطرتی طور پر محفلِ سماع کے اثر سے رُو حیں تڑپ اٹھتیں تو دوسری جانب نگاہِ مردِ مومن کے اثر سے نفسِ امارہ کی جملہ غلیظ تحرکیں یکسر منقطع ہو کر رہ جاتیں، سرکشِ نوجوان محفلِ سماع سے حاصل شدہ و لولہ کو نگاہِ مردِ مومن سے دُرست سمت پر صرف کرتے، نفسِ امارہ کے وِلد ادہ نگاہ کی تیغ بازی سے فوراً آرام ہو جاتے، عشقِ مجاز کی بھڑکی ہوئی آگ عشقِ حقیقی کے خوبصورت پیرائے میں ڈھل جاتی۔ بقول

قلندری لاہوری

الہی سحر ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا

کہ ایک نظر سے جوانوں کو رام کرتے ہیں

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ کریم اپنے محبوب ﷺ کے تصدقِ مردانِ حق کی ہر

لحاظ سے تقلید کرنے اور ان کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بقول اقبالؒ

کہتا ہے زمانے سے یہ دُرُوشِ جوانِ مرد

جاتا ہے جدھر بندہ حق تو بھی ادھر جا

﴿وللہ اللہ وللہ اللہ﴾

نعتیہ اشعار

خوشبوئے مدینہ سے پرکیف عبادت ہے
اک شوقِ زیارت سے پر نور تلاوت ہے

یزداں بن عنایت پہ اک شرط وفا تیری
دستورِ نبوت یا ترتیبِ محبت ہے

تعظیمِ نمازوں میں عشاق کریں واعظ
تو اُن کے تخیل سے مصروفِ بغاوت ہے

جو اُن کا نہیں بندہ شیطان کا بندہ ہے
توحید پرستی میں تعظیمِ رسالت ہے

توحید پرستوں کا عمران عقیدہ ہے
اک عشقِ محمد ﷺ سے پرکیف عبادت ہے

عرضِ حقیقت

اولیاء اللہ کا وجود مسعود رب تعالیٰ کی وہ نعمت ہے، جس سے ہر زمانہ میں مخلوق خدا فیضیاب ہوتی رہی ہے، جن کے سبب ہر دو عالم میں کامیابی و شادمانی کا راستہ نمایاں رہا ہے، بالخصوص اعلانِ ختمِ نبوت کے بعد اُمتِ محمدیہ ﷺ کے اولیاء اللہ نے بنی آدم کی رہبری کے لئے وہ لامثال کردار ادا کیا ہے جس کی تاریخ اسلام میں نمایاں حیثیت ہے، اسی لیے رب تعالیٰ نے اپنی تعریف کرنے کے بعد اپنے ان چنے ہوئے بندوں پر سلام بھیجنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ جیسے

ترجمہ! ”فرمادے چکے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور سلام ہو اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے چن لیا۔“

(سورۃ النمل، آیت 59، پارہ 19)

معلوم ہو ارب تعالیٰ نے اپنی تعریف کے بعد جس چیز کو ضروری قرار دیا ہے وہ اپنے چنے ہوئے بندوں کی بارگاہ میں سلام بھیجنا ہے کیونکہ مذکورہ آیت مبارکہ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے روز سے ہی کچھ بندوں کو حق پرستی کے مشن کے لئے چن لیا تھا جن پر سلام بھیجنے کا حکم صادر فرمایا جا رہا ہے، یہ وہی اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہیں جنہوں نے اعلانِ ختمِ نبوت کے بعد قریہ بہ قریہ صدائے حق کو بلند کیا، راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو درسِ محبت سے صراطِ مستقیم

کی طرف بلایا کیونکہ انہی انعام یافتہ بندوں کی تقلید کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسے کہ حکم خداوندی ہے۔

ترجمہ! ”اور اس کے راستے پر چل جس نے میری طرف رجوع

کیا“۔ (سورۃ لقمان، آیت 15، پارہ 21)

اللہ کریم کے فرمانِ عالیشان سے واضح ہوا کہ ہر راستہ دُرست راستہ نہیں ہے بلکہ دُرست راستہ کی علامت بیان فرمائی گئی ہے کہ صرف اُن لوگوں کا راستہ دُرست ہے جنہوں نے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ہوا ہے، اسی طرح ہر رکعت میں پڑھی جانے والی سورۃ الفاتحہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کے بعد فرمایا کہ میری ہی عبادت کرو اور مجھی سے مدد طلب کرو، لیکن مدد کیا طلب کرو؟ اس کا ذکر آگے بیان فرمایا کہ مجھ سے (اللہ تعالیٰ) یہ مدد طلب کرو کہ یا پروردگار! ہمیں سیدھے راستے پہ چلا، راستہ اُن لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ جس سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہے، اب جس سورۃ کے بغیر نماز ہی نہیں ہو سکتی، اُس سورہ مقدسہ میں رب تعالیٰ نے اپنی تعریف کے بعد ہر نمازی سے جو دُعا منگوائی ہے اُس دُعا میں صرف اور صرف انعام یافتہ بندوں کی تقلید کرنے کا مقصد نمایاں ہے اور گمراہ لوگوں کے راستے سے پناہ مانگنے کا حکم لاتبدیل ہے۔

یہ اس لیے کہ دین کے دو بنیادی جز ہیں جن کا ذکر حضرت مجدد الف ثانی نے بھی اپنے مکتوبات میں بارہا فرمایا ہے، اول عقیدہ۔ دوم، اعمال۔ اعمال کی تیز رفتاری اُس وقت تک کام نہیں آئے گی جب تک عقیدے کی دُرستی میسر نہ ہوگی اور عقیدہ کی دُرستی کے لئے اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ بندوں کی پیروی کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے، کیونکہ ہم اچھی سواری ہونے کے باوجود بھی منزل پر اُس وقت

تک نہیں پہنچ سکتے جب تک سمت دُرست نہ ہوگی اور سمت کا دُرست ہونا اُس وقت تک ممکن نہیں، جب تک اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق دُرست سمت والوں کی پیروی اختیار نہیں کی جاتی، یعنی انعام یافتہ بندوں کی تقلید، صرف اعمالِ صالح یعنی عبادات کی تیز رفتاری سے مقبولِ خدا ہونا ممکن ہوتا تو ابلیس کبھی لعنتی نہ ہوتا بلکہ اعمالِ صالحہ کی تیز رفتاری دُرست عقیدہ (یعنی دُرست سمت) کے ساتھ منزل پر پہنچنے کا باعث بنتی ہے، دُوسری شکل میں وہی تیز رفتاری نقطہ آغاز (جہاں سے سفر شروع کیا تھا) سے بھی کوسوں میل دُور لے جاتی ہے۔

ابلیس کی شکل میں نشانِ عبرت موجود ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی بے شمار عبادات کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے چُنے ہوئے بندے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو سر جھکانا گوارا نہ کیا... صرف اور صرف اپنی عبادات پہ غرور کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی دُرست سمت کو اختیار نہ کیا، نتیجہ کیا نکلا کہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار کر دیا گیا۔ جیسے حکمِ خداوندی ہے۔

ترجمہ! ”اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا مگر وہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا“۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 34)

اللہ تعالیٰ نے اپنے چُنے ہوئے بندے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم صادر فرمایا، جس پر عمل کرتے ہوئے تمام فرشتوں نے سجدہ کر دیا مگر ابلیس جو کہ اُس وقت مُعلم المملکوت تھا اُس نے صاف انکار کر دیا اور کہنے لگا۔
ترجمہ! ”بولنا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں“۔

(سورۃ الحجر، آیت 33، پارہ 14)

معلوم ہوا کہ سب سے پہلے رَب تعالیٰ کے چُنے ہوئے نبی علیہ السلام کو بشر

کہنے والا یہی مردود ابلیس تھا، اسی لیے رَبّ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ۔

ترجمہ! ”فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے، اور بے شک

قیامت تک تجھ پر لعنت ہے“۔ (سورۃ الحجر، آیت 34، 35 پارہ 14)

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے اور بے شمار عبادات کرنے کے باوجود

ابلیس ہمیشہ کے لئے لعنتی قرار دے دیا گیا اور جنت سے دُور کر دیا گیا، کیونکہ رَبّ

تعالیٰ کی رضا یہ تھی کہ میرے چنے ہوئے بندوں کی تعظیم و تکریم کے ساتھ پیروی کی

جائے، جس سے ابلیس نے صاف انکار کر دیا اور اسی لیے اُس کو ہمیشہ کے لئے

نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔

آج بھی ابلیس مخلوقِ خدا کو تباہ و برباد کرنے کے لئے وہی جال لگاتا ہے

جس کو اُس نے پہلے روز خود تیار کیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں کی

توہین کرنی اور اُن کی بارگاہ میں با ادب سلام پیش کرنے کی بجائے، یہ کہنا کہ

میرے لیے تو صرف اللہ ہی کافی ہے، مجھے زیبا نہیں کہ میں کسی بشر کی تعظیم و تکریم

کروں

اور اس اذلی لعنتی نے اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کے چنے

ہوئے بندوں کی تعظیم و توقیر کو قرآنی آیات کا غلط طریقہ سے استعمال کرتے

ہوئے شرک کے حوالہ سے متعارف کروانے کی مکمل کوشش شروع کر دی، جس

میں یہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوا، قرآنِ پاک میں جو آیاتِ مقدسہ بت

پرستوں اور منافقین کے لئے نازل ہوئیں، اُن کو اس نے انبیاء کرام و اولیائے

کاملین پر استعمال کرنا شروع کر دیا... اور مخلوقِ خدا کو صراطِ مستقیم سے گمراہ کرنے

لگا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ ذی وقار ہے کہ

”بے شک خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد

شُرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے خدشہ ہے کہ تم دُنیا کی محبت میں نہ پھنس

جاؤ۔ (صحیح بخاری جلد اول، باب 855، حدیث نمبر 1257 صفحہ نمبر 546)

لیکن اس ازلی لعین نے اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے یہی منصوبہ بنا رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں کی بارگاہ سے سادہ لوح لوگوں کو دُور کرنے کی لیے خود نمازی بن کر قرآن پاک کے غلط ترجموں اور تفاسیروں سے چنے ہوئے بندوں یعنی انعام یافتہ کی پیروی سے منع کیا جائے اور اس عمل کو شرک قرار دیا جائے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے منتخب شدہ لوگوں سے دُور ہو کر ہمیشہ کے لئے درسِ حق پرستی سے دُور ہو جائیں... یعنی ان کے قریب جائیں نہ ان کی تعظیم و تکریم کریں، نہ ہی اللہ تعالیٰ کی صحیح معنوں میں تعریف کا حق ادا کر سکیں اور ایسا کرنے والوں کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو جو کہ خود ابلیس کے ساتھ ہوا تھا۔

تاریخِ ابلیس گواہ ہے کہ وہ خود عبادات کی کمی کی وجہ سے تباہ و برباد نہیں ہوا، صرف اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی تعظیم و تکریم نہ کرنے کی وجہ سے مردود ہوا ہے، یعنی مردود اور مقبول میں ایک واضح فرق یہ بھی ہے کہ مردود ابلیس کی طرح رُب کو ایک بانٹا ہے جس میں کسی نبی یا ولی کی عزت نہیں کی جاتی جبکہ مقبول رُب تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق انبیائے کرام و اولیائے عظام کی پیروی اور محبت کے دائرہ میں رہ کر رُب تعالیٰ کو ایک مان کر عبادت کرتا ہے۔ اسی لیے قرآن پاک (سورۃ الکہف) گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں کی محبت کے ساتھ وفاداری کرنے والا انسان تو انسان کُتا بھی اجرِ عظیم پا جاتا ہے۔ بقول شاعر

اللہ اللہ کیے جانے سے اللہ نہ ملے

اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کا حق اُس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک ہم اللہ تعالیٰ کے چُنے ہوئے بندوں کی تعظیم و توقیر کے ساتھ پیروی اختیار نہیں کر لیتے... اور اُن کی بارگاہ میں ادب کے ساتھ سلام پیش کرنا اپنے اوپر لازم نہیں کر لیتے... کیونکہ ادب سے خالی سلام نہیں ہوتا ہمیشہ سلام کا تقاضا ادب کے ساتھ مکمل ہوتا ہے۔ کیونکہ

توحید پرستوں کا عمران عقیدہ ہے

اک عشقِ محمد ﷺ سے پر کیف عبادت ہے

کتاب ہذا اللہ تعالیٰ کے ولیوں (چُنے ہوئے بندوں) بالخصوص حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابریؒ کلسوی اور اُن کے لختِ جگر حضرت پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری کلسوی و دیگر مشائخِ عظام کے ملفوظات و حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے، جس کا مقصد لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے شب و روز کے حالات و واقعات کی آگاہی سے دلوں میں حلاوتِ ایمانی کی شمع روشن کرنا ہے، اُن کے پاکیزہ کردار و گفتار سے مخلوقِ خدا کو روشناس کروانا ہے، جو کہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ و رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں تاحیات مشغول رہے، جن کی حیاتِ طیبہ سے ہزاروں گمراہ لوگوں نے راہِ راست پر چلنا سیکھا، بے شمار لاعلاج اور پریشان حال لوگوں نے شفا اور دولتِ تسکین پائی۔

المختصر اس تالیف کا بنیادی مقصد مخلوقِ خدا کو سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کلسویہ کے بانی مہانی جناب حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابریؒ کی کامیاب حیاتِ طیبہ سے متعارف کروانا ہے... جن کے بابرکت وجود سے اُن گنت لوگوں نے استفادہ کیا، جن کے پاکیزہ کردار کے متعلق بے شمار اہل ذکر نے گواہی دی، جن کی ولادت سے بیشتر اولیاءِ کاملین نے پیشین گوئیاں دینا شروع کر دی، جن کے

طفیل ہزاروں لوگ توحید و رسالت کے نور سے مستفید ہوئے، آج بھی جن کے فیضان کے چشمے مخلوق خدا کی سیرابی کا ذریعہ ہیں، بقول دائم اقبال

مردِ کامل پیرِ سیدن شاہِ ما

برِ سپہِ فقرِ روشن ماہِ ما

بلاشبہ مجھ جیسے کم علم اور نالائق کا آپ کے متعلق کچھ لکھنا بھی آپ کی کرامت کے مترادف ہے، دراصل راقم الحروف کو بچپن ہی سے سیدن حضورؒ کے بڑے صاحبزادے جناب پیر گلزار حسین شاہ صاحب صابریؒ کی محفل میں ہر جمعہ والے دن حاضر ہونے اور ان کی شیریں گفتگو سُننے کی سعادت حاصل رہی ہے، ان کے وصال پر ملال کے بعد سیدن حضورؒ کے چھوٹے صاحبزادے (جو کہ راقم الحروف کے پیر و مرشد ہونے کے علاوہ والد محترم بھی ہیں) جناب حضرت پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری (صابری دربار کا شانہ کلس شریف، درگاہ آفتاب سیدن عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا شہر) کی محفل میں کافی وقت میسر رہا، جس سے بے شمار سخن کریمانہ حاصل ہوئے، نیز جناب آفتاب سیدن کے برادر محترم جناب پیر میراں شاہ صاحب، سیدن حضورؒ کے بڑے داماد جناب پیر منظور حسین شاہ صاحب اور جناب پیر اقبال شاہ صاحب، سیدن حضورؒ کے دیرینہ اور وفادار غلام و شاعر جناب راجہ محمد یعقوب سفری صابری صاحب، جناب پیر بشیر شاہ صاحب سے بھی کتاب ہذا کے سلسلہ میں کافی سچے واقعات حاصل ہوئے، یاد رہے کہ سیدن حضورؒ کے معتبر وثقہ خادمان سے حاصل ہونے والے گلہائے حقیقت سے کتاب ہذا کا گلدستہ تیار کیا گیا ہے، طویل بیانی اور من گھڑت واقعات سے مکمل کنارہ کشی اختیار کی گئی ہے، کسی غیر معتبر راوی کی روایت کو اس وقت تک شامل نہیں کیا گیا جب تک کسی سچے راوی نے تصدیق نہ کی ہو، کتاب ہذا حضور سیدن

سرکار کی سوانح حیات ہونے کے علاوہ جناب حضرت پیر آفتاب احمد شاہ صابری کے ملفوظات پر مبنی ہے جو کہ حقیقتاً سیدن حضور کی سیرت مبارکہ ہی ہے۔ آخر میں قارئین کرام سے التماس ہے کہ میری خامیوں کو نظر انداز فرما کر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی حیات طاہرہ کے تصدق نیک دُعاؤں میں یاد رکھیں۔

میںوں ذرا وی سخیا ول ناہیں
تیرے بوہے تے کیویں صدا دینی
کتھے شاہی دربار دی شان شوکت
کتھے میری کمزور ندا دینی
دساں کس نوں کھول احوال سارے
تیرے باجھ نہ کسے پناہ دینی
پردہ پوش عمران دا مہرم رکھیں
خطاکار دی توڑ نہما دینی

فقط

محتاج کرم

پیر عمران صابر صابری کلسوی

﴿ وَلِلّٰهِ وَالِدِ اللّٰهِ ﴾

جناب حضرت پیر یسین شاہ صاحب

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ ہمارا خاندان جناب سید مردان علی شاہ صاحب صابری کی تشریف آوری سے قبل سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے ساتھ منسلک تھا، سیدن حضور کے پردادا جان جناب حضرت پیر یسین شاہ صاحب حضرت لعل عیسین کروڑوی کے مرید و خلیفہ تھے، بیعت ہونے سے پہلے حضرت لعل عیسین

کروڑوی نے آپ کو ایک لاکھ مرتبہ سورۃ یسین تلاوت کرنے کا حکم صادر فرمایا جو کہ بعد میں آپ نے اپنے شیخ کے شہر ”کروڑپکا“ کی مناسبت سے ایک کروڑ مرتبہ پڑھنے کا ارادہ فرمالیا، اسی پروگرام کے مطابق عمر کا ایک طویل حصہ دریائے جہلم میں کھڑے ہو کر سورۃ یسین شریف کی تلاوت میں مصروف رہے، جب ایک طویل مدت کے بعد کروڑ مرتبہ مذکورہ سورۃ تلاوت کر چکے تو حضرت لعل عین کروڑویؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انھوں نے دیکھتے ہی فرمایا پیر صاحب! ہم نے آپ کے ذمے پہاڑ میں سوراخ کرنا لگایا تھا مگر آپ نے تو سارا پہاڑ ہی کھود دیا ہے اس کے بعد شیخ نے اپنے سینہ کے ساتھ لگا کر تین مہرتبہ با آواز بلند فرمایا، یسین، یسین، یسین اس کے بعد آپ پیر یسین کے نام سے مشہور ہوئے، آپ کی بے شمار کرامات ہیں، بے شمار لوگوں کا سہارا بنے، گمراہوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ آپ کی واحد اولاد حضرت پیر بخش المعروف پیر شاہ صاحب ہیں، آپ کا وصال 1800ء میں ہوا، آپ کا مزار اقدس کلس شریف کے گاؤں کے ملحق قبرستان میں فیوض و برکات کا منبع ہے۔

حضرت پیر بخش شاہ صاحب صابری المعروف پیر شاہ صاحب:

حضرت پیر شاہ صاحب نہایت متقی اور پارسا بزرگ تھے، آپ قائم ایل اور قائم انہار تھے، آپ پیر یسین شاہ صاحب کے پسر انور ہیں آپ سے ہی خاندان کسویہ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں منتقل ہوا، آپ عالم باعمل ہونے کے علاوہ صاحب کشف و کرامات تھے اکثر اوقات طویل راتیں رب تعالیٰ کی عبادات میں صرف کرتے، دن بھر روزہ سے رہتے، شوق الہیہ کا غلبہ آپ کو والد محترم سے ورثہ میں ملا تھا، پیر یسین سرکار کی فیض بخش قربت نے آپ کو صرف صراطِ مستقیم پر قائم رہنے والا ہی نہیں بلکہ دوسروں کو قائم کرنے والا بنا دیا تھا ہر وقت وردو

وظائف میں مشغول رہنا معمول تھا۔

ان تمام تر نیک مصرُوفیات کے باوجود اپنے اندر ایک کمی محسوس فرماتے وہ یہ کہ کسی کامل ہستی سے شرفِ بیعت حاصل کرنا ضروری ہے، فرماتے کہ اس زندگی کے مشکل سفر میں راہنما کے بغیر منزل پہ پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ بقول مولانا رومؒ

پیر راہ بگریں کہ بے پیر ایں سفر

ہست بس پر آفت و خوف و خطر

ایک مرتبہ عالم شباب میں آپ نے اس خلش کا اظہار جناب پیر حیدر شاہ صاحبؒ آف جلاپور شریف والوں سے کر دیا کیونکہ پیر حیدر شاہ صاحبؒ آپ کے ہم نسب ہونے کے علاوہ آپ کے محرم راز اور بہترین دوست بھی تھے، یہ سن کر پیر حیدر شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ میں خود بھی اسی الجھن سے دوچار ہوں، دونوں دوست کافی دیر تک آپس میں مشورہ کرتے رہے کہ شیخِ کامل کی تلاش میں کس طرف جانا چاہیے بل آخر کافی سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ ہم خواجہ شمس العارفینؒ سیالوی صاحب (آستانہ عالیہ سیال شریف) کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں کیونکہ وہ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی نامور اور کامل گر شخصیت ہیں بے شک اُن کے در سے بے شمار ناقص کامل ہوئے ہیں اور کاملین کی بہترین راہنمائی ہوئی ہے لہذا مشورہ کے مطابق دونوں ہاشمی شہزادے گھوڑوں پر سوار ہو کر سیال شریف پہنچ گئے۔ جناب خواجہ شمس العارفین صاحب نے نہایت محبت سے ملاقات کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ آج ہاشمی شہزادے کیسے آئے ہیں؟ دونوں نے دست بستہ اپنا مدعا بیان کیا، خواجہ صاحب نے پیر حیدر شاہ صاحب کو فرمایا کہ پیر صاحب آپ کا حصہ میرے پاس ہے ابھی باوضو ہو کر تشریف لائیں آپ کا

حصہ آپ کو مل جائے گا... بعد ازاں پیر شاہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ پیر صاحب آپ کا فیض میرے پاس نہیں، عنقریب ایک صابری ولی اللہ آپ کا فیضان لے کر خود آپ کے پاس پہنچ جائیں گے لہذا آپ کو ڈر بدر ٹھو کریں کھانے کی ضرورت نہیں گھر جا کر بیٹھ جائیں آپ کی امانت آپ کے پاس پہنچ جائے گی مگر حسب سابق اپنے ورد و وظائف جاری رکھیں۔

نہیں حائل اُن کے کوئی رہگور میں

سمندر ہے پایاب اُن کی نظر میں

چنانچہ حسب حکم پیر شاہ صاحب کے شب و روز انتظار میں کٹے لگے، آپ کا

بقیہ واقعہ جناب سید مردان علی شاہ صاحب سے تعلق رکھتا ہے اس لیے یہاں جناب سید مردان علی شاہ صاحب کا تعارف نہایت ضروری ہے۔

حضرت سید مردان علی شاہ صاحب صابری:

سید مردان علی شاہ صاحب صابری دربار عالیہ مگھو پنڈی شریف تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤ الدین سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے بلند پایہ بزرگ ہیں، آپ کی ولادت باسعادت سکنہ ہارہ خانیاں گیلانیاں ڈسٹرکٹ گوڑگانواں (انڈیا) میں ہوئی، آپ کا شجرہ نسب پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی سے جا ملتا ہے آپ حسی حسینی سید ہونے کے علاوہ مادر زاد ولی اللہ ہیں آپ کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت کا سہرا حضرت پیر احمد شاہ صاحب صابری دہلوی کے سر ہے جن کی نگاہ مردم شناس نے آپ کو منتخب فرما کر خصوصی توجہ سے مستفید فرمایا بعد ازاں سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں بیعت فرما کر اپنے ہمراہ کلیر شریف حضور صابر پاک کے دربار عالیہ پر لے گئے وہاں ایک طویل مدت تک قیام پذیر رہے، شب و روز عبادت و ریاضت میں صرف ہوتے رہے اس دوران

حضور صابرؒ پاک کی طرف سے خصوصی انعام واکرام جاری رہے، ایک روز دربارِ صابرؒ میں معمول کے وظائف پڑھنے میں مشغول تھے کہ آنکھ لگ گئی، حضور صابرؒ پاک کی زیارت نصیب ہوئی، جنھوں نے خصوصی توجہ سے باطنی امانت سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ اس امانت کے امین بن کر پنجاب میں جاؤ، اور وہاں پرچم توحید و رسالت ﷺ بلند کرو... گمراہوں کو راہِ ہدایت کی طرف بلاؤ... اور اس امانت کو حقیقی حقدار تک پہنچا دو چنانچہ جب آنکھ کھلی تو اپنا خواب اپنے پیر و مرشد کے حضور بیان کیا، انھوں نے صابر پاکؒ کے اس حکم میں پوشیدہ اسرار و رموز کی مکمل وضاحت فرما کر پنجاب میں اصل جگہ کی نشان دہی فرمائی اور فرمایا اس مقدس سفر میں ہماری دُعائیں اور خصوصی توجہ تم پر سایہ فگن رہے گی نیز فرمایا جو بھیج رہا ہے وہ ہر لحاظ سے معاون و مددگار رہے گا اور کثیر مخلوقِ خدا تمھاری بدولت راہِ حق پر گامزن ہوگی، بے سہاروں کو سہارا ملے گا، بے آسروں کو تمھارے سبب آسرا میسر آئے گا، بیمار اور لاعلاج شفا پائیں گے بعد ازاں سید مردان علی شاہ صاحبؒ اپنے شیخ کی قدم بوسی کر کے سُوئے منزل روانہ ہو گئے راستہ میں مختلف شہروں (انبالہ وغیرہ) میں نابینا لوگوں کو تلاش کر کے اپنے شیخ حضرت پیر احمد شاہ صاحبؒ کا عطا کردہ سُرْمہ میسر آنکھوں میں ڈالتے اور خصوصی دُعا فرماتے جس کے سبب رُب تعالیٰ اندھوں کو بینائی کی نعمت سے سرفراز فرما دیتے وہاں آپ نے سُرْمے شاہ کے نام سے شہرت پائی مگر آپ نے کسی جگہ ضرورت کے علاوہ قیام نہ فرمایا بلکہ اپنی منزل کی طرف سفر جاری رکھا چونکہ آپ نے یہ تمام سفر پیدل طے فرمایا اس لئے گجرات پہنچنے تک کافی دن گزر گئے، گجرات سے پھالیہ جانے والی کچی سڑک پر آغاز سفر کیا تو شدید گرمی کے باعث پیاس کی شدت نے غلبہ کیا مگر اطراف و اکناف میں کسی جگہ قریب قریب پانی دستیاب نہ ہوا، دیگر

مسافروں کی اس پریشانی کے سبب آپ نے عزمِ صمیم کر لیا کہ اس رہگزر پر پیاس سے بے حال مسافروں کو پانی مہیا کروں گا لہذا پھالیہ پہنچ کر گاؤں کے سردار چوہدری سکھا خان تارڑ سے فرمایا کہ مجھے عمدہ قسم کا مشکیزہ بنوادو۔ چوہدری صاحب نہایت زیرک اور ذرولیش پرست انسان تھے انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اچھی قسم کا مشکیزہ بنوادیا، آپ نے مشکیزہ اٹھالیا اور گجرات سے پھالیہ اور پھالیہ سے گجرات تک مسافروں کو عرصہ چھ سال تک مسلسل پانی پلاتے رہے، راستہ میں جہاں پانی ختم ہو جاتا وہاں سڑک پر نشان لگا دیتے اور جہاں سے بھی پانی میسر آتا لے آتے اور اسی نشان والی جگہ سے آگے مذکورہ خدمت انجام دیتے۔ چھ سال کی متواتر مشقت سے جسم انتہائی کمزور ہو گیا اسی دوران بیمار پڑ گئے بل آخر مکھو پنڈی گاؤں کے دائرہ میں سکونت اختیار فرمائی، وہاں گاؤں کے چوہدری صاحبان اور دوسرے لوگ روزانہ جمع ہو کر ہتھ پیتے اور روزمرہ کے معاملات پر گفت و شنید کرتے... سرکار نے ان کی ضرورت کے مطابق مچ (آگ) جلا لیا، جہاں سے ان لوگوں کو با آسانی آگ میسر آ جاتی، لوگ آگ کی دستیابی پر بہت خوش تھے اور فقیر کے قصیدے پڑھنے لگے، سرکار روزانہ خود جنگلوں سے لکڑیاں اکھٹی کر کے ہر وقت مچ تیار رکھتے، ایک مرتبہ سرکار نے گاؤں کے چوہدری صاحبان سے فرمایا کہ دریائے چناب کے کنارے ایک بہت بڑی لکڑی موجود ہے اگر تم لوگ وہ مجھے یہاں لا دو تو کافی عرصہ تک مچ جلانے میں آسانی ہوگی۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا پروگرام بنائے مگر کوئی پروگرام پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا، ایک روز جب سب لوگ حسبِ معمول چوپال میں آئے تو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ لکڑی موجود ہے چونکہ لکڑی انتہائی وزنی تھی اور بیلوں کے بغیر لانی ممکن نہ تھی ادھر لکڑی بغیر چیرائی کے کیسے آگئی، زمین پر لکڑی کی رگڑ کا

کوئی نشان تک موجود نہ تھا... کسی بیل، اونٹ، گڈے کا بھی کوئی نشان وغیرہ دکھائی نہ دیتا تھا... لکڑی کیسے آئی؟ کون لایا؟ یہ بات تو سمجھ میں نہ آسکی البتہ یہ سمجھ میں آ گیا کہ یہ آگ مہیا کرنے والا فقیر کوئی عام فقیر نہیں بلکہ صاحبِ کرامت ہستی ہے یقیناً لکڑی کا یہاں تک پہنچنا، انہی کی کرامت ہے، آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے آج تک اس لامثال فقیر کی قدر نہیں کی بلکہ ایک انتہائی ادنیٰ خدمت کرواتے رہے ہیں چنانچہ سبھی اپنی سابقہ غلطی پر نادم ہوئے اور فقیر کی تعظیم و تکریم کرنے لگے اسی دوران سرکار وہاں سے کشمیر کی طرف روانہ ہو گئے اور کافی مدت بعد سوائے منزل مسکن پذیر ہوئے۔

چل بلیا چل اوتھے چلے جھتے سارے اُنھے
نہ کوئی ساڈی ذات پچھانے نہ کوئی سانوں منے

حضرت پیر شاہ صاحب سے ملاقات:

جناب حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سید مردان علی شاہ صاحب نے کشمیر سے واپس آ کر دریائے جہلم کے جنوبی کنارے موضع چک نظام کے قریب کٹیا بنا لی جو مقام ”کانواں رولی“ کے نام سے مشہور ہے جہاں آہستہ آہستہ فقیر کی شہرت ہونے لگی اور لوگ دُعا کے سلسلہ میں حاضر ہونے لگے، رفتہ رفتہ تمام علاقہ اس فیض بخش چشمہ سے فیضیاب ہونے لگا، لوگ اپنے لاعلاج مریض لاتے، سرگار کی نگاہِ کریمانہ سے جنہیں شفا مل جاتی۔

ایک روز پیر شاہ صاحب اور علاقہ کے دیگر علمائے کرام اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے بتایا یہاں دریائے جہلم کے کنارے ایک فقیر پچھلے کچھ دنوں سے سکونت پذیر ہیں، ان کے متعلق تین باتیں بڑی عجیب مشہور ہیں، جناب پیر شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہ تین باتیں کون سی ہیں؟ عرض کیا گیا کہ... اول ان کے

متعلق سنا گیا ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتے... دوئم وہ کہتے ہیں کہ یہاں کلمہ کسی نے نہیں پڑھایا... سوئم وہ خود پوست پیتے ہیں، یہ سن کر تمام علمائے کرام یا مخصوص پیر شاہ صاحب بہت متعجب ہوئے، کہنے لگے جو خود نماز کی ادائیگی سے غافل ہے وہ کہتا ہے کہ یہاں کلمہ کسی نے نہیں پڑھایا؟ سبھی حضرات باہمی مشورہ سے فقیر کے ساتھ گفت و شنید کرنے کے لئے روانہ ہو گئے، جب کانواں رولی پہنچے تو سب نے مشاہدہ کیا کہ فقیر عصر کی نماز ادا کر رہے ہیں، اس مشاہدہ کے بعد باقی باتوں کی صداقت پر بھی یقین اٹھ گیا، سوچا کہ یہ کسی نے فقیر کے متعلق افواہیں پھیلا رکھی ہیں بعد ازاں ملاقات کی گئی فقیر نے انتہائی خندہ پیشانی سے ملاقات کی۔ سلام و دُعا کے بعد سلسلہ گفتگو شروع ہوا، علاقہ کے ایک عالم نے پوچھا کہ جناب ہم نے سنا ہے کہ آپ پوست پیتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ فرمایا نٹھ کے لئے نہیں بلکہ بطور دوا استعمال کرتا ہوں مجھے آشوبِ چشم ہے ایک حکیم نے بطور علاج تجویز کی ہے یہ سن کر ایک عالم نے کہا، بے شک بطور علاج شریعت میں اجازت ہے، تیسرا سوال کیا گیا، سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں، اس علاقہ میں کلمہ توحید و رسالت کسی نے نہیں پڑھایا، اس بار آپ نے فرمایا اگر آتا ہے تو سناؤ؟ یہ سن کر تمام حاضرین پر سکتہ طاری ہو گیا... کافی دیر گزر گئی... سبھی تصویر حیرت بنے رہے، اس دوران پیر شاہ صاحب فقیر کے چہرہ انور کی تجلیات میں کھوئے رہے یوں محسوس کرتے جیسے پیشانی اقدس سے نور کی شعاع نکل کر آسمان تک جاتی ہے اور پھر آسمان سے پیشانی میں جذب ہو رہی ہے کافی دیر تک محفل میں سناٹا چھایا رہا، بل آخر ایک عالم نے اس قدر کہا کہ جناب آپ ہی کلمہ سنا میں، یہ سن کر فرمایا کہ ہم تو پڑھانے کے لئے ہی آئے ہیں بلکہ بھیجے گئے ہیں بعد ازاں آپ نے کلمہ طیبہ کی ”لا“ کو یوں کھینچ کر ادا کیا کہ حاضرین پر رقت طاری ہو گئی سبھی نے محسوس

کیا کہ ہم زبانی کلمہ پڑھنا تو جانتے ہیں مگر جس کلمہ کی تلاوت سے باطن کی صفائی ہوتی ہے اور زبان کے ساتھ قلب بھی ہمنوا ہو جاتا ہے وہ کلمہ حقیقتاً ہمیں نہیں پڑھایا گیا، بے شک یہ وہی فیضان ہے جس کا حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ”احسان“ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ بقول اقبال

زبان سے کہہ بھی دیا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تو کیا حاصل

دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

بعدہ سید مردان علی شاہ صاحب نے پیر شاہ صاحب کو تبسم ریزی کے ساتھ فرمایا کہ پیر صاحب ہم عرصہ دراز سے آپ کی امانت کا بار اٹھائے پھرتے ہیں اور آپ ہم پر فتویٰ لگانے آگئے ہیں یہ سن کر پیر شاہ صاحب فوراً قدم بوس ہو گئے، باقی علمائے کرام نے بھی ادب سے سلام پیش کیا اور معذرت کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے کہ بے شک آپ اللہ کے ولی ہیں ہمیں آپ کے متعلق غلط خبریں دی گئی تھیں اس کے بعد پیر شاہ صاحب عرض گزار ہوئے کہ عالیجاہ! بندہ ناچیز کا قصور معاف فرمائیں، پیر سیال نے آپ کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی چنانچہ مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمائیں، اس کے بعد پیر شاہ صاحب سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں سید مردان علی شاہ صاحب کے دستِ حق پرست پر داخل ہو گئے، بیعت ہونے کے بعد حلاوتِ ایمان سے بے خود ہو کر پکار اٹھے کہ آپ کا مہربانی ہے کہ مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمایا ہے وگرنہ بندہ کافر ہو کر مر جاتا۔ بعد ازاں سید مردان علی شاہ صاحب نے فرمایا میں نے صابری امانت تمہارے سپرد کر دی ہے تمہاری اولاد میں ایک نیک بخت بچہ پیدا ہوگا... یہ امانت اُس کے سپرد کر دینا لہذا جب سیدن سرکار کی ولادت باسعادت ہوئی تو پیر شاہ صاحب نے اپنے اس لامثال پوتے کو بطور گھنٹی اپنی زبان چوسائی اور اس طرح صابری امانت سیدن

حضور کے حوالے کر دی گئی، پیر شاہ صاحب نے فرمایا کہ بے شک مجھے جس کے متعلق آگاہ کیا گیا تھا میں نے اُس حقیقی مستحق کو امانت پہنچا دی ہے

حضرت پیر عبداللہ شاہ صاحب صابری:

حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ حضرت پیر عبداللہ شاہ صاحب ولد پیر بخش المعروف پیر شاہ صاحب سیدن حضور کے شفیق چچا جان تھے، آپ اولیائے کاملین میں بلند مرتبہ پر فائز تھے آپ نے پیر شاہ صاحب کی مسند پر جلوہ افروز ہونے کے بعد مسلک کی تعمیر و ترقی کے لئے مثالی کردار ادا کیا، تاحیات اپنے شیخِ کامل کی ہدایات پر عمل پیرا رہے، سیدن حضور پر خصوصی توجہ فرماتے جب آپ کا آخری وقت قریب آیا تو اپنے برادرِ عزیز پیر محمد شاہ صاحب کو بلا کر پوچھا کہ سیدن کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ وہ ساہنا گیا ہوا ہے فرمایا کہ اُسے فوراً بلا بھیجو، پیر محمد شاہ صاحب نے اپنے خادم فتح محمد حجام کو روانہ کیا کہ ساہنا سے سیدن کو بلا کر لے آؤ... لہذا فتح محمد ساہنا پہنچا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ سرگرموضع آ کی میں تشریف فرما ہیں بعد ازاں موضع آ کی میں پہنچ کر پیغام دیا، سیدن حضور پیغام ملتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر کلس میں پیر عبداللہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے، پیر عبداللہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ سیدن اپنا سینہ میری پشت سے لگاؤ، حسبِ حکم سرکار نے سینہ اپنے چچا محترم کی پشتِ انور سے لگا دیا، پیر عبداللہ شاہ صاحب نے بلند آواز سے سانس لے کر سرگرم کو کندھوں سے پکڑ کر دبایا، بعدہ فرمایا کہ ہم نے تمہارے سینہ میں مشعلِ منور کر دی ہے جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ روشن رہے گی جسے کبھی کوئی بجھانہ پائے گا۔ اس کے بعد چند ضروری ہدایات سے مستفید فرما کر فرمایا کہ تمہاری میرے پاس بھی امانت تھی جو کہ میں نے بھی پہنچا دی ہے، اسی دوران پیر عبداللہ شاہ صاحب پہ خاص کیفیت ظاری ہو گئی کچھ دیر

تک ذکر و اذکار میں مصروف رہے بعدہ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے دارِ فانی سے رحلت فرما گئے، (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا عَلَيْهِ رَاجِعُونَ) آپ کا مزارِ اقدس کلس شریف میں اپنے والدِ بزرگوار جناب حضرت پیر شاہ صاحبؒ کے دائیں پہلو میں فیوض و برکات کا ذریعہ ہے۔ آپ کو رب تعالیٰ نے چار بیٹے عطا فرمائے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

1- جناب پیر سبحان شاہ صاحب صابری۔ 2- جناب پیر بہادر شاہ صاحب صابری

3- جناب پیر منور شاہ صاحب صابری۔ 3- جناب پیر سنور شاہ صاحب صابری
جو کہ تمام صاحبِ اولاد ہیں۔

حضرت پیر محمد شاہ صاحب صابری:

حضرت پیر محمد شاہ صاحب صابریؒ جناب پیر بخش شاہ صاحبؒ کے فرزندِ ارجمند ہیں آپ سیدن حضور کے والدِ محترم اور پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری کے دادا جان ہیں، آپ نہایت زیرک اور بہادر انسان تھے، اوائل عمر میں کبڈی کے شوقین تھے بعد ازاں اپنے پدرِ انور کی پاکیزہ محفل کے اثر سے راہِ سلوک پر گامزن ہوئے، سخاوت اور مہمان نوازی میں قابلِ مثال تھے والدِ محترم کی پردہ پوشی (وصال) کے بعد آپ اپنے والدِ گرامی کی مزارِ اقدس کے قریب کھلے احاطہ میں رات بھر محو عبادت رہتے تھے سخت سزدیوں کے موسم میں بھی معمولات میں ذرہ برابر کمی نہ آتی، آپ کے ہاتھ پر کافی تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر راہِ سلوک کے اعلیٰ مدارج طے کیے۔

آپ کا وصال 23 نومبر 1946ء کو ہوا، (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا عَلَيْهِ رَاجِعُونَ)

مزارِ اقدس اپنے والدِ محترم کے پہلو میں بنی۔

کتنے عظیم تر ہیں تیرے باوفا وہ بندے
اُلفت میں جو تمھاری جینا سکھا گئے ہیں

سیدن حضور کی والدہ محترمہ:

سیدن حضور کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی فاطمہ بیوی ہے، آپ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کی اولاد سے ہیں، آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں، آپ انتہائی زاہدہ، ساجدہ، نیرہ، طاہرہ، عابدہ اور متقی خاتون تھیں آپ ایک ولی کامل کی مادرِ انور ہونے کے علاوہ خود صاحبِ کمال ولیہ تھیں، صبر و تحمل میں آپ کا کردار لامثال ہے... تاحیات دکھی، مسکین، غریب اور بیوہ عورتوں کے لئے شجرِ سایہ دار کی مانند رہیں، اپنے ہاتھوں سے پرندوں کی خوراک کا انتظام کرنا، لاعلاج اور غمزدہ کے لئے دُعا بے خیر فرمانا... آپ کے معمولات میں شامل تھا۔ آپ کے متعلق حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ مائی صاحبہ کے ماموں جان پیر بڈھے شاہ صاحب مجذوب فقیر تھے شروع سے ہی قلندرانہ کیفیات میں بے خود رہتے اکثر اوقات جنگلوں، پہاڑوں میں مصروفِ ریاضت رہتے ایک مرتبہ اپنی ہمیشہ کے گھر تشریف لائے اُس وقت سیدن سرکار کی والدہ محترمہ کم سنی میں تھیں ماموں صاحب نے اپنے ہتھ سے راکھ اٹھا کر مائی صاحبہ کے سر پر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے تمھیں فقیر کر دیا ہے اس وقت آپ کی ہمیشہ نے کہا کہ بھائی صاحب! کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بچی آپ کی طرح مجذوب ہو جائے، میں نے تو اس کی شادی بھی کرنی ہے تاکہ صاحبِ اولاد ہو، یہ سن کر فرمانے لگے تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ صرف خود اہل سلوک میں بلند مقام پر فائز نہ ہوگی بلکہ اس کی شادی ہوگی اور ایک ہی بیٹا ہوگا جو انشاء اللہ تعالیٰ دین و دنیا دونوں میں لامثال ہوگا، ظاہری باطنی حُسن و جمال میں منفرد ہوگا۔

بعد ازاں حضور آفتابِ سیدن نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مائی صاحبہ کے ماموں جان پیر بڈھے شاہ صاحب کی زبانِ حق ترجمان سے نکلے ہوئے تمام الفاظ حقیقت بن کر سامنے آئے، قبلہ مائی صاحبہ کی شادی جناب پیر محمد شاہ صاحب سے ہوئی جن کی واحد اولاد حضور سیدن سرکار ہیں۔

اسی لیے حدیثِ پاک میں ہے کہ ”مومن کی فراستِ نظر سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے“۔

(ترمذی شریف جلد 2 صفحہ 140)

سید مردان علی شاہ صاحب کے فیوض و برکات:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ سید مردان علی شاہ صاحب بارہ برس تک کانواں رولی نزد چک نظام میں قیام پذیر رہے اس عرصہ کے دوران آپ کے دستِ اقدس پر بے شمار لوگوں نے توبہ کی، کثیر مخلوقِ خدا کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا گیا، شب و روز فقیر کے کاشانہ سے فیوض و برکات کا سلسلہ جاری رہتا، راہِ سلوک کے متلاشیوں کو جامِ توحید و رسالت سے سیراب کیا جاتا، دین و دنیا کے غمزدوں کو دولتِ سکون و مطلوبہ مقصد ہاتھ آتا، اگر کسی کی آرزو غلط ہوتی تو اُس کی آرزو بدل دی جاتی، ہمہ وقت فیضان کا سلسلہ جاری رہتا۔ یہاں سید مردان علی شاہ صاحب کے حضور آفتابِ سیدن کی زبان سے سننے ہوئے چند فیض بخشی کے سچے واقعات تحریر کیے دیتا ہوں تاکہ قارئین کرام بھی مستفید ہوں۔

پیر محمد شاہ صاحب کی بیماری:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ پیر شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے (پیر محمد شاہ صاحب) جو کہ سیدن حضور کے پدرا نور ہیں، بچپن میں شدید بیمار ہو گئے کافی علاج کرائے گئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا... بل آخر علاقہ کے

نامور حکماء نے جواب دے دیا...، چاروں اطراف مایوسی کے سائے منڈلانے لگے، خاندان کے تمام رشتہ دار اکٹھا ہونا شروع ہو گئے اسی دوران پیر شاہ صاحب نے ایک خادم کو ”کانواں رولی“ سید مردان علی شاہ صاحب کی جانب روانہ کیا کہ تمام صورت حال سے آگاہ کرو، خود خادم کی واپسی تک راستہ میں کھڑے انتظار کرتے رہے جب دُور سے مذکورہ خادم نظر آیا تو پیر شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ میرے پیر و مُرشد نے کیا فرمایا ہے؟ خادم نے بتایا کہ سید مردان علی شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ پیر محمد شاہ کو ابھی کچھ نہیں ہوگا ابھی اس کی شادی ہوگی اور اس کی پشت سے ہماری لائی ہوئی امانت کا اصل حقدار پیدا ہوگا تم لوگ فکر نہ کرو... انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب تندرست ہو جائے گا یہ سن کر اسی وقت پیر شاہ صاحب پتاشے منگوا کر تقسیم کرنے لگے، لوگوں نے پوچھا، آپ کا بیٹا قریب المرگ ہے اور آپ کس خوشی میں پتاشے تقسیم کر رہے ہیں فرمایا میرے شیخ کی طرف سے بیٹے کی صحت یابی کی خبر مل گئی ہے، اب محمد شاہ کو کچھ نہیں ہوگا چنانچہ اسی طرح ہوا پیر محمد شاہ صاحب بہت جلد مکمل صحت یاب ہو گئے۔

شمع کشتہ کو جلا سکتی ہے موجِ نفسِ ان کی
الہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

ماجھی کی گدھی:

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ جب دریائے جہلم کے کنارے سید مردان علی شاہ صاحب نے ڈیرہ لگا رکھا تھا تو وہاں صبح و شام سانکوں کا ہجوم رہنے لگا، سرگار کا غلام جس کا نام مستانہ تھا اکثر سرگار کی خدمت میں حاضر رہتا اور سچ کے لئے قُرب و جوار کے جنگلات سے لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتا، ایک دفعہ وہ حسب معمول لکڑیاں چُن رہا تھا تو اُس کی ملاقات موضع بولا کے رہائشی سے ہوئی،

وہ شخص نہایت پریشان دکھائی دے رہا تھا، مستانہ نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ اُس نے بتایا کہ میری گدھی گم ہو گئی ہے، کافی تلاش کر چکا ہوں مگر کوئی سُر اِغ نہیں ملا، اب سید مردان علی شاہ صاحب کی خدمت میں دُعا کروانے جا رہا ہوں، مستانہ نے بتایا کہ سرکارؔ اپنی کٹیا میں بیٹھے ہیں تم وہاں جا کر عرض کر لو... لہذا وہ شخص حاضر ہوا... اور اپنی پریشانی عرض کی کہ حضورؐ! غریب آدمی ہوں تندور پر روٹیاں پکانے کا کام کرتا ہوں اور گدھی کے ذریعے ہی لکڑیاں وغیرہ اکٹھی کرتا تھا، اب اُس کے گم ہونے کی وجہ سے سخت پریشانی کا شکار ہوں، سرکارؔ نے تسلی دی اور دُعا فرمائی۔

دوسرے روز بھی حسب سابق ملاقات ہوئی، مستانہ نے پوچھا ابھی تک تمہاری گدھی نہیں ملی؟ سائل نے نفی میں جواب دیا اس بار مستانہ نے کہا جاؤ، فلاں گاؤں کے فلاں گھر میں باندھی ہوئی ہے جا کر وہاں سے لے لو چنانچہ اسی طرح ہوا، چوتھے روز وہ شخص کچھ مکھانے وغیرہ فقیر کے آستانہ پر بطور شکرانہ تقسیم کرنے آیا سرکارؔ نے پوچھا کس خوشی میں مکھانے تقسیم کر رہے ہو اُس نے بتایا کہ میری گدھی مل گئی ہے اسی خوشی میں تقسیم کر رہا ہوں سرکارؔ نے فرمایا کیسے ملی؟ اُس نے تمام ماجرا عرض کیا، سرکارؔ نے مستانہ کو بلا کر پوچھا، کیا تم نے اسے گدھی کے متعلق نشاندہی کی تھی؟ مستانہ نے دست بستہ عرض کیا حضورؐ! میں نے ہی بتایا تھا سرکارؔ نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہو گیا؟ عرض کی حضورؐ آپ کی مہربانی سے ہی سب کچھ نظر آ رہا ہے فرمایا جس کی وجہ سے تمہیں نظر آ رہا ہے کیا وہ نہیں دیکھ رہا تھا کہ فلاں جگہ اس کی گدھی موجود ہے؟ تمہیں زیادہ شوق ہے کرامت ظاہر کرنے کا، بعض معاملات پردہ پوشی کے ہوتے ہیں جن کو ظاہر کرنا رضائے خداوندی کے خلاف ہوتا ہے... لو پھر آج سے تمہیں اس طرح نظر نہیں آئے گا، چنانچہ سرکارؔ کے

فرماتے ہی مستانہ اُس نعمت سے محروم ہو گیا۔

فیضِ نظر:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ چک نظام کے کسی شخص کی گھوڑی باؤلے گتے کے کاٹنے سے باؤلی ہو گئی جس کو گاؤں والے رسیوں سے باندھ کر سید مردانِ رحلی شاہ صاحب کی کٹیا پر لے آئے جب سرگار سے معاملہ عرض کیا گیا تو آپ نے ایک بھر پور نظر گھوڑی پر ڈالی اور ساتھ ہی فرمایا یہ گھوڑی باؤلی نہیں ہے بلکہ بھوک کی ہے اس کی رسیاں کھول دو چنانچہ جب رسیاں کھولی گئیں تو گھوڑی گھاس چرنے لگی۔

ان کی نظر سے لاکھوں گل پھل کھلے ہوئے ہیں
گلشن سنوارو تم بھی بہارِ اولیاء سے

لعابِ دہن لگایا:

شاہ جی (حضور آفتابِ سیدن) نے فرمایا کہ ایک مرتبہ موضع چک نظام کا رہائشی رحمت ولد لکھن سخت بیمار ہو گیا، سینہ میں شدید درد ہونے لگا اُس وقت رحمت کی عمر تقریباً ایک سال ہوگی اُس کا باپ لکھن بیٹے کو اٹھا کر سید مردانِ رحلی شاہ صاحب کی خدمت میں لے آیا، سرکار نے درد والی جگہ پر اپنا لعابِ دہن لگایا اور انگشت مبارک سے دائرہ بنایا اسی وقت درد ختم ہو گیا پھر کبھی زندگی میں وہ تکلیف نہ ہوئی جب رحمت عمر پیری میں پہنچا تو اُس کے جسم کے تمام بال سفید ہو گئے مگر وہ جگہ جہاں سرکار نے لعابِ دہن لگایا تھا وہاں کے بال کالے رہے، جسے عقیدت مند سرکار کی نشانی سمجھ کر بوسے دیتے اور زیارت کیا کرتے، وہ نشان ہمیشہ قائم رہا۔

نوجوان کا بیل:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سرکار کی کٹیا کے قریب ہی کنواں تھا جس سے فصلوں کو سیراب کیا جاتا تھا ایک مرتبہ محمد اشرف نام کا نوجوان بیلوں کے ذریعے کنواں چلا رہا تھا خود گاڈھی پر بیٹھا ہوا تھا، نصف رات کے قریب اچانک کنواں کی چھت گر گئی جس کے باعث ایک بیل کنوئیں کے اندر گر گیا، بیچارہ پریشان ہو کر سرکار کے پاس آیا اور معاملہ عرض کیا، آپ نے فرمایا، جاؤ... گاؤں سے بندے بلا کر لاؤ، ہم دو آدمی اتنے وزنی بیل کو کیسے نکال پائیں گے؟ لہذا وہ گاؤں چک نظام کی طرف دوڑ گیا، جب بندوں کے ہمراہ کنواں پر پہنچا تو سبھی دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ بیل کنوئیں سے باہر کھڑا تھا اور اس کے جسم سے پانی ٹپک رہا تھا، لوگ سرکار کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے حضور! یقیناً یہ آپ نے ہی کرم نوازی فرمائی ہے؟ فرمایا مجھے تو نہیں معلوم شاید اس نوجوان کو دھوکہ ہوا ہوگا، بیل کنوئیں میں گرا ہی نہ ہوگا، لاکھ کوشش کے باوجود اس کرامت کو اپنی طرف منسوب نہ ہونے دیا۔

راتیں زاری گر کر روون نیندا کھیں دی دھوندے
فجرے اوگنہار کہاون ہر تھیں نیویں ہوندے

انوکھا سوال:

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ ایک خدا مست درویش جس کا نام وزیر محمد تھا راہ سلوک میں کسی اُلجھن کا شکار ہو گیا کافی آستانوں اور نامور شخصیات کے پاس حاضر ہوا لیکن معاملہ حل نہ ہوا، ایک دفعہ کسی اہل بصیرت نے مشورہ دیا کہ تم سید مردان علی شاہ صاحب کی خدمت میں چلے جاؤ، انشاء اللہ تعالیٰ مقصود ہاتھ آئے گا چنانچہ ایڈریس پوچھ کر سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا، شاہ مردان نے

خصوصی توجہ اور بصیرت افروز گفتگو سے اُلجھن دُور فرمادی جس پر وزیر محمد نہایت خوش ہوا... اور کچھ عرصہ تک سرکار کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کرتا رہا۔

ایک شب شاہِ مردان کی بارگاہ میں کافی غلاموں کا ہجوم تھا، وزیر محمد نے عرض کیا عالی جاہ! اگر اجازت ہو تو میں حاضرین سے ایک سوال پوچھ سکتا ہوں؟ سرکار نے فرمایا ابھی بھٹھی تو کچی ہے مگر تم پوچھ لو، انشاء اللہ جواب حاصل ہوگا لہذا وزیر محمد نے شاہِ مردان کے غلاموں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا، دوستو! یہ بتاؤ کہ حضور غوثِ الاعظمؒ بغدادی کے زمانہ اقدس میں ایک بارات دریا میں غرق ہو گئی تھی اور بارہ سال دریا میں غرق رہی، دُولہا کی ماں بارگاہِ غوثِ اعظم میں متواتر فریادیں کرتی رہی جس پر جناب محبوبِ ربانی حضور غوثِ پاکؒ کی دُعا سے رب تعالیٰ نے وہ غرق شدہ بارات دوبارہ زندہ فرمادی... پہلے یوم کی طرح سبھی شادیاں بجاتے ہوئے دریا سے باہر نکل آئے، اب بارہ سال پانی میں غرق رہنے والے زندہ تو نہیں رہ سکتے یقیناً رب تعالیٰ نے غوثِ پاکؒ کے وسیلہ سے سب کو نئی زندگیاں عطا فرمائی تھیں، اب ”بَعَثْ بَعْدَ امُوتٍ“ کے حکم کا تقاضا ہے کہ جس نے ایک بار موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے اُسے دوبارہ موت نہیں آنی، میرا سوال یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہیں تو کہاں ہیں؟ یہ سوال سننے کے بعد سید مردان علی شاہ صاحب کے غلاموں میں سے ایک غلام نے جواب دینے کی اجازت چاہی، اجازت ملنے پر عرض کیا... بے شک وہ سبھی زندہ ہیں اور اپنی اپنی مقررہ کردہ ڈیوٹیاں انجام دے رہے ہیں اگر اجازت دیں تو ابھی اُن میں سے دو کی نشان دہی کر دوں، وزیر محمد نے کہا ضرور کریں... دوبارہ درسِ شاہِ مردان سے علمِ لدنی کا فیض حاصل کرنے والے دُرولیش نے کہا، سنو! یہ جو سامنے پلنگ پر بیٹھے ہوئے ہیں (سید مردان علی شاہ صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا) یہ اُس بارات کے

دولہا ہیں اور باراتیوں میں آپ بھی شامل تھے یہ سن کر وزیر محمد نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا بے شک دوست تم نے ٹھیک پہچانا ہے۔ بقول عارف کھڑی

جہاں درد عشق داناہیں کد پھل پان دیداروں
جے رُب روگ عشق دالاوے لوڑ نہیں کوئی داروں

مگھو پنڈی شریف میں تشریف آوری اور سفرِ آخرت:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا جب کانواں رولی نزد چک نظام سید مردان علی شاہ صابری صاحب کے کاشانہ اقدس پر ہر وقت عقیدت مندوں کا ہجوم رہنے لگا تو سرکار نے وہاں سے جانے کا ارادہ فرمایا آپ کی روانگی کے متعلق سن کر عقیدت مندوں کا ہجوم کثیر جمع ہو گیا، سبھی کی خواہش تھی کہ سرکار یہیں قیام پذیر رہیں بعض لوگوں نے اس خواہش کا اظہار بھی کر دیا مگر سرکار نے فرمایا کہ ہمارا آخری وقت قریب ہے مگھو پنڈی والوں نے ہماری خدمت کی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اسی جگہ ہماری تدفین ہو لہذا پروگرام کے مطابق سرکار مگھو پنڈی نزد پھالیہ روانہ ہو گئے وہاں چوہدری تاجے خان کے کنوئیں پر تشریف لے گئے چونکہ چوہدری تاجے خان پہلے ہی سرکار سے شرفِ بیعت حاصل کر چکا تھا اس لئے وہ سرکار کی آمد پر بہت خوش ہوا جب گاؤں میں سرکار کی آمد کی خبر پھیلی تو لوگ زیارت کے لئے اکٹھے ہونا شروع ہو گئے لوگوں کو یہ خطرہ بھی لاحق تھا کہ پہلے کی طرح سرکار پھر کہیں چلے نہ جائیں جب اہل گاؤں نے اس خدشہ کا اظہار کیا تو سرکار نے فرمایا کہ تمہیں اس معاملہ میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اب فقیر کی مزار بھی اسی جگہ بنے گی۔

یہ سن کر چوہدری تاجے خان نے بصد مسرت ایک ایکڑ زمین نذرانہ پیش کی، جہاں اب سرکار کا روضہ مبارک، مسجد، لنگر خانہ، وضو خانہ، محفل خانے، وغیرہ

موجود ہیں، چوہدری تاجے خان کی تمام اولاد تاحال سرکار کے مہمانوں کی خدمت گزار ہے۔ کافی دنوں تک مکھو پنڈی میں فیضانِ حق جاری رہا جہاں لوگ دنیا کی حاجات کے لئے دُعا کروانے حاضر ہوتے وہاں کثیر لوگ شرفِ بیعت حاصل کرنے بھی آتے، شب و روز بصیرت افروز گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا اور سالکانِ سخن انمول سے اپنی جھولیاں بھرتے رہتے۔ ایک رات محفلِ حُسن و سخن گرم تھی، کلس، مرالہ اور گردونواح کے عقیدت مند حاضر خدمت تھے سرکار نے محفل کے اختتام پر سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کل فقیر اس جہانِ فانی سے رخصت ہو جائے گا، آپ نے پہلے سے کفن و دفن کا سامان پھالیہ سے منگوایا ہوا تھا جو کہ مریدین کے سپرد کر دیا، جناب پیر شاہ صاحب کو امانت کے متعلق از سر نو وصیت فرمائی کہ میری لائی ہوئی امانت اصل خُدا و تک پہنچا دینا بعد ازاں تمام مریدوں کو راہِ حق پر قائم رہنے اور نفس کے خلاف جہاد کرنے کے متعلق خصوصی ہدایات فرماتے رہے، بعدہ باقی شبِ موحِ عبادت رہے اذانِ فجر سے قبل دارِ فانی سے رخصت فرما گئے (اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا عَلَیْہِ رَاجِعُونَ) تمام عقیدت مندوں نے ملکر نمازِ جنازہ ادا کی اور سرکار کی نشاندہی کے مطابق تدفین کی گئی۔ بقول سرکار سیدنّ ولی

شاہِ مرداںؑ تو مردِ خدا دا شاہِ مرداں دا ثانی

جس تے نظر گرم دی کرنا عین بن دا دُرِ حقانی

آپ کا دربارِ عالیہ، مسجد اور محفل خانے وغیرہ جناب حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابریؒ نے نہایت خوبصورت تعمیر کروائے اور مہمانوں کے لئے تمام تر سہولیات کا بندوبست فرمایا، آپ کا عرسِ مبارک ہر سال 23، 24 جون (ہاڑھ) کو تڑک و احتشام سے منایا جاتا ہے، انجمن شاہِ مردانؑ کے کارکن دربارِ عالیہ کے انتظامات کو باحسن چلا رہے ہیں۔

سید مردان علی شاہ صابری صاحب کلام:

حضور آفتاب سید نے بیان فرمایا کہ حضور سید مردان علی شاہ صاحب کبھی کبھار اردو، پنجابی، ہندی اور عربی زبان کے ملے جلے اشعار تلقین فرمایا کرتے تھے، درحقیقت کلام شاہ مردان درس تصوف کا ذخیرہ ہے جس کا ہر سخن اپنے اندر توحید و رسالت کے اسرار و رموز سمیٹے ہوئے ہے جو راہ تصوف کے راہیوں کے لیے بہترین راہنمائی اور علم لدنی کا فیضان ہے توحید کے متلاشی انہی لطیف اشاروں سے کامیابی حاصل کرتے رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ کرتے رہیں گے، جس میں نصیحت بھی ہے اور وصیت بھی..... وصل کی بہار بھی ہے اور ہجر کی گرمی بھی..... حمد و نعت بھی ہے اور شیخ طریقت کے آداب بھی..... عشق لازوال کی پرواز بھی ہے اور فنا و بقا کے رموز بھی ہیں۔ مختصر اُعشاق کے لیے انمول تحفہ ہے۔ جس میں جگہ جگہ باطنی منازل کی عکاسی کی گئی ہے۔ چنانچہ اس اہل ذکر کے بیش بہا قیمتی عطیہ سے فائدہ حاصل کریں جو کہ مجھے حضور آفتاب سید سے حاصل ہوا ہے، اور یہاں اسی حالت میں تحریر کر رہا ہوں، تاکہ اہل شوق استفادہ کر سکیں۔

الف: آپ کو خوب پہچان، توں ہی صاحب توں سلطان
یہی معرفت یہی گیان، جو جانے توں آپے جان
ب: باتیں کچھ حاصل ناہیں، نہ کر جھیرے سمجھ کدائیں
کیوں اٹھ دوڑیں لمی راہیں، دیکھ الکھ گھر کو ماہی
ت: تحقیق جس آپ کو کینا، ہر کا بھیت اسی نے چھینا
سر پہچان اور سر دینا، اپنے آپ کو آپے بینا
ث: ثابت کر گیان بچارو، برہوں اگن سے دپتا جارو
وَفِیْ اَنْفُسِكُمْ خُوبٌ نُّرُوْرُوْ، کہو ہر تم سے کہاں نیارو

ج: جگت میں ہے جگ دیس، دُپتا دانا نکا پیس
گر کر پاکی ناہیں ریس، وہ جانے جو دیوے سیس
ح: حیاتی پاوے سو، خودی بھلاوے خود ہی ہو
چودیں طبقیں پرگھٹ لو، آپے آپ نہ دوجا کو
خ: خود کی جب سو جھی پاوے، خودی بھلاوے خود کو پاوے
ظاہر باطن آپ کہاوے، پھر سمھنیں جائیں آپ سماوے
د: دلیل اور ہادی آپ، آپے مائی آپے باپ،
آپے ہن ہے آپے پاپ، آپے مالا آپے جاپ
ذ: ذکر کو ہیت چت لا، سمرت سمرت آپ بھلا
سن ہو کر سن سما، باقی کیا پھر آپ خدا
ر: رب کی تو اطاعت کر، پاؤں نفس کے سر پر دھر
وَمَا مِنْ دَابَّةٍ سِوَاكَر، جتول جاویں تیرا گھر
ز: زہد اپنے دا مان نہ کر، غیرت اوس غروروں ڈر
کو دیکھتے ہو پڑھ، مکت لوڑیں تے جیوت مر
س: سوہنا سندر پی، ایسا بے ہمارے جی
جیسا رچیا وہی میں گھی، سمجھ پیالہ بھر بھر پی
ش: شہد اور ماھی ایک، وہی ایک سو بھیا نیک
راوی کہے بستر ویکھ، جتول جاواں تیری ٹیک
ص: صدا دا توں متوالا، توں ہی بین بجاون والا
تو ہی خاری تو ہی لالہ، توں ہی پتر توں ہی ڈالا

ض: ضرور توں آپ بُھلا، جوگی ہو کر جگت کما
بھور کفا پر آسن لا، تب جا انحد ناد بجا
ط: طالب ہو مطلوب پچھان، کہیا ہمارا دل سے مان
لاگی لاڑا سب پردھان، آپے گیان آپے دھیان
ظ: ظاہر باطن آپ پیارا، زرگن سرگن اوہ ہنکارا
دیکھو جانو خوب بچارا، کن لینا وہ اپنا پارا
ع: عنایت جب گر کینی، اپنے تن کی سدھ بدھ دینی
میں توں دُنیا کون کینی، جب اس خودی خدا کی چھینی
غ: غور کرو تم گھر کے اندر، کیوں جاتے ہو سورت بندر
ساجن بسے تمہارے اندر، یوں کہتے ہیں شاہ قلندر
ف: فقر کا پینڈا نیڑے، جس کو ڈھونڈیں گھر میں تیرے
اکھیں کھول پیارے میرے، کہو سندر اب کس کے ڈیرے
ق: قرب اور بُعد کیا، جس کو ڈھونڈیں کہاں جدا
عشق اللہ دا یہی سدا، پرگھٹ اگھڑا کھلا پڑا
ک: کُتُ منخفياً جب بولا، نحن اقربُ تب میں کھولا
جب میں سمجھ پیارا ٹولا، آپ ہے صاحب آپے گولا
ل: لوہبھ اور وہی لوہیب، ہجرج ناظر بہت عزیز
سمجھ بوجھ یہ رمز عجیب، آپے دکھیا آپ طبیب
م: مروت کی گت مان، محسن کا احسان پچھان
کیوں نہ سمرے سی بھگوان، جب توں کیتا ایہہ سمیان

ن: نہیں کوئی ثانی اُسدا، بھینگا ہے جس دوجا وسدا
 مُرشد بھرم مٹاوے جسدا، ہو جاوے اوہ سونا مس دا
 و: وحدت سر غوطہ کھا، بوند ہو کر بحر سما
 تحت فوق سب نیر وہا، توہیں موج توہیں دریا
 ہ: ہادی کی چہنیں لاگ، سرت سنبھال اور غفلت تیاگ
 پرگھٹ اگھڑیں تیرے بھاگ، جب توں سنے اگم کے راگ
 ل: لا کی سنیو بات، مل مل نہاؤ وحدت دے گھاٹ
 میل دُوئی کی سکی کاٹ، جیسی ململ تیسی مٹاٹ
 الف: آپے ڈنگ وکھاناں، سدھا ٹیڑھا ہو کر دھاناں
 گر کا کہنا جس نے نانا، سگل جگت میں بھیا سیانا
 ی: یار جب مورے آیا، جھاتی دینی مجھے جلایا
 روم روم وچ آپ سمایا، لہ المملک عمامہ لایا

﴿وَلَدِ اللّٰهِ وَلَدِ اللّٰهِ﴾

نعتیہ رباعیات

مجھ سے سوال تیرا سُجھ سے سوال میرا
 یعنی قبر حشر میں وہی کام آرہا ہے
 عمران مصطفیٰ ﷺ کی چاہت میں دو جہاں ہیں
 اہل عرش سے جاری پیغام آرہا ہے

﴿وَلَدِ اللّٰهِ وَلَدِ اللّٰهِ﴾

شجرہ نسب

جناب حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابری کا شجرہ نسب 26 پشتوں سے حضرت علاؤ الدین سے ملتا ہے جو کہ جناب غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی کے منجھلے صاحبزادے تھے، تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

جناب حضرت پیر سیدن شاہ صابری بن پیر محمد شاہ بن پیر بخش شاہ بن پیر لیسین شاہ بن پیر صدیق بن پیر محمد شافعی بن پیر ہاشم بن پیر محمد اشرف بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ ہاشم بن شیخ قطب بن شیخ عطاء اللہ بن شیخ محمد لہر بن بہاؤ الدین خورد بن شیخ وزیر الدین بن شیخ یعقوب بن شیخ پیر لیسین بن شیخ طاہر بن غلام بہاؤ الدین بن پیر ابوالقاسم بن شیخ معین الدین بن حضرت شہاب الدین عرف شیخ لکھا بن پیر عبداللہ بن پیر مہسن بن شیخ ہشمس الدین بن شیخ ابوالخیر بن حضرت جلال دین بن مخدوم علاؤ الدین بن حضرت شیخ غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی۔

سرکار سیدن ولی کا شجرہ نسب پدیر انور کی طرف سے حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور مادر انور کی طرف سے حضرت بابا فرید الدین شکر گنج سے ملتا ہے قبل از ولادت اہل ذکر کی پیش خبریاں:

تاجدار حسن و عطا و مخزن فقر و ولایت جناب حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابری کے پدیر انور کا اسم گرامی جناب حضرت پیر محمد شاہ صابری صاحب ہے،

سیدن حضور کی شخصیت ہر لحاظ سے قابلِ مثال ہے، آپ کا ظاہری و باطنی حُسن و جمال کسی تعارف کا محتاج نہیں جن کو دیکھنے والے دیکھتے رہے، سوچنے والے سوچتے رہے، جن کے آگے ہر صاحبِ کمال نے اپنے کمال کی انتہا پا کر سر جھکا دیا، فقیروں نے فقیر مانا، امیروں نے امیر مانا، حسینوں نے حسین مانا، شہسواروں نے لامثل سوار تسلیم کیا۔ جن کے متعلق اہل نظر ہر لحظہ متعلقین کو آگاہ کرتے رہے اور خوشخبریاں دیتے رہے، حضور سیدن سرکار کی ولادت باسعادت سے قبل ہی حضور کی والدہ محترمہ کو بعد از نمازِ عشاءِ مصلیٰ پر ہی جناب سید مردان علی شاہ صاحب صابری کی زیارت نصیب ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ بیٹی! عنقریب اللہ کریم تمہیں ایک عظیم نعمت سے سرفراز فرمانے والا ہے، تمہارے بطن سے جنم لینے والا بچہ اولیائے کرام میں ممتاز مقام پر متمکن ہوگا، اسی گوہر لامثال کی خاطر حضور صابر پاک نے سلسلہ صابریہ کی امانت مجھے سونپ کر روانہ فرمایا تھا... تمہیں مبارک ہو، اس گلِ صابری کی خوشبو دُور دُور تک پھیلے گی... جس کے سبب لاتعداد غیر مسلموں کو دولتِ اسلام نصیب ہوگی... اور توحید و رسالت کی خوب اشاعت ہوگی اور اس کے ذریعے سلسلہء عالیہ چشتیہ صابریہ کو فروغ ملے گا۔

اسی طرح ایک روز قبلہ مائی صاحبہ کو حضرت سیدن شاہ شیرازی صاحب (چوہا سیدن شاہ والے) بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں لامثال انعام سے مستفید فرمانے والا ہے... اے پاک دامن بیٹی! میری خواہش ہے کہ اس لامثال گوہر کا نام میرے نام پر رکھنا، یاد رکھو میں چوہا والا سیدن شاہ ہوں۔

قبل از ولادت کرامات:

ایک مرتبہ دورانِ گفتگو حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ حضور سیدن سرکار

کے ساتھ وابستہ چند عقیدت مند ایسے بھی تھے کہ جن کے واقعات سرکار کی ظاہری ولادت سے پہلے کے ہیں اس معاملہ میں عقل تنقید کرتی ہے کہ ایسا ممکن نہیں ہے مگر عشق تصدیق کرتا ہے کہ رب تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے سب کچھ ممکن ہے جب ایک شیطان نظر نہ آنے کے باوجود جگہ جگہ لوگوں کو گمراہ کر سکتا ہے تو اللہ کے مقرب بندے بھی رب تعالیٰ کی عطا کردہ قوت سے ہر زمانہ میں راہنمائی کے فرائض انجام دے سکتے ہیں۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ

تیر جستہ باز گردانند ز راہ

خوفناک گھوڑی:

شاہ جی نے فرمایا کہ غلام محمد عرف گاما موضع بولا نزد گلکس اوائل عمر میں انتہائی بُرے افعال و اعمال میں گرفتار تھا ہر لحاظ سے خواہشاتِ نفس کی پرستش میں مگن رہتا ایک رات اُس نے خواب میں دیکھا کہ میں چار پائی پر جکڑا ہوا ہوں اور انتہائی خوفناک گھوڑی جس کے دونوں نتھنوں سے آگ نکل رہی تھی اور لوگ اُسے دیکھ کر ڈر کے مارے ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں وہ سیدھی دوڑتی ہوئی آئی اور غلام محمد کے سینے پر دونوں قدم جما کر کہنے لگی، آج کوئی تمہیں مجھ سے بچا سکتا ہے تو اُسے بلا لویقیناً آج تمہارے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، یہاں حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ دراصل جو اُس نے گھوڑی کی شکل میں دیکھا تھا وہ اُس کے اپنے ہی بد اعمال تھے جو اُسے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ کوئی تمہیں مجھ سے بچانے والا ہے تو اُسے بلا لو، غلام محمد خواب میں پوری طرح خوفزدہ اور بے بس ہو کر پکارتا ہے کہ آج جو مجھے اس آفت سے نجات دلائے گا، میں زندگی اُس کے نام وقف کر دوں گا، اسی دوران ایک انتہائی خوبرونو جوان سامنے آیا جس کا چہرہ

حُسن و جمال میں لامثال نظر آ رہا تھا وہ قریب آ کر گھوڑی کو کان سے پکڑ کر ایک تھپڑ رسید کرتے ہیں جس سے وہ فوراً گر کر مر جاتی ہے اسی لمحہ غلام محمد بیدار ہو جاتا ہے اُس خوبصورت نوجوان کا حُسن و جمال دل و دماغ میں رچ بس چکا تھا غلام محمد نے تلاش شروع کر دی مختلف جگہوں پر تلاش کرتا رہا کافی مدت گزر گئی اپنے حصہ کی زمین فروخت کر کے مختلف درگاہوں پر حاضری دیتا رہا کہ شاید وہ دلرُبا صورت نظر آ جائے مگر ہر بار ناکامی ہوتی رہی عرصہ دراز کی بے سود تلاش کے بعد غلام محمد بیمار پڑ گیا در بدر کی ٹھوکریں اور مقصد میں ناکامی نے دیوانے پن میں مبتلا کر دیا، گھر والوں نے کافی علاج معالجہ کروایا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اہل آخر ایک دن موضع رائے پور میں سرکار کے والد محترم کے کسی عقیدت مند کے لڑکے کی شادی تھی سرگارا اس شادی میں تشریف لے گئے دوسری جانب غلام محمد کے گھر والے اُسے شادی کی رونق دکھانے کے لئے لے آئے تھے تاکہ اس کا دل بہل جائے، جب غلام محمد کی نظر سامنے پلنگ پر بیٹھے سرکار سیدن کے چہرہ اقدس پر پڑی تو چونک گیا، بھاگ کر سرگارا کے قدم تھام لیے... زار و قطار رونے لگا، لوگوں نے کافی ہٹانے کی کوشش کی مگر وہ کہتا کہ پیچھے ہٹ جاؤ، میں نے مشکل سے انھیں پایا ہے... پھر کہیں جدا نہ ہو جائیں، خدارا میرے راستہ میں رکاوٹ مت بنو، کبھی کہتا کہ یہ خواب ہے اس سے پہلے کہ میں بیدار ہو جاؤں مجھے اچھی طرح زیارت کر لینے دو۔ بقول عارف کھڑی شریف

سفنہ دیوچہ ماہی ملیا گل وچہ پالیاں باہیں

ڈردی ماری اکھ نہ کھولاں متے فیروچھڑ نہ جائیں

بعد ازاں سرکار نے غلام محمد کو تسلی دی اور فرمایا اب خواب نہیں ہے، اب

انشاء اللہ ملاقات ہوتی رہے گی، شاہ جی نے فرمایا کہ جب غلام محمد نے خواب

دیکھا تھا اُس وقت بظاہر اُس سرکار کی ابھی ولادت نہ ہوئی تھی لیکن غلام محمد نے خواب میں جو سرکار کی عمر مبارک دیکھی تھی، 24 سال کے بعد جب سرکار سے ملاقات ہوئی تو بالکل سرکار اُسی عمر مبارک کو پہنچ چکے تھے۔

بدایوں کا منتظر:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ تفضل حسین بدایوں کے رہائش پذیر تھے ان کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی اکثر اوقات درگاہِ صابر پاک میں حاضری دیا کرتے تھے ایک مرتبہ کلیر شریف میں حاضر تھے کہ اولادِ نرینہ کی آرزو نے شدت کے ساتھ عرض کرنے کا جذبہ عنایت کیا، گر یہ زاری کے ساتھ فریادیں کرنے لگے، اُسی دوران آنکھ لگ گئی، خواب میں حضور صابر پاک کی زیارت نصیب ہوئی، انہوں نے فرمایا، باغ میں چلے جاؤ... وہاں جو ہستی پھول چن رہی ہے اُن سے عرض کرو انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا کام بن جائے گا، جب آنکھ کھلی تو سیدھے باغ میں چلے گئے وہاں انتہائی خوب رو سیاہ لباس میں ملبوس ایک نوجوان کو پھول چنتے دیکھا اُن سے عرض کی انہوں نے دو پھول عطا کیے کہ اپنی بیوی کو کھلا دینا، بعد میں ان کے ہاں دو فرزند پیدا ہوئے، اب تفضل حسین صاحب جب بھی کلیر شریف حاضری کے لئے آتے تو اُسی ہستی کی تلاش میں سرگرداں رہتے مگر ملاقات نہ ہوتی، ایک طویل مدت کے بعد 1944ء میں سیدن حضور کی زیر صدارت کلیر شریف میں محفلِ سماع منعقد تھی، تفضل حسین بھی حسب سابق اُسی ہستی کو تلاش کر رہے تھے کہ یکا یک نظر سرکار کے چہرہ اقدس پر پڑی، تفضل حسین بے ساختہ جھوم اٹھے، نعرے لگاتے ہوئے رقص کرنے لگے اور پھر سرکار کے قدموں سے لپٹ گئے، رورو کے احسانات منانے لگے کہ آپ نے ہی مجھے دو پھول عطا کیے تھے میں نے آپ کی بڑی تلاش کی مگر آج چالیس سال کے بعد

زیارت نصیب ہوئی ہے، اب تو آپ کے عطا کردہ بچے بھی کافی عمر کے ہو گئے ہیں۔

لحد پہ بھی پھول ہوں گے لحد میں بھی مہک ہوگی

کچھ چن لو پھول تم بھی گلزارِ اولیاء سے

یہ واقعہ راقم الحروف کو جناب راجہ محمد یعقوب سفری صاحب نے بھی بارہا سنایا وہ بتاتے تھے کہ 1904ء کو تفضل حسین بدایونی کی عرض پر پھول عطا کیے گئے تھے، اس کے علاوہ سفری صاحب نے بتایا کہ میری باقاعدہ ان سے ملاقات بھی ہوئی تھی میں نے خود ان کی زبانی تمام واقعہ سنا تھا۔

سفید پوش نوجوان:

جناب پیر آفتاب احمد شاہ صابری صاحب نے فرمایا کہ اسی طرح کا ایک واقعہ چوہدری ماہلہ خان سکنہ بارموسیٰ کے رہائشی کا ہے فرمایا کہ ماہلہ خان جوانی میں اپنے مویشی چرا رہا تھا سخت گرمی کا موسم تھا پیلو کے سائے میں بیٹھ کر ایات گا کر دل بہلا رہا تھا کہ یکا یک گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سے خاموش ہو گیا، جب سامنے دیکھا تو گھوڑے پر سفید پوش نوجوان موٹی آنکھیں، پر نور چہرہ کشادہ پیشانی سرخ رخسار، بے مثال سراپا، حسن نظر آیا وہ گھوڑے سے اتر کر بابا کے سامنے بیٹھ گئے فرمایا مجھے اچھی طرح پہچان لو میں تمہارا شیخ ہوں تمہاری راہنمائی کرنے آیا ہوں، اس کے بعد بیعت کیا اور ذکر و اذکار تلقین فرمائے، ممنوعات سے بچنے کا حکم دے کر فرمایا کہ تم کبھی ان اذکار سے غافل نہ ہونا، میں دوبارہ تمہیں ملنے تمہارے گھر آؤں گا، یہ فرما کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، بابا پوری طرح تلقین شدہ ذکر و اذکار اور ہدایات پر عمل پیرا رہا..... جوں جوں وقت گزرتا گیا، اپنے شیخ کی زیارت کا شوق ستاتا رہا، بابا نے

کافی طویل عمر پائی، یہاں تک کہ پوتے بھی صاحبِ اولاد ہو گئے مگر اپنے شیخ سے دوبارہ ملاقات کا انتظار جاری رہا، بابے کے پوتے نذیر احمد کا بیٹا بیمار ہو گیا، پیر راجے شاہ صاحب ساکن ابدال کی راہنمائی پر سرگار کی خدمت میں کلس لے آئے، سرکار نے دم فرمایا اور مناسب دوائی تجویز فرمائی جس سے لڑکا تندرست ہو گیا، نذیر احمد سرگار کی گفتگو اور شخصیت سے متاثر ہو کر دستِ بیعت ہو گیا، گا ہے گا ہے نذیر احمد کی اطلاع پر تمام کنبہ سرکار کے حلقہء ارادت میں شامل ہو گیا ایک دن سب نے مل کر سرکار سے اپنے گھر کے لئے محفل کا ٹائم لیا، سرکار نے دعوت منظور فرمائی اور وعدہ کے مطابق بار موسیٰ پہنچے، تمام کنبہ اور اہلیانِ علاقہ نے خوب استقبال کیا ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی، اسی دوران بابا ماہلہ خان نے اپنے پوتوں سے پوچھا آج کیسی رونق ہے سبھی بڑے خوش اور نئے ملبوسات میں نظر آ رہے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ بچوں نے بتایا، بابا آج ہمارے پیر و مرشد حضور سیدن سرکار ہمارے گھر تشریف لائے ہوئے ہیں یہ سن کر بابا آبدیدہ ہو گیا کہ میرے شیخِ کامل نے بھی مجھ سے وعدہ کیا تھا انھوں نے بھی میرے گھر آنا تھا میں طویل عرصہ سے انتظار کر رہا ہوں ان کا وعدہ تو یقیناً سچا ہے معلوم نہیں کیا وجہ ہے کیوں نہیں آئے؟ کافی دیر تک روتا رہا پھر طبیعت سنبھلنے پر بچوں سے کہا کہ مجھے اپنے پیر و مرشد کی زیارت کراؤ لہذا بچے بابا کو تھام کر سرگار کی طرف لے چلے، سرکار محفل میں جلوہ افروز تھے چہرہ اقدس سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں ہر آنکھ حسنِ سیدنی میں مستغرقِ حلاوتِ عشق پارہی تھی اسی دوران بابا نے اپنی پلکوں کو اوپر اٹھا کر سرکار کے چہرہ اقدس کو ایک نظر دیکھا، کچھ دیر جو حیرت رہا پھر یکا یک پکار اٹھا کہ یہ صرف تمہارے پیر و مرشد نہیں بلکہ میرے بھی شیخِ کامل ہیں ان کا وعدہ سچا تھا آج میرے گھر تشریف لے آئے ہیں، بابا سرکار کے قدموں سے

لیٹ گیا کافی دیر تک سابقہ ملاقات کی رُوداد سُناتا رہا، سرگرمی سے سُنتے رہے اور انتہائی پیار سے فرمایا کہ اپنا سبق حسبِ سابق پڑھتے رہنا۔

مخصوص دلِ خدا نے کیے پسند ہیں واللہ

عشق و اَلْم کا مخزن خاصوں نے خوب پایا

بعد ازاں حضور شاہ جیؒ نے فرمایا کہ بابا ماہدہ خان کے بیان کے مطابق

مذکورہ واقعہ سرگرمی کی ولادت سے چالیس سال پہلے کا ہے۔

ولادت جناب حضرت پیر سید شاہ صاحب صابری:

حضور آفتاب سیدؒ نے فرمایا کہ 25 نومبر 1908ء بروز پیر و اذانِ فجر

سے قبل آپ دُنیا میں تشریف لائے، آپ کی تشریف آوری سے موضع کلس

شریف میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، آپ کے دادا جان پیر شاہ صاحبؒ نے یہ خوش

خبری سُننے ہی شکرانہ کے نفل ادا کیے، آپ کی ولادت باسعادت ہونے کے فوراً

بعد مسجد میں اذانِ فجر کے لئے موذن نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی بعد ازاں آپ

کے دادا جان نے آپ کے کانوں میں اذان پڑھی اور اپنی زبان بطور گھٹی چوسا

کر صابری امانت مُنتقل کر دی، علاقہ کی کثیر عورتیں بچے کی زیارت کے لئے

اکھٹی ہو گئیں جس نے ایک نظر دیکھا اُس کی زبان سے بے ساختہ ”سبحان اللہ

“ اور ”اللہ اکبر“ کا کلمہ حق ادا ہو جاتا، ایسا کیوں نہ ہوتا جن کے متعلق زمانہ

حال کے ولیوں نے پیشین گوئیاں اور بشارتیں دیں جن کے لئے دُور دراز کے

سفر کر کے سید مردان علی شاہ صابری صاحب صابریؒ کا فیضان لائے، وہ یہی

تو لامثال بچہ ہے اسی لیے پیدا ہوئے تو فوراً مسجد میں اذانِ حق بلند ہوئی اور جس

نے آپ کو ایک نظر دیکھا اُس کی زبان بھی بے ساختہ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان

کرنے لگتی۔

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

اسی دوران کچھ عورتیں آپ کا اسم گرامی تجویز کرنے لگیں، یہ سن کر قبلہ مائی صاحبہ نے فرمایا کہ اس بچے کا نام پہلے سے ہی منتخب شدہ ہے کیونکہ مجھے کچھ ماہ قبل جناب سیدن شاہ شیرازی صاحب (چوہا سیدن شاہ والوں) کی زیارت نصیب ہوئی تھی انھوں نے مجھے اس خوش بخت بچے کی مبارک باد دیتے ہوئے حکم دیا تھا کہ اس کا نام میرے نام پر یعنی سیدن شاہ رکھنا چنانچہ اس کا نام سیدن شاہ ہے یہ سننے کے بعد بعض رشتہ دار عورتوں نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ یہ اسم اس لئے رکھا گیا ہے کہ سیدن شاہ شیرازی صاحب کا میلہ لگتا ہے، مائی صاحبہ نے فرمایا نہیں یہ وجہ نہیں ہے، درحقیقت یہ اسم سیدن شاہ شیرازی صاحب کے حکم اور خواہش کے مطابق رکھا گیا ہے لیکن ایک بات میں تم سب پر ابھی واضح کر دینا چاہتی ہوں کہ سیدن شاہ شیرازی صاحب کا سال میں ایک میلہ لگتا ہے اور اس سیدن شاہ کے سال میں بے شمار میلے لگیں گے بلاشبہ مائی صاحبہ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ محمد ﷺ زمانہ حال میں حقیقت بن کر ہمارے سامنے ہیں، آج جگہ جگہ سیدن حضور کے اعراس منائے جاتے ہیں اور انکی یاد میں محفلیں سجائی جاتی ہیں۔ بقول سفری صاحب مائی صاحبہ کا جواب

سالو سالوں دی گل ناہیں دن راتاں ہر ویلے

سفری سیدن لال میرے دے گھر گھر لکسن میلے

سرکار کے دادا جان کا وصال:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سیدن حضور کی ولادت باسعادت کے ایک برس بعد تک حضرت پیر بخش المعروف پیر شاہ صاحب تندرست رہے، ایک

سال کے بعد اچانک طبیعت ناساز ہوگئی، سرگار کی والدہ محترمہ کو بلا کر فرمایا کہ بیٹی! اب میرا آخری وقت قریب ہے تم نے میری بہت خدمت کی ہے، میری نیک دعائیں ہمیشہ تم پر سایہ فگن رہیں گی، انشاء اللہ تعالیٰ تم دونوں جہان میں سُرخرو ہوگی، اسی طرح کافی دیر تک دعائیں دیتے رہے پھر فرمایا کہ بیٹی میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے آخری وقت میں تمہاری مرضی کے مطابق انعام واکرام دوں لہذا تم اپنی خواہش کے مطابق جو کچھ چاہو... مجھ سے مانگ لو، یہ سن کر قبلہ مائی صاحبہ نے سیدن حضورؐ کو آپ کے سامنے کرتے ہوئے عرض کی کہ حضورؐ آپ جس قدر عنایات فرمانا چاہتے ہیں وہ سیدنؐ پر فرمادیتے، یہ سن کر سیدنؐ حضورؐ پر نگاہ کریمانہ ڈالتے ہوئے فرمایا کہ سید مردان علی شاہ صاحب کی لائی ہوئی امانت میں نے سیدنؐ کے سپرد کر دی تھی اس کے علاوہ میں نے اپنی زیست کا بھی تمام سرمایہ سیدنؐ کو دے دیا ہے تم دیکھو گی کہ اللہ کے حکم سے یہ دونوں جہان میں روشن ہوگا، سرورِ کائنات ﷺ کے دینِ برحق کی خدمت کرے گا اس کے ہاتھ پر غیر مذہب مسلمان ہوں گے اور دینِ حق سے بغاوت کرنے والے تائب ہوں گے یہ ظاہری باطنی اوصاف میں لامثال ہوگا اس کے بعد سیدنؐ حضورؐ کو سینے کے ساتھ لگاتے ہوئے فرمایا کہ یہ مخلوقِ خدا کا بہترین راہنما اور اوصافِ حمیدہ کا مجموعہ ہوگا اس کا وجود دین و دنیا کے بیماروں کے لئے باعثِ شفا ہوگا، صالحین اس کی غلامی پر فخر کریں گے بعد ازاں مائی صاحبہ سے فرمایا کہ بیٹی تم میری وفات کے بعد اسے لے کر (ساہنا نزد ہریا اسٹیشن ملک وال) چلی جانا کیونکہ کلس کا ماحول اسکی تعلیم و تربیت کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اس گفتگو کے بعد آپ نے اپنے حقیقی صاحبزادگان جناب حضرت پیر عبداللہ شاہ صاحب صابری و حضرت پیر محمد شاہ صاحب صابریؒ کو مزار شریف کے متعلق وصیت فرمائی اور چند ضروری ہدایات

کرنے کے بعد تسبیح و تلاوت میں مصروف ہو گئے، اسی اثناء کلمہ شریف کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا عَلَیْهِ رَاجِعُونَ)

جَدِّ امجد پیر سیدن پیر شاہ شاہ کلس

پاکبازی ان کی زہد بے ریا کے واسطے

ترکِ وطن و تعلیم و تربیت:

حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ حضرت پیر شاہ صاحب کے وصالِ اقدس کے بعد مائی صاحبہ پر حالات انتہائی مشکل ہو گئے کیونکہ سرکار کے والدِ محترم پیر محمد شاہ صاحب نے دوسرا نکاح کر لیا تھا اور کلس گاؤں میں رہائش پذیر ہو گئے تھے یہ حقیقت ہے کہ اللہ کریم اپنے منتخب بندوں کے انتخاب کی وجہ عوام الناس پر پوری طرح ظاہر فرماتے ہیں، پہلے نہایت مشکل ترین حالات سے گزار کر صبر و تحمل کا اعلیٰ مقام عطا کیا جاتا ہے اور پھر صبر و تحمل کے بلند و بالا مرتبے پر فائز کر کے اپنی دوستی سے نوازا جاتا ہے۔ جیسے حکم خداوندی ہے۔

ترجمہ! ”بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے“۔

(پارہ 2 سورة البقرة آیت، 153)

بلاشبہ جب تک تکلیفات سے نہیں گزارا جائے گا تو صبر کا اظہار کیسے ہوگا اور جب تک صبر و تحمل میں کاملیت حاصل نہیں ہو جاتی... تب تک رب تعالیٰ کی دوستی ملنا ناممکن ہوگی، یہاں بھی کچھ ایسے ہی حالات پیش آئے، ایک طرف قبلہ مائی صاحبہ گو مہربان سسر و شیخ کامل کی جدائی کا غم اور دوسری جانب سرکار کے والدِ محترم کا نکاح ثانی کر لینا۔ لیکن ان تمام تر پریشانیوں کے باوجود قبلہ مائی صاحبہ نے نہایت صبر و استقلال کا مظاہرہ فرمایا، آپ کی زبانِ اقدس پر کبھی شکوہ و شکایت کے الفاظ نہیں آئے بلکہ اپنی پوری توجہ مالکِ کائنات کی عبادات پر مرکوز فرمائی

رکھی، کبھی جہادِ نفسِ امارہ سے فراغت نہ پاتیں۔

حضرت پیر شاہ صاحبؒ کے ختمِ چہلم تک گلشن میں قیام پذیر رہیں بعدہ اپنے شیخِ کامل کی وصیت کے مطابق اپنے میکے موضع ساہنا ہجرت فرمائی۔

ہے ترکِ وطنِ سنتِ محبوبِ منیٰ ﷺ الہی

دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

موضع ساہنا پہنچ کر مزید تنگ دستی کے حالات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ نے

بڑی بہادری سے تمام تر حالات کا مقابلہ کیا، سیدن حضور کی تعلیم و تربیت پر خصوصی

توجہ فرمائی ہمہ وقت زبانِ اقدس پر اللہ کریم کا ذکر جاری رہتا یہی وجہ تھی کہ جب

سیدن حضورؐ نے بولنا شروع کیا تو سب سے پہلے زبانِ مبارک سے اسم "اللہ" ادا ہوا،

درحقیقت یہ چنے ہوئے لوگوں کی تمام نشانیاں ہیں، یعنی قبل از ولادت اللہ والوں

نے خوش خبریاں دی، خود پیدا ہوئے تو مسجد میں اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی اور جس نے

بھی زیارت کی اس کے منہ سے بے ساختہ اللہ اکبر اور سبحان اللہ ادا ہوتا رہا اور خود

بولنا شروع کیا تو سب سے پہلے اللہ ہی کا پاک نام لیا۔ بقول سفری صاحب

سوہنا نام تے سوہنی صورت لب تے ذکر الہہ

تینوں رب سنوار کے گھلایا سیدن عالیجاہا

تقریباً گیارہ برس تک سرگاراہی والدہ محترمہ اور ماموں جلال دین صاحبؒ

کے زیرِ سرپرستی رہے، بچپن ہی سے آپ کے فیوض و برکات سے اہل علاقہ

استفادہ کرتے رہے کبھی کسی کا کوئی جانور یا رشتہ دار بیمار ہو جاتا تو سرکار کے لبوں

سے پانی یا روٹی کا ٹکڑا لگا کر لے جاتے جب بیمار کو کھلایا جاتا تو رب تعالیٰ

شفایاب فرمادیتے اکثر اوقات اولیاء اللہ آپ کی زیارت کے لئے تشریف لایا

کرتے اور اہل علاقہ کو اس فیض بخش چشمہ کے متعلق آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ

خصوصی توجہ کی تلقین فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ علاقہ کے دانا بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اور شیریں زبان سے لذت بھری گفتگو کا مزہ لیا کرتے۔ آپ کو عام بچوں کی طرح کبھی کھیل کود میں ذرہ برابر بھی دلچسپی نہ تھی ہر لحاظ سے اپنی والدہ محترمہ کی پیروی کرنے پر خصوصی توجہ فرماتے! انہی کی طرح وضو کرتے مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے، تسبیح پکڑ کر اللہ اللہ کیا کرتے، بلاشبہ ایک زاہدہ، عابدہ اور طاہرہ ماں کی زیر تربیت پلنے والے عام بچے نہیں ہوا کرتے بلکہ وہ مخلوقِ خدا کی تربیت کے لئے چن لیے جاتے ہیں۔

موضع ساہنا میں قیام کے دوران نہایت عُسرت کے باعث کئی کئی روز تک پانی کے سوا کچھ میسر نہ آتا مگر کبھی کسی کو اپنے حالات کی خبر ہونے دی اور نہ کسی سے امداد چاہی بلکہ ہر طرح کے حالات پر شکر ادا کر کے رب تعالیٰ کی خوشنودی کے طلبگار رہتے اور ہمہ وقت عبادات میں مصروف نظر آتے۔

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے

وہ فقر جس میں ہے بے پردہ رُوحِ قرآنی

سیدن حضور کو بچپن ہی سے پارسا مادرِ انور کی علمی و عملی درسگاہ نے یکتائے

عصر بنا دیا جہاں آپ کم سنی سے ہی صوم و صلوة کے پابند نظر آتے تو وہاں ہی

تلاوت قرآنِ پاک و دیگر شرعی امور کی پاسداری کرتے دکھائی دیا کرتے اس

لیے تو نگاہِ ظاہر سے دیکھنے والوں نے ظاہری کمالات اور حُسن و جمال کو ہر لحاظ

سے کابل و ر خوب تر کہا اور اسی طرح باطنی نظر سے مشاہدہ کرنے والوں نے باطنی

تجلیات اور اوصاف کو با ادب سلام کیا۔

سر پہ چڑھا وہ پھول جو چمن سے نکل گیا

عزت اُسے ملی جو وطن سے نکل گیا

تاہم سرکار نے ابتدائی تعلیم پر انٹرمی سکول ہریانسے حاصل کی اور دینی علوم و
 درسی کتب کی تکمیل جناب مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی تحصیل بھلووال
 ضلع سرگودھا سے کی البتہ طب یونانی کا فیضان میاں سلطان محمود صاحب ساکن
 کوٹلی گل محمد سے حاصل کیا، سیدن حضور کی محفل میں کچھ دیر گفتگو سننے والے یہ
 تسلیم کر کے اٹھتے کہ آپ کا علم درحقیقت علم لدنی کا فیضان ہے آپ کی بصیرت
 افروز گفتار کسی مکتب کی کرامت نہ تھی بلکہ درسِ خضر یہ اویسہ کا کرشمہ تھا۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اہل ذکر کی ملاقاتیں:

حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ جہاں اہل ذکر نے سرکار کے متعلق
 قبل از ولادت پیشین گوئیاں فرمائیں وہیں آپ کے پاک و پوتر بچپن کے زمانہ
 میں بھی اللہ کے محبوب بندے ملاقاتیں کرنے اور اہل علاقہ کو سرکار کے مبارک
 وجود کا احترام کرنے اور خیال رکھنے کے متعلق ہدایت فرماتے رہے، ایک مرتبہ
 سائیں کرم الہی صاحب عرف کانواں والی سرکار ساہنا تشریف لائے،
 سیدن حضور اُس وقت کچھ لوگوں اور دوستوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، وہ بھی
 آہستہ آہستہ چلتے ہوئے، آپ کے پاس تشریف لے آئے اور آپ کی پیشانی پر
 بوسہ دیتے ہوئے حاضرین سے فرمایا کہ یہ لامثال بچہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، بے
 شمار مخلوق پر رحمتوں اور برکتوں کا سبب ہوگا، سیاہ کاروں کی مغفرت کا ذریعہ بنے
 گا، راہِ حق کے بے شمار متلاشی اس کے طفیل منزل مقصود کو پائیں گے، انشاء اللہ
 تعالیٰ اس کی پیشانی میں چمکتا ہوا نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم باطلہ اندھیروں کو نابود کرے
 گا... میں اپنی فراستِ نظر سے زمانہ کے صوفیاء اسکی قدم بوسی کرتے دیکھ رہا ہوں،

میں اس کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تھا تم لوگوں کو تاکید کرتا ہوں کہ ان کی خدمت اور ادب سے انعام خداوندی ضرور حاصل کرنا، میں کرم الہی کا نواں والا ہوں، یہ کہہ کر روانہ ہو گئے۔

حضور شاہ جی نے فرمایا کہ اسی طرح ایک مرتبہ تاجدارِ گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب ریل گاڑی کے ذریعے سیال شریف جاتے ہوئے... ہریا اسٹیشن نزد ملک وال پر اسقبالیہ جماعت میں سیدن حضور کو دیکھ کر اپنے میزبان مرید چوہدری جہان خان کو فرمایا کہ اُس بچے کو میرے پاس لے آؤ، جب چوہدری صاحب سیدن حضور کو اٹھا کر لے گئے تو پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنی گود میں بٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا، چوہدری صاحب! یہ عام بچہ نہیں ہے یہ اولیائے کرام کے ایک خاص گروہ کا امیر ہوگا، اس کی پیشانی میں موجود سراجا منیرا کی وہ کرنیں چمک رہی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ کفر کی تاریکیوں کو نیست و نابود کریں گی، کثیر لوگ اس کی بدولت تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن میں کامیابی پا کر راہ سلوک کے اعلیٰ مدارج طے کریں گے تم لوگ ان کی خدمت و تعظیم میں سستی مت کرنا بلاشبہ انعام و اکرام سے نوازے جاؤ گے۔ بقول سفری صاحب

گولڑے والے دی حق گوئی شک شبہ تھیں بالا

سانوں پٹہ سجاون آیا سیدن شملے والا

اسی طرح ایک دفعہ حضرت خواجہ محمد عمر صاحب بیربل شریف والے موضع ساہنا ضلع منڈی بہاؤ الدین میں اپنے مریدین کے ہاں جلوہ افروز ہوئے، اہل علاقہ کے تمام چھوٹے بڑے زیارت کے لئے حاضر ہوئے، سرکار نے بھی اپنے ہم عمر بچوں کے ہمراہ محفل میں شمولیت اختیار فرمائی، جب خواجہ صاحب کی نظر

اس ہاشمی شہزادے یعنی حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابریؒ پر پڑی، تو نہایت محبت اور شفقت سے بلا کر اپنے ساتھ مسند پر بٹھالیا... اور پوری توجہ کے ساتھ محبت بھری گفتگو فرمانے لگے، یکا یک پر نور پیشانی کو بوسہ دے کر حاضرین محفل سے فرمایا، دوستو! یہ گل ہاشمی ریاض اولیاء میں بے نظیر ہوگا، یہ وجود اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا مخزن ہے، اوصاف حمیدہ کا گلدستہ ہے، لاکھوں تھنہ لب سائل اس چشمہء رحمت سے اپنی پیاس بجھائیں گے، ہزاروں لاعلاج مریض اس کی نگاہ و دعا سے شفا یاب ہوں گے، اللہ کریم اس کو ہمیشہ سلامت رکھے بعد ازاں درجہ ذیل پنجابی شعر پڑھا۔

سیدن شاہ اک ہاشم زادہ ساہنے دیوچ ڈٹھا

شالا رب حیاتی بخشے ہوسی میوہ مٹھا

حضور آفتاب سیدن نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سرکار سیدن ولیؒ کی عمر مبارک تقریباً ۱۱ سال ہوگی، اپنے چھوٹے ماموں صاحب کے ہمراہ کھیتی باڑی میں مصروف تھے... اچانک کسی بات پر آپ کے ماموں کو شدید غصہ آ گیا اور آپ کو چھڑی سے پیٹنے لگے... قریب سے ایک اللہ کے ولی غلام نبی شاہ صاحبؒ آدھی شریف والے گزر رہے تھے جب انھوں نے یہ منظر دیکھا تو فوراً جلال میں آگئے، سرکار کے ماموں صاحب کو مخاطب کر کے پوچھا تم جانتے ہو کہ یہ بچہ کون ہے؟ انھوں نے بتایا میرا بھانجا ہے، فرمایا بس یہی کچھ جانتے ہو، پھر تم کچھ نہیں جانتے، سنو! یہ عام بچہ نہیں ہے یہ اولیاء کرام میں بلند مقام پر فائز ہے، کالمین اسکی دست بوسی کرنا باعثِ فخر سمجھیں گے... کثیر صالحین پر مشتمل جماعت اسکی خدمت پر مامور ہوگی... متقین اس کی غلامی پر ناز کریں گے، ابدال و رجال اس پر سلام پیش کریں گے، اس وقت تمہیں اپنے کیے پر سخت عتاب ہوگی، میں ابھی

سے تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ اس کی خدمت کرو اور حسنِ اخلاق سے پیش آؤ، دین و دنیا میں اطمینان پاؤ گے۔

اسی طرح سرکارِ سیدن ولیؑ بچپن میں چار پائی پر استراحت فرما رہے تھے، قریب سے ایک نجومی بابا گزرا، اُس کی نظر سرکار کے قدموں پر پڑی تو فوراً رُک گیا، بڑے غور سے قدموں کی لکیریں دیکھنے لگا اسی طرح ہاتھ کی لکیروں کا جائزہ لیتا رہا، کافی دیر گزر گئی... کبھی پاؤں چوم لیتا اور کبھی ہاتھ، حاضرین نے پوچھا نجومی بابا تم کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگا کہ میں علمِ نجوم کا ماہر ہوں ایسی لکیریں میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھی ہیں یہ بچہ اپنی مثال نہیں رکھتا میرے علم کے مطابق یہ دین و دنیا کا لامثال بادشاہ ہوگا... میں نے اپنے گرو سے ان لکیروں کے متعلق سُن تو رکھا تھا لیکن پہلی دفعہ زیارت کا موقع ملا ہے تم یقیناً میری پیشین گوئی حرف بحرف درست پاؤ گے۔

تمہارا لنگر کبھی ختم نہ ہوگا:

حضور آفتابِ سیدنؑ نے فرمایا کہ ساہنا میں قیام کے دوران سرکار اور قبلہ مائی صاحبہ کو نہایت مشکل حالات کا سامنا رہا، اکثر اوقات کھانے کے لئے بھی کچھ میسر نہ آتا... کئی کئی روز حالتِ روزہ میں بسر ہوتے لیکن سحری اور افطاری کے لئے بھی سوائے پانی کے کچھ دستیاب نہ ہوتا، فرمایا ایک مرتبہ گاؤں کے کسی رئیس کے ہاں شادی تھی اُس نے علاقہ کے تمام گھروں میں کھانا بھجوا یا مگر مائی صاحبہ کے مقدس گھر کو نظر انداز کر دیا گیا، مائی صاحبہ نے صورتِ حال سے آگاہ ہو کر اپنے نونہال کو فرمایا، سیدنؑ! اللہ نے چاہا تو ایک وقت آئے گا تمہارے لنگر پر مخلوق خدا پلا کرے گی اور تمہارا لنگر کبھی ختم نہ ہوگا، انسان تو انسان کتے بھی شکم سیر ہو کر کھایا کریں گے۔

محمد ﷺ ولیدہ کاملہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ خدا تعالیٰ کی رضا بن گئے،
آج سیدن حضور کے لنگر جگہ جگہ جاری ہیں جس سے روزانہ بے شمار مخلوق خدا شکم
سیر ہوتی ہے۔

مگھو پنڈی شریف حاضری:

قبلہ مائی صاحبہ نے اپنے پسر انور کی تعلیم و تربیت میں ہر لحاظ سے مثالی
کردار ادا کیا، شب و روز قرآن و حدیث پر مشتمل علمی درس کو اپنے پاکیزہ کردار
سے سجا کر پسر انور کے ذہن نشین کیا کرتیں جہاں اللہ کریم کی بارگاہ میں
عجز و انکسار کے ساتھ سجودِ لا تعداد کی درس تدریس کا کام جاری رہتا تو وہاں ہی
رسول برحق محمد ﷺ کی بارگاہ مقدس میں عشقِ اویسیہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کو دل و دماغ
میں اُجاگر کیا جاتا: کبھی صورتِ حبیبِ خدا ﷺ کا اشتیاق درجہ کمال تک پہنچایا جاتا
تو کبھی سیرتِ رسول اللہ ﷺ کو ہر لحاظ سے اپنانے کا شوق اُبھارا جاتا۔ جہاں
صراطِ مستقیم کے دیگر کامیاب راہیوں کا ذکر خیر روزمرہ کا معمول تھا تو وہاں ہی
امینِ صابر جناب سید مردان علی شاہ صاحب صابری کی سوانح عمری کثرت سے
بیان کی جاتی، بتلایا جاتا کہ بیٹا تمہارے شیخِ کامل سید مردان علی شاہ صاحب ہیں،
انہوں نے کٹھن اور دُشوار گزار راستوں سے گزر کر تمہاری امانت تمہارے دادا
جان تک پہنچائی اور اُن کو تمہارے متعلق آخری وقت بھی وصیت فرمائی کہ وہ یہ
امانت تمہارے تک پہنچائیں جس حکم پر عمل کرتے ہوئے تمہارے دادا جان نے
تمہاری ولادت کے بعد بطور گھٹی اپنی زبان چوسا کر وہ امانت منتقل کی تھی چنانچہ
اس عظیم ہستی (سید مردان علی شاہ صاحب) کے تم پر بے شمار احسانات ہیں تم
ہمیشہ ان کے احسانات کو یاد رکھنا اور ہر لحاظ سے اُن کے نام مقدس اور سلسلہء
عالیہ کی تعمیر و ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا، اُن کی پُر خلوص دُعائیں تمہاری

معاون و مددگار رہیں گی۔

سیدن حضورؐ اکثر اوقات مائی صاحبہ سے سید مردانؒ علی شاہ صاحب کا ذکر خیر سماعت فرمایا کرتے، اسی لیے آپ کو اُن کی مرقد شریف کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا، ایک روز مائی صاحبہ سے سید مردانؒ علی شاہ صاحب کی مزار شریف پر حاضری کے لئے تمنائی ہوئے جس پر قبلہ مائی صاحبہ نے نہایت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ابھی تم قرآن شریف پڑھ رہے ہو جب تم قرآن پاک ختم کر لو گے تو پھر حاضری کے لئے ضرور چلیں گے تاکہ تم وہاں جا کر قرآن پاک کی تلاوت کا تحفہ پیش کر سکو کیونکہ ان ہستیوں کو قرآن پاک کی تلاوت کا ایصال ثواب کرنا سب سے بہترین تحفہ ہے چنانچہ تم جلدی سے قرآن کریم ختم کر لو پھر انشاء اللہ تعالیٰ ضرور چلیں گے لہذا جب سرکارؐ نے قرآن پاک ختم کر لیا تو مائی صاحبہ کا کیا ہوا وعدہ یاد دلایا، قبلہ مائی صاحبہ نے تیاری کی، اپنے لامثال فرزند ارجمند کو لے کر مگھو پنڈی شریف روانہ ہو گئیں، جہاں سید مردانؒ علی شاہ صاحب کا مزار اقدس ہے اُس وقت مزار شریف کے قریب پانی کا کنواں اور ایک کچا مکان تھا جبکہ مزار شریف اور چاروں اطراف کی دیواریں بھی کچی بنی ہوئی تھیں مزار اقدس سے چند قدم کے فاصلہ پر کچھ گھنے درخت موجود تھے جو زائرین کے لئے سائبان کا کام دیتے تھے چنانچہ اس ننھے زائر نے اپنی والدہ محترمہ کی ہدایات کے مطابق باادب سلام پیش کیا اور قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گیا، قبلہ مائی صاحبہ بھی کافی دیر تک کلام پاک کی تلاوت میں مصروف رہیں بعد ازاں ایصالِ ثواب کیا اور صاحبِ مزار سے مخاطب ہو کر دست بستہ عرض گزار ہوئیں، عالیجاہ! اس نونہال کی پیدائش سے قبل آپ نے مجھے خوشخبری دی تھی کہ تمہارا یہ بچہ لامثال ولی اللہ ہوگا اور ہم اسی کے لئے دُور دراز کا سفر کر کے صابری

امانت لائے ہیں آپ نے مجھے اسکی بہترین تعلیم و تربیت کا حکم صادر فرمایا تھا، آج میں اس کے شوق کے مطابق یہاں لے کر حاضر ہوئی ہوں اس پر خصوصی توجہ فرمائیں، اسی رقت آمیز فریاد کے ساتھ مائی صاحبہ پر غلبہء نوم ہوا کچھ دیر کے لئے آنکھ لگ گئی، وہی حسین صورت خواب میں جلوہ افروز ہوئی جس نے سیدن حضورؐ کی ولادت سے قبل بشارت دی تھی، فرمایا بے شک بیٹی یہی وہ بے نظیر بچہ ہے جس کے متعلق ہم نے تمہیں خوشخبری دی تھی یہ اپنے زمانہ میں لامثال ولی اللہ ہوگا، اولیائے کاملین اسکی تعظیم و تکریم کریں گے اور کثرت سے صالحین اس کے پیروکار ہوں گے ہمیں اس کی امانت کا امین بنا کر صابر پاکؐ نے یہاں بھیجا تھا جو کہ اس تک پہنچ چکی ہے یہ فرما کر بچے کی پیشانی پر محبت سے بوسہ دیا اسی اثناء مائی صاحبہ کی آنکھ کھل گئی، آپ نے ملاحظہ کیا کہ ننھا زابری بھی دُعا میں مشغول ہے۔

تیرے ڈر کی گدائی سے جسے پھچھیا ملا شاہا

اُسی کا دو جہانوں میں ظرف معمور رہتا ہے

بعدہ مائی صاحبہ اپنے لختِ جگر کو لے کر درختوں کے سائے میں بیٹھ کر وردو و وظائف میں مشغول رہیں اپنی دوزان آپ کے نونہال نے معصومانہ سوال کیا کہ امی جی! آپ تو کہتی تھیں کہ سید مردان علی شاہ صاحبؒ بہت بڑی شان کے مالک ہیں مگر ان کی مرقد شریف کچی کیوں ہے؟ مائی صاحبہ نے فرمایا، بیٹا اعلیٰ مرتبے کے اظہار کے لئے مزار کا پختہ ہونا ضروری نہیں ہے ایسے بہت سے اولیائے کاملین ہیں جن کے مزار مبارک پختہ نہیں ہیں مگر اسمیں شک نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب بندے ہیں نیز فرمایا کہ جب تم عالم شباب میں پہنچو گے تو سید مردان علی شاہ صاحبؒ کا مزار مقدس بھی دلکش اور خوبصورت بن جائے گا چنانچہ اسی طرح ہوا سید مردان علی شاہ صاحبؒ کے روضہ مقدس کی پہلی تعمیر حضور سیدن

سرکار نے 1930ء میں کروائی جس کے ہمراہ مسجد، نشت گاہ، مکانات اور لنگر خانہ کی تعمیر بھی کروائی، دوسری مرتبہ 1946ء میں سیدن حضور نے مذکورہ تعمیر اور دربار عالیہ کی تعمیر و توسیعی کام کروایا بعدہ حضور گلزار سیدن نے حضور آفتاب سیدن کے زیر نگرانی مسجد، زائرین کے لئے مہمان خانہ اور مکانات تعمیر کروائے۔
حسن کلس:

کلس شریف تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا دریائے جہلم کے جنوبی کنارے پر ملک وال کے نزدیک واقع ہے دراصل اس گاؤں کا حقیقی حسن حضور آفتاب سیدن کے والد محترم و پیر و مرشد تاجدار حسن و سخا جناب حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابری اور ان کے آباؤ اجداد سے وابستہ ہے اس گاؤں کی وجہ شہرت فقط سیدن حضور اور ان کے آباؤ اجداد کی شخصیات ہیں جنہوں نے رب تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی خوشنودی کے لئے اپنی زندگیاں صرف کر دیں جن کی برکت سے لاکھوں مایوس اور ناامید لوگ پر امید اور باامراد ہو گئے جن کے گفتار و پیار اور پاکیزہ کردار سے نفس پرستی میں مبتلا افراد حق پرستی کی طرف راغب ہوئے جن کی نگاہ کریمانہ سے خواہشات میں گھر بنانے والے جنت میں مسکن بنانے کے تمنائی ہو گئے جنہوں نے کسی سے محبت کی تو دنیوی تعارف و حسب و نسب اور دولت کی خاطر نہیں بلکہ محض اللہ و رسول اکرم ﷺ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کی، جنہوں نے مشائخ عظام کی تقلید کو ہر کام پر ترجیح دی جنہوں نے تاحیات دلوں کو توڑنے کا نہیں بلکہ جوڑنے کا طریقہ متعارف کروایا ہے، گناہ سے ضرور نفرت فرماتے مگر گناہ گار سے محبت کر کے راہ راست کا راہی بنا دیتے، جہاں شریعت و طریقت کا علمی و عملی درس دیا جاتا تو وہاں پریشان حال لوگوں کے مسائل سن کر دعا اور دوا سے فیض یاب کیا جاتا، جہاں جسمانی غذا کے لئے لنگر خانے خاص

وغام کے لئے کھلے رہتے تو وہاں ہی روحانی غذا کی سیرابی کا اہتمام بھی کیا جاتا، کسی سائل کو اُس کے لائے ہوئے تحائف کی وجہ سے قریب نہ کیا جاتا بلکہ اللہ ورسول اکرم ﷺ کی شادمانی کو مد نظر رکھا جاتا، اسی لیے اُن گنت پیشہ ور ڈاکوؤں، چوروں اور لیٹروں نے انہی سے متاثر ہو کر خدا ورسول ﷺ کی نافرمانی کو ترک کر دیا، نفسِ امارہ کے پرستاروں نے انہی کی بدولت اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب ﷺ کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لیا، انہی کی قربت میں رہ کر پیشہ ور قاتلوں نے نفسِ امارہ کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے اور تکمیل تک پہنچا کر انعام یافتہ میں شامل ہوئے کس قدر وہ لوگ ہیں جو آباؤ اجداد سے غیر مذاہب کے پیروکار تھے ان نفوسِ قدسہ کے طفیل کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔

درحقیقت کسی مکان کا حقیقی حُسن اُس کا مکین ہوتا ہے، شریف النفس مکین مکان کی شرافت کا باعث بنتے ہیں وگرنہ اینٹوں اور پتھروں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، جب تک حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز رہے تو اللہ کریم کے چاہنے والے مکہ میں نبی کریم ﷺ کی قربتوں میں سانس لیتے رہے اور اس مقدس جگہ پر نازل شدہ قرآنی آیات آج بھی ”مکی“ کی مناسبت سے جانی اور پہچانی جاتی ہیں اسی طرح جبرائیل امین علیہ السلام بھی اللہ کا کلام لے کر مکہ مکرمہ میں اترتے رہے، جب رسولِ مکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر یثرب کو مدینہ منورہ بنا دیا تو عشاقِ حق تعالیٰ مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے لگے اور وہاں ہی عشاق کے مسکن بننے لگے، جبرائیل امین علیہ السلام بھی مدینہ منورہ میں نزول فرمانے لگے اور آج تک وہ قرآنی آیات بھی ”مدنی“ کی نسبت سے مشہور ہیں۔

مرکلوخِ کعبہ را چوں قبلہ کرد

خاکِ مرداں باش اے جاں در نبرد

اسی طرح کلس کا حقیقی حُسن و تعارف حضور آفتابِ سیدن (صابری) دربارِ کاشانہ کلس شریف 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا شہر) کے والدِ محترم و پیر و مُرشد تاجور کلس حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابری اور اُن کے آباؤ اجداد کے وجودِ مسعود ہی ہیں جن کی اصل پہچان اور خوبصورتی اُن کی حیاتِ مبارکہ پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے، اُن کا علم، تواضع، صبر و تحمل، عبادات و ریاضت وغیرہ اُن کا حُسن بھی ہے اور ورثہ بھی ہے... جس نے اُسے حاصل کیا یا کم از کم حاصل کرنے کی کوشش میں رہا... وہ ہی ورثہ کا حقدار بھی ہے اور صاحبِ ورثہ کا تعلق دار بھی ہے، فقیر کی توحید و رسالت پر مبنی خوشبو پھیلانا چاہیے جو یہ کام کر رہا ہے وہی فقیر کا غلام کہلانے کا مستحق ہے جیسے بابا فرید شکر گنج کا سلسلہء عالیہ کلیر شریف اور دہلی سے پھیلا اور پھولا ہے، شکر گنج کی خوشبو سے آگاہ لوگوں کو کلیر اور دہلی کی خوشبو سے بابا فرید کے جو دوسرا کا علم ہو جاتا تھا اسی طرح حُسنِ معین الدین اجمیری دہلی سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی مقدس پیشانی میں چمکتا رہا... جسے خواجہ کے دیوانے فوراً پہچان جاتے کہ یہ خواجہ معین الدین کے ورثہ کے اصل وارث ہیں، اسی طرح کلس شریف کی شرافت کا باعث حضور سیدن سرکار، اُن کے اجدادِ کرام اور اُن کے چاروں پسران ہیں جن کا شوق اور پہچان سیرتِ سیدن پر عمل پیرا ہونا سکھاتی ہے، کلس کی یہی پہچان مد نظر رہے تو طالبِ کبھی دھوکہ دہی کا شکار نہ ہوگا، صاحبِ کلس کون تھے؟ اور کس وجہ سے کلس حسین بنا اور اُن کی حیاتِ مبارکہ کی مصروفیات کیا تھیں وغیرہ ان سوالات کے جوابات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ حُسنِ سیدن ہی حُسنِ کلس کا موجب ہے اور حُسنِ سیدن کے تمنائی اور پیروکار حُسنِ کلس کا حصہ ہیں بظاہر وہ چاہے کہیں بھی ہوں مگر اُن کے راستہ کو اپنائے ہوئے ہوں، اُن کے صرف پیروکار اور رشتہ دار ہی نہ کہلاتے ہوں

بلکہ اُن کی تقلید کو اپنے اُوپر لازم کیے ہوئے ہوں۔ بقول اقبالؒ

اللہ کی دین ہے جسے دے

میراث نہیں بلند نامی

حضرت پیر محمد شاہ صاحبؒ کی فریادیں:

حضور آفتاب سیدنؒ نے بیان کیا کہ سرکار سیدنِ ولیؒ جو کہ کلس کا حقیقی حُسن ہیں اُن کی موضع ساہنا میں ہجرت فرمانے کے بعد کلس پر تاریکیوں کے سائے منڈلانے لگے، بظاہر اُبستی تو اپنی جگہ موجود تھی مگر حُسن سے محروم نظر آتی تھی، یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہر درود یوار سیدن حضورؒ کا انتظار کرنے میں مصروف ہے، اس جدائی کے عرصہ کو تقریباً گیارہ سال بیت چکے تھے، چار جانب انتظار کا منظر بقول عارف کھڑی کچھ ایسا تھا۔

دَم دَم جان لبناں پر آوے چھوڑ حویلی تن دی

کھلی اڈیکے مت ہن آوے کدھروں واء جن دی

ایک طرف آپ کے پدیر انور پیر محمد شاہ صاحب اپنے پیر و مرشد و والد صاحب کی مزار اقدس کے پاس پوری پوری رات جو عبادت رہ کر اپنے لختِ جگر کی کلس واپسی کے لئے دُعائیں مانگتے، شب و روز اپنے آباؤ اجداد کی پاکیزہ حیاتِ مبارکہ کا واسطہ دے کر رب تعالیٰ سے فریادیں کرتے کہ اب مجھ سے اپنے فرزند کا فراق برداشت نہیں ہوتا، نگاہِ کرم فرمائیے... میری آنکھوں کو نورِ نظر سے مستفیض فرمائیے، ایک صبح آپ حسبِ معمول اپنی عبادات اور معروضات سے فارغ ہو کر والد صاحب کی مزار اقدس سے باہر تشریف لائے تو اپنے ہمراز خادم شیر محمد ولد راجہ کو فرمایا کہ میرا فرزند ارجمند پیر سیدن شاہ ضرور آجائے گا، میری عاجزی سے مانگی ہوئی دُعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائیں ہیں، آج مجھے میرے

والدِ محترم و پیر و مرشد نے زیارتِ بخشش ہے اور سیدن کے جلد واپس آنے کی خوشخبری دی ہے۔

حضرت پیر شاہ صاحب کی زیارت: حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ اس سے قبل پیر محمد شاہ صاحب نے موضع ساہنا میں اپنے لختِ جگر کے نام کافی پیغام بھیجے تھے کہ تم کس آ جاؤ، ہم سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں مگر ہر پیغام کے جواب میں سیدن حضور کی جانب سے مستقل خاموشی کا اظہار کیا جاتا رہا جس کی وجہ یہ تھی کہ قبلہ مائی صاحبہ کو کس سے رخصتی کا حکم دیتے وقت پیر شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ جب تک میں تمہیں اسکی واپسی کا نہ کہوں... تب تک سیدن ساہنا میں قیام پذیر رہے گا، پیر شاہ صاحب کے اس حکم کے مطابق ہی قبلہ مائی صاحبہ اور سیدن حضور کی جانب سے مکمل خاموشی کا اظہار کیا جاتا رہا اب جبکہ پیر شاہ صاحب نے پیر محمد شاہ صاحب کو باقاعدہ خواب میں زیارتِ بخشش اور سیدن حضور کی کس میں آمد کی خوشخبری سنا دی، اب پیر محمد شاہ صاحب کو مکمل یقین ہو گیا کہ میرا نورِ نظر پیر سیدن شاہ جلد آ جائے گا، دوسری جانب قبلہ مائی صاحبہ کو بھی ایک رات قبل اپنے مہربان سر و پیر و مرشد کی زیارت نصیب ہوئی جس میں سیدن حضور کو کس بھیج دینے کا حکم صادر فرمایا گیا جس کے مطابق قبلہ مائی صاحبہ نے اپنے پیر انور کو بصد مسرت تیار کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تمہیں اپنے دادا جان کی پاکیزہ مسند پر بیٹھ کر سلسلہ عالیہ صابریہ کی خدمات انجام دینی ہیں مجھے اپنے پیر و مرشد کی جانب سے حکم پہنچ گیا ہے لہذا تم اس پر وگرام کی بذریعہ خط اپنے والد محترم کو اطلاع کر دو۔

﴿وَلِلّٰهِ وَلَدٌ﴾

نعتیہ رباعی

تیرے کام کا بہانہ میرے کام آرہا ہے
مجھے دیدہ ہو رہی ہے میرا شام آرہا ہے
آخر شفا کی صورت، صورت سے بن گئی ہے
مجھے اور دیکھنے دو آزام آرہا ہے
﴿وللہ اللہ وللہ﴾

عالمِ شباب

صاحبِ کلس کی کلس میں آمد:

ایک مدت سے زمینِ کلس سیدنِ حضور کی جدائی میں مضطرب تھی چار جانب موسمِ خزاں کا دورِ دورا تھا جناب پیر شاہ صاحب کے گلشن کو سیدنی بہار کا انتظار تھا آج صبح پیر محمد شاہ صاحب کے چہرہ اقدس پر خوشی کی لہر دوڑ رہی تھی اپنے خادمِ خاص کو نورِ نظر کی آمد کا مزہ سنا کر کھڑے ہی تھے کہ سیدنِ حضور کا خط پہنچ گیا جس میں مختصراً تحریر تھا کہ کلس آنے کے لئے تیار ہوں، خط پڑھنے کے بعد پیر محمد شاہ صاحب نے اپنے برادرِ محترم ولی کامل جناب پیر عبداللہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر خوش خبری سنائی جناب پیر عبداللہ شاہ صاحب نہایت خوش ہوئے اور سیدنِ حضور کو لینے کے لئے خود موضع ساہنا روانہ ہو گئے، انتہائی محبت اور شفقت سے ہمراہ لے کر کلس شریف پہنچے، اہلیانِ کلس نے آپ کی آمد پر بھرپور طریقہ سے استقبال کیا، جناب پیر شاہ صاحب کے بوستان میں بہاریں مسکرانے لگیں، کلی کلی خوشی سے محو مٹھی... یوں محسوس ہونے لگا کہ دریائے جہلم کے کنارے آباد اس بستی کو زور و لوٹائی گئی ہو، ایک جشن کا سماں پیدا ہو گیا، اہل علاقہ نے جناب پیر محمد شاہ صاحب کو مبارک باد پیش کی۔ بقول اقبال

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے
خوبی قسمت سے آخر میل گیا وہ گل مجھے

فیضانِ الہیہ کا چشمہ:

سیدن حضور کی کلس میں باقاعدہ سکونت اختیار کرنے سے آپ کے ارد گرد ساکنان کے ہجوم رہنے لگے، دین و دنیا کے پریشان حال لوگ آپ کے حضور ظاہری و باطنی تکلیفات لے کر حاضر ہوتے، آپ نہایت حسنِ اخلاق سے پیش آتے جس سے ہر سائل کو اس کی ضرورت کے مطابق گفتار و پیار سے مطمئن فرما کر دُعا خیر فرماتے جس سے سائل دامنِ مراد بھر کر لے جاتے، آہستہ آہستہ اس فیض بخش چشمے کا چرچا عام ہوتا چلا گیا، لوگ میلوں مسافت طے کر کے اس مقدس بارگاہ میں حاضر ہوتے اور دامنِ مراد خوشیوں سے بھر کر لوٹتے، اگر بکھسی کی آرزو غلط ہوتی تو سرگاری کی توجہ اور اصلاح سے سائل کی آرزو درست ہو جاتی، اسی لیے کثیر رہن، شراب خوار، سود خوار اور اُجرتی قاتل فیضانِ سیدن سے اولیائے کاملین کی طاہر فہرست میں شامل ہوئے، جہاں سرکارِ بے آسرا لوگوں کا سہارا بنے وہاں زندگی اور دنیا سے بیزار لوگوں کو راہِ حق میں جینے کی لگن عطا فرمائی جہاں زخمی اور شکستہ دلوں کی تعمیر کا سلسلہ جاری رہا تو وہاں اُن کی ظاہری سہولت کے مطابق نشست گاہیں تعمیر کروائی گئیں، جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا شوق پیدا کیا گیا تو وہاں اپنے دادا جان کے مزارِ اقدس کے قریب مسجد تعمیر کروائی گئی جہاں روحانی غذا کی سیرابی کا سلسلہ جاری رہتا تو وہاں ہی ظاہری غذا کا اہتمام بھی کیا جاتا، خود تمام رات نشست گاہ کے قریب بنائے گئے حجرہ مقدس میں محو عبادت رہتے، صبح سویرے مخلوقِ خدا کی خدمت کے لیے نشست گاہ میں جلوہ افروز ہوتے، دُور دراز سے سفر کر کے آنے والے زائرین فقیر کا پر نور چہرہ دیکھتے تو ساری تھکن دُور ہو جاتی... جب سرکارِ ملاقات کے دوران مسکرا کر پشت پر تھکی لگاتے تو تمام غم بھول جاتے، ایک خاص لذت سے جسم و جان بھوم اُٹھتے اور

مردہ دلوں میں از سر نو زندگی کی لہر دوڑ جاتی۔

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ

کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کھن کا چارہ

سرکارِ خود اپنے ہاتھوں سے کھیتی باڑی کیا کرتے آپ نے مہمانوں اور زرعی

ضروریات کے پیش نظر پختہ کتواں کھدوایا... روازنہ لنگر کا وسیع انتظام کیا جاتا اس

ضرورت کے مطابق گندم پینے والی مشین لگوائی گئی، ہر کام کو اللہ تعالیٰ و رسول

اکرم ﷺ کی خوشنودی اور مخلوقِ خدا کی ضرورت کے مطابق کیا جاتا۔

سراپاءِ حُسن و گنجینہٴ رحمت:

بلاشبہ سرکارِ سیدن وئی سیرت و صورت میں یوں لامثال نظر آتے کہ ایک نظر

دیکھنے والے بار بار دیکھنے کے تمنائی رہتے، کوئی زلفِ خمدار کا اسیر ہو جاتا تو کوئی

نگاہِ لطف و کرم کے خمار میں جکڑ لیا جاتا... کوئی جمالِ جہاں آرا کے جلووں میں

غوطہ زن رہتا تو کوئی شیریں گنتار کے موتی سمیٹنے میں مگن نظر آتا، کوئی حُسنِ سید

ن کے اثر سے شفا پالیتا تو کوئی سخنِ سیدن سے فلاح کی راہ پالیتا، جب طبیعت

میں استغراقی کیفیت کا رنگ نمایاں ہوتا تو سخن کا کام بھی حُسن کے ذمہ

ہوتا... خاموشی میں پوری محفل پر سرور کی وہ کیفیت طاری رہتی جس سے حاضرین

کی آنکھیں اشک بار اور سانسوں میں ہُو، ہُو کی صدا میں سنائی دیتیں، ایک

مقناطیسی اثر اپنے حلقہ میں شامل ہر فرد کو نفسانی خیالات سے نکال کر سرورِ حق میں

بے خود رکھتا... رُوح کی تڑپ اور دلوں کی گرماہٹ سے ہر بشر مخمور نظر آتا، دست

بوسی کرنے والے زائرین کافی دیر تلک وادی حیرت میں کھو جاتے، دُنوی

آرزوئیں مولا کی جستجو سے بدل دی جاتیں، خیالات کے بے لگام گھوڑے کو

خیالِ حُسنِ مولا کی لگامِ مل جاتی۔

جب کبھی گفتگو کا سلسلہ شروع ہو جاتا تو لذتِ سخن کانوں کے راستہ جسموں میں مٹھاس بھر دیتی، مردِ کامل کیلئے درخت کے نیچے پلنگ پر جلوہ افروز گنجِ شکر کے خزانے تقسیم کرتا رہتا، صبح سے شام اور شام سے پھر صبح تک فیضانِ سخن و حسن کا سلسلہ جاری رہتا، جب آپ علمِ لدنی پر مبنی گفتگو فرماتے تو دلائل و براہین اور رموز و معارف کا ایک سمندر موجزن ہوتا تھا کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اس بحرِ بیکراں کے سامنے کوئی مخالف دلیل پیش کر سکے... اور اس بحرِ ناپید کنار میں غوطہ زنی کرنے والے سرور کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ جسے لفظوں میں تو بیان نہیں کیا جاسکتا البتہ آج بھی ان چند دیوانوں کی آنکھوں میں اُس لطف و اثر کا عکس نمایاں نظر آتا ہے، اسی لیے تو ہر سائل وہیں رُکے رہنے کے بہانے تلاش کرتا تھا، کہیں مرضِ جنوں میں مبتلا مریضوں کو شفا دی جاتی تو کہیں عقل و علم کے خشک قیدیوں کو عشقِ مولا کا جنوں بچھا جاتا، جہاں سپاہ کی تیغ بازی ناکام رہی وہاں مردِ کامل نے نگاہ کی تیغ بازی سے دلوں کو فتح کیا جو کام دنیوی بادشاہ نہ کر سکے وہ فقیر کی نگاہ نے کر دکھایا۔

شمع کشتہ کو جلا سکتی ہے موجِ نفسِ انگی

الہی کیا مٹھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

سرکارِ سیدن ولیؑ کے فیضِ اثر نے بے شمار لوگوں کی تقدیریں بدل دیں تاحیات کفر و غلاظت کو دور کر کے دلوں میں شمعِ توحید و رسالت کا نور بکھیرتے رہے، قال و حال سے ذہنوں کو طیبہ کی پاکیزہ خوشبو سے معطر کرتے رہے، سنگِ مرمر سے نہیں بلکہ سنگِ دلوں کو موم کر کے راہِ حق کی تعمیر و ترقی کا طریقہ سمجھاتے رہے۔ فضلِ ڈاکو حاضرِ خدمت ہوا تو نگاہِ لطف و کرم سے سائیں فضلِ صابری بنا دیا، رحمتِ مستری قدم بوس ہوا تو تیغِ نگاہ سے سائیں رحمتِ دین فقیر بنا دیا، اکبر

کہوٹ کا غرور خاک میں ملا کر سائیں غلام اکبر ڈرویش کر دیا، راجے شاہ اور
بشیر شاہ کی نفس پرستی کو حق پرستی میں بدل کر تعظیم و تکریم کے قابل بنا دیا، حویلی رام
لال کی بچوں کے سامنے جھکنے والی جبین کو حق تعالیٰ کے حضور جھکا کر سائیں محمد
لال بنا دیا، حافظ محمد عالم کا صرف جسمانی باؤ لاپن ہی درست نہ فرمایا بلکہ عقیدہ
بھی درست فرما دیا۔

زندگی بھی خوبصورت تیرے ہی دم سے ہے

رنگِ حیات سارا تیرے دم قدم سے ہے

بے شک جناب حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابریؒ کی ذاتِ بابرکت
اوصافِ حمیدہ کا وہ مجموعہ ہے، جس نے بھی نظارہ کیا وہ اظہارِ عقیدت پر مجبور ہو گیا
بلاشبہ آپ کی بلند شان کے واقعات پاک و ہند میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں،
آپ کی زیارت و قربت سے مستفید ہونے والے ہر شخص کے پاس ایک طویل
کتاب کا ذخیرہ ہے جس کو راقم الحروف تاحیات بھی تحریر کرتا رہے تو مکمل نہ ہوگا۔

اللہ نے اُن کو ایسے بخشے ہیں نوری مخزن

دُنیا جہاں کے سائل حاجات پا گئے ہیں

عالمِ شباب کی دلچسپی:

آپ نہایت طاقتور اور خوبصورت جسم کے مالک تھے، زمانہ طفولیت سے ہی
شاہ سواری کو نہایت پسند فرمایا کرتے، اسی لیے آپ نے عالمِ شباب میں اچھی
نسل کے کئی گھوڑے اور اُن کے ضروری سامان خرید فرمائے اس شوق کا
اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی غریب اور نادار اپنی غربت کے لئے
عرض گزار ہوتا تو آپ اُسے فرماتے کہ کوئی بیمار اور لاغر گھوڑا خرید کر اُس کی
خدمت کرو جب وہ تندرست و توانا ہو جائے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے گھر سے

غربت ختم ہو جائے گی، جب سائل اس نسخہ پر عمل کرتا تو مطلوبہ مقصد میں مکمل طور پر کامیابی پاتا۔

ایک مرتبہ حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ ہم نے عرض کی کہ حضور بعض اوقات آپ کو ہنگامی سفر کرتے پڑتے ہیں جس کے لئے موٹر کار یا جیپ کا ہونا ضروری ہے فرمایا کہ ہمیں گھوڑوں کا شوق ہے ہمارے زمانے میں سواری کے لئے گھوڑے ہی استعمال ہوں گے، تم لوگوں کو سوار ہونے کے لئے موٹر کاریں پسند ہیں تو تمہارے زمانہ میں ان کی کمی نہ ہوگی، بلاشبہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کا اچھا لباس اور سواری کا بہترین گھوڑا دیکھ کر بعض ظاہر بین لوگ یہی سمجھتے کہ کوئی بہت بڑے نواب یا رئیس ہیں مگر جب کوئی اہل نظر دیکھ لیتا تو پکار اٹھتا کہ ظاہری خوش لباسی و شاہ سواری تو اپنی جگہ اگر تم ان کا باطنی حسن دیکھ لو تو حیرت سے کبھی سر نہ اٹھا سکو کیونکہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی کمال درجہ حسین ہے۔

داستانِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی

اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

آہیر فتح شاہ کا دلچسپ واقعہ:

حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ سرگارشاہ سواری اور نیزہ بازی کے نہایت شوقین اور کمال درجہ کی مہارت رکھتے تھے، جب سرکارگی بارات 1932ء میں جناب پیر جلال الدین صاحب ہاشمی قریشی موضع آہیر فتح شاہ نزد ساہیوال کے ہاں گئی، تمام باراتی اپنی اپنی سواری کے بہترین گھوڑوں پر سوار تھے جب بارات وہاں پہنچی تو خوب استقبال کیا گیا، دو دن کا قیام تھا، دوسرے دن اہل علاقہ کے رواج کے مطابق نیزہ بازی کا اہتمام کیا گیا، ساہیوال اور اس کے

مضافات سے ناموز گھوڑ سوار اپنے اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کے ہمراہ میدان کی زینت بنے، ساہیوال اور کلس سے آنے والے شاہ سواروں کے مابین نیزہ بازی شروع ہو گئی... میخ (کھونٹا) چرچھی گاڑی گئی تھی، دن کا کافی حصہ گزر گیا مگر کسی شاہ سوار کو میخ اکھاڑنے میں کامیابی نہ ہوئی، بل آخر سرکار کے ماموں جان پیر جلال دین شاہ صاحب ساکن ساہنا نزد ملک وال نے فرمایا کہ سیدن شاہ ذرا سہرا اتار کر میدان میں آ جاؤ، اب ہماری عزت کا مسئلہ بن گیا ہے، اب تک کسی سوار کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی، ہم یہاں سے رسوا ہو کر نہیں جانا چاہتے، کسی نے سرکار کے ماموں صاحب سے عرض کیا کہ آج سرکار ڈولہا بنے ہوئے ہیں اور ادھر سواروں کو مسلسل ناکامی ہو رہی ہے اگر خدا نخواستہ ان سے بھی میخ نہ اکھاڑی گئی تو بہت زیادہ ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا، سرکار کے ماموں صاحب نے فرمایا کہ میری بات غور سے سن لو، سیدن شاہ کی زندگی میں ایسا کوئی دن نہیں لکھا گیا جس میں اسکو ناکامی ہوگی، اس نے آج تک کسی میدان میں شکست کا سامنا کیا ہے اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ کرے گا، یہ حیدر کرار رحمۃ اللہ علیہ کی سپاہ میں اعلیٰ مقام پر فائز ہے اس نے ہر میدان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فتح و نصرت سے ہمکنار ہونا ہے... اس کی والدہ محترمہ گنج شکر کی اولاد سے ہیں اور اس کے پدیر انور حضرت غوث بہاؤ الحق ملتانی کا خون ہیں، یہ صرف کامیاب نہیں ہوگا بلکہ ہم سب کو بھی کامیاب کرے گا۔ لہذا سرکار اپنے ماموں صاحب کی منشاء کے مطابق گھوڑے پر سوار ہو گئے، خوبصورت شہزادے کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہی ہر طرف نئے ولولہ کی لہر دوڑ گئی، سبھی خوب و سوار کی حسین ادائیں دیکھ کر نثار ہو رہے تھے، یکا یک سرکار نے میدان کے کنارے سے نعرہ حیدری بلند کیا اور گھوڑا دوڑا لیا، ایک لمحے کے لئے چار جانب سکوت طاری ہو گیا، دیکھتے ہی دیکھتے سرکار نے نعرہ تکبیر بلند

کز کے میخ اکھاڑ لی، تمام میدان اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھا... فتح کے ڈھول بجنے لگے... چار جانب رقص شروع ہو گیا، سرکار کے ماموں صاحب نے خوشی سے پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ جس طرح آج تم نے ہمیں اور ہمارے اہل علاقہ کو ذلت و رسوائی سے بچایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ان گنت لوگ تمہاری وجہ سے دونوں جہانوں میں کامیاب ہوں گے اور ذلیل و خوار ہونے سے بچے رہیں گے۔

شاہ سوار خوبرو انداز تیرے دلربا

آج تک نہ بھول پایا دیکھنے والا تیرا

ازدواجی حیات و اولاد سعید:

سیدن حضور کا پہلا نکاح پیر فضل الہی شاہ صاحب ساکن گلشن شریف کی صاحبزادی سے ہوا مگر سات سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی بعد ازاں دوسری شادی سیدن حضور کی والدہ محترمہ کے حکم پر جناب پیر جلال دین صاحب موضع آہیر فتح شاہ نزد ساہیوال کے گھر ہوئی جن سے جناب پیر گلزار حسین شاہ صاحب صابری اور جناب پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری اور پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں، دوسرے نکاح کے بعد پہلی زوجہ محترمہ سے بھی دو صاحبزادے جناب پیر میراں شاہ صاحب صابری اور جناب پیر چمن شاہ صاحب صابری پیدا ہوئے، سرکار دونوں ازواج کے درمیان شرعی حکم کے مطابق مساویانہ سلوک فرماتے۔

سرکار کی تمام اولاد میں خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے کبھی سیدن حضور کو بحیثیت والد محترم نہیں بلکہ پیر و مرشد کی حیثیت سے مانا اور یاد رکھا، تمام بچے اپنے پیر انور و شیخ کامل کی پیروی میں اپنی اپنی بساط کے مطابق جو عمل رہے، سرکار کے تمام خانوادہ میں صابر پاک کی محبت کا خاص رنگ پایا جاتا ہے جو کہ سیدن حضور کا حقیقی ورثہ ہے۔

شجرہ پیشوائی:

سیدن حضورؑ کا پیشوائی شجرہ سترہ (17) واسطوں سے سلطان العارفین جناب حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری آستانہ عالیہ پیران کلیر شریف (انڈیا) سے جا ملتا ہے۔

بیعت کے متعلق:

اس متعلق پہلے بھی وضاحت کی جا چکی ہے کہ مخدوم صابر پاکؑ کے فیضان کی باطنی امانت سید مردان علی شاہ صاحب کے تصدق حضرت پیر شاہ صاحبؑ تک پہنچی تھی... جنہوں نے سیدن حضورؑ کی ولادت کے بعد زبان چوسا کر عطا فرمادی تھی، اسی طرح قبلہ مائی صاحبہؑ نے بھی تمام تر عبادات اور روحانی مخزن کا فیضان سیدن حضورؑ کو عطا فرمایا جبکہ سرکارؑ کے چچا محترم جناب پیر عبداللہ شاہ صاحبؑ نے بھی آخری وقت میں سیدن حضورؑ کو انعام و اکرام سے نوازنے کے لئے منتخب فرمایا، اس حقیقت کو بارہا حضور آفتاب سیدنؑ نے بیان فرمایا کہ سرکار سیدنؑ کی بیعت امین صابر سید مردان علی شاہ صاحب سے بلا واسطہ خضر علیہ السلام یہ اویسہ رضی اللہ عنہا روحانی طریق پر ہے لیکن اس کے باوجود سرکار سیدنؑ ولی اپنے والد محترم جناب پیر محمد شاہ صاحبؑ کے دست اقدس پر ظاہری بیعت بھی ہوئے جنہوں نے اپنے تمام تر فیوض و برکات سیدن حضورؑ کے سپرد فرمادیئے، سمجھنے والی بات ہے کہ مادر زاد ولی اللہ کو کس قدر کثیر فیوض و برکات بزرگان پیش رو سے حاصل ہوئے اس کے باوجود ظاہری طور پر دست بیعت ہونے کو ضروری سمجھا اور اپنے والد محترم سے سلسلہ پیشوائی میں ظاہراً بھی منسلک ہوئے، اب جو لوگ چند روز جو عبادت رہ کر اور کتب گردانی کرنے کے بعد بیعت ہونا ضروری ہی نہیں سمجھتے ان کو اس معدن عظمت و شہامت، مخزن و عارف یزدانی، مقبول بارگاہ

صدی، سلطانِ ملکِ فقر و رضا جناب حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابریؒ کلسوی کی حیاتِ طیبہ پر غور کرنا چاہیے کہ کس قدر آپ روحانی فیضان سے مالا مال ہونے کے باوجود بھی ظاہری بیعت سے مستفید ہوئے کیونکہ یہ راستہ راہنما کے بغیر ہولنا کیوں سے بھرا پڑا ہے، بابا فرید شکر گنج کے کسی صاحبزادہ صاحب کے متعلق سنا گیا ہے کہ وہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی مزارِ اقدس پر ہاتھ رکھ کر بیعت ہوئے جب بابا صاحب کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہمارے مخدوم و پیشوا ہیں لیکن اس طرح سے کی گئی بیعت درست نہیں، بیعتِ طریقت کے لئے طالب اور مطلوب کا ظاہری موجود ہونا از حد ضروری ہے اور یہ عہد و پیمان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کیا جاتا ہے کیونکہ راہِ سلوک میں بہت سی خطرناک وادیاں اور آفتیں ہیں جن کی راہنمائی کا ملین کے سپرد کی گئی ہے۔

راہ دے راہ دے ہر کوئی آکھے میں وی آکھاں راہ دے

دن مُرشد دے راہ نہیں لہناں رُل مرسیں وچ راہ دے

قرآن کریم میں کئی مقامات پر بیعت کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ جیسے

ترجمہ! ”وہ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے

بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“

(سورۃ الفتح، آیت 10 پارہ 26)

اس سے معلوم ہوا کہ بیعت کی کس قدر اہمیت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں واضح فرما دیا کہ جو لوگ سرکارِ دو عالم ﷺ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں نیز فرمانِ خدا تعالیٰ ہے۔

ترجمہ! ”اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو“

(سورۃ المائدہ، آیت 35 پارہ 6)

اس آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے جو وسیلہ اختیار کرنے کا حکم آیا ہے، اس سے اکابرینِ اُمت، مفسرین اور متقدمین نے مُرشدِ کامل کا ہونا ضروری قرار دیا ہے، ویسے بھی بیعت کو سنت کا مقام حاصل ہے تاہم اسے فرضیت جیسی اہمیت حاصل ہے بعض اہل قلم نے بیعت کو واجب قرار دیا ہے مگر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب نے اپنی تصنیف ”القول الجمیل“ میں تحریر کیا ہے ”کہ جاننا چاہیے کہ بیعت کرنا سنت ہے واجب نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی بیعت کرتے تھے اور اس سے اللہ کا قرب حاصل کرتے تھے“ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی موجودگی میں کسی راہنما کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ یہ حقیقت واضح ہے کہ قرآن پاک کسی پہاڑ پر نہیں اتارا گیا بلکہ قرآن کریم معلمِ انسانیت یعنی حضور سرکارِ مدینہ ﷺ پر نازل ہوا ہے جس طرح زمانہ نبوی ﷺ میں قرآن پاک کو سمجھانے کے لئے حضور پاک ﷺ کی ضرورت تھی اسی طرح آج بھی حضور ﷺ سے صحیح سمجھ حاصل کرنے والے بہترین پیشوا یعنی اولیائے کاملین کی اشد ضرورت ہے۔

عشق لا محدود جب تک راہنما ہوتا نہیں

زندگی سے زندگی کا حق ادا ہوتا نہیں

جیسے پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ حضور سیدن سرکار اپنے والدِ محترم سے ظاہری طور پر بیعت ہوئے لیکن آپ کو سید مردانِ علی شاہ صاحب سے اویسی رضی اللہ عنہ طریقہ پر بھی بیعت حاصل ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ جو کہ تمام مکتبہ فکر کے نزدیک غیر اختلافی شخصیت مانے جاتے ہیں اپنی تصنیف (الفوز الکبیر) میں رقمطراز ہیں کہ ”حضرت رسول اللہ ﷺ کی رُوح مقدسہ سے فیض حاصل کرنے کو اویسی طریقہ کہتے ہیں میں نے قرآن مجید آنحضرت ﷺ کی رُوح پر فتوح سے پڑھا

ہے اور میں آپ کا اویسی ہوں“ حضرت امام غزالی لکھتے ہیں ”نفوسِ قدسیہ (نیک لوگ) کو حالتِ بیداری میں ملائکہ اور ارواحِ انبیاء کرام علیہم السلام کا دیکھنا نصیب ہوتا ہے اور ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں یعنی اہل تصوف نے بیان فرمایا ہے کہ جب اصفیاء اپنے خاص مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں تو اولیائے کاملین اور خود نبی کریم ﷺ ان کی ہر لحاظ سے راہنمائی فرماتے ہیں اور نفوسِ قدسیہ ان حضرات کی ارواحِ مقدسہ سے اقتسابِ فیض کرتے ہیں، بلاشبہ سیدن حضورؐ کی سیرتِ مقدسہ میں بھی اسی فیضانِ کارنگِ غالب نظر آتا ہے۔

چند مصارفِ اوقات:

حضور آفتابِ سیدنؐ نے فرمایا یوں تو سیدن حضورؐ کی حیاتِ طیبہ کے تمام شب و روز اللہ تعالیٰ و رسولِ اکرم ﷺ و مشائخِ عظام کی اطاعت میں صرف ہوئے، کبھی حجرہ مقدسہ میں جو عبادتِ دکھائی دیتے تو کبھی مسجد میں سجدہ ریز نظر آتے... کبھی مخلوقِ خدا کی معروضات سن کر ان کی حاجتِ روائی میں مصروف ہوتے تو کبھی مسندِ ارشاد پر متمکن ہو کر شوقِ الہیہ کا جذبہ اُبھارنے میں مگن نظر آتے، تو کہیں علم و عمل سے نفسِ امارہ کے خلاف جہادِ اکبر کا درس دے رہے ہوتے، تاہم روزِ مرہ کے چند معمولات یہ تھے۔

نمازِ تہجد سے قبل حجرہ اقدس میں تشریف لے جاتے اور وقتِ تہجد تک تسبیحات میں مصروف رہتے، تہجد اور نمازِ فجر حجرہ میں ادا فرماتے... بعدہ قرآنِ پاک اور مخصوص وظائفِ تلاوت کرنے میں مصروف رہتے، کافی دن چڑھے محفل میں جلوہ افروز ہوتے... جہاں پہلے سے موجود سالکان کی گزارشات سنتے، مریضان کے لئے دُعا کے علاوہ مناسب دوا بھی تجویز فرماتے، غلط خواہشات و توہم پرستی والوں کی دُرست راہنمائی فرمایا کرتے، شریعت و طریقت و حقیقت

کے طالبان کے سوالات کے جوابات عنایت کیے جاتے، اس دوران بھی ذکرِ پاسِ انفاس کا سلسلہ جاری و ساری رہتا، دوپہر کے وقت خدام کو مہمانوں کے لنگر کھلانے کا حکم صادر فرما کر گھر تشریف لے جاتے، غسل فرما کر کھانا تناول فرماتے اور کچھ وقت کے لئے قیلولہ کرتے اگر اس دوران کوئی مصیبت زدہ فریاد گزار ہوتا تو پہلے اُسے ترجیح دی جاتی، اذانِ ظہر کے وقت حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے اور نماز ادا فرماتے، نمازِ عصر سے قبل تلاوت کرتے ہوئے موضع بولا تشریف لے جاتے جو کہ دربارِ عالیہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے وہاں مسجد میں نمازِ عصر ادا فرماتے اور وہاں موجود مریضان کی معروضات سنتے، یاد رہے کہ مذکورہ مسجد موضع بولا میں سرکار کے عقیدت مندوں نے تعمیر کروائی تھی، روزانہ مسجد تک کا سفر پیدل کیا جاتا، اس سفر کے دوران روزمرہ کا وظیفہ تلاوت کیا جاتا اسی وجہ سے آتے اور جاتے وقت کسی سے ہمکلام نہ ہوتے، مغرب اور عشاء کی نماز دربارِ عالیہ پر ادا فرماتے، عشاء کی نماز کے بعد محفل میں جلوہ افروز ہوتے، ضرورت مندوں کی گزارشات سے فارغ ہو کر تمام حاضرین کو مناسب پند و نصیحت کی جاتی، کبھی کبھار نعت خوانی اور قوالی کا اہتمام ہوتا... اکثر اوقات قوالی حضور گلزار شاہ جی اور آپ کے تربیت یافتہ پیر بھائی پیش کیا کرتے تھے۔

سراپاء اوصاف حمیدہ:

سیدن حضور کی شخصیت ایسے اوصافِ حمیدہ سے مُتصف تھی جو احاطہ بیان سے باہر ہیں ہر لحاظ سے نہایت خوبرو، دلکش اور طاہر کردار کے مالک تھے، خوش خصال، خوش جمال اور اولوالالبصار تھے، اہلِ ظاہر نے ظاہری جمال و کمال کو احسن کہا اور اہلِ باطن نے باطنی نکھار کو فوقیت دی، شاہ سواروں نے بہترین شاہ سوار مانا... فنِ طب کے ماہرین نے لامثال طبیب تسلیم کیا، لحنِ داؤدی کے ساتھ

جب تلاوتِ قرآن پاک فرماتے تو سُننے والوں کے دلوں پر رِقت طاری ہو جاتی، دستِ لم یزل نے آپ کو ایسا سنگھار کر بھیجا تھا کہ کسی بناوٹی رنگ و روپ کے بغیر ہی دل پذیر سراپاءِ دلوں کو موبہ لیتا تھا، میدانِ بھلائی میں اولوالعزم تھے... مزاج مبارک میں بناوٹ یا تکلف نام کی کوئی چیز نہ تھی، انتہائی سادہ اور پاکیزہ لباس زیب تن فرماتے، روزمرہ کی مستعملہ اشیاء میں صفائی اور سادگی کا خاص خیال رکھا جاتا... غذا نہایت سادہ اور مختصر استعمال کی جاتی، اکثر اوقات روزہ کی حالت میں رہتے، سحری اور افطاری کا اہتمام رزقِ حلال سے کیا جاتا، تابناک چہرہ اقدس کے چمکتے ہوئے سفید رخسار پر دائیں جانب سیاہ تیل خوبصورتی میں چار چاند لگائے ہوئے تھا، دلِ با ساخت، سرگیں آنکھیں جن میں مازاغ البصر کے فیضان کی چمک ہوتی، دراز پلکیں، سر انور پر اکثر شملہ دار کلاہ پر ہلکی مایہ لگی دستار پہنتے، پیشانی اقدس دراز اور پُرضیاء، چمک دار سفید دندان مبارک، خوشنما اور متناسب قد و قامت، اکثر اوقات سفید لباس زیب تن فرماتے، جس میں سفید چادر اور گرتے کا استعمال کیا جاتا، موسمِ سرما کے دوران گرتے کے اوپر واسکٹ اور اچکن کے علاوہ پُنجہ کا استعمال بھی کیا جاتا، گرگابی، کھسہ کے علاوہ ملتانی نمونہ کی نصف طلا دار پاپوش مبارک استعمال فرماتے جب کبھی مذکورہ لباس سے مزین ہو کر اپنے مشہور ساوے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تو دیکھنے والے تمام مصروفیات چھوڑ کر دیکھتے ہی رہتے، جس جگہ پر تشریف فرما ہوتے وہ جگہ بھی خوبصورت معلوم ہونے لگتی.... حضور آفتابِ سیدن فرمایا کرتے کہ جب سرکارِ حجامت بنوانے کی غرض سے سیاہ رنگ کا گاؤن پہن کر تشریف لاتے تو چہرہ اقدس سے نکلنے والے انوار نظروں کو جھکا دیتے، یوں محسوس ہوتا جیسے سیاہ کالی گھٹاؤں میں چودہویں کا چاند جگمگا رہا ہے، دیکھنے والے پکاراٹھتے کہ ہر لباس آپ کے جسم اقدس پر خوبصورت

لگنے لگتا ہے، سیاہ دراز زلفیں پس پشت نظارہ کرنے والوں کو اسیر بنا لیتیں۔ حاجی نور حسین آف چک بلی خان بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے پہلی مرتبہ سرکار کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھا تو راستہ میں ایک دیہاتی سے پوچھا کہ پیر سیدن شاہ صاحب کا آستانہ کہاں ہے؟ اُس نے مجھے ایڈریس سمجھایا... میں نے دوبارہ سوال کیا کہ میں نے سُن رکھا ہے کہ ہر وقت اُن کے ارد گرد عشاق کا ہجوم رہتا ہے میں نے اس سے قبل اُن کی زیارت نہیں کی لہذا کس طرح پہچان کر سکوں گا کہ فلاں پیر سیدن شاہ صاحب ہیں؟ دیہاتی نے مسکرا کر جواب دیا کہ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے وہاں موجود لوگوں میں جو سب سے زیادہ خوبصورت ہوں گے وہی پیر سیدن شاہ صاحب ہیں۔

بقول شاعر سیدن، سفر کی صاحب

پہلی وار سرگرنوں جہاں تکیا پچھدے رہے جوان شکیل کون این
 سوہنی پیشانی، سوہنی تابانی، سوہنی خاندانی سوہنی ڈیل کون این
 کتھوں آیا پروہنا کنہاں دا اے کیڈا سوہنا ایہہ مردِ جلیل کون این
 سفر کی گھوڑے دے سُم زمین چمدی شاہ سوار حسین و جمیل کون این
 آپ کی گفتگو نہایت سادہ مگر چاشنی سے لبریز ہوتی، ہر کسی کے ساتھ سُن
 نلاق کا معاملہ فرماتے، ملاقات کرنے والوں کو یوں محسوس ہوتا کہ صرف مجھے ہی
 عوصی توجہ اور عنایات سے نوازا گیا ہے، خاموشی میں ایک رُعب اور دبدبہ کا
 نم نمایاں ہوتا، جس محفل میں تشریف فرما ہوتے تو جملہ حاضرین کی توجہ کا مرکز
 بنے رہتے، نہ ٹرش رُونہ لغو گفتگو کرتے، مولانا جلال الدین رومی صاحب کی
 نوی، عارف کھڑکی کی سیف الملوک اور بابا بلھے شاہ صاحب و علی حیدر کا
 رفاہ کلام بڑی دلچسپی سے سُننا اور پڑھا کرتے، جب کبھی خود ترنم کے ساتھ

مذکورہ کلام پڑھتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے لحن مبارک سے پھول جھڑ رہے ہیں ایک خوب رو اور پُر وجاہت شخصیت کے مالک کا شیریں آواز میں پُرسوز ابیات کا الاپنا حاضرین کے قلوب پر رقت طاری کر دیتا، اشکوں کی بارش تھمنے کا نام نہ لیتی... یہاں تک کہ ہچکیاں بندھ جاتیں، فضا میں چار جاٹب آہ و بکا کا واویلا سنائی دیتا، بعض اوقات پنجابی زبان سے ناواقف لوگ بھی سرکار کی محفل میں حاضر ہوتے جب محفلِ سماع منعقد ہوتی اگرچہ وہ کلام کے مفہوم سے ناواقف ہوتے مگر سرکار کی کیفیت کے روحانی اثر سے بے خود ہو کر گریہ زاری کرتے رہتے۔

بڑی پُر کیف وادی اے تیری حدِ نگاہ تا نہیں
جھتے لے کے جنوں جاندا ایسے وکھری بزم رکھدے

حق بندگی:

حضور آفتابِ سیدن بیان فرمایا کرتے تھے کہ ہم سرکار کو ہمیشہ مصروفِ عبادت پاتے، کبھی حقوق اللہ کی ادائیگی میں محو ہوتے تو کبھی حقوق العباد کی تکمیل میں مصروفِ عمل نظر آتے جہاں صوم و صلوٰۃ کے ظاہری اجکاماتِ شرعیہ پر عمل کیا جاتا تو وہاں اس کے باطن کو خدیثِ جبرائیل علیہ السلام کے مطابق مرتبہ احسان پر فائز کیا جاتا کیونکہ اہل تصوف کے نزدیک ظاہری اور باطنی طہارت کے علاوہ مخلوقِ خدا کی خدمات کا فریضہ بھی مد نظر ہوتا ہے جہاں وہ احکامِ شرعیہ کے ظاہری اور باطنی تقاضوں کو پورا فرماتے ہیں تو وہاں وہ حقوق العباد کا ہر لحاظ سے خیال رکھتے ہیں۔ بقول مولانا روم

دل بدست آور کہ حج اکبر است

از ہزار کعبہ نیک دل بہتر است

ظاہری اور باطنی اسرار و رموز کے متعلق حضور داتا گنج بخشؒ اپنی شہرہ آفاق

کتاب ”کشف المحجوب“ میں رقمطراز ہیں ”طہارت کی دو اقسام ہیں، طہارت ظاہری اور طہارت باطنی یعنی ظاہری طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی باطنی طہارت یعنی طہارت دل کے بغیر معرفت بھی صحیح نہیں ہوتی چنانچہ طبقہ صوفیاء ہمیشہ ظاہری و باطنی طہارت کے ساتھ رہتے تھے یعنی ظاہری طور پر با وضو رہتے اور باطنی طور پر محو خدا رہتے، جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہمیشہ وضو کے ساتھ رہو تو تمہارے دو محافظ فرشتے تم سے محبت کریں گے نیز حق تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توبہ کرنے والوں سے اور محبت کرتا ہے طہارت میں رہنے والوں سے“ پس جو شخص با وضو رہتا ہے اس سے فرشتے محبت کرتے ہیں اور جو باطنی طہارت سے رہتے ہیں ان سے حق تعالیٰ محبت فرماتے ہیں۔“

اسی موضوع پر مزید گفتگو فرماتے ہوئے داتا صاحبؒ مذکورہ کتاب کے صفحہ 431 پر تحریر فرماتے ہیں ”انسان کو چاہیے کہ ہر ظاہری طہارت کے عمل میں باطنی طہارت پیش نظر رکھے مثلاً جب ہاتھ دھوئے تو دنیا کی دوستی سے ہاتھ دھو ڈالے جب پانی منہ میں ڈالے تو باطنی طہارت یہ ہے کہ منہ کو ذکر غیر سے محفوظ رکھے جب ناک میں پانی ڈالے تو باطنی طور پر تمام شہوات سے پاک ہو جائے جب چہرہ دھوئے تو باطن میں تمام دنیوی محبت کی چیزوں سے منہ موڑ کر محبوب حقیقی کی طرف رخ کرے جب دونوں بازو دھوئے تو باطن میں جملہ خواہشات سے دست بردار ہو جائے جب سر کا مسح کرے تو اپنے تمام امور حق تعالیٰ کے سپرد کر دے جب پاؤں دھوئے تو فرمان الہی پر قیام یعنی قائم رہنے کے بغیر کسی اور چیز پر قیام نہ کرے“ یہ حقیقت ہے کہ حضور سیدنا سرکار بچپن سے لے کر وصال تک ظاہری اور باطنی طہارت و عبادات کے تقاضوں کو نبھانے کے علاوہ مخلوق خدا

کی خدمت میں ہمہ وقت مشغول رہتے، جب آپ آخری علالت کے دوران پی اے ایف ہسپتال سرگودھا میں زیر علاج تھے تو ایک مرتبہ لاہور سے ایک سٹیئر لیڈی ڈاکٹر مریضوں اور ہسپتال کا معائنہ کرنے کے لیے آئی جب اُس کی نظر سرکار کے چہرہ اقدس پر پڑی تو کافی دیر تک دیکھتی رہی اُسی محویت کے دوران اُس کے ہاتھ سے سٹتھیو سکوپ گر گئی، اچانک اُس کی زبان سے نکلا ”سبحان اللہ“ اس بڑھاپے میں باباجی کے حُسن کا یہ عالم ہے معلوم نہیں جوانی میں کیا ہوگا؟

یہاں حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ اُسے کیا معلوم کہ یہ ہستیاں عمر پیری میں اور زیادہ حسین ہو جاتی ہیں دراصل حُسن کا یہ عالم باطنی نورانیت کی برہان ہوتی ہے جو صرف عمر کے آخری حصہ تک بڑھتا ہی نہیں جاتا بلکہ قبر میں جا کر اور زیادہ اہل نظر کی کشش کا باعث بنتا ہے یہ سارا رنگ و نور ظاہری و باطنی حُسن کی علامت ہوتا ہے، پیر راجہ شاہ صاحب ساکن ابدال بیان کرتے تھے کہ میں عرصہ دراز تک سرکار کی خدمت انجام دیتا رہا ہوں میں اکثر اوقات دیکھا کرتا کہ آپ تمام رات اپنے مخصوص حجرہ میں جو عبادت رہتے جب کبھی پلنگ پر دراز ہوتے تو میں خیال کرتا کہ اب شاید سرکار آرام فرما گئے ہیں اُسی وقت مجھے آواز دے کر فرمادیتے، راجہ شاہ! حق تعالیٰ نے انسان کو سونے کے لیے دُنیا میں نہیں بھیجا بلکہ اپنی عبادت کے لیے بھیجا ہے یہ فرما کر دوبارہ عبادت میں محو ہو جاتے، حضور آفتاب سیدن بیان کرتے ہیں کہ عبادت میں محویت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ محفل میں تشریف لائے تو آپ کی تہہ بند (چادر) پر خون کا دھبہ دیکھا گیا... آپ کے خادم خاص سعید صاحب نے سمجھا کہ شاید حجرہ کے دروازہ کی کوئی میخ باہر نکلی ہوئی ہے جس سے سرکار کی پنڈلی زخمی ہوئی ہوگی، جب سعید صاحب حجرہ میں دیکھنے کے لئے گئے تو سرکار کی جاء نماز کے قریب زہریلا سانپ مہنکار

رہا تھا جب اس متعلق سرکار سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا ہمیں تو کچھ خبر نہیں کہ سانپ نے ڈس لیا ہے... مسکرا کر فرمایا ہمیں کچھ نہیں ہوگا وہ اپنی فطرت سے مجبور تھا ہم اپنی تخلیق کے تقاضوں کو پورا کر رہے تھے۔

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

میری والدہ (زوجہ آفتاب سیدن) اکثر بیان کرتی ہیں کہ میری شادی ہونے کے چند سال بعد میں ایک روز دربار عالیہ پر حاضر تھی اور سرکار گھر میں اپنے پلنگ پر جلوہ افروز تھے، مائی صاحبہ اور تمام بچیاں بچے اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے سرکار اُس وقت اپنے صاحبزادگان سے گفتگو فرما رہے تھے، اس دوران متواتر میرے کانوں میں ”اللہ ہو“ کی پُراثر اور دھیمی آواز گونجتی رہی، میں نے غور کیا تو وہ آواز سرکار کے سینہ اقدس سے سنائی دے رہی تھی یوں محسوس ہو رہا تھا کہ قلب اطہر کی ہر دھڑکن حق تعالیٰ کے نام مقدس کو الاپ رہی ہے یہ مشاہدہ کرنے کے بعد میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے بعد ازاں میں نے اس مشاہدہ کا ذکر قبلہ مائی صاحبہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں تو اس راز کا بہت پہلے سے علم ہے اور ہم نے اس متعلق سرکار سے پوچھا تھا تو آپ نے بتانے سے گریز فرمایا، لہذا تم بھی کسی سے بات نہ کرنا کیونکہ سرکار پسند نہیں فرمائیں گئے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

دلچسپ واقعہ:

حضور آفتاب سیدن نے ایک خطاب کے دوران فرمایا کہ میں تمہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا... سچا واقعہ سناتا ہوں، یہ واقعہ سننے کے بعد تم لوگ یہ نہ سمجھنا

کہ میں اپنے والدِ محترم کی خود ساختہ تعریف کر رہا ہوں بلکہ خدا کی قسم یہ میں نے ایک ولی کامل کی اپنی آنکھوں سے زالی شان دیکھی ہے اس میں تو شک نہیں کہ سیدن حضور ہمارے والدِ محترم ہیں لیکن ہم نے انہیں تاحیات ایک ولی کامل سمجھا اور مانا ہے، اصل تعارف یہ ہے کہ وہ ہمارے پیر و مرشد ہیں فرمایا ایک مرتبہ ہم پاکپتن شریف سرکار کے ہمراہ حاضر تھے، موسم بہر ما اپنے عروج پر تھا کئی شب و روز قیام رہا... ایک رات سرکار کی طبع کچھ ناساز تھی آپ نے عشاء کی نماز ادا فرمانے کے بعد تمام پیر بھائیوں کو دربارِ فرید پر حاضری کی اجازت مرحمت فرماتے ہوئے فرمایا کہ آج ہمارا انتظار نہ کرنا شاید ہم آرام کر جائیں گے، پاکپتن شریف کے جس محلہ میں ہم نے کرایہ پر مکان لے رکھا تھا وہ بابا صاحب کے دربارِ عالیہ سے تقریباً سو میل کے فاصلہ پر تھا سرکار کے حکم پر تمام پیر بھائی حاضری کے لیے روانہ ہو گئے اس دوران بابا سلطان قصاب سرکار کی خدمت میں حاضر رہا، میں جب بابا صاحب کے دربار پر حاضری دینے کے بعد صابر پاک کے حجرِ مقدسہ کے ملحق کمرہ میں پہنچا (موجودہ حجرِ صابر پاک کافی بعد میں تعمیر ہوا ہے) جس کمرہ میں حجرِ مقدسہ کا کھڑکی نما دروازہ نصب تھا جس میں لگے ہوئے شیشوں سے صابر پاک کی نشست گاہ واضح نظر آتی تھی حجرِ مقدسہ کا وہ دروازہ معمور (بند) ہو چکا تھا جب میں حجرِ پاک کی زیارت میں مصروف تھا تو مجھے ایک خیال کی شدت نے دُعا پر اُکسایا کہ یارب العالمین! مدت ہوئی اس حجرِ پاک کی زیارت کرتے ہوئے آج اپنی رحمت سے صاحبِ حجرِ پاک کی زیارت نصیب فرما... بار بار یہ دُعا کرتا رہا... یہ ایک خیال جنوں کی حد تک مجھ پر غالب ہو گیا، کافی دیر تک دُعا میں مانگتا اور آنسو بہاتا رہا اور بار بار حجرِ پاک کی نشست گاہ کو دیکھتا رہا، تقریباً نصف رات گزر چکی تھی اچانک میں چونک گیا کیونکہ اس نشست

گاہ پر سیدن حضور قبلہ رُو حالتِ قیام میں نظر آئے جیسے نماز پڑھ رہے ہوں، میں نے سمجھا کہ شاید حضور مکان سے دربارِ عالیہ پر تشریف لے آئے ہیں، میرا اس طرف خیال ہی نہ گیا کہ حجرِ صابر پاک مُقفل ہو چکا ہے لیکن میں پہلے خیال کے آتے ہی مکان کی طرف دوڑ گیا تا کہ سرکار کے متعلق معلوم کر سکوں، جب مکان پر پہنچا تو سلطان قصاب سے سرکار کے متعلق دریافت کیا، اُس نے بتایا کہ سرکار کمرہ میں آرام فرما رہے ہیں لیکن میں نے خود کمرہ کا دروازہ کھول کر دیکھا تو واقعی سرکار آرام فرما رہے تھے دوبارہ میں حجرِ پاک کی طرف بھاگ گیا وہاں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سرکار حالتِ قیام میں ہیں، بعد ازاں حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ میں نے چار سے پانچ چکر حجرِ پاک اور مکان کے درمیان لگائے، مکان پر سرکار کو آرام کرتے ہوئے دیکھتا جبکہ حجرِ پاک میں قیام کرتے ہوئے، پھر مجھے یقین ہو گیا کہ قیام اور آرام کرنے والی ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں۔

ادھر مخلوق میں شامل ادھر اللہ سے شاغل

کمال اس برزخ کبریٰ میں حرفِ مشد کا

اللہ کے بندوں پہ شفیق:

حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر نامی شخص کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو گیا، گاؤں والوں نے متعدی مرض سے بچنے کے لیے حفظِ ماتقدم کے طور پر امیر کو گاؤں سے نکال دیا، امیر نے سرکار کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مرض اور علاقہ والوں کے ناروا سلوک کا احوال گوش گزار کیا، آپ نہایت حسن سلوک سے پیش آئے... دلجوئی فرمائی، کھانا کھلایا اور رہائش عطا فرمائی چنانچہ امیر تمام غم بھول کر دربارِ عالیہ پر رہائش پذیر ہو گیا کچھ عرصہ بعد سرکار کے چند رشتہ دار موضع آہیر فتح شاہ نزد ساہیوال سے دربار پر تشریف لائے، چند دن قیام پذیر

رہے، اس دوران وہ امیر اور اُس کے مرض کے متعلق آگاہ ہو چکے تھے انہوں نے ایک دن سرکار سے عرض کی عالیجاہ! اس شخص (امیر) کو کوڑھ کا مرض لاحق ہے اس سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہو سکتے ہیں آپ مہربانی فرمائیں اسے یہاں سے نکال دیں، سرکار نے اس سوال پر مکمل خاموشی کا اظہار فرمایا کچھ دنوں کے قیام کے بعد مہمان اپنے پروگرام کے مطابق واپس چلے گئے ایک عرصہ کے بعد پھر سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہر لحاظ سے مہمانوں کی خدمت کی گئی... خدمت پر مقرر خادم سے مہمانوں نے کوڑھ والے مریض کے متعلق دریافت کیا کہ کیا اُسے سرکار نے دربار سے نکال دیا تھا کیونکہ وہ نظر نہیں آ رہا؟ خادم خاموشی سے اثبات میں سر ہلا کر چلا گیا بعد میں سرکار کے خادم خاص سعید صاحب نے مہمانوں کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ سرکار نے کوڑھی کو نہیں نکالا بلکہ اُس کے مرض کوڑھ کو نکال دیا تھا ابھی جو آپ کو کھانا کھلا رہا تھا اور جس سے آپ لوگوں نے سوال پوچھا تھا یہ وہی کوڑھی تھا مگر الحمد للہ اب ہر لحاظ سے تندرست ہے۔

ہے ڈھارس پتیمائیں فقیران دی کامل

ہزاراں دی بدلی اے تقدیر سیدن

اسی طرح حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ دربار عالیہ پر خوشاب سے ایک مولانا صاحب سرکار کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے ادھر نماز عصر کا وقت ہو گیا تمام نمازی مسجد میں جمع ہونے شروع ہو گئے سرکار ابھی مسجد میں داخل ہونے والے ہی تھے کہ ایک سائل نے دُور سے آواز دی عالیجاہ! آپ تو نماز پڑھ کر اپنے رب کو راضی کر لیں گے مگر ادھر میرا والد بیماری کی شدت سے بے ہوش ہو چکا ہے اگر آپ میرے ساتھ بروقت نہ پہنچے تو میرا رب مجھ پر راضی

نہ ہوگا؟ آپ اسی وقت سائل کے ساتھ روانہ ہو گئے مریض کو دم فرمایا مناسب دوا تجویز فرمائی... مریض کو ہوش آ گیا بعد ازاں سرکار واپس تشریف لائے اور نمازِ عصر ادا فرمائی جب محفل میں جلوہ افروز ہوئے تو مولوی صاحب نے پوچھا، جناب! ایک طرف اللہ کی عبادت کا وقت تھا جبکہ دوسری جانب ایک سائل کی پکار تھی آپ نے سائل کو اولین ترجیح دی، اس متعلق وضاحت فرمائیں یہ معاملہ کس حد تک درست ہے؟ سرکار نے فرمایا حضرت صاحب! حقوق العباد بھی اللہ کی ہی عبادت ہیں اگر نماز فرض ہے تو رنج و الم میں مبتلا مخلوقِ خدا کی عیانت کرنا بھی فرض ہے دونوں کی ادائیگی لازم ہے، میں نے دیکھا کہ نماز کی ادائیگی کے لئے ابھی وقت پڑا ہوا ہے جبکہ سائل کی فریاد میں وقت کی گنجائش نہیں تھی لہذا میں نے اُس فرض کی ادائیگی کو مقدم سمجھا اور مریض کی طبیعت بہتر ہونے پر نمازِ عصر کو بھی بروقت ادا کر لیا اگر خدا نخواستہ نمازِ عصر قضاء بھی ہو جاتی تو ادا کی جاسکتی تھی مگر مریض کو بروقت علاج میسر نہ آتا تو پھر کبھی اُس فرض کی ادائیگی ممکن نہ ہوتی۔

بقول مولانا رومؒ

کعبہ تعمیر خلیلِ اطہر است
دل گزرگاہِ جلیلِ اکبر است

اکثر اوقات حضور آفتابِ سیدن بیان فرمایا کرتے تھے کہ سرکارِ مخلوقِ خدا کی تکلیفات سن کر خود پریشان ہو جاتے، اُن کے لیے دعائیں فرماتے، حوصلہ دیتے، پریشانی سے نجات دلانے کے لیے تمام ظاہری اسباب بروئے کار لاتے، جب تک سائل کو دولتِ تسکین میسر نہ آتی خود چین سے نہ بیٹھتے تھے۔

رحم و کرم:

جہاں سیدن حضور زندگی کے ہر پہلو میں اطاعتِ رسول اللہ ﷺ کی جامع

تصویر نظر آتے تھے وہاں آپ کے اندر رحم و کرم کا جذبہ قابلِ مثال تھا، آپ کی فیض بخش شخصیت کے فیوض و برکات سے اپنے بیگانے سبھی فیض یاب ہوئے، آپ سبھی سے حُسنِ اخلاق کا معاملہ فرماتے، ہر مجلس میں تمام حاضرین کی توجہ کا مرکز بنے رہتے، مصیبت زدوں کے غمگسار اور مددگار تھے آپ کے پُر نور چہرہ اقدس پر بشارت رہتی۔ صلہ رحمی، چشم پوشی، سخاوت، حلم و حیاء، صبر و امانت، فیاضی اور ہمدردی جیسے اوصاف سے متصف تھے، انسان تو انسان جانور بھی رحم و کرم سے مستفید ہوئے، حضور آفتابِ سیدنؐ بیان فرماتے ہیں آپ خود تو ہر ذی رُوح پر شفقت فرمایا کرتے اگر کوئی اور شخص بھی آپ کے سامنے کسی ذمی رُوح پر ظلم و ستم کرنے کی کوشش کرتا تو فوراً روک دیتے فرماتے کہ بہادر وہ نہیں جو کمزور پر ظلم و ستم کرے بلکہ بہادر وہ ہے جو نفسِ امارہ کے خلاف معرکہ آرائی میں فاتح قرار پائے، ہمیشہ مسکینوں اور بے سہاروں کا خیال رکھتے جب کوئی بیمار ہوتا تو خود عیادت فرماتے۔ اُمراء اور غرباء سبھی آپ کے اعلیٰ اخلاق اور رحم و مروت کے قصیدے پڑھتے ہیں آپ ہر کسی سے خندہ پیشانی اور دلربانہ مسکراہٹ کے ساتھ ملاقات فرماتے، دو ٹوک گفتگو میں سائل کا دل مطمئن فرمادیتے، رنگِ جلال پر ہمیشہ رنگِ جمال غالب رہتا، مشکلات پر خود صبر فرماتے اور دوسروں کو صبر و تحمل کی تلقین فرمایا کرتے، جو دو کرم اور ہمدردی کا وصف ایسا تھا کہ جس کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے، ہمیشہ اپنی عاجزی کا اظہار فرماتے اور دوسروں کی خوبیاں مد نظر رکھتے بظاہر اُجس شخص میں کسی قسم کی بھلائی نظر نہ آتی... آپ کی نظر اُس میں بھی وصف تلاش کر لیتی۔

حضور آفتابِ سیدنؐ نے فرمایا کہ ہم ایک مرتبہ راجہ نرود نامی خادم سے سخت بے زار ہوئے جب ہم نے سرکار سے راجہ نرود کے متعلق عرض کی کہ حضور! اس

شخص نے دربارِ عالیہ کے تمام خدام کو پریشان کر رکھا ہے تمام مہمانوں سے تڑش رُوئی سے پیش آتا ہے، آئے دن لنگر اور لانگریوں کو بے وجہ تنقید کا نشانہ بنائے رکھتا ہے، چار آدمی ہمہ وقت اس کی خدمت پر مقرر ہوتے ہیں پھر بھی یہ مطمئن نہیں ہوتا آپ مہربانی فرمائیں اسکو گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمادیں، یہ سن کر سرکار نے بڑے صبر و تحمل سے مسکرا کر فرمایا، بیٹا! یہ بتاؤ کہ راجہ نرود دیکھنے میں کیسا دکھائی دیتا ہے؟ عرض کی حضور! دیکھنے میں تو خوب رو اور پُر وجاہت شخصیت کا مالک ہے فرمایا، کیا اُس کا یہ وصف معمولی ہے اتنی اچھی جسامت کا مالک شخص دربارِ عالیہ پر حاضر رہتا ہے اس بیچارے کو یہیں رہنے دو... ہمارے سوا اس کا کون ہے؟ ہم نے عرض کیا عالیجاہ! یہ معلوم ہو گیا کہ جس میں کوئی خوبی بھی نہ ہو آپ کی خوب رو اور دلکش نظر اقدس اُس میں بھی خوبیاں تلاش کر لیتی ہے۔

آسی کو آس آقا تیرے آسرے سے ہر دم

جن کا نہیں ہے کوئی سینے سے تو لگائے

آگے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرکار سیدن کے حضور ایک عورت گریہ زاری کرتے ہوئے آئی، سرکار نے رونے کی وجہ دریافت فرمائی اُس نے عرض کی حضور! میں بہت گناہ گار ہوں یہاں تک کہ اب میرا خاوند بھی میری بد کرداری سے آگاہ ہو چکا ہے جس کے باعث اُس نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے سرکار نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جب بندہ اقرارِ جرم کر کے سچے دل سے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزمِ صمیم کر لے تو رب تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں لہذا تم ادھر عورتوں کے پاس بیٹھ جاؤ، میں ابھی تیرے خاوند کو بلا کر سمجھاتا ہوں بعد ازاں سرکار نے ایک خادم کو بلا کر فرمایا کہ اس بی بی کے خاوند کو بلا لاؤ... وہ حسبِ حکم چلا گیا اور کچھ وقت بعد اُس شخص کو ہمراہ لے آیا، جب اُس شخص کی نظر اپنی بیوی پر پڑی تو

مشتعل ہو گیا اور باوازِ بلند سرکار سے کہنے لگا، حضور! میں اب اس عورت کو اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتا یہ بہت بد کردار ہے اس نے میری عزت کو تہس نہس کر دیا ہے آپ مہربانی فرمائیں اس معاملہ میں مجھے آزاد چھوڑ دیں میں اس شیطانِ صفت عورت سے ہرگز صلح نہ کروں گا آپ مجھے مجبور نہ کیجئے گا، یہ سن کر سرکار نے خاموشی سے اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، آپ کے اشارہ میں اس قدر مقناطیسی قوت تھی کہ فوراً بیٹھ گیا، اُس وقت محفل میں تقریباً پچاس سے ساٹھ افراد بیٹھے ہوئے ہوں گے، کافی دیر سکوت طاری رہا، اس دوران سرکار دیگر مریضوں، پریشان حال لوگوں کی معروضات سنتے رہے اور دُعا و دوا سے تشفی فرماتے رہے، بعد سرکار نے تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے وہ شخص ہاتھ کھڑا کرے جسے یہ یقین ہو کہ اُس نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا، یہ اعلان سنتے ہی یوں محسوس ہوا کہ جیسے تمام حاضرین کو سانپ سونگھ گیا ہے، سبھی خاموش و حیران نظر آ رہے تھے کسی نے بھی ہاتھ کھڑا نہ کیا مذکورہ اعلان دو تین مرتبہ کیا گیا مگر کوئی پیش رفت نہ ہوئی ایک طویل وقفہ کے بعد سرکار نے فرمایا، معلوم ہوا کہ گناہ گار تو سبھی ہیں جن کے گناہ لوگوں سے پوشیدہ ہیں وہ نیک اور متقی بنے پھرتے ہیں اور جس مسکین کا کوئی گناہ کسی نے دیکھ لیا وہ بد کردار اور خطا کار مشہور ہو گیا، حالانکہ رب تعالیٰ نے سبھی خطا کاروں کو پال رکھا ہے اور سبھی کی پردہ پوشی فرمائی ہوئی ہے یہی دو ٹوک اور فیصلہ کن بات اُس شخص کے دل میں اتر گئی یکا یک اٹھا اور اپنی بدزبانی اور سابقہ غلطیوں کی معافی کا طلبگار ہوا، سرکار نہایت شفقت سے پیش آئے چنانچہ اسی وقت دونوں میاں بیوی کے مابین صلح ہو گئی۔ بقول سفری صاحب

حضرت سیدن میں اوصاف حمیدہ ہر ادا

آئے ہیں شاہِ جود و سخا کے واسطے

بے زبان ذی رُحوں پر احسانات:

حضور آفتاب سیدن بیان فرماتے ہیں کہ سیدن سرکار انسانوں کے علاوہ جانوروں کو بھی تکلیف میں نہ دیکھ سکتے کسی تانگہ پر سوار ہوتے تو کوچوان کو خصوصی ہدایت فرماتے کہ گھوڑے پر تشدد نہ کیا کرو بلکہ اس بے زبان کا ہر لحاظ سے خیال رکھا کرو اس کا بدلہ تمہیں وہ عطا فرمائے گا جس کے تم تابع ہو اور جس نے اس جانور کو تمہارے قبضہ میں دے رکھا ہے، شاہ جی (حضور آفتاب سیدن) نے فرمایا جب میں سرگودھا کالج میں انٹر مینڈیٹ کا طالب علم تھا تو مجھے کسی دوست نے ایک تیتڑ تحفہ میں دیا، میں اُسے گھر لے آیا اور اس کا پنجرہ برآمدے میں چھت کے ساتھ لٹکا دیا، انہی دنوں سرکار ساہیوال جاتے ہوئے میری خبر گیری کے لیے صابری منزل سرگودھا پر تشریف لائے، جب سرکار نے گھر میں قدم رنجہ فرمایا تو تیتڑ نے اپنی مخصوص آواز بلند کی، آپ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ تم نے اس پرندہ کو کیوں قید کر رکھا ہے؟ آزاد پرندوں کو مقید نہیں بنانا چاہیے چنانچہ اسے ابھی آزاد کر دو تم مخلوق خدا پر رحم کرو گے تو خالق کائنات تم پر نوازشات کی کمی نہ کرے گا، شاہ جی نے فرمایا کہ میں نے اسی وقت تیتڑ کو آزاد کر دیا اور پھر کبھی زندگی میں کسی پرندے کو اسیر نہ کیا۔ اسی گفتگو کے دوران فرمایا کہ ایک مرتبہ خوشاب کے کسی پیر بھائی نے خرگوش سرکار کی خدمت میں پیش کیا جو نہی سرکار نے خرگوش کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو وہ بلبلا اٹھا، اس قدر زور دار آواز نکالی کہ دُور تک اُس کی چیخ سنائی دی، سرکار نے اُس شخص کو فرمایا، کیا تم نے بھی اس غریب کی آہ و بکا کو سمجھا ہے؟ یہ کہہ رہا ہے میں آج پہلے دن گھر اور ماں سے نکھڑا ہوں اس نے مجھے پکڑ لیا ہے میری ماں بے چین ہوگی مجھے میری ماں کے پاس پہنچایا جائے فرمایا اسی وقت روانہ ہو جاؤ اور جہاں سے اسے پکڑا تھا اسی جگہ چھوڑ آؤ۔

آگے شاہ جی نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرکار صبح کے وظائف سے فارغ ہو کر محفل میں تشریف لائے جب اپنے پلنگ پر تشریف فرما ہوئے اسی اثناء ایک چڑیا کا بچہ آپ کے گھٹنا پر بیٹھ کر چہکنے لگا، آپ نے اپنے خادم منشی محمد دین کو فرمایا یہ بتا رہا ہے کہ پہلی دفعہ اپنے گھونسلے سے نکلا ہوں اب مجھے راستہ سمجھ میں نہیں آ رہا مجھے میرے گھونسلے تک پہنچایا جائے چنانچہ اسے پکڑ لو... اسکا گھونسلہ نشست گاہ کی الماری کے نچلے خانے میں ہے، نشست گاہ کے اندر پہنچ کر اسے آزاد کر دینا یہ خود اپنا گھونسلہ ڈھونڈ لے گا جب منشی محمد دین پکڑنے لگا تو سرکار نے فرمایا، آرام سے پکڑ لو... یہ اڑنے کی کوشش نہیں کرے گا حسب حکم پکڑ کر جب نشست گاہ میں چھوڑا گیا تو فوراً اڑ کر الماری کے نچلے حصہ میں داخل ہو گیا اسی لمحہ چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں آنے لگیں۔

اُن کی نظر سے لاکھوں منزل کو پا گئے ہیں
رستے عیاں ہیں وَاللّٰہِ اِنوَارِ اَوْلِیاءِ سے

کتیا پر رحم:

رحم و کرم پر گفتگو کرتے ہوئے حضور آفتاب سیدن نے اپنے پیر و مرشد حضور سیدن سرکار کا ایک واقعہ کچھ اس طرح بیان فرمایا کہ ایک دفعہ سرکار ملک وال صابزی محلہ میں محفل عشاق کی صدارت فرما رہے تھے، ذکرِ پاسِ انفاس کا حلقہ گرم تھا سرکار پلنگ پر تشریف فرما تھے، آپ کا چہرہ اطہر عقیدت مندوں کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا ایک گزرگاہ کی طرف سے ایک کتیا نمودار ہوئی جس کا پاؤں ریلوے انجن کے نیچے آ کر کٹ چکا تھا، زخم سے خون بہہ رہا تھا اُس نے قریب آنے کی کوشش کی مگر دربان نے ڈانٹ دیا، وہ واپس دوڑ گئی سرکار کی اُس طرف پشت مبارک تھی، آپ نے دربان سے دریافت فرمایا، کیا معاملہ ہے کس

کو ڈانٹ رہے ہو؟ وہ خاموش رہا تین چار مرتبہ وہ کتیا پہلے کی طرح آتی رہی... مگر ہر بار دربان ڈانٹ دیتا، بل آخر سرکار نے خود پیچھے مڑ کر دیکھا تو کتیا کی حالت ملاحظہ فرما کر بے چین ہو گئے، دربان کو سختی سے فرمایا، تمہیں اس غریب پر ترس نہیں آتا۔

تمہاری ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود بار بار اسی جگہ کا انتخاب کرتی ہے... اسی جگہ کو دارِ پناہ سمجھتی ہے شاید اُسے معلوم ہے کہ میری تکلیف یہیں سے رفع ہوگی، یہ فرما کر خادمان کو حکم دیا اس کو پیار سے پکڑ لاؤ... اور اس کا یہاں گھر بناؤ، دودھ پلاؤ، خادمان نے فوراً حکم کی تعمیل کی، بعدہ ایک درویش کو فرمایا کہ فلاں ڈاکٹر صاحب مجھے اکثر تنگ دستی کی شکایت کرتے ہیں، آج انھیں میرا پیغام پہنچا آؤ، اگر انھوں نے میرے اس مریض سے نفرت نہ کی اور تسلی سے مرہم پٹی کی تو میرا اُن سے وعدہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کبھی تنگ دستی کا شکار نہ ہوں گے، مختصراً جب درویش نے ڈاکٹر صاحب کو تمام احوال سے آگاہ کیا تو وہ فوراً حاضر خدمت ہو گئے، بلا تاخیر کتیا کا زخم صاف کیا، پٹی باندھی دوائی کھلائی اور ہر دوسرے دن یہ ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے، ادھر کتیا بالکل شفا یاب ہو گئی اور ادھر ڈاکٹر صاحب کے کلینک پر مریضوں کی لمبی قطاریں لگنی شروع ہو گئی۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

یہ واقعہ سنانے کے بعد حضور آفتابِ سیدن کی آنکھیں نم ہو گئیں، فرمانے

لگے حقیقت میں یہی برگزیدہ ہستیاں ہر ذی رُوح کے لیے سراپاءِ رحمت ہوتی ہیں

سبھی ان کے وجودِ اقدس سے فوائد حاصل کرتے ہیں کسی سے ان کی عداوت

نہیں ہوتی، کسی ذی رُوح کو پریشانی میں مبتلا دیکھ کر خود مضطرب ہو جاتے ہیں،

جب تک اُسے آرام نہیں آتا خود بے آرام رہتے ہیں۔

محزون حسانات:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک جذام (کوڑھ) کی مریضہ تن تنہا سرکار کی خدمت میں حاضر ہو کر رونے لگی اور عرض کی حضور! مجھے اس بیماری کے سبب گھر سے نکال دیا گیا ہے، اپنے پرانے سبھی نفرت کرنے لگے ہیں جنہوں نے مجھے جنم دیا تھا وہ بھی مجھ سے کنارہ کش ہو گئے ہیں یہ سن کر سرکار نے دستِ شفقت سر پر پھیر کر فرمایا، بیٹی! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ تمہارا گھر ہے جب تک دل چاہے یہاں قیام کرو، ہر لحاظ سے خیال رکھا جائے گا بعد ازاں سرکار نے سائلہ کے متعلق مائی صاحبہ کو خصوصی ہدایت فرمائی، مائی صاحبہ نے عرض کی حضور! اسے کوڑھ کا مرض ہے جس سے تمام بچے و دیگر خادما میں اور گھر کے افراد متاثر ہو سکتے ہیں؟ فرمایا، اس متعلق آپ فکر نہ کریں یہ مرض آگے نہیں پھیلے گا اور عنقریب یہ مریضہ بھی اللہ کے حکم سے ٹھیک ہو جائے گی چنانچہ اسی طرح ہوا کچھ عرصہ بعد وہ مریضہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گئی اور مرض بھی آگے نہ پھیلا۔

بِسْرٍ كَامِلٍ كُنْتُ كَنْزاً تاجدارِ عاشقان

بے نظیر و بے مثل سرکارِ سیدن لایاں

آگے فرمایا ایک مرتبہ حضور گلزارِ سیدن بصلح کونسل کے ممبر کے لیے الیکشن لڑ رہے تھے، مخالفین کی طرف سے دھمکی آمیز پیغام موصول ہونے لگے کہ اس الیکشن کا فیصلہ ہونے کے بعد بندو قوں سے بھی مقابلہ ہوگا چنانچہ الیکشن کی شام رزلٹ نکلنے پر حضور گلزارِ سیدن فاتح قرار پائے اکثر پیر بھائی اور علاقہ کے بہادر نوجوان حفظِ ماتقدم کے طور پر درباری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

اسی دوران کسی خادم نے حضور گلزارِ سیدن کو بتایا کہ سرکارِ مخالفین کے گھر

اُن کی کسی مریضہ کو دم کرنے کے لیے تشریف لے گئے ہیں جب گلزارِ سیدن نے سرکار کا پتہ کروایا تو معلوم ہوا کہ اب سرکار واپس آچکے ہیں، سرکار کے ہمراہ جانے والے خادم نے بتایا کہ جس دوران آپ لوگ فتح کی خوشیاں منا رہے تھے اسی اثناء اُن کی والدہ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی وہ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اسی وقت اُن کے ہاں تشریف لے گئے... دم اور دعا فرمائی جس سے اُن کی والدہ کی طبیعت سنبھل گئی بعد ازاں سرکار سے عرض کی گئی حضور آپ کو معلوم تھا کہ اُنہوں نے ہمیں دھمکی آمیز پیغام بھیج رکھے تھے اس کے باوجود آپ اُن کے گھر تشریف لے گئے فرمایا کہ مجھے اس سے غرض نہیں کہ کون کیا کہتا ہے مجھے ہر وقت اپنے مالک کی خوشنودی مد نظر ہے جب کوئی سائل میرے پاس امید لے کر حاضر ہوگا میں اُس کی مشکل کشائی کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گا۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے

تیرے ذکر سے تیرے فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

حضور آفتابِ سیدن نے اس واقعہ کے بعد خاوشی کا اظہار فرمایا اسی دوران پیر بشیر شاہ ولد پیر راجہ شاہ صاحب ساکن ابدال نے عرض کی حضور! میں ایک دفعہ بھینس کا دودھ دوہ رہا تھا اسی دوران سیدن حضور تشریف لائے فرمایا، بشیر! انگلیوں کے ناخن سیدھے رکھ کر ہتھیلی کی مدد سے دودھ دوہنا چاہیے جس طرح تم دوہ رہے ہو اس طرح جانور کو تکلیف ہوتی ہے بعد ازاں خود سرکار نے مجھے عملی طور پر سمجھایا کہ اس طرح دودھ دوہنا چاہیے، بعدہ حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ بے شک سیدن حضور مخزنِ حسنات تھے ہر کسی کی تکلیف آپ پر گراں گزرتی تھی ہر کسی پر احسانات کیا کرتے تھے اور کبھی کیے ہوئے احسان کا ذکر کرنا اور سنا پسند نہ فرماتے تھے تمام وابستگان، متفقین کا ہر لحاظ سے خیال رکھا کرتے تھے

فرمایا محمد اسماعیل المعروف جوگی گجرات کا رہائشی تھا عرصہ دراز تک سرکار کی خدمت انجام دیتا رہا تھا، ایک روز کسی بات پر لانگری سے ناراض ہو گیا، رات کو بغیر کھائے پئے کھلے آسمان تلے کھیت میں جا کر لیٹ گیا... مٹی کے نوکیلے ڈھیلوں پر لیٹنے کے باعث پشت پر جگہ جگہ نشان بن گئے، کسی نے اُس کی خبر نہ لی، یہاں تک کہ وہیں سو گیا، نصف شب کے قریب اُسے کسی نے جگایا، یہ دیکھ کر متعجب ہوا کہ خود سیدن سرکار اُس کا کھانا اٹھائے کھڑے ہیں اچانک یہ سب کچھ دیکھ کر چند لمحات کے لیے سکتہ میں چلا گیا بعد ازاں اپنے آپ کو سنبھال کر صرف اتنا کہہ سکا، حضور! آپ نے مجھ جیسے سیاہ کار کے لئے خود کیوں تکلیف فرمائی ہے میں اس قائل نہیں ہوں، سرکار نے نہایت پیار کرتے ہوئے فرمایا، ادھر میرے نزدیک آؤ... اور میری کمر پر ہاتھ پھیر کر دیکھو، جب اُس نے ایسا کیا تو ششدر رہ گیا کیونکہ جس جس جگہ اُس کی اپنی پشت پر مٹی کے ڈھیلوں کے باعث گڑھے بن گئے تھے عین انہی جگہوں پر سرکار کو بھی نشانات بنے ہوئے تھے یہ دیکھ کر آنسو بہانے لگا اور معافی کا خواستگار ہوا، سرکار نے فرمایا، بیٹا! آج تم نے مجھے بڑی تکلیف سے دوچار رکھا ہے اگر تم اپنے آپ کو بے جا اذیت دو گے تو اُس کا خود بخود مجھ پر بھی اثر ہوگا کیونکہ تم اپنا آپ میرے سپرد کر چکے ہو، یاد رکھو آئندہ کسی سے ناراض ہونا اور نہ اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کرنا چنانچہ اب کھانا کھا کر اپنے بستر پر آرام کرو۔

غریبوں فقیروں اسیروں کی خاطر

تمھارا یہ دارالاماں چل رہا ہے

عمران تنہا میں واللہ نہیں ہوں

میرے ساتھ خود مہرباں چل رہا ہے

﴿وَلِلّٰهِ الْاٰلٰهَ الْاٰلٰهَ﴾

﴿ نعتیہ رباعی ﴾

مشکلوں میں حوصلہ ہے دم قدم سے آپ کے
ابھنوں میں زندگی ہے راہنمائی کیجئے
انصاف کا عمران طالب میں نہیں وَاللّٰهُ نَهِيں
پشم پوشی یا محمد ﷺ یہ بھلائی کیجئے
﴿ وَلِىُّ اللّٰهِ وَلِىُّ اللّٰهِ ﴾

رُوح پر و واقعات

انعام یافتہ کی راہنمائی:

ایک نشست میں جناب حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ ایک دفعہ آزاد کشمیر کے چند پیر بھائی سرگار کی زیارت کے لئے کلس آئے، اتفاق سے اُن دنوں سرکار موضع آہیر فتح شاہ نزد ساہیوال اپنے رقبہ پر تشریف فرما تھے، سرکار کے منظور نظر غلام سعید صابری صاحب نے اُن پیڑ بھائیوں کو صورتِ حال سے آگاہ کیا، انہوں نے سعید صاحب سے آہیر فتح شاہ کا ایڈریس پوچھا اور روانہ ہو گئے، جب ساہیوال پہنچے تو رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا وہاں کچھ لوگوں سے موضع آہیر فتح شاہ کے متعلق پوچھا مگر صحیح پتہ معلوم نہ ہو سکا تمام دوست یعنی کشمیری پیر بھائی پریشانی کی حالت میں ایک ہوٹل کے پاس کھڑے تھے کہ اتنے میں ایک انتہائی خوبصورت بابا جی تشریف لائے اور پوچھا دوستو! کیوں پریشان ہو؟ انہوں نے صورتِ حال سے آگاہ کیا، بابا جی مسکرائے اور فرمایا، کیا تم جناب پیر سیدن شاہ صابری صاحب کو ملنے کے لیے آئے ہو؟ سب بولے جی ہاں وہ ہمارے پیرو مرشد ہیں۔

بابا جی نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ چلو ہم بھی اُن کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں لہذا بابا جی آگے آگے چلتے گئے اور وہ ساتھی پیچھے پیچھے...، کافی دیر سفر کرنے کے بعد بابا جی نے فرمایا، دوستو! وہ سامنے دیکھو جس کمرہ میں چراغ جل رہا ہے

سرکار وہیں تشریف فرما ہیں تم ملاقات کرو میں وضو کر لوں، حسبِ حکم کمرے کے قریب پہنچے تو سرکار سیدن ولی کو جلوہ افروز پایا... سرکار نے بڑی محبت سے ملاقات فرمائی، سب کی خیریت دریافت فرمائی اور لانگری کو حکم دیا کہ مہمانوں کے لیے لنگر لے آؤ، جب لنگر لایا گیا تو سرکار نے فرمایا، تمہیں راستہ میں کافی تھکن اور تکلیف کا سامنا ہوا ہوگا چنانچہ پہلے لنگر کھا لو پھر باتیں ہوتی رہیں گی، انہوں نے دست بستہ عرض کیا، حضور! ہمیں ایک ساتھی کا انتظار ہے وہ آجائیں تو سب مل کر لنگر کھائیں گے، سرکار نے تبسم ریزی کے ساتھ فرمایا، دوستو! وہ بابا جی لنگر نہیں کھاتے صرف راستہ دکھاتے ہیں۔

آثارِ راہزور تو جملہ بتا رہے ہیں

منزل کو پانے والے تیرے ہمنا رہے ہیں

ایم ایم خان پر کرم فرمائی:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ ایم ایم خان حضور سیدن ولی کے دست بیعت اور عقیدت مند تھے ہر سال عرس مبارک پر لازمی حاضری دیا کرتے، بہت بڑے نامور ٹھکیدار تھے، ایک دفعہ کسی انگریز آفیسر کے ہمراہ تربیلہ کی پہاڑیوں پر سروے کے لیے گئے ہوئے تھے، واپسی پر جیب کا ریڈی ایٹر لیک ہو گیا جس کے باعث سارا پانی بہہ گیا اور جیب کا انجن گرم ہو کر بند ہو گیا، جیب روک کر ریڈی ایٹر کی مرمت تو کر لی گئی مگر پانی کا بندوبست نہ ہو سکا، انگریز نے پوچھا، خان صاحب! یہاں سے پانی مل جائے گا؟ خان صاحب کہتے تھے کہ مجھے سارے علاقہ کے متعلق علم تھا یہاں پانی کا ملنا پھر رات کے وقت مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا، اسی وقت دل میں خیال آیا کہ آج کیوں نہ اس مشکل وقت میں اپنے پیر و مرشد کو امداد کے لیے پکاروں، خان صاحب کہتے ہیں کہ میں نے

دل ہی دل میں حضور سیدن ولی گو آواز دی، اے میرے آقا و مولا! میں نے سچے دل سے تن من دھن آپ کی نذر کیا ہے اگر آپ نے اپنی غلامی میں قبول فرمایا ہے تو اس مشکل وقت میں امداد فرمائیں، ابھی یہ عرض کر ہی رہا تھا کہ انگریز نے مجھے آواز دی، خان! وہ دیکھو کوئی آدمی ہے؟ لہذا خان صاحب دوڑ کر قریب گئے وہاں ایک بابا جی نظر آئے، خان صاحب نے پوچھا، بابا جی! یہاں سے پانی مل جائے گا؟ بابا جی نے پوچھا کیا کرنا ہے؟ بتایا گاڑی میں ڈالنا ہے یہ سن کر بابا جی گاڑی کی طرف چل پڑے، قریب پہنچ کر پوچھا کس جگہ ڈالنا ہے؟ خان صاحب نے ریڈی ایٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس جگہ، بابا جی نے کندھے سے کپڑا ہٹایا تو نیچے پانی سے بھرا مشکیزہ تھا لہذا جیب میں پانی ڈالا، خان صاحب جیب اسٹارٹ کرنے میں مصروف ہو گئے، جیب اسٹارٹ ہوتے ہی انگریز نے پوچھا، کیا بابا جی کا شکر یہ ادا کیا ہے؟ چنانچہ خان صاحب گاڑی سے اترے اور بابا جی کو تلاش کرنے لگے، کافی دیر تلاش کیا مگر بابا جی کہیں نہ ملے۔

ایک مدت کے بعد جب خان صاحب عرس مبارک کی محفل میں سرگار کی خدمت میں حاضر ہوئے، اُس وقت محفل سماع منعقد تھی اور سرگار پر ایک خاص کیفیت کا غلبہ تھا، آنکھوں سے اشکوں کی بارش برس رہی تھی، اسی دوران خان صاحب نے قدم بوسی کرتے ہوئے عرض کیا، حضور! مجھ ناچیز نے سچے دل سے تن من دھن آپ کی نذر کیا تھا... کیا قبول فرمایا ہے یا نہیں؟ سرگار نے اچانک خان صاحب کو دیکھتے ہوئے فرمایا، خان! اگر قبول نہ کیا ہوتا تو آدھی رات تربیلہ کی پہاڑیوں میں پانی ڈالنے کوئی نہیں آتا، یہ سن کر خان صاحب بے اختیار رقص کرنے لگے اور کافی دیر تک سرکار کے احسان مناتے رہے۔

حکم کی تعمیل:

ایک خطاب میں حضور آفتاب سیدن نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ عرس مبارک کے موقع پر ایک کلیان پور کارہائشی اپنی بھینس سمیت حاضر ہوا، سرکار سے عرض کیا، حضور! میری بھینس ایک ہفتہ قبل شیردار ہوئی ہے مگر دودھ دوہنے نہیں دیتی آپ دم فرمائیں سرکار نے سائل کو سمجھایا کہ بھینس جنگل کا جانور ہے یہاں عرس مبارک کا افتتاح ہو چکا ہے لوگوں کے ہجوم اور شور و غل کی وجہ سے خوفزدہ ہو چکی ہے تم واپس لے جاؤ، ہم دعا کریں۔ گے انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ہو جائے گی اور تمہارا حق تمہیں ضرور دے گی مگر وہ بضد رہا، حضور! میں بڑی امید لے کر حاضر ہوا ہوں، براہ کرم اسی وقت پریشانی سے نجات دلائیے، سرکار نے فرمایا ٹھیک ہے ابھی نیچے بیٹھ جاؤ اور دودھ دوہ لو، وہ بھینس کے نیچے بیٹھ گیا، بھینس پر سکون کھڑی رہی اور دودھ دوہ لیا گیا، فراغت کے بعد عرض گزار ہوا، حضور! میں حیران ہوں کہ بھینس آپ کے حکم کی تعمیل میں بالکل اپنی جگہ کھڑی رہی ہے، جنبش تک نہیں کی، سرکار نے فرمایا عزیزم! اس فقیر کا حکم جانور تو مان جاتے ہیں مگر حضرت انسان نہیں مانتا بلکہ بہانہ تراشی سے کام لیتا ہے، تمہیں کہا تھا کہ آزمائش نہ لو، بھینس گھر لے جاؤ، ٹھیک ہو جائے گی مگر تم نے نہ مانی بل آخر بھینس کو ہی ماننا پڑی، اس سارے واقع کا سائل پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اگلا سوال کر دیا، حضور! دعا فرمائیں کہ آئندہ بھی یہ اسی طرح دودھ دیتی رہے، سرکار نے ذرا جلال سے فرمایا... اچھا بابا آئندہ بھی دودھ دیتی رہے گی چنانچہ اس بھینس کو تاحیات نہ جنسی کر اس کی خواہش ہوئی... نہ حاملہ ہوئی بلکہ ہمیشہ شیردار رہی۔

جو حکایت، جو مثل، جو بات تھی

عالم معانی کی اک سوغات تھی

اے وباء شفاء میں بدل جا:

ایک دفعہ حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ بابو غلام مرتضیٰ صاحب راولپنڈی کے رہائشی تھے اور حبیب بنک میں اعلیٰ آفیسر تھے ایک مرتبہ ان کے ہاتھوں پر ایسی الر جی بنی کہ ہر وقت جلن اور درد بے چین کیے رکھتا... رفتہ رفتہ انگلیوں پر زخم بن گئے، ہر وقت بدبودار پیپ بہتی رہتی، کافی علاج کرایا گیا مگر حالت مزید بگڑتی چلی گئی، اس تکلیف کی شدت سے ہر وقت ذہنی کوفت میں مبتلا رہتے، بل آخر چند ماہ کی رخصت لے کر سرکار سیدن کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے، حضور سیدن نے انتہائی محبت سے تسلی دی اور دُعا کے ساتھ ساتھ مناسب دوا بھی تجویز فرمائی... وقت گزرتا رہا... دُعا اور دوا کا استعمال جاری رہا، یہاں تک کہ بابو غلام مرتضیٰ صاحب کی چھٹی ختم ہو گئی لیکن مرض کی شدت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔

ایک دن سرکار کے حضور پیش ہو کر گڑ گڑا کر رونے لگے، دونوں ہاتھ سامنے کیے، سرگار کو ترس آ گیا، دریائے رحمت موجزن ہوا، بابو صاحب کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر فرمایا، اے وباء شفاء میں بدل جا... اس مسکین کو چھوڑ دے، یہ فرمانا تھا کہ بابو صاحب کے دونوں ہاتھ اس طرح صاف ہو گئے جیسے کبھی ناسور بنے ہی نہ ہوں، سخن ولی اللہ سے ایک لحظہ میں کامل شفاء نصیب ہو گئی، پھر تاحیات مذکورہ مرض سے محفوظ رہے۔

سخن اولیاء سخن مصطفیٰ ﷺ است

سخن مصطفیٰ ﷺ سخن خدا است

کفر سے راہِ نجات تک:

ایک مرتبہ حضور آفتاب سیدن فیضان اولیاء اللہ کے موضوع پر گفتگو فرما رہے

تھے، دورانِ گفتگو آپ نے فرمایا کہ چک فتح شاہ نزد ملکوال کا ایک ہندو حویلی رام چند پیر بھائیوں کے ہمراہ سرکار سیدن کی خدمت میں حاضر ہوا جب اُس کی نظر سرکار کے چہرہ اقدس پر پڑی تو دیر تک حُسنِ سیدنی میں غوطہ زن رہا... کفر کی کدورتیں پر نور پیشانی کی تجلیات سے نابود ہونے لگیں، آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُٹ پڑا، پرکشش نورانی سراپاء نے اپنے حصار میں جکڑ لیا... ہر قسم کے کافرانہ و مُشرکانہ عقائد تباہ و برباد ہو گئے، بار بار ایک دُعا قبولیت کے لیے مچلنے لگی کہ کاش یہ سراپاء حُسن و خوبی مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمالے اور دینِ اسلام کے فیضان سے مستفید فرمائیں، یہی سوچ رہا تھا کہ اچانک سرکار نے فرمایا، حویلی رام کیا چاہتے ہو؟ عرض گزار ہوا، حضور! میں بڑا گناہ گار ہوں، اب تک میری زندگی پتھر کے بُت پوجتے گزری ہے، کفر و غلاظت سے لت پت ہوں، آپ کی زیارت نے میری دُنیا بدل دی ہے اب میری زندگی کا مقصد آپ کی غلامی ہے، مہربانی فرمائیں مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمائیں، سرکار نے ایک پیر بھائی کی ڈیوٹی لگائی کہ اسے غسل و وضو کا اچھی طرح طریقہ سمجھاؤ، جب غسل و وضو کر لے تو میرے پاس لے آنا۔

چنانچہ حسبِ حکم عمل کیا گیا، سرکار نے حویلی رام کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا جو کہ بعد میں سائیں لال کے نام سے مشہور ہوا... اور تاحیات سرکار کی غلامی میں رہا، ارکانِ اسلام اور شرعی مسائل کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ذکر و فکر میں محور ہتا مختصراً نگاہِ مردِ مومن سے خاتمہ بالا ایمان نصیب ہوا، 1963ء میں وفات پائی اور چک فتح شاہ نزد ملکوال تدفین ہوئی۔

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

چک رائب کے حاجی صاحب:

ساتھ یوال ختم شریف کی محفل کے دوران حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ مولوی الہی بخش صاحب خطیب جامع مسجد چک رائب نزد ملکوال فریضہ حج کے لیے تشریف لے گئے تقریباً تین ماہ کا عرصہ گزر گیا مگر ان کی خیریت کے متعلق کوئی خبر نہ ملی... حتیٰ کہ حجاج کرام کی واپسی شروع ہو گئی، ان کی صاحبزادی مسماۃ زینب بی بی جو کہ ان کی واحد اولاد تھی وہ اپنے والد صاحب کے متعلق انتہائی فکر مند ہو گئی کیونکہ قرب و جوار کے حاجی صاحبان واپس آگئے تھے مگر مولوی صاحب کی کوئی خبر نہ تھی بلآخر زینب بی بی نے سرکار سیدن ولی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تمام پریشانی کا اظہار کیا، سرکار نے چند لمحات کے لیے آنکھیں بند کر لیں یکا یک فرمایا، بیٹی! مغموم ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے والد صاحب بخیریت ہیں، آج کا دن، تاریخ اور مہینہ نوٹ کر لو، وہ اس وقت مکہ مکرمہ میں کالے رنگ کے پتھر پر بیٹھ کر وضو کر رہے ہیں اور عنقریب خیریت کے ساتھ واپس آ جائیں گے۔

• دو عالم کی خبر رکھتا ہے دیوانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

بلآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں، مولوی صاحب سلامتی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے، اہلیان چک رائب نے بھرپور طریقہ سے استقبال کیا، سب نے حج کی سعادت پر مبارک باد پیش کی، بعد از ملاقات مولوی صاحب سفر حج کے متعلق گفتگو کرنے لگے، اچانک مولوی صاحب نے حاضرین کو بتایا کہ میں جمعہ کے روز مکہ مکرمہ میں سنگ سیاہ پر بیٹھ کر وضو کر رہا تھا کہ حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابریؒ کافی دیر تک میرے پاس کھڑے رہے، میں نے فراغت پر کافی کوشش کی کہ ملاقات ہو سکے لیکن حجاج کا ہجوم اس قدر زیادہ تھا کہ دوبارہ زیارت

نصیب نہ ہو سکی، اُس وقت مولوی صاحب کی صاحبزادی نے عرض کیا، ابا جان! جس روز سرکار آپ کے قریب کھڑے رہے، کیا اُس دن جمعہ کا روز، فلاں تاریخ اور فلاں مہینہ تھا؟ مولوی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا کہ دن، تاریخ اور مہینہ تو یہی تھا مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ زینب بی بی نے تمام واقعہ سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کی تاخیر کے حوالے سے انتہائی پریشان تھی، میری عرض پر سرکار نے باقاعدہ مجھے تاریخ، دن مہینہ تک بتا دیا اور فرمایا کہ تیرے والد صاحب اس وقت مکہ مکرمہ میں سیاہ رنگ کے پتھر پر بیٹھ کر وضو کر رہے ہیں اور بالکل خیریت سے ہیں اور ساتھ ہی مستقبل کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ عنقریب وہ خیریت سے پہنچ جائیں گے اور تمہاری ملاقات ہوگی، یہ سن کر تمام حاضرین بول اٹھے کہ بے شک سیدن حضور لا مثالی ولی اللہ ہیں۔

قبر سے خوشبو کا آنا:

ایک نشست میں حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد حضور سیدن شاہ صابری صاحب ایک مرتبہ دوران سفر دھالہ شہید قبرستان (موضع دھالہ نزد گجرات شہر) سے گزرے، کافی سنگت سرکار کے ہمراہ تھی، قبرستان انتہائی بوسیدہ اور جنگلی درختوں سے گھرا ہوا تھا، سرکار ایک انتہائی پرانی اور شکستہ قبر کے پاس کھڑے ہو گئے، فاتحہ خوانی کی اور خادمان کو حکم دیا کہ اس قبر کی از سر نو تعمیر کرو... حسب حکم قبر کو مرمت کیا گیا، تمام حاضرین حیران تھے کہ آخر یہ قبر کس کی ہے؟ جس کے لیے سرکار اس قدر خصوصی توجہ فرما رہے ہیں کچھ دیر کے بعد مقامی لوگوں میں خبر پھیل گئی کہ کلس والے پیر سیدن شاہ صابری صاحب قبرستان میں قیام فرما ہیں لوگ زیارت کے لیے جوق در جوق جمع ہونے شروع ہو گئے انہی لوگوں میں ایک عمر رسیدہ بابا جی بغرض زیارت حاضر ہوئے، سرکار نے بابا جی کو

مخاطب کر کے پوچھا، باباجی! آپ کو علم ہے کہ یہ مزار کس کی ہے؟ باباجی نے دست بستہ عرض کیا، حضور! مجھے معلوم ہے کہ یہ ہمارے گاؤں کے ایک درویش بزرگ کی قبر ہے... جن کو مستان یا مستانہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور یہ سید مردان علی شاہ صاحب صابری کے مرید و خدمت گار تھے جب ان کا آخری وقت قریب آیا تو ان کے پیرومرشد نے وطن واپس جانے کا حکم دے دیا چنانچہ انہوں نے ادھر ہی وفات پائی اور یہ انہی کی مزار ہے، اب باباجی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ سید مردان علی شاہ صاحب صابری ہی سیدن حضور کے بھی پیرومرشد ہیں اور اس نسبت سے صاحب قبر حضور سیدن سرکار کا پیر بھائی بنتا تھا۔

باباجی سے صاحب قبر کے متعلق احوال سننے کے بعد حضور سیدن ولیؒ آبدیدہ ہو گئے اور حاضرین کو فرمایا، ادھر اوز بھی قبریں ہیں مگر مجھے اس قبر سے اپنے پیرومرشد اور صابری سلسلہ کی خوشبو آ رہی ہے جس کی وجہ سے میں نے اس مزار کی درستی کروائی ہے۔ بقول شیخ سعدی

بگفتہ من گل ناچیز بودم
ولیکن روز چند باگل نشستم

ظاہری و باطنی شفا ملی:

حضور آفتاب سیدن بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حافظ محمد عالم صاحب اور ان کے دو ساتھیوں کو باؤلے گتے نے کاٹ لیا جس سے ان کے دونوں ساتھی لقمہ اجل بن گئے مگر حافظ محمد عالم شدید بیمار ہو گئے اور باؤلے پن میں تڑپنے لگے، ان کے والد صاحب حافظ محمد نیک عالم خطیب جامع مسجد موضع نین رانجھا انتہائی پریشانی میں پروردگار کے حضور سجدہ ریز ہو کر دعا مانگنے لگے کہ یارب العالمین! اپنے کرم سے میرے اس بیٹے کو شفا عطا فرما دے، میرے

بڑھاپے کا یہ واحد سہارا ہے، میں تیری رحمت سے نا اُمید نہیں ہوں اسی گریہ زاری میں آنکھ لگ گئی کسی نے کہا، حافظ صاحب! اپنے بیٹے کو پیر سیدن شاہ صاحب کے پاس لے جاؤ... انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہوگی، حافظ صاحب جھٹکے سے بیدار ہوئے، چند دوستوں کی مدد سے مریض کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور جکڑ کر گھوڑے پر بمشکل سوار کیا اور دربار عالیہ کلس شریف پہنچ گئے، سرکار اپنے حجرہ اقدس میں مصروف عبادت تھے، خادم نے مریض کے متعلق تمام احوال سے آگاہ کیا، سرکار حجرہ سے باہر تشریف لائے، آپ کے ہاتھ میں پانی سے بھرا لوٹا تھا آپ مریض کے قریب آئے، مریض کی آنکھوں سے پٹی کھولنے کا حکم دیا، پانی پر دم کر کے مریض کے منہ پر چھینٹا لگایا، مریض نے عرض کیا، عالی جاہ! میرا پیاس اور گھبراہٹ سے بُرا حال ہے؟ سرکار نے فرمایا، لو یہ پانی پی لو... مریض پانی پی گیا، پانی پیتے ہی مریض کا مرض شفا میں بدل گیا، طبیعت میں سکون و سرور کی لہر دوڑ گئی، نگاہ کرم سے صرف جسمانی بیماری ہی دُور نہ فرمائی بلکہ قلبی امراض سے بھی کما حقہ نجات بخشی اور ایک ہی نشست میں طریقت کے فیضان سے غنی کر دیا۔

شمسِ تُرک سے لے کر سیدن ولی کو دیکھو

جلوے تیرے عیاں ہیں صابرِ پیا ہمارے

شاہ جی نے اسی گفتگو کے دوران حافظ محمد عالم کے والد صاحب حافظ محمد نیک عالم کا ایک واقعہ سنایا، جب حافظ محمد عالم صاحب تندرست ہو گئے اور سارا گھرانہ سرکار سیدن ولی کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا تو گاؤں کے چند لوگوں نے حافظ نیک عالم سے کہا کہ آپ تو پیروں فقیروں کے قائل نہیں تھے اب جبکہ آپ کے بیٹے کو سیدن سرکار کے وسیلہ سے رب تعالیٰ نے نئی زندگی عطا فرمائی ہے اب آپ اس متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ حافظ صاحب نے کہا ہم بناوٹی اور

پیشہ ورانہ پیروں کے مخالف ہیں، سیدن سرکار جیسی برگزیدہ ہستی کے تو ہم قائل ہیں۔ آگے شاہ جی نے فرمایا کہ حافظ نیک عالم صاحب کو ہر وقت آنکھ کے قریب شدید درد رہتا تھا، بعض اوقات درد کی شدید ٹیسیں اٹھنے لگتیں، حافظ صاحب نے اس تکلیف کے متعلق سرکار سے عرض کیا، سرکار نے فرمایا، حافظ صاحب میرے ہتھ کے چند کش لگائیں، حافظ صاحب تو ہتھ کے عادی ہی نہ تھے مگر حسب حکم عمل کیا تو فوراً درد جاتا رہا اور تاحیات وہ درد نہ ہوا بلکہ اس کی جگہ دردِ محبت نے لے لی... شب و روز حسن سیدن کے نشہ میں مخمور رہتے.... ایک مرتبہ کسی نے پوچھا، حافظ صاحب! کیا سیدن شاہ صاحب صاحب کرامت ہیں؟ حافظ صاحب نے کہا مجھے تو ان کا ہتھ بھی صاحب کرامت معلوم ہوتا ہے۔

میں قسمت دا ممنون عمران رہساں
کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میرا پیر سیدن

ضربِ مردِ مومن:

حضور آفتاب سیدن نے ایک دفعہ فرمایا کہ 1957ء میں دریائے جہلم میں بہت بڑا سیلاب آیا، کلس شریف سے دو میل کے فاصلہ پر نہر کے اوپر انتہائی مضبوط حفاظتی بند باندھا گیا تھا جس کی وجہ سے سیلاب کے پانی کے بہاؤ میں رکاوٹ کے باعث موضع کلس شریف اور چند دوسرے گاؤں زیرِ آب آگئے، دربار شریف کے صحن میں سیلاب کا پانی کافی جوش کے ساتھ بہنے لگا، جس جگہ سرکار کی نشست گاہ تھی وہی جگہ محفوظ تھی جس کی حفاظت کے لیے خادمان مٹی کے بند بنانے میں مصروف تھے، اسی اثناء گھر سے ایک غلامہ دوڑتی ہوئی آئی اور سرکار سے عرض کی کہ عالیجاہ! گھر کے صحن سے سیلاب کا پانی چشمے کی صورت میں ابل پڑا ہے یہ سن کر سرکار کے چہرہ اقدس پر جلال کے آثار ظاہر ہونے لگے،

آپ گھر تشریف لائے اور جس جگہ پانی نکل رہا تھا وہاں اپنا پاؤں رکھ کر فرمایا، اے سیلاب کے پانی یہ پردے والا گھر ہے تمہیں شرم نہیں آتی... یہ فرما کر ذرا پاؤں دبایا، ادھر نہر کے اوپر حفاظتی بند ٹوٹ کر بکھر گیا اور کچھ ہی دیر میں سارا پانی اتر گیا اور دربارِ عالیہ کا احاطہ بالکل خشک ہو گیا۔

اختیاراتِ ولی اللہ:

ایک خطاب کے دوران حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ آج لوگ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے جن اختیارات کا انکار اور مناظرے کرتے ہیں ہم نے ایسے اختیارات کے ان گنت واقعات نبی کریم ﷺ کے غلام جناب پیر سیدن شاہ صاحب صابریؒ کے حکم سے رونما ہوتے دیکھے ہیں، اسی گفتگو کے دوران آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرکار کے خادم خاص سعید صاحب نے عرض کیا، حضور! لنگر کا اچار ڈالنے کے لیے آموں کی ضرورت ہے، مارکیٹ میں اچاری آم کی قلت ہے... دُعا فرمائیں کہیں سے آموں کا انتظام ہو جائے، سرکار نے تبسم ریزی کے ساتھ فرمایا، اچھا ابھی چھت پر چڑھ کر آم، آم پکارو، مالک نے چاہا تو کثرت سے آم آجائیں گے لہذا سعید صاحب نے حکم کے مطابق عمل کیا... رات کو شدید طوفان نے اپنا زور دکھایا جس کے سبب درختوں سے خوب آم گرے۔

دوسرے دن حاضری کے لیے آنے والے پیر بھائیوں سے اکثریت نے اچاری آموں کے تحفے پیش کیے، ہر طرف آم ہی آم ہو گئے دوبارہ سعید صاحب نے عرض کیا، حضور! اب تو ضرورت سے زیادہ آم جمع ہو گئے ہیں، سرکار نے فرمایا، سعید! ہمارے مانگنے میں ہی کمی ہے، رب تعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں، وہ جب بھی عطا کرتا ہے اسی طرح بے شمار عطا کرتا ہے، ہمارے دامن تنگ پڑ جاتے ہیں مگر اس کی عطا جاری رہتی ہے۔

نہ غیروں سے مانگو کبھی در بدر
جو شاہِ منیٰ علیہ السلام اُمم کا گدا مانگ لو

یہ واقعہ سنانے کے بعد شاہ جی نے فرمایا کہ! انہی سعید صاحب نے ایک دفعہ عرض کیا، عالیجاہ! مارکیٹ میں چائے کی پتی کا قحط پڑ گیا ہے، اول تو آسانی سے دستیاب نہیں ہوتی اگر مل جائے تو انتہائی ناقص ملتی ہے، سرکار نے فرمایا، سعید بہترین لانگری ہے، اسے ہمیشہ لنگر کے متعلقہ سامان کی ہی فکر لاحق رہتی ہے، لو پھر مالک نے چاہا تو یہ بھی انتظام ہو جائے گا لہذا حسب سابق حکم دیا کہ سعید اونچی جگہ کھڑے ہو جاؤ اور چائے، چائے پکارو، اس مرتبہ سعید صاحب نے انتہائی اونچی آواز لگائی کیونکہ وہ خود چائے کے بڑے شوقین تھے، اسی رات لاہور سے ایک سنگت حاضری کے لیے آئی، ہر پیر بھائی نے سعید صاحب کے ہاتھ میں چائے کا تحفہ تھمایا... دوسرے اور تیسرے دن بھی یہ سلسلہ جاری رہا علیٰ ہذا القیاس چائے کا کافی ذخیرہ جمع ہو گیا۔

ہوں عمران سب کو مشائخ مبارک
چلو آج سیدن پیا مانگ لو

بعض اولیاء سامانِ تباہی:

ایک دفعہ حضور آفتاب سیدن نے گفتگو کے آغاز میں حدیثِ قدسی تلاوت فرمائی ”کہ رسول اللہ منیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں“ آپ نے اسی خطاب کے دوران ایک واقعہ سنایا کہ سید احمد شاہ نامی ایک شخص سرکار سیدن ولی کا غلام تھا جو کہ موضع آ کی کارہنے والا تھا غالباً (12) بارہ برس تک سرکار کی خدمت سرانجام دیتا رہا بعد ازاں بد قسمتی سے اُس کی سنگت ایک گستاخ اور اولیاء اللہ کے

حاسد سے ہوگئی اُس نے احمد شاہ سے ایمانی سرمایہ چھین کر شیطانی غلاظت میں دھکیل دیا، جو زبان نبی کریم ﷺ اور اولیائے کرام کی ثناخوانی میں مُصرف رہتی تھی وہ اب شیطان جیسی توحید پرستی کی نغمہ سرائی کرنے لگی۔ اُس بے ادب اور سیاہ باطن شخص نے احمد شاہ کو انتہائی مکاری سے اپنے جال میں پھنسا کر اپنی تقلید کا پابند بنا لیا، ایک دن اُس نے احمد شاہ کو ایک خطرناک مقصد کے لیے تیار کرتے ہوئے کہا کہ تم انتہائی سادہ لوح انسان ہو... تم سیدن شاہ سے بارہ سالہ خدمت کا معاوضہ کیوں نہیں مانگتے؟ ابھی جاؤ اور اُن سے اپنی بارہ سالہ خدمت کا دُنیا دین کی شکل میں صلہ مانگو، یا وہ تمہیں ولایت کے کسی اعلیٰ مقام پر فائز کریں... یا دُنیوی صورت میں اجر دیں بہر حال اُن سے ابھی اپنی سابقہ ڈیوٹی کے معاوضہ کا مطالبہ کرو۔

احمد شاہ بغیر سوچے سمجھے اس شیطانی حربے میں بے بس ہو کر سرگار کی جانب چل پڑا، وہاں پہنچ کر انتہائی گستاخانہ انداز میں شیطانی شرارے برسائے لگا، سرکار نہایت محبت کے ساتھ صبر و تحمل کی تلقین فرماتے رہے لیکن وہ باز نہ آیا، نفع و نقصان سے بے پرواہ ہو کر ادب و احترام کی تمام حدیں پھلانگتا ہوا مسلسل بارہ سالہ خدمت کا غلط انداز سے صلہ مانگتا رہا، بل آخر سرکار کے چہرہ انور پر جلال کے آثار نمودار ہونے لگے... صابری تلوار نیام سے باہر آنے کے لیے تیار ہوگئی یکا یک فرمایا، تمہیں معلوم ہے کہ تم کس سے بات کر رہے ہو؟ کہنے لگا میں سیدن شاہ ولد محمد شاہ سے مخاطب ہوں، فرمایا، تو سیدن شاہ ولد محمد شاہ کا تو واقف ہے لیکن اُس سیدن شاہ کا شناسا نہیں جو مولائے کائنات کی مخصوص سپاہ میں ڈیوٹی انجام دیتا ہے اور صابر پیا کا منتخب شدہ غلام ہے، ابھی میرے چہوتے سے اتر جاؤ اور یاد رکھو، تم پر فقیر کے آستانہ سے آگے یہ زمین ختم ہو جائے گی، دُنیا

و آخرت میں اسی آگ میں جلتے رہو گے جو کہ تم نے خود اپنے آپ کو لگالی ہے، یوم محشر بھی فقیر کے مارے ہوئے زندہ نہیں ہوتے، ادھر یہ فرمانا تھا ادھر احمد شاہ سرکار کے چبوترے سے نیچے اُترا، ابھی پاؤں نیچے رکھا ہی تھا کہ پکارا آگ، آگ اور ایک طرف کو بھاگنے لگا پھر کبھی نظر نہ آیا۔

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ کچھ عرصہ بعد ایک پیر بھائی (جو کہ موضع میاں کابنہ کا رہائشی تھا) نے بتایا کہ میں ایک رات فصلوں کو پانی دے رہا تھا کہ مجھے احمد شاہ دوڑتا ہوا نظر آیا میں نے اُسے کافی آوازیں دیں مگر وہ یہی کہتا جا رہا تھا کہ مجھے آگ لگی ہوئی ہے ہر طرف آگ ہے میں جل رہا ہوں مجھے بچاؤ اور یونہی بھاگتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

تادل . صاحب دِلے نامد بہ درد

ہیچ توے را خدا رُسوا نہ کرد

نیز فرمایا کہ کافی عرصہ بعد چند معززین نے جن میں سید شاہ صاحب ساکن سلیم کوٹ شامل تھے نے احمد شاہ کے گھر والوں کے اصرار پر مگھو پنڈی شریف سرکار کے حضور کچھ اس انداز میں عرض گزار ہوئے کہ حضور! احمد شاہ کو لاپتہ ہوئے تقریباً ۶۷ سال کا عرصہ گزر چکا ہے اُس کی بیوی جوان ہے اگر اُس کی واپسی ممکن ہے تو ہم اُس کی تلاش یا انتظار کریں اور اگر نہیں ہے تو اُس کی زوجہ کا دوسرا نکاح کر دیا جائے، سرکار نے فرمایا، اتنے برس جس عورت کا خاوند غائب رہے تو اُس کو نکاح ثانی کی اجازت ہے اُس کا انتظار نہ کرو شاید بروز محشر بھی تمہاری ملاقات نہ ہو سکے۔

پئی لعنت غرق ہو یا مدرس گل ملائک دا

جو آدم نون نہ جھکد نے نے اوہ دوزخ جا کے سر دے نے

قتل کی دھمکی:

ایک دفعہ حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ ڈاکٹر محمد فاضل مہل صاحب ساکن چک رائب اوائل عمر میں اکثر اوقات اولیاء کرام پر مختلف حیلے بہانے سے تنقید کیا کرتے تھے ایک مرتبہ کسی وجہ سے انھیں ایک اشتہاری مجرم عرف اکو ڈوڈ نے قتل کی دھمکی دی اور باقاعدہ تاریخ بھی لکھ بھیجی کہ اس دن کا سورج تمہاری زندگی کو لے کر غروب ہوگا، ڈاکٹر صاحب اشتہاری کے سابقہ ریکارڈ سے پوری طرح آگاہ تھے... وہ اس پیغام سے بہت خوفزدہ اور پریشان ہو گئے اور سیدھے حضور سیدن وئی کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام احوال دست بستہ گوش گزار کیے، سرکار نے فرمایا، عزیزم! تم تسلی رکھو... ہرگز گھبرانے کی ضرورت نہیں جو تاریخ اُس نے تمہیں لکھ بھیجی ہے وہ خود اُس کی زندگی کا آخری دن ہوگا، ڈاکٹر صاحب فی الوقت مطمئن ہو کر واپس چلے گئے لیکن عقیدہ کی کمزوریاں یقین کامل میں رکاوٹ بنتی رہیں۔

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کر گسوں میں

اُسے کیا خبر کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

کیونکہ عقلی دلائل ریت کی مانند ہیں جب تک اس میں عشق کا سیمنٹ نہیں مل جاتا یقین کی مضبوط دیواریں کھڑی نہیں ہو سکتیں، کچھ ایسی ہی صورت حال سے دوچار ڈاکٹر صاحب نہ گھر میں چین سے بیٹھے نہ باہر، جوں جوں الٹی میٹم کی تاریخ نزدیک آتی گئی ڈاکٹر صاحب خود مریض لا علاج کی طرح موت کو نزدیک پا کر نارمل زندگی سے کنارہ کش نظر آنے لگے بل آخر وہ تاریخ آگئی ڈاکٹر صاحب پورا دن ورات کہیں روپوش رہے، دوسرے روز کسی شخص سے اُس اشتہاری مجرم کے متعلق دریافت کیا، اُس نے بتایا، جناب! آپ کو نہیں معلوم کہ

کل کس قدر بڑا پولیس مقابلہ ہوا ہے جس میں اکوڑوڈ (اشتہاری مجرم) قتل ہو گیا ہے اور اُس کی لاش کو پولیس نے نشانِ عبرت بنا دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب یہ سن کر خوشی سے جھوم اُٹھے، جس زبان سے اولیاء کرام پر تنقید کرتے تھے اسی زبان سے نغمہ سرائی کرنے لگے اسی موقع پر ڈاکٹر صاحب نے جناب پیر سیدن شاہ صاحب کے متعلق ایک پوری منقبت تحریر کی جس کا ایک مشہور شعر قارئین کرام کی نذر کرتا ہوں۔

ولایت کی صداقت پر دلیلیں مانگنے والو

کلس کے شاہ سیدن کا سراپاء دیکھتے جاؤ

مشکل کشائی:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سائیں رحمت دین صابری صاحب اور مغل گاؤں تھانہ جاتلی ضلع راو پنڈی کے چند پیر بھائیوں نے سرکار کو اپنے گاؤں آنے کے لئے دعوت دی، سرکار نے دعوت منظور فرمائی اور کچھ دن بعد موضع مغل تشریف لے گئے، چند دن قیام فرمایا... شب و روز ایمان افروز گفتگو ہوتی رہی، ذکر و اذکار کا سلسلہ جاری رہا، مردِ کامل کی زیارت اور نگاہِ کرم سے کثیر دلوں کو حلاوتِ ایمان نصیب ہوئی، تمام علاقہ پروانہ وار سرکار پر نثار ہونے لگا... دن بدن ہجومِ عشاق بڑھتا گیا، جب سرکار نے مغل گاؤں سے روانگی کے وقت دعائے خیر فرمائی تو تمام اہلیانِ مغل الوداعی سلام کے لیے حاضر ہوئے، کسی نے قدم بوسی کی تو کسی نے دست بوسی، سرکار گھوڑے پر سوار ہو گئے، اسی دوران علاقہ کی عورتیں اور بزرگ دست بستہ عرض گزار ہوئے، حضور! ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسے مردِ کامل نے ہمارے گاؤں میں قدم رنجہ فرمائے... آپ صاحبِ کرامت اور مستجاب الدعوات ہیں ہم اہلیانِ گاؤں ایک

بہت بڑی تکلیف میں مبتلا ہیں آپ نگاہِ کرم فرمائیں تو ہمیں اس پریشانی سے نجات حاصل ہو سکتی ہے، سرکار نے پوچھا کیا پریشانی ہے؟ عرض گزار ہوئے حضور! یہاں پینے کے پانی کی بہت قلت ہے ہماری عورتیں کافی دور سے جا کر پینے کے لئے پانی بھرتی ہیں ہمارے گاؤں میں پانی کا کوئی انتظام نہیں یہ سن کر سرکار نے چند لمحات کے لئے آنکھیں بند کر لیں پھر اچانک تبسم ریزی کے ساتھ آنکھیں کھول کر فرمایا کہ ابھی جس جگہ میرا گھوڑا کھڑا ہے اس جگہ کنواں کھود لو... انشاء اللہ تعالیٰ پانی کا کثیر ذخیرہ تمہارے ہاتھ آئے گا اور پھر کبھی تنگی نہ ہوگی۔

لہذا سرکار کی رخصتی کے بعد اہلیانِ گاؤں نے وہاں کنواں کھدوایا جس کا پانی انتہائی شفاف اور میٹھا ہے اور تا حال اہلِ مغل اس کنواں سے مستفید ہو رہے ہیں اور اب گاؤں میں پانی کی فراوانی ہے۔

اہلِ نظر کی سفارش:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ راجہ ولایت حسین صاحب ساکن موہڑہ بھٹیاں سمجھدار، خود دار اور خوش شکل پیر بھائی تھے، ان کے ساتھ محبت کے کئی واقعات منسوب ہیں، راجہ صاحب شروع سے ہی نیک لوگوں کی محفلوں میں بیٹھنے والے انسان تھے، آپ جناب عطا حسین شاہ صاحب عرف سائیں مرچو شاہ صاحب دربارِ عالیہ جبر شریف اسلام پورہ تحصیل گوجر خان کے منظورِ نظر غلام تھے، ایک دفعہ سائیں مرچو شاہ صاحب نے فرمایا، ولایت حسین! تم کس شریف جناب پیر سیدن شاہ صاحب کی خدمتِ اقدس میں چلے جاؤ، تمہارا حصہ وہاں پر ہے، میں نے تمہاری سفارش کر دی ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ ضرور تمہیں اپنی غلامی میں قبول فرمائیں گے۔

چنانچہ راجہ ولایت حسین صاحب حسبِ حکم سرکار سیدن ولی کی خدمت

اقدس میں حاضر ہو گئے، راجہ صاحب دل ہی دل میں جھجک کا شکار تھے کہ اس سے قبل سرکار سے تعارف نہیں ہے لیکن جب سرکار کے سامنے ہوئے تو آپ نے باقاعدہ نام لے کر فرمایا کہ ولایت حسین! ہم کب سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں تم اس قدر دیر سے کیوں آئے ہو؟ تمہارے لیے خصوصی سفارش کی گئی تھی، یہ سن کر راجہ صاحب پر رقت طاری ہو گئی، سرکار کے قدم بوس ہو گئے بعد ازاں سرکار نے دست بیعت فرما کر ذکر و اذکار کی تلقین فرمائی جس پر راجہ صاحب نے پوری توجہ کے ساتھ عمل کیا، اس دوران راجہ صاحب سائیں مرچو شاہ صاحب کی ملاقات کے لیے بھی جاتے رہے ان سے کافی قلبی لگاؤ تھا اور وہ بھی خصوصاً توجہ فرماتے تھے۔

مرچو شاہ صاحب کے وصال کے بعد راجہ صاحب زیادہ وقت سرکار سیدن ولی کی خدمت میں گزارا کرتے، کبھی کبھار خوش الحانی کے ساتھ فراقیہ اشعار پڑھتے تو پر کیف سماں پیدا ہو جاتا، مسحور کن آواز سے شعلہء عشق جاناں بھڑک اٹھتا۔

ایک مرتبہ راجہ ولایت حسین محفل میں اداسی کے ساتھ خاموش بیٹھے ہوئے تھے، اچانک سرکار نے فرمایا، ولایت حسین تم خاموش کیوں ہو، کیا کوئی پریشانی ہے؟ دست بستہ عرض گزار ہوئے عالیجاہ! آج مجھے شدت سے مرچو شاہ صاحب کی یاد آرہی ہے ان کی زیارت کیے ہوئے طویل عرصہ گزر گیا ہے یہ سن کر سرکار نے فرمایا وہ سامنے چار پائی پڑی ہوئی ہے تم اس پر سو جاؤ، ولایت حسین حسب حکم چار پائی پر دراز ہوئے ہی تھے کہ آنکھ لگ گئی، خواب میں مرچو شاہ صاحب سبز لباس پہنے تشریف لائے، فرمانے لگے ولایت حسین آج کیوں مجھے شدت سے یاد کیا ہے کیا کوئی کام تھا؟ راجہ صاحب نے عرض کی، حضور! میں آپ کے

لیے اُداس ہو گیا تھا صرف آپ کی زیارت مطلوب تھی اس کے علاوہ اور کوئی گزارش نہیں، شاہ صاحب کہنے لگے، ولایت حسین! میں مدینہ منورہ میں اپنی مقررہ کردہ ڈیوٹی انجام دے رہا تھا کہ اچانک مجھے سیدن حضورؐ کی طرف سے حکم ملا ہے کہ تم سے ملاقات کرو، میری بات غور سے سنو، جس ہستی کے پاس میں نے تمہیں بھیجا ہے اپنی مکمل توجہ اُن کی طرف مبذول رکھو، یہ سرکارِ مدینہ ﷺ کا بہت بڑا مخزن ہیں، خدمت سے لوٹ لو۔

فہم گن نے وہم گن زد م بدم دیدار گن

ایں نمازِ عاشقاں رُو بسوئے یار گن

آگے شاہ جی نے فرمایا کہ سرگار ایک مرتبہ موضع چک راب نزد ملکوال تشریف لے گئے، راجہ صاحب بھی ہمراہ تھے لوگ جوق در جوق سرگار کی زیارت و سلام کے لیے حاضر ہو رہے تھے اسی اثناء ایک دیہاتی کسی گناہ کبیرہ میں ملوث ہو کر آ رہا تھا ابھی اُس نے غسل بھی نہ کیا تھا کہ سر راہ اُس کی نظر سرکار کے چہرہ اقدس پر پڑ گئی اسی حالت میں سلام کرتے کے لیے آگے بڑھا، ولایت حسین نے چند قدم آگے بڑھ کر اُسے اس طرح مخاطب کیا 'اوپلید! پہلے غسل تو کر لے پھر سرکار سے ملاقات کرنا یہ سن کر دیہاتی وہیں کھڑا ہو گیا، سرکار نے ولایت حسین کو سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ فقیر کو گناہ سے ضرور نفرت ہے مگر گناہ گار سے نہیں یہ کہہ کر خود آگے بڑھے اور اُس دیہاتی کو گلے لگا لیا بعد میں ولایت حسین کو سمجھایا کہ تمہیں نظر اس لیے نہیں عطا کی گئی کہ تم لوگوں کے عیب ظاہر کرو بلکہ عیب پوشی سے اس نعمت کی حفاظت کرو۔ کیونکہ

خسن نگاہ سے تیری عزت بنی ہوئی ہے

لجپال و مہرباں ہیں سیدن پیا ہمارے

سید امیر صاحب کی معروضات:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سرگار ایک دفعہ پیر شاہ نواز صاحب قوم ہاشمی قریشی کی فوتگی کے سلسلہ میں موضع آہیر فتح شاہ نزد ساہیوال گئے ہوئے تھے اس موقع پر شاہ نواز نمبر دار صاحب کے برادر خورد سید امیر صاحب نے عرض کیا کہ عالیجاہ! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے بھائی شاہ نواز مرحوم کے ہاں صرف ایک بیٹا حق نواز ہے جو کہ میرا داماد بھی ہے جبکہ میں سرے سے اولادِ نرینہ سے محروم ہوں اس سے پہلے ہمارے چچا محترم جلال دین کا گھر اولادِ نرینہ کی محرومی سے ختم ہو چکا ہے ادھر حق نواز کی شادی کیے ہوئے کئی سال گزر چکے ہیں مگر ابھی تک ہم لوگ اولادِ نرینہ کی خوشخبری سے محروم ہیں مجھے یقین ہے کہ آپ اللہ کے ولی ہیں اگر آپ دستِ دُعا بلند فرمائیں گے تو کبھی اللہ کریم آپ کی مانگی ہوئی دُعا رد نہیں فرمائیں گے یہ سن کر سرکار نے فرمایا سید امیر دُعا ہو چکی ہے، عنقریب اللہ کریم تمہیں وارث عطا فرمائیں گے، شاید ہم نہ دیکھ پائیں، سبحان اللہ سرگار کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے الفاظِ حقیقت بن کر سامنے آئے، اُس دن کے تقریباً 9 ماہ بعد حق نواز قریشی صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اہل خانہ نے سرگار کی زبان سے نکلے ہوئے سخن ”وارث“ کے مطابق پیر وارث شاہ رکھا جن کی ولادت سے چند ماہ قبل سرکار سیدن ولی ظاہری دُنیا سے الوداع ہو چکے تھے۔

سامانِ حق ہے سارا عمران کیا نہیں ہے

دامنِ پھیلا کے بھر لو بازارِ اولیاء سے

اب پیر وارث شاہ صاحب بھی دو بیٹوں کے باپ ہیں انتہائی خوش مزاج

خوش جمال اور عاشقِ رسول ﷺ نوجوان ہیں، ہمہ وقت لاخونی کے ساتھ مسلک

کی خدمات انجام دے رہے ہیں، راقم الحروف سے قلبی لگاؤ ہے، مالک ہمیشہ حسب سابق راہِ راست پر قائم اور سلامت رکھے۔ (آمین)

تجربہ کار قاتل کی ناکامی:

ایک دفعہ سائیں فضل دین کی دعوت پر حضور آفتاب سیدنؒ موضع چک بلی خان تشریف لے گئے، رات محفل میں خطاب کے دوران شاہ جیؒ نے فرمایا کہ راجہ فضل داد ساکن مغل ہمارا انتہائی وفادار پیر بھائی تھا، ایک مرتبہ فضل داد کے گروپ نے اپنے گاؤں کے دوسرے گروپ کے لیڈر عجائب خان کے بھائی کو قتل کر دیا جس پر فضل داد وغیرہ پر مقدمہ چلتا رہا اس دوران فضل داد سرکار سے دُعائیں کرواتا رہا اور سابقہ جرم کی معافی مانگتا رہا، سرکار کی دُعا سے جلد ہی فضل داد اور اُس کی پارٹی کے بندے بری ہو گئے، ایک مرتبہ عرس مبارک کے موقع پر راجہ فضل داد نے حضور گلزار شاہ جیؒ سے عرض کی عالیجاہ! میں اس دفعہ عرس مبارک کی ڈیوٹی میں پہلے کی طرح شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ مجھے دشمن کی طرف سے خطرہ لاحق ہے کیونکہ میرے دشمن نے مجھے قتل کرنے کا مکمل منصوبہ بنا رکھا ہے، میں نہیں چاہتا کہ دربارِ عالیہ پر میری وجہ سے کوئی ہنگامہ کھڑا ہو جائے لہذا ڈیوٹی کے حوالہ سے میری معذرت قبول کیجئے، حضور گلزار شاہ جیؒ نے اُس کے متعلق تمام معروضات سرکار کی خدمت میں پیش کیں، سرکار نے فضل داد کو بلا کر فرمایا، فضل داد! تم بے فکر ہو کر حسب سابق حضور صابر پاکؒ کے عرس مبارک کی ڈیوٹی کرو، تمہیں کچھ نہیں ہوگا، یاد رکھو کہ کوئی ایسی گولی ہی نہیں بنی جو تمہیں لگے گی جب بھی تمہاری موت ہوگی طبعی ہوگی، فضل داد یہ سن کر لاخوف ہو گیا اور عرس مبارک کی ڈیوٹی پوری دل جمعی سے سرانجام دی، عرس کے بعد راولپنڈی چلا گیا، مذکورہ خدشہ کے پیش نظر فضل داد راولپنڈی میں رہائش پذیر ہو چکا تھا، کبھی کبھار پوشیدہ

طریقے سے گاؤں میں آتا گھر والوں سے ملاقات کرنے کے بعد واپس راو پینڈی روانہ ہو جاتا، فضل داد کے دشمنوں نے اپنے منصوبے کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک اجرتی قاتل کا انتظام کیا جس کو بہترین اسلحہ کے ساتھ مکمل ٹریننگ دی گئی، دشمن گروپ نے مکمل طور پر تیاری کر لینے کے بعد فضل داد کے متعلق تمام تر معلومات اکٹھی کرنا شروع کر دیں جس میں انہوں نے مکمل کامیابی حاصل کر لی، ایک دن فضل داد اپنے پروگرام کے مطابق گاؤں جانے والی بس میں سوار ہوا، دشمن پوری طرح تاک میں تھا وہ بھی بس کے اوپر سوار ہو گئے جب گاؤں کے قریب بس پہنچی تو فضل داد اتر کر گاؤں کے غیر معروف راستہ کی جانب چل پڑا، ابھی کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ دشمن بھی اسلحہ لہراتے ہوئے فضل داد کے پاس پہنچ گئے، پکڑ کر لیا، پستل کان کے اوپر رکھ کر فائر کیے گئے لیکن ہر مرتبہ فائر مس ہو جاتا، چھ کے چھ فائر مس ہو گئے جب ہوائی فائر کیا جاتا تو باقاعدہ فائر ہوتا، دوبارہ چھ عدد نئی گولیاں ڈال کر کوشش کی گئی مگر پہلے کی طرح مکمل طور پر ناکامی ہوئی، جب بس پر سوار لوگوں نے یہ تمام ماجرا دیکھا تو فضل داد کی مدد کے لیے لپکے، قاتل نے ہوائی فائر کرتے ہوئے للکارا کہ میں اور میرا ہتھیار بالکل ٹھیک ہیں تم لوگ نزدیک مت آنا ورنہ برا ہوگا، میرا ہتھیار فضل داد پر ناکام ہو چکا ہے یقیناً اس کا پیر کامل ہے میں ہر طرح سے کوشش کر چکا ہوں مگر فضل داد کو بچانے والا مجھے اور میرے ہتھیار کو ناکام بنا دیتا ہے۔

میں تو بارہا ہوں پھسلا بھٹکا ہوں جب کبھی بھی

دستِ دراز تیرے ہر پل بچا رہے ہیں

آگے فرمایا کہ بعد میں سرکار کی نگاہ کرم سے دونوں گروپوں کے مابین صلح

ہوگئی اور دوسرا گروپ بھی سرکار کی غلامی میں شامل ہو گیا بعد ازاں راجہ فضل داد

پرسکون زندگی گزار کر طبعی موت 1988ء میں فوت ہوا۔

اولیائے شاہِ عربی سَلَّمَ کتنے ہیں شان والے

جس راستے سے گزرے خطے بسا گئے ہیں

فریادی کا کنواں:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ سرکار سیدن ولی کے والد محترم پیر محمد شاہ صاحب کا ایک عقیدت مند بابا محمد کھوٹی موضع رائے پور کا رہائشی تھا ایک دفعہ دریائے جہلم میں کٹاؤ کے باعث بابا کی کچھ زمین دریا کی نذر ہو گئی، ابھی کنواں دریا برد ہونے ہی والا تھا کہ بابا کھوٹی سرکار سیدن ولی کے حضور حاضر ہوا... اور اپنی تمام پریشانی دست بستہ عرض کی کہ حضور! میری یہی مختصر زمین ہے جس کے سبب میں بچوں کی پرورش کر رہا ہوں اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے یہ فریاد سن کر سرگار کو انتہائی ترس آیا اور اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر بابا کے ہمراہ ہو لیے، کنواں اور دریا کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا کافی دیر سرکار وہاں خاموش کھڑے کچھ تلاوت کرتے رہے پھر یکا یک درمیانی جگہ سے گھوڑا گزار کر دریا کو فرمایا اس مسکین پر ترس کرو، اس کی زمین چھوڑ دو، ابھی یہ فرمانا ہی تھا کہ کٹاؤ کا عمل رُک گیا اچانک دریا کا بہاؤ پیچھے کی طرف ہٹنے لگا، بابا محمد کھوٹی کے وسیلہ سے دریائے دوسرے زمین داروں کی زمین بھی چھوڑ دی اور اپنی سابقہ جگہ پر بنے لگا۔

دُعا کو ہاتھ اٹھتے ہیں قبولیت مچلتی ہے

خدا کی شانِ رحمت کا تماشہ دیکھتے جاؤ

آگے حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ اُس بابا نے کنوئیں کے قریب لگے

ہوئے سرگار کے گھوڑے کے قدموں کے نشانات محفوظ کر لیے جو کہ میں نے خود

اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اور آج تک وہ رقبے دریا کے کٹاؤں سے محفوظ ہیں۔

زندہ بچا لیا:

ایک دفعہ حضور آفتاب سیدین نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سرگار کی صاحبزادیوں کی بارات کلس شریف آئی ہوئی تھی جن میں ایک بارات جناب پیر فضل شاہ صاحب ملتانی کے صاحبزادے جناب سید زین العابدین شاہ صاحب کی تھی، اچانک پیر فضل شاہ صاحب کے پوتے امجد فیروز بھر 10 برس کنوئیں میں گر گئے، ہر طرف شور برپا ہو گیا، غوطہ خور کے پہنچنے تک کافی ٹائم گزر گیا، ہر شخص بچے کی زندگی کے حوالے سے مایوس ہو چکا تھا لیکن جب غوطہ خور رسہ باندھ کر نیچے اُترا... ابھی پانی کی سطح کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اُس نے آواز دے کر سب مایوس اور پریشان لوگوں کو اطلاع دی کہ بچہ بالکل صحیح و سلامت ہے، میں نے بچے کو اٹھا لیا ہے چنانچہ رسے کو واپس کھینچ لو، رسہ واپس کھینچ لیا گیا تو سبھی لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بچہ صرف صحیح و سلامت ہی نہیں بلکہ اُس کے نصف سے اوپر کپڑے بھی خشک ہیں۔ بچے نے بتایا کہ کنوئیں کے اندر ایک خوبرو باباجی تھے جنہوں نے مجھے محبت سے اٹھا لیا اور پانی کے اندر گرنے سے بچائے رکھا وہ مجھ سے محبت بھری باتیں کرتے رہے ہیں جس کے باعث مجھے ذرہ برابر بھی پریشانی نہیں ہوئی یہ سن کر پیر فضل شاہ صاحب زبان حال سے پکار اٹھے کہ بے شک یہ میرے محسن بھائی حضرت پیر سیدین شاہ صاحب صابری کی کرامت ہے جنہوں نے بچے کو پانی کے اوپر اٹھائے رکھا ہے۔

آگے فرمایا کہ ایک مرتبہ اسی کنوئیں کے لیے ڈھول اور چکلی نئے خریدے گئے، جنہیں ملکوال سے لانے کے لیے ڈھمن شتر بان ساکن رائے پور کو بھیجا گیا، اُس نے اونٹ پر کچاوے کے ایک طرف ڈھول اور دوسری طرف چکلی لا دی

جبکہ دونوں کا وزن برابر نہ تھا، دھمن دیندار وزن برابر کرنے کے لیے کم وزن یعنی چکلی کی جانب خود بیٹھ گیا اور واپسی کی راہ لی، ادھر سرکار کا ایک محفل سے اٹھ کر باہر حویلی میں گھومنے لگے... جو نہی دھمن کا اونٹ سامنے ہوا تو سرکار نے اونچی آواز میں فرمایا، دھمن! اونٹ سے چھلانگ لگا جاؤ، دھمن کے چھلانگ لگاتے ہی کچاوے کی دونوں سائیڈوں کے نیچے کی طرف باندھا گیا رسہ ٹوٹ گیا اور ڈھول اسی جگہ پر چکلی کے اوپر گرا جہاں دھمن بیٹھا ہوا تھا، یقیناً رسہ تو راستہ میں ہی ٹوٹ چکا تھا، جس نے شتر بان کو دور سے آواز دے کر آگاہ کیا اسی نے ہی رسہ علیحدہ ہونے سے روک رکھا اور شتر بان کو خراش تک نہ آنے دی۔

خرد کو مات ملی منزل حیات ملی
ہمنوا آپ تھے قافلے چلتے رہے

اطاعتِ اولیاء اللہ:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اپنے مالک کی ہر لحاظ سے اطاعت کرتے ہیں اسی لیے مالک کائنات کی ہر چیز ان کی فرماں بردار بن جاتی ہے جب وہ کسی چیز کا حکم صادر فرماتے ہیں تو ہر ذی روح بلکہ بے جان بھی تعمیل کرتے دکھائی دیتے ہیں اسی ضمن میں واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ چک رائب نزد ملکوال کا ایک شخص جس کا نام مہر محمد تھا، وہ دودھ کا کاروبار کرتا تھا وہ اپنے گاؤں سے دودھ اکٹھا کر کے گھوڑا پر لاد کر شہر لے آتا اور مختلف گھروں، دکانوں اور ہوٹلوں پر فروخت کیا کرتا یہی اس کا ذریعہ معاش تھا، اچانک ایک روز اس کا گھوڑا مر گیا جس کے باعث وہ بیچارہ شدید پریشانی کا شکار ہو گیا، اسی پریشانی کے عالم میں سیدن حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا، حضور! میں نہایت غریب آدمی ہوں میری گزر بسر کا ذریعہ گھوڑا مرنے سے ختم ہو چکا

ہے مجھ میں نیا گھوڑا خریدنے کی طاقت نہیں ہے، میرے حال پر نظر کرم فرمائیں، سرگار نے فرمایا، مہر محمد! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میرا گھوڑا (ساوا گھوڑا) لے جاؤ اور جب تک نئے گھوڑے کا انتظام نہیں ہو جاتا، اسی پر دودھ لاد کر فروخت کرتے رہنا، مہر محمد نے عرض کی، حضور! یہ ساوا گھوڑا انتہائی زور آور ہے اسے قابو میں رکھنا میرے جیسے کمزور آدمی کے بس کا کام نہیں، میں نے جگہ جگہ گھروں میں دودھ سپلائی کرنا ہوتا ہے جبکہ اس گھوڑے کو قابو کرنے کے لیے علیحدہ بندے کی ضرورت ہوگی جو کہ میں مہیا نہیں کر سکتا، سرگار نے فرمایا، نہیں مہر محمد یہ ایسا نہیں کرے گا ہم اس کی ڈیوٹی لگا رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے تمہاری اطاعت کرے گا، تمہاری مرضی کے خلاف جنبش تک نہ کرے گا۔

لہذا مہر محمد حسب حکم ساوے گھوڑے کو لے کر چلا گیا، دوسرے روز دودھ کے ڈرم لاد لیے اور شہر لے گیا، کسی جگہ گھوڑے نے تنگ نہ کیا بلکہ نہایت صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتا رہا، اسی طرح تین ماہ گزر گئے مہر محمد نے اس عرصہ کے دوران پیسے اکٹھے کر کے نیا گھوڑا خرید لیا، گھوڑا خریدنے کے بعد مہر محمد نے ساوے گھوڑے کو واپسی کے ارادہ سے نہلا کر تیار کیا جب اوپر سوار ہونے لگا تو گھوڑے نے سوار نہ ہونے دیا، کافی کوشش کی مگر سوار ہونے میں کامیاب نہ ہوا پیل آخر پیدل ہی دربار شریف کی طرف روانہ ہوا، وہاں پہنچ کر گھوڑا پیش کیا اور سرگاز کا بے حد شکریہ ادا کیا کہ حضور آپ کی مہربانی سے میں نے نیا گھوڑا خرید لیا ہے اور ساوے گھوڑے نے میری ڈیوٹی نہایت احسن طریق سے انجام دی ہے لیکن آج صبح جب میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے نہلا کر سوار ہونا چاہا تو میری انتہائی کوشش کے باوجود اس نے مجھے سوار نہیں ہونے دیا، سرکار نے تبسم ریزی کے ساتھ فرمایا، مہر محمد! جب تم نے نیا گھوڑا خرید لیا اور واپسی کے ارادہ سے

اسے نہلا کر تیار کر دیا تو اس کی ڈیوٹی ختم ہو گئی تھی اس لیے آج تمہیں اس نے سوار نہیں ہونے دیا، یہ بتاؤ کیا دورانِ ڈیوٹی اس نے کوئی کوتاہی تو نہیں کی؟ عرض کیا، بالکل نہیں، میں جیسے چاہتا تھا اس سے بڑھ کر خدمت کرتا رہا ہے، فرمایا پھر تو اس نے ہر لحاظ سے ہمارا حکم مانا ہے۔

کسی ذی رُوح پر ظلم نہ کرو:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ ایک دفعہ سیدن وئی کے پاس کسی لاعلاج مریض کو لایا گیا، آپ نے پوچھا اسے کیا مرض ہے؟ مریض کے لواحقین نے بتایا، جناب اس کے مرض کی کچھ سمجھ نہیں آرہی، اب تو ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا ہے، اس بیچارے کا سارا جسم آگ کی مانند گرم اور سُرخ ہے یہ ہر وقت چیختا چلاتا رہتا ہے کہ مجھے بچاؤ، مجھے آگ لگی ہوئی ہے۔

یہ سن کر سرکارِ خاموش ہو گئے، مریض کا اچھی طرح معائنہ کیا اور اٹھ کر اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے، کافی دیر بعد تشریف لائے اور مریض کو مخاطب کر کے فرمایا، میں جب بھی تیری شفا یابی کے لیے دُعا مانگنے لگتا ہوں تو درمیان میں ایک چوہا حائل ہو جاتا ہے اور مجھے دُعا مانگنے سے منع کرتا ہے کہ اس ظالم کے لیے دُعا نہ کریں، آپ کی رب تعالیٰ سُنتا ہے اس نے مجھ کو بڑے ظلم و ستم کے بعد مارا تھا، یہ فرمانے کے بعد سرگار نے مریض سے پوچھا تم بتاؤ، یہ چوہے کا کیا ماجرا ہے؟

مریض نے روتے ہوئے عرض کیا کہ جناب سچ یہی ہے کہ میں نے ایک چوہے پر بڑے ظلم کیے تھے، میری فصل کا چوہے بہت نقصان کرتے تھے ایک دن میں نے ایک چوہا پکڑ لیا، میں نے اُسے ہر ممکن اذیت سے دوچار کیا، بالخصوص میں گرم سلاخ سے اُس کا جسم جلاتا رہا مختصراً میں نے اُسے طرح طرح کی سزائیں دے کر مار دیا، آپ نے سچ فرمایا ہے، میں اسی دن سے اپنے کیے ہوئے

ظلم کی سزا بھگت رہا ہوں، خدا را مجھے ایک دفعہ رب تعالیٰ سے معافی مانگ دیں، آئندہ اس قسم کا کوئی ظلم نہ کروں گا، فرمایا، یاد رکھو، اب تو میں نے تمہاری صحت یابی کے لیے دُعا کر دی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ جلد تمہیں صحتِ کاملہ عطا ہو جائے گی لیکن دوبارہ کسی ذی رُوح پر ظلم کیا تو عذابِ الہی سے چھٹکارا ممکن نہ ہوگا چنانچہ اُس نے سابقہ حرکات سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی اور سرگار کی دُعا سے جلد صحت یاب ہو گیا۔

میرا ہر پل حیاتی دا تیرے احسان مناندا اے
جدوں بھیڑاں بنن وَاللّٰہِ سخی نظرِ کرم رکھ دئے

انگریز کا مسلمان ہونا:

حضور آفتابِ سیدینؐ نے فرمایا، ایک دفعہ سرکارِ سیدینِ ولیؑ کسی سفر کے دوران ریل گاڑی میں مع سنگت سوار ہوئے، آپ کے ساتھ الوداع کرنے والے کثیر پیر بھائیوں کی جماعت تھی جو انتہائی عقیدت و محبت سے ملاقات کرتے رہے، کوئی قدم بوسی کرتا تو کوئی دست بوسی، پہلے سے گاڑی میں موجود عیسائی انگریز (جو کہ اردو زبان پر عبور رکھتا تھا) یہ سارا منظر دیکھتا رہا، جب گاڑی روانہ ہوئی تو وہ سرکارؐ کے قریب آ گیا اور کہنے لگا، جناب! مجھے آپ کا پورا تعارف تو نہیں البتہ یہ معلوم ہو گیا ہے کہ آپ مسلمانوں کے بہت بڑے مذہبی پیشوا ہیں، اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو میں ایک سوال پوچھ سکتا ہوں؟ سرکارؐ نے فرمایا ضرور پوچھیں، کہنے لگا میں عرصہ دراز سے برصغیر میں سیر و سیاحت کر رہا ہوں، میں نے آج تک جتنے مسلمان دیکھے ہیں سبھی قرآنِ پاک کو کثرت سے پڑھتے ہیں مگر استفادہ نہیں کرتے یعنی عبادت کی حد تک قرآنِ کریم کو محدود کر دیا گیا ہے لیکن سمجھ کر فائدہ حاصل نہیں کیا جاتا، اس متعلق وضاحت فرمائیں؟ سرکارؐ نے فرمایا،

آپ کی تحقیق مکمل درست نہیں کیونکہ وہ لوگ بھی کثرت سے موجود ہیں جنہوں نے قرآن پاک کو خوب سمجھ کر بہت زیادہ فوائد حاصل کیے ہیں۔ یہ گفتگو کافی دیر تک جاری رہی، اسی دوران راستہ میں دینہ اسٹیشن (علاقہ جہلم) پر چند پیر بھائی ایک مریض کو چار پائی پر اٹھا کر لائے ہوئے تھے کیونکہ ان کو سرکار کے متعلق علم تھا کہ اس گاڑی پر تشریف فرما ہیں جو نہی گاڑی مذکورہ اسٹیشن پر رُکی، خادمان نے مریض کے متعلق دست بستہ عرض کی، سرکار گاڑی سے اتر کر مریض کے پاس آئے، اُس انگریز کو بھی بلو الیا، فرنگی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، بتاؤ اس مریض کو کونسا مرض لاحق ہے؟ اُس نے معائنہ کرنے کے بعد کہا، جناب! یہ گنٹھیا کے مرض میں مبتلا ہے اور میڈیکل کے مطابق اس مرض کا کوئی مستقل علاج ابھی تک دریافت نہیں ہوا، یہ سن کر فرمایا، لو پھر قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھنے والے اور استفادہ کرنے والے سے قرآن سنو، سرکار نے سورۃ یسین کی چند آیات بلند آواز سے تلاوت فرما کر مریض کو دم کیا... اور ساتھ ہی مریض کو مخاطب کر کے فرمایا بتاؤ، اب کیا حال ہے؟ یہ کہنا تھا کہ مریض اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور سرکار کی قدم بوسی کی اور بتایا کہ اب مجھے کوئی تکلیف نہیں، اسی اثناء مریض نے خود اپنی چار پائی اٹھائی اور اجازت لے کر روانہ ہو گیا، یہ منظر دیکھ کر انگریز پر رقت طاری ہو گئی اور سرکار کے قدموں میں گر پڑا، جو کہ بعد میں سرکار کے ہمراہ دربار پر آ کر مسلمان ہو گیا اور کافی عرصہ تک سرکار کی خدمت میں حاضر رہ کر تعلیم و تربیت سے فیضیاب ہوتا رہا۔

صابری دربار کاشانہ کلس شریف 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا پر
حاضری دینے والا خوشی بلوچ (جو کہ سیدن حضور کا دست بیعت ہے اور تاحال
موجود ہے) جو اکثر بتاتا ہے کہ وہ انگریز تعداد میں دو تھے اور جب وہ مسلمان

ہوئے میں اُن دنوں دربارِ عالیہ پر لنگر کی ڈیوٹی پر مقرر تھا، وہ اکثر ہم سے چیزوں کی طرف اشارہ کر کے پنجابی میں نام پوچھا کرتے تھے۔

غلام محمد ملتانی کی مشکل کشائی:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سرکار سیدن ولی کا ایک جانثار ملتان کے قُرب وجوار کا رہائشی تھا، سردی کی ایک سخت رات کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے جانوروں کے ہمراہ کمرے میں سو رہا تھا، نصف رات کے قریب اُسے سرگار کی آواز سنائی دی کہ غلام محمد! جانوروں سمیت کمرے سے نکل جاؤ، آنکھ کھل گئی کچھ دیر تک سوچتا رہا کہ شاید میرا وہم ہے دوبارہ سو گیا پھر وہی آواز سنائی دی حتیٰ کہ تین چار مرتبہ اسی طرح ہوا، بل آخر ایک جھٹکا لگا اور وہی آواز جاگتے ہوئے سُنی لہذا فوری طور پر اُٹھا اور سارے جانور باہر نکالے، ابھی اپنی چار پائی اُٹھا کر نکل ہی رہا تھا کہ یکا یک کمرے کا چھت نیچے گر گیا، خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اپنے ولی کے ذریعہ جان و مال سب محفوظ رکھا۔ اگلے دن دربار شریف کے لئے روانہ ہو گیا تا کہ سرگار کا شکر یہ ادا کر سکوں جو نبی سرگار کے سامنے پہنچا تو آپ نے فرمایا، غلام محمد! ادھر میرے قریب آؤ... اور دونوں کندھے غور سے دیکھو، جب غلام محمد نے سرگار کے کندھے دیکھے تو اُن پر شہتیر کے نشانات بنے ہوئے تھے، غلام محمد چیخ مار کر رونے لگا۔ سرگار نے فرمایا، یہ فقیر تمام رات تمہاری چھت کا سہارا بنا رہا ہے تاکہ تم اور تمہارے جانور محفوظ رہیں۔

میرے صاحب نوں لاجاں نے گدا گردا بھرم رکھ دے

جدوں مُشکل کوئی پیندی میرے شاہا شرم رکھ دے

انوکھا سراغ:

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ ایک شخص نے دربار شریف حاضر ہو کر

سرکار سے عرض کیا، حضور! میں انتہائی غریب آدمی ہوں، میری گزر بسر کا ذریعہ صرف ایک بھینس ہی تھی جو آج رات چوری ہو گئی ہے، دُعا فرمائیں کہ وہ مل جائے، یہ سُن کر سرکار نے فرمایا، جاؤ کوئی جلاب آور گولی کھا لو، سائل نے حیران ہو کر دوبارہ عرض کی، حضور! مجھے کوئی بیماری نہیں... میں بالکل ٹھیک ہوں، میری بھینس چوری ہو گئی ہے مگر آپ نے وہی جواب دیا، تیسری دفعہ بھی سائل کی عرض پر آپ نے وہی جواب مرحمت فرمایا، بل آخر وہ اجازت لے کر گیا اور میڈیکل سٹور سے گولیاں لے کر کھالیں، گھر پہنچنے پر پیش (موشن) لگ گئے، وقفہ وقفہ سے رفع حاجت کے لیے اٹھتا اور باہر کھیتوں میں چلا جاتا تقریباً نصف شب کے قریب وہی چور جنھوں نے اس کی بھینس چرائی تھی اور اسی گاؤں میں چھپا رکھی تھی، بھینس کے ہمراہ اسی راستہ سے گزرے جس کے قریب ہی بھینس کا مالک حاجت کے باعث بیٹھا ہوا تھا، یکا یک قدموں کی آہٹ سُن کر چونک گیا اور گرجدار آواز میں پوچھا کہ تم کون ہو؟ چوروں نے جب بھینس کے مالک کو اپنے قریب دیکھا تو انتہائی خوفزدہ حالت میں بھینس کو وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے، مالک نے اپنی بھینس پہچان لی اور پکڑ کر گھر لے آیا اور گھر والوں کو تمام احوال سے گاہ کیا، سبھی خوشی سے جھوم اٹھے اور سیدن حضور کے احسان منانے لگے۔

بھلا میرے نکلے دا گزارا ہو کیوں سکدا

کدی بازار عنایت دانہ اوہ لچپال گرم رکھ دے

حق شاہ پر احسان:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سیدن حضور کے ایک جانثار جن کا نام غلام عباس شاہ المعروف حق شاہ تھا، جن کو اچانک ایک روز سرکار نے فرمایا، حق شاہ! تم ابھی اور اسی وقت بغیر کسی کو بتائے میرے رقبہ پر ساہیوال چلے جاؤ اور

تین ماہ تک واپس نہ آنا، یاد رکھو کہ اپنے گھر والوں سے بھی ذکر نہ کرنا، چنانچہ حق شاہ نے حسبِ حکم سامانِ سفر باندھا اور کسی کو اطلاع کیے بغیر ساہیوال یعنی موضع آہیر فتح شاہ سرگڑ کی زرعی زمین پر چلا گیا، ابھی چند دن گزرے ہوں گے کہ حق شاہ کے کسی قریبی رشتہ دار نے اپنے ہی گاؤں موضع بولا زیرین سے کسی عورت کو اغوا کر لیا، کافی بڑا جرم تھا، عورت کے ورثاء نے ایف آئی آر درج کروائی جس میں حق شاہ کا نام بھی لکھوایا گیا، پولیس نے جگہ جگہ چھاپے مارے، گاؤں والوں سے پوچھا گیا مگر حق شاہ کے متعلق کوئی سُراغ نہ ملا، بل آخر اصل مجرم گرفتار ہو گیا اور دو ماہ کے بعد دونوں فریقین میں صلح ہو گئی، ادھر حق شاہ تمام واقعہ سے لاعلم اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل میں پُرسکون دن گزار رہا تھا جب تین ماہ مکمل ہوئے تو حکم کے مطابق واپس آ گیا، گاؤں پہنچنے پر تمام واقعہ کا علم ہوا، ہر شخص کہتا، حق شاہ تو کدھر روپوش تھا تیری قسمت بڑی اچھی ہے جو پولیس کی مار پیٹ سے بچ گیا۔ تمام حالات سے آگاہی حاصل ہونے کے بعد حق شاہ سیدھا سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا، قدم بوسی کرنے کے بعد عرض کیا، غالیجاہ! میں دل ہی دل میں بڑا خوش تھا کہ اب تک جناب کے حکم کی تعمیل کرتا رہا ہوں لیکن ادھر آ کر معلوم ہوا ہے کہ جناب نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ میں ذلت و رسوائی سے محفوظ رہوں، اب مجھے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ حضور کا ہر حکم ہماری بھلائی کے لیے ہوتا ہے۔

عارف مری کی حاضری:

ایک مرتبہ حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ سرکار سیدن ولیٰ ملک وال تشریف فرما تھے سردیوں کا موسم تھا صبح کے وقت گھر کے دروازہ پر دستک ہوئی، سرکار کے خادمانِ خاص سعید صاحب و بابا رحمان وغیرہ قریب کھڑے تھے جب

سعید صاحب دروازے کی طرف جانے لگے تو سرکار نے روک دیا اور خود جا کر دروازہ کھولا، سامنے پاء برہنہ خوب رویش کھڑے تھے، سرکار نے اُن سے ملاقات کی اور اپنے حجرہ میں لے گئے کافی دیر تلک پُر اسرار ملاقات جاری رہی بعد ازاں وہ دُرُویش با ادب سلام کر کے واپس چلے گئے اسی دوران سرکار سے ملاقات کرنے والے زائرین کا ایک ہجوم اکٹھا ہو چکا تھا، سبھی اس انوکھے دُرُویش کے متعلق سوچ رہے تھے کہ یہ کون ہو سکتے ہیں؟

سرکار نے خود ہی فرمایا کہ یہ لال شاہ صاحب مری والے ہیں، اپنے ایک چہیتے مرید اسماعیل کہہار کے ہاں آئے ہوئے تھے اب اسی کے گدھے پر سوار ہو کر ہمیں ملنے آئے ہیں اور ساتھ بطور تحفہ یہ ہیرا جڑی انگوٹھی دے گئے ہیں یہ سن کر کافی لوگ بغرض زیارت دَوڑ پڑے کہ ابھی تو یہاں سے نکلے ہیں ضرور زیارت ہو جائے گی مگر کافی بھاگ دَوڑ کے بعد سب مایوس ہو کر واپس آگئے کیونکہ کہیں بھی اُن کا کوئی سراغ نہ ملا، سرکار نے فرمایا کہ یہ مجذوب قلندر مرد ہیں تم ان سے ملاقات کر کے کیا حاصل کرو گے یہ تو ہمہ وقت اپنے مالک کی لگن میں محو رہتے ہیں کسی سے کچھ غرض نہ واسطہ، دُنیا کی طلب نہ آخرت کی جستجو، یہ تو صرف اپنے مولا کے طلب گار ہوتے ہیں دونوں عالم کی نعمتوں سے سرفراز کرنا مالک کے ذمے ہے، دُنیا اور آخرت کی زندگی میں سالکین کی تقلید سے کامیابی ممکن ہے کیونکہ جہاں وہ طریقت کا دَرس دیتے ہیں وہاں شریعتِ مطہرہ کی پابندی کا شعور بھی پیدا کرتے ہیں۔ بقول بیدم

یہی مختصر ہے شرح شرع و طریقت

کہ اک قال ہے ایک حالِ محمد ﷺ

اس کے بعد شاہ جی نے فرمایا کہ سرکار کو لال شاہ صاحب کی عطا کردہ

ہیرے جڑی انگوٹھی بڑی پسند تھی اس لیے نہیں کہ چاندی کی انگوٹھی میں ہیرے کا نگینہ تھا بلکہ اس لیے کہ مردِ قلندر نے بے لوث محبت کے ساتھ تحفہ پیش کیا تھا یہی وجہ تھی کہ سرکار اُس انگوٹھی سے تسبیح کا کام لیتے تھے اکثر اوقات طویل قرآنی سورۃ مقدسہ کی تلاوت کے دوران انگلیوں میں بطور نشانی رکھ کر گنتی کیا کرتے، اسی حوالے سے حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ مجھے بھی اُس انگوٹھی نے ہی اپنے شیخِ کامل سرکار سیدن ولیؒ کے انعام و اکرام سے نوازا ہے، وہ اس طرح کہ جب سرکار وضو کے لیے طہارت خانے تشریف لے جاتے تو انگوٹھی اتار کر قمیض کی جیب میں ڈال لیتے، ایک مرتبہ انگوٹھی ہاتھ سے نکل کر فلش کے ڈوی پائپ میں جا گری، سرکار اُسی وقت باہر تشریف لائے تو میں سامنے صحن میں کھڑا تھا جب سرکار نے مجھے دیکھا تو فرمایا، آفتاب! ہم ایک نقصان کر بیٹھے ہیں وہ اس طرح کہ لال شاہ صاحبؒ والی انگوٹھی میرے ہاتھ سے فلش میں گر گئی ہے، شاہ جیؒ فرمایا کرتے کہ میں اُس وقت نئے کپڑے پہنے کہیں جانے کی تیاری میں تھا جب میں نے سرکار کی زبانی یہ الفاظ سنے تو فوراً واش روم کی طرف گیا بغیر کچھ سوچے سمجھے اپنے دونوں ہاتھ فلش میں ڈال دیے اور تلاش شروع کر دی کافی تلاش کے بعد انگوٹھی ہاتھ آگئی، مالک کا شکر ادا کیا، ابھی انگوٹھی اور دونوں ہاتھ دھور ہاتھاکہ سرکار وہیں تشریف لے آئے جب انگوٹھی میرے ہاتھ میں دیکھی تو بڑے خوش ہوئے، اپنے داہنے ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم میں بجلی کا کرنٹ سرایت کر گیا ہے سرکار اسی حالت میں مجھے باہر صحن میں لے آئے اُس وقت صحن میں حضور گلزار شاہ جیؒ کھڑے تھے اُن کو سرکار نے مخاطب کر کے فرمایا، گلزار! تم گواہ رہنا میں آفتاب احمد پر راضی ہو گیا ہوں اس نے میری انگوٹھی تلاش کرنے میں ذرا برابر بھی سُستی نہیں کی... مالک کائنات اس پر اپنی

کرم نوازیوں کی کمی نہ کرے گا اسی طرح حضور آفتاب سیدن اور حضور گلزار سیدن کی والدہ محترمہ کو سرکار نے مخاطب فرما کر مذکورہ الفاظ دوہرائے۔

پسر سیدن لا مثل ہیں آفتاب صابری

ہو کرم بس آپ کے صبر و رضا کے واسطے

سرکار سیدن ولی نے اپنی آخری علالت میں مذکورہ انگٹھی حضور گلزار سیدن کو عنایت فرمائی، جناب گلزار سیدن نے تاحیات اپنے ہاتھوں میں رکھی اور آخری ایام میں اپنی زوجہ محترمہ کو بطور امانت دی، انھوں نے اپنی بڑی صاحبزادی کے سپرد فرمائی جنھوں نے وہ مقدس انگٹھی بعد میں راقم الحروف کے حوالے کر دی، تاحال وہ مقدس انگٹھی راقم الحروف کے پاس ہے۔

لال شاہ صاحب کے حوالے سے حضور آفتاب سیدن نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ صدر ایوب خان صاحب صدر پاکستان بننے سے پہلے انہی لال شاہ صاحب کے پاس دُعا کے لیے حاضر ہوئے تھے ایک روز لال شاہ صاحب نے فرمایا کہ جاؤ ایوب تمہیں پاکستان کا صدر بنا دیا ہے۔

عبدالخالق کا واقعہ:

محمد عبدالخالق ساکن مغل ضلع راولپنڈی کا مشہور واقعہ ہے کہ لڑکپن میں عبدالخالق حضور آفتاب سیدن کی ڈیوٹی کیا کرتا تھا، ایک دن اُس نے شاہ جی سے عرض کیا کہ حضور! میرے قریبی رشتہ داروں کی شادی ہے اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اس شادی کے موقع پر چلا جاؤں، شاہ جی نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تم چلے جاؤ... آپ نے اُسے کرایہ وغیرہ اور اپنے استعمال شدہ کپڑے اور ایک عدد جوتی عنایت فرمائی کہ یہ شادی کے موقع پر پہن لینا لہذا جب عبدالخالق گھر پہنچا تو اُسے بتایا گیا کہ ہمسایوں کا ایک نوجوان بنام راجہ نذیر احمد ذہنی خرابی کے باعث

چند دنوں سے لاپتہ ہے ہم سب نے پروگرام بنایا ہے کہ لال شاہ صاحب سے دُعا کروانے "مری" جاتے ہیں، اچھا ہوا کہ تم بھی آگئے ہو چنانچہ سب مل کر چلتے ہیں، عبدالخالق نے شاہ جی کے عطا کردہ کپڑے اور جوتی پہنی اور ہمراہ ہولیا، جب وہاں پہنچے تو لال شاہ صاحب "عبدالخالق کو بڑے غور سے دیکھنے لگے... پھر نزدیک آ کر اچھی طرح کپڑوں کا معائنہ فرمایا، بعد ازاں فرمایا، اے لڑکے! تم نے کپڑے اور جوتی تو مُستجاب الدعوات کی پہنی ہوئی ہے اور گم شدہ نوجوان کے لیے دُعا کروانے میرے پاس کیوں چلے آئے ہو؟ اُنہی کے پاس جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

عبدالخالق نے راقم الحروف سے خود بیان کیا تھا کہ جب ہم جانے لگے تو لال شاہ صاحب نے ہمیں بڑی محبت کے ساتھ چائے پلائی۔

بعدہ ہم کلس شریف حضور سیدن ولی کی خدمت میں پہنچے، سرکار نے ہمیں دیکھتے ہی فرمایا، اے عبدالخالق! لال شاہ صاحب کیا کہتے تھے؟ ہم نے دست بستہ تمام معروضات پیش کیں، آپ نے فرمایا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تم لوگ واپس چلے جاؤ، مالک نے چاہا تو راستے میں وہ نوجوان مل جائے گا ہم حسبِ حکم واپس چلے آئے، راستہ میں نبی وہ نوجوان ہمیں مل گیا۔

میںوں ول نہ ذرا آیا تیرے بوہے گدائی دا
ایسے گل تے ترس کھا کے ہمیشہ لُج صنم رکھ دے

ذکر کا انوکھا طریقہ:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ ملکوال شہر میں چند کشمیری رہائش پذیر ہیں ایک مرتبہ اُن کے پیر صاحب جن کا اسم سید سکندر شاہ صاحب ہے اپنے مریدین کو ملنے کے لیے ملکوال تشریف لائے اور چند روز قیام پذیر رہے، ایک دن

مریدین کے ہمراہ ملک وال کی سیروسیاحت کے لئے نکلے، سرکار سیدن ولیٰ اُن دنوں ملکوال میں تشریف فرما تھے، جب سکندر شاہ صاحب گھومتے پھرتے، صابری محلہ میں آئے تو اُنھوں نے یہ عجیب منظر شاید پہلی مرتبہ دیکھا کہ ایک بزرگ پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور سامنے صف پر بیٹھے ہوئے خادمان ذکرِ پاس انفاس میں پوری طرح محو ہیں چونکہ گزرگاہ کی طرف سرگار کی پشت مبارک تھی وہ پس پشت کھڑے ہو کر اپنے مریدین سے پوچھنے لگے کہ یہ ذکر کرنے کا کونسا طریقہ ہے؟ سب لوگ دُنیا سے بے خبر آنکھیں بند کیے سانسوں کے گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔

اُن کی یہ آواز سرکار نے سُن لی... یکا یک شہادت والی انگشت مبارک سے سکندر شاہ صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، تم غافل کیوں ہو تم بھی یہ ذکر کرو صرف یہ کہنا تھا کہ سکندر شاہ صاحب انگشت مبارک کے اشارہ کے ساتھ ہی اُچھل کر سامنے آگرے اور جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، سانسوں کے ذریعے دل پر "اللہ ہو" کی ضربیں لگنے لگیں، قلب بیدار ہو گیا... ناک اور منہ سے خون بہنے لگا، مریدین نے سنبھالنے کی بڑی کوشش کی مگر ناکام رہے جو بھی ہاتھ لگاتا اُسے یوں محسوس ہوتا جیسے بجلی کا کرنٹ جسم میں سرایت کر گیا ہے اور ساتھ ہی اُس کا جسم بے سکت ہو جاتا۔

جب سکندر شاہ صاحب کی طبیعت کچھ سنبھلی تو سرکار کے قدموں میں گر پڑے اور کہنے لگے، حضور! مجھے معاف کر دیجئے گا، میں بے خبری میں شیخ بنا پھرتا تھا مجھے تو ابھی غلام بننے کا ڈھنگ بھی نہیں آیا۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں

اس کا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

پھر تاحیات سکندر شاہ صاحب اسی کیفیت میں بے خود رہے جب کبھی دربار

عالیہ پر حاضر ہوتے تو پاء برہنہ تشریف لاتے، کلس شریف پہنچ کر بلند آواز سے تین نعرے لگاتے اور محفل کے آخری کنارے پر باادب بیٹھ جاتے۔

شجرہ پیشوائی کی تکمیل:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سید مردان علی شاہ صابری صاحب کے عرس مبارک کے موقع پر اہل شعور حضرات نے شجرہ پیشوائی کی تکمیل کا کام سیدن حضور کے ذمہ لگایا کیونکہ اس سے قبل میاں خدا بخش صاحب (جو کہ سید مردان علی شاہ صاحب کے غلام تھے) کا تحریر کردہ شجرہ نامکمل اسمائے مبارکہ اور لفظی غلطیوں کے باعث قابل اعتماد نہ سمجھا جا رہا تھا، سیدن حضور نے تمام حضرات کے سامنے آئندہ سال عرس مبارک کے موقع پر شجرہ شریف مکمل کر کے منظوم سنانے کا وعدہ فرمایا، محفل ختم شریف کے بعد سرکار نے سید مردان شاہ صاحب کے دربار عالیہ میں حاضری دی اور دست بستہ عرض کیا، عالیجاہ! میں نے آپ کے دربار میں شجرہ پیشوائی کی تکمیل کے لیے آئندہ سال کا وعدہ دیا ہے، اس معاملہ میں میری مدد فرمائیے گا مجھے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے شجرہ میں شامل تمام بزرگوں کے صحیح نام اور منظوم تحریر کرنے میں امداد کی ضرورت ہے، بندہ آپ کی نگاہ کرم کا محتاج ہے، بعد ازاں واپس کلس آگئے، کافی دنوں کی سوچ بچار کے بعد صرف ایک حمدیہ فقرہ تحریر ہو سکا ابھی شجرہ میں شامل تمام حضرات کے صحیح اسمائے گرامی کی دستیابی کا عمل باقی تھا، اسی پریشانی کے دوران ایک رات سرکار نے خواب میں دیکھا کہ بابا سید مردان علی شاہ صاحب تشریف لائے ہیں، ان کے ساتھ سرکار کے دادا جان حضرت پیر شاہ صاحب بھی موجود ہیں، بابا صاحب نے فرمایا، سیدن! ہم تمہیں ملنے کے لیے آئے ہیں آج تم نے بڑی شدت سے یاد کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ سیدن حضور نے تمام صورت حال عرض کی،

بابا صاحب نے اپنی جیب سے سفید کاغذ نکال کر سیدن حضورؒ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا یہ تمہارا مکمل شجرہ پیشوائی ہے اچھی طرح سنبھال لو، اس پر چشتیہ صابریہ سلسلہ کے تمام پیشواؤں کے اسمائے گرامی درج ہیں بعد ازاں فرمایا کہ شجرہ منظوم کرنے کے لیے کیا کچھ لکھا بھی ہے؟ سرکارؒ نے دست بستہ عرض کی حضورؒ! کافی تگ و دو کے بعد صرف ایک حمد یہ فقرہ لکھ پایا ہوں، بابا صاحب نے فرمایا سناؤ کیا لکھا ہے؟ عرض کیا۔

حمد ہزاراں لائق اُسُنوں جو صاحب سبحانی

بابا صاحب نے فرمایا آگے لکھو۔

میں کی صفت کرن دے لائق شان اچا لاثانی

یہ سنتے ہی خواب سے بیدار ہو گئے، کاغذ قلم سنبھال کر دوسرا فقرہ لکھا اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو بابا سید مردانؒ علی شاہ صاحب کا خواب میں عطا کردہ کاغذ موجود تھا جس میں سلسلہء عالیہ کے پیشواؤں کے اسمائے گرامی درج تھے، بوسہ دیکر سامنے رکھ لیا، جب ایک شعر مکمل لکھ لیا جاتا تو دوسرا شعر وارد ہو جاتا، اذان فجر سے قبل تمام شجرہ پیشوائی نظم کر لیا گیا، اس طرح غائبانہ امداد سے شجرہ پیشوائی مکمل کیا گیا۔

آگے حضور آفتاب سیدنؒ نے فرمایا کہ میں نے سیدن حضورؒ سے سنا ہے کہ تم میں سے جب کوئی بیمار ہو تو اسی شجرہ شریف کے پہلے حمد یہ شعر کا دوسرا حصہ (جو کہ سید مردانؒ علی شاہ صاحب نے لکھوایا تھا) کا ورد کر کے دم کرے انشاء اللہ تعالیٰ شفا پائے گا۔

مطب صاحب علوم لدنی:

مورخہ 26 جون 2005ء کو جناب پیر میراں شاہ صاحب صابریؒ کی

زیارت نصیب ہوئی، راقم الحروف نے عرض کی عالی جاہ! سیدن حضورؐ کا کوئی واقعہ سنائیں؟ فرمانے لگے ایک مرتبہ صالح محمد آف خیرے وال ضلع منڈی بہاؤالدین کا برادرِ خورد محمد حیات سخت بیمار ہو گیا کافی علاج کرائے گئے مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق بیماری شدت اختیار کرتی گئی علاقہ کے تمام نامور حکماء اور ڈاکٹر صاحبان نے مریض کو کہیں اور لے جانے کا مشورہ دیا کہ اب اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے، صالح محمد کو جب ہر طرف سے مایوسی کی خبریں ملنے لگیں تو سرکارؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ بنا لیا، سرکارؒ اس وقت موضع ٹبہ ساہنا نزد ملکوال قیام پذیر تھے جب صالح محمد ٹبہ ساہنا پہنچا تو سرکارؒ استراحت فرما رہے تھے اور شیر محمد ولد مرزا خان ساکن گلستان درباری کے فرائض انجام دے رہے تھے صالح محمد نے اپنے بھائی کے متعلق تمام حقیقت شیر محمد کو سنائی، اسی دوران سرکارؒ بیدار ہو گئے، فرمایا، شیر محمد کون ہے؟ شیر محمد نے دست بستہ صالح محمد کے بھائی کی بیماری اور ڈاکٹروں کے مایوس کن جوابات کے متعلق عرض کیا، سرکارؒ نے صالح محمد کو بلا کر فرمایا کہ ابھی جاؤ... اور ٹھنڈے پانی سے نہا کر آؤ، شیر محمد نے عرض کیا، حضورؐ! صالح محمد اپنے بھائی کی بیماری کی وجہ سے گھبراہٹ کا شکار ہے وگرنہ اسے کچھ نہیں، سرکارؒ نے دوبارہ فرمایا کہ تم جاؤ نہا کر آؤ، حسب حکم صالح محمد نہا کر حاضر خدمت ہوا، سرکارؒ نے فرمایا جب تمہارے سر پر پانی پڑا تو کیا وقت ہوگا؟ صالح محمد نے عرض کیا، حضورؐ! ظہر کا وقت ہو نیوالا تھا، فرمایا عین اس وقت تمہارا بھائی محمد حیات بالکل ٹھیک ہو چکا ہے تم اطمینان سے گھر جاؤ، ابھی اس کی شادی ہوگی اور چار بچے ہوں گے جو تمہاری ڈیوٹی دیں گے لہذا جب صالح محمد گھر پہنچا تو محمد حیات بالکل تندرست ہو چکا تھا صالح محمد نے حیرت سے پوچھا، تمہیں کب اور کیسے آرام آیا؟ محمد حیات نے بتایا کہ وقت

ظہر سے کچھ پہلے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری آگ (بیماری) پر پانی پڑ گیا ہے اُس وقت کا مجھے مکمل سکون آچکا ہے، صالح محمد نے مالک کا شکر ادا کیا اور تمام اہل خانہ کو سرکار کے اس عجیب علاج اور آئندہ کی پیشین گوئی کے متعلق آگاہ کیا۔ آخر میں جناب پیر میراں شاہ صاحب نے فرمایا کہ اب محمد حیات کے چار بچے ہیں جو صالح محمد کے خدمت گار رہے۔

سخنِ ولی سخنِ خدا:

جناب پیر میراں شاہ صاحب صابریؒ سے خود راقم الحروف نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک روز سرکار سیدن ولیؒ پر ایک خاص کیفیت کا غلبہ تھا تمام حاضرین خاموشی سے سر جھکائے بیٹھے تھے، کسی کی نظر سرکار کے چہرہ اقدس پر نہ ٹھہرتی تھی کہ اچانک اعظم شاہ صاحب نے عرض کیا، حضور! دُعا فرمائیں، میں موت سے قبل معذوری کا شکار نہ ہوں، میں نے حکماء سے سُن رکھا ہے کہ بلغمی مزاج والوں کی جان بڑی دُشواری سے نکلتی ہے میرا مزاج بھی بلغمی ہے، نگاہِ کرم فرمائیں اُس مشکل وقت میں دُشواری نہ ہو، سرکار اپنی لگن میں محور ہے، کوئی جواب عنایت نہ فرمایا... دوبارہ عرض کی جب تیسری مرتبہ عرض کی گئی تو سرکار نے نظر اٹھا کر سائل کو بغور دیکھ کر فرمایا، ایک لمحہ میں رُوح تن سے جدا ہو جائے گی اور کوئی مشکل پیش نہ آئے گی ابھی دیکھ لینا۔ پیر میراں شاہ صاحب نے فرمایا کہ اسی وقت اعظم شاہ صاحب محفل سے اُٹھ کر باہر چلے گئے کچھ دیر بعد میں اُن کے پیچھے گیا تو دیکھا کہ حجام سے بال بنوار ہے ہیں مجھے دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے اور کہا کہ پہلے آپ بال بنوالیں میں بعد میں بنوالوں گا چنانچہ میں اُن کے اصرار پر حجام سے بال بنوانے لگا اور اعظم شاہ صاحب قریب ہی پڑی ہوئی چار پائی پر بیٹھ گئے، ابھی چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ وہ ایک طرف کوچھک گئے ہم نے

کافی آوازیں دیں، چار پائی پر سیدھا لٹا کر پانی کے چھینٹے لگائے مگر کچھ جواب نہ ملا، میں دوڑ کر سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا... اور اعظم شاہ صاحب کے بارے میں آگاہ کیا، آپ نے فرمایا اُن کا وقت پورا ہو گیا ہے مالک کائنات نے اُن کو بلا لیا ہے تم لوگ اُس کی تدفین کا اہتمام کرو۔

دوسرے یا تیسرے روز ہم نے سرکار سے عرض کیا کہ عالیجاہ! اعظم شاہ نے آپ کے حضور اس طرح عرض کیا تھا اور آپ نے یوں فرمایا تھا یہ سُن کر سرکار نے فرمایا مجھے تو کچھ خبر نہیں کہ میری زبان سے کیا نکلا تھا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضور آفتاب سیدن نے سنایا کہ ایک ہر تہہ مستری غلام احمد دربار عالیہ پر نلکا ٹھیک کر رہا تھا سرکار قریب ہی ذکر و اذکار میں محو تھے مستری نے کافی چیکنگ کے بعد قریب کھڑے درباری خادم کو بتایا کہ نلکے کا فلٹر بند ہے سرکار نے فرمایا، فلٹر کھلا ہے، مستری نے دوبارہ چیک کیا پھر کہا کہ فلٹر بند ہے، سرکار نے پھر فرمایا، فلٹر کھلا ہے جب تیسری مرتبہ مستری کے کہنے پر سرکار نے فرمایا کہ فلٹر کھلا ہوا ہے تو اس دفعہ مستری صاحب چیک کر کے حیران رہ گئے کہ واقعی فلٹر بند نہیں ہے بعد میں اس واقعہ کا سرکار سے ذکر کیا گیا تو آپ نے لاعلمی کا اظہار فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے ایسا کہا ہے۔

تقدیریں بدل جاتی ہیں حالات بدل جاتے ہیں
اک اُن کے اشارے سے دن رات بدل جاتے ہیں

چھوٹا نقصان:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور میرے برادر محترم جناب پیر چن شاہ صاحب گھوڑے پر سوار ملکوال جا رہے تھے، راستہ میں ریلوے لائن کے قریب ایک شخص کھیت میں گھاس کاٹ رہا تھا، ہمارے قریب پہنچنے پر وہ

شخص اچانک کھڑا ہو گیا جس کے باعث گھوڑا ڈر گیا اور خوفزدہ حالت میں سر پٹ بھاگا، اچانک ہم دونوں بھائی ریلوے لائن کے اوپر گر پڑے، خدا تعالیٰ نے اس طرح محفوظ رکھا کہ خراش تک نہ آئی لیکن عین اسی وقت دربار عالیہ کا کنواں چلانے والی اونٹنی مر گئی، جب ہم دونوں بھائی واپس پہنچے تو مائی صاحبہ نے بتایا کہ اونٹنی مر گئی ہے، ہم دونوں نے افسوس کیا مگر راستہ میں پیش آنے والے حادثہ کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔

جب حضور سیدن سرکار معمول کے مطابق بعد از نماز ظہر گھر تشریف لائے تو مائی صاحبہ نے اونٹنی کا بڑا افسوس کیا، سرکار خاموش رہے، شام کے وقت دوبارہ مائی صاحبہ نے سرکار کے حضور اونٹنی کے مرنے کا ذکر چھیڑ دیا، اسی طرح جب رات کو مائی صاحبہ نے اونٹنی کے متعلق بات کرنا چاہی تو سرکار نے ہم دونوں کی طرف (یعنی چن پیر شاہ اور آفتاب سیدن) اشارہ کر کے فرمایا، اگر ان میں سے ایک مر جاتا تو کیا بہتر تھا؟ ان سے دریافت کرو کہ یہ آج پیش آنے والے حادثہ سے کس طرح محفوظ رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اُس نے ان کی بجائے ایک جانور کی جان لے لی... اور ان کو زندگی بخش دی۔ یہ سن کر مائی صاحبہ نے شکوہ ترک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

بینک کی ملازمت:

جناب پیر اقبال شاہ صاحب صابری ساکن ملکوال سرکار سیدن ولی کے داماد اور مرید تھے، انتہائی خوبرو، خوش اخلاق اور اپنے شیخ کامل سے محبت رکھنے والی شخصیت تھے، اکثر اوقات اپنے شیخ کامل کے محبت بھرے واقعات بیان کیا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے بتایا کہ میں عالم شباب میں ذریعہ روزگار نہ ہونے کی وجہ سے انتہائی مغموم تھا، بارہا مجھے میرے بھائی صاحب (حاجی دوست

محمد صاحب) نے نوکری کے سلسلہ میں راولپنڈی بلا یا مگر ہر دفعہ مایوسی کے ساتھ واپس لوٹ آتا، بار بار راولپنڈی کے کرایہ جات اور اخراجات سے تنگ آچکا تھا، ایک دفعہ حسب سابق بھائی صاحب کا نوکری کے سلسلہ میں پیغام موصول ہوا، میں ابھی تذبذب کا شکار تھا کہ مائی صاحبہ نے میرے متعلق تمام صورت حال سرگار سے عرض کر دی، سرگار نے مجھے بلا کر پوچھا، عزیزم اقبال! سنا ہے کہ تمہیں دوست محمد نے ملازمت کے سلسلہ میں بلوا بھیجا ہے؟ میں نے دست بستہ عرض کیا، عالیجاہ! مجھے نوکری کے لئے بلوایا تو کافی دفعہ گیا ہے مگر ہر بار ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا، سرگار نے اپنی جیب سے دس روپے نکال کر مجھے عنایت کرتے ہوئے فرمایا یہ تمہارا کرایہ ہے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اس دفعہ انشاء اللہ تعالیٰ ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑے گا، اس بار باعزت روزگار مل جائے گا اور راولپنڈی کے پیر بھائی تمہاری ڈیوٹی دیں گے لہذا تم راولپنڈی چلے جاؤ۔ چنانچہ میں حسب حکم روانہ ہو گیا، میرے بڑے بھائی حاجی دوست محمد صاحب راولپنڈی میں ہی سکونت پذیر تھے، جب ان سے ملاقات ہوئی تو وہ بعد از سلام دعا، کہنے لگے کہ بہت اچھا ہوا کہ تم آگئے ہو، تمہاری نوکری کا انتظام ہو چکا ہے، بینک کی ملازمت ہے، باعزت روزگار ہے، تم ہر لحاظ سے خوش رہو گے۔

یہ سن کر میں انتہائی خوش ہوا، بھائی صاحب کے بیان کردہ پروگرام کے مطابق صبح بینک میں حاضری دی اور مستقل طور پر منتخب کر لیا گیا۔ اس طرح میرے شیخِ کامل کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ حقیقت بن کر سامنے آگئے، باعزت روزگار کے ساتھ ساتھ شب و روز پیر بھائیوں کی ہر طرح سے خدمات میسر رہیں پھر تاحیات کسی چیز کی کمی واقع نہ ہوئی۔

پیر اقبال شاہ صاحب صابری نے 26 جون 2006ء کو وفات پائی، راقم

الحروف نے ملکوال میں نمازِ جنازہ پڑھائی، آپ کے چہرے کا تبسم نسبتِ سیدن کی صداقت پر فخر کرتا دکھائی دے رہا تھا، آپ کی تدفین کلس شریف میں ہوئی، سرکار سے قریبی رشتہ داری ہونے کے باوجود ہمیشہ دعویٰ غلامی پر ناز کیا، آپ کی مزار پر راقم الحروف کے مشورہ پر آپ کے صاحبزادگان جناب جاوید اقبال صابری صاحب، جناب امجد اقبال صابری صاحب نے بیدم وارثی صاحب کا یہ شعر تحریر کروایا جو کہ آپ کی کیفیات کے عین مطابق ہے۔

کافی ہے یہ پتہ میرا لوحِ مزار پر
بیدم تیرا غلام تھا حلقہ بگوش تھا

فقیر کی نگاہِ کریمانہ کا اثر:

جناب پیر اقبال شاہ صاحب نے دو گواہان کی موجودگی میں ایک واقع اس طرح بیان کیا کہ ڈاکٹر محمد فاضل صاحب ساکن چک رائب ایک روز ملک وال میں بابا شمس دین صاحب (جو کہ چک رائب کے رہائشی ہونے کے علاوہ سیدن حضور کے عقیدت مند تھے) کی دکان پر چند حضرات کے سامنے اولیاء اللہ اور مشائخ عظام پر تنقیدی لیکچر جھاڑ رہے تھے کہ تم لوگ شرک کرتے ہو جو پیروں فقیروں کے ہاتھ پاؤں چومنے لگتے ہو وغیرہ

ابھی کچھ ہی دیر گزری ہوگی کہ سرکار سیدن ولی کسی کام کے سلسلہ میں اپنے خوبصورت گھوڑے (جس کا نام ساوا گھوڑا مشہور ہے) پر سوار بابا شمس کی دکان کی طرف آتے دکھائی دیے، سب سے پہلے ڈاکٹر صاحب کی نظر سرگار کے نورانی چہرہ اقدس پر پڑی وہیں گفتگو کا سلسلہ ختم کر کے تیزی سے سرگار کی جانب آئے اور سرگار کے قدم مبارک پر بوسہ زن ہو گئے اور کچھ دیر اسی حالت میں رہے پھر سرکار نے ڈاکٹر صاحب کو پیار سے تھکی لگائی اور گھوڑے سے اترے، گھوڑا ڈاکٹر

صاحب کے حوالے کر کے خود بابا شمس کی دکان پر آگئے، سب حاضرین نے باادب سلام کیا، سرکار نے بابا شمس کو فرمایا کہ ہم نے بیٹھنا نہیں ہے، کچھ ضروری کام ہے لہذا بابا شمس کو علیحدگی میں کوئی کام بتا کر واپس ہو گئے، ڈاکٹر صاحب سر بازار گھوڑے کی لگام تھامے کھڑے رہے، سرکار نے قریب آ کر دوبارہ ڈاکٹر صاحب کو تھپکی لگائی اور روانہ ہو گئے۔ بقول شیخ سعدی

ہر بیشہ گمان مُبرکہ خالیست

شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

”یعنی ہر گھائی کو خالی گمان نہ کر، ہو سکتا ہے کہیں کوئی چیتا بھی سٹویا ہوا ہو۔“

چنانچہ سرکار کے جانے کے بعد جب ڈاکٹر صاحب بابا شمس کی دکان پر پہنچے تو ان کی پہلی تقریر سننے والے حضرات نے سوال کیا، ڈاکٹر صاحب! آپ تو بے عمل عالم ثابت ہوئے؟ ابھی ہمیں کیا سمجھا رہے تھے کہ تم اپنے جیسے انسان کی اس قدر تعظیم و تکریم کرتے ہو کہ عبادت کا گمان ہونے لگتا ہے جب کہ اُس کے اور تمہارے جسم کے اعضاء بھی ایک جیسے ہیں اور ہم سبھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں وغیرہ وغیرہ

ڈاکٹر صاحب نے کہا بھائیوں! میں حضرت پیرسیدن شاہ صابری صاحب کی بات نہیں کرتا یہ تو اللہ کے ولی ہیں، سبھی بول اٹھے کہ جناب ہم بھی تو اللہ کے ولیوں کی تعظیم کے قائل ہیں یہ سن کر ڈاکٹر صاحب خاموش ہو گئے کوئی جواب نہ بن پایا۔

زیرکی بفرش و حیرانی بخ

زیرکی ظن است و حیرانی نظر

آدابِ مُرشد:

ایک نشست میں خطاب کے دوران حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ حضور سیدن ولی کے منظورِ نظر غلام سعید صاحب ایک مرتبہ دائیں ہاتھ پر لنگر کے برتن اٹھائے جا رہے تھے، اچانک سعید صاحب کی نظر سرکار کے پلنگ کے نزدیک بیٹھے ہوئے کتے پر پڑ گئی، سعید صاحب نے بائیں ہاتھ سے جوتا اتار کر کتے کی جانب پھینکا، اتفاق سے جوتا کتے کو لگنے کی بجائے سرکار کے قدموں پر جا لگا، یہ دیکھ کر سعید صاحب انتہائی مغموم ہوئے اور بھاگ کر اپنے حجرے میں پہنچے، دروازہ اچھی طرح بند کر لیا اور بائیں ہاتھ کا کلہاڑی سے قیمہ کر دیا اسی وقت سرکار نے دیگر خدام کو حکم دیا کہ فوراً سعید صاحب کا پتہ کرو، جب پتہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ سعید صاحب اپنا ہاتھ کاٹ چکے ہیں۔

لہذا سرکار کو اطلاع کی گئی، سرکار سعید صاحب کے پاس آئے اور فرمایا، سعید! تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ عرض کی حضور! میں نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر عہد کیا تھا کہ میرے جسم کا جو حصہ بھی آپ کے مقدس پیکر کو تکلیف پہنچائے گا، میں وہ حصہ جسم سے الگ کر دوں گا، یہ سن کر سرکار نے سعید صاحب کو گلے لایا اور آئندہ ایسا کرنے سے سخت منع فرمایا، بعد ازاں زخم پر اپنا لعاب دہن لگایا، جس کی وجہ سے جلد ہی زخم مندمل ہو گیا۔

کسے دے نال نہ جھکڑا اے عقائد سب دے اپنے نے

تیرے متا بنے فرزانے تیرا مکھڑا حرم رکھ دے

صراطِ مستقیم کے راہی:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سائیں رحمت دین صابری صاحب اور سائیں صاحب دین المعروف سائیں سانھو سیدن حضور کے منظورِ نظر غلام تھے

ہمہ وقت ذکر و اذکار میں محو رہتے، زیادہ تر مجذوبانہ کیفیات میں مغلوب رہتے کبھی کبھار طبیعت میں عالم سلوک کا رنگ نمایاں ہوتا تو انتہائی اسرار و رموز پر مبنی گفتگو کرتے، آگے فرمایا کہ ایک مرتبہ سیدن حضورؐ پر عجیب و غریب کیفیات کا غلبہ تھا پرکشش آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور چہرہ اقدس پر صابری جلال کے آثار نمایاں تھے، شروع شروع میں کافی دیر تک خاموش رہے پھر یکایک فرمانے لگے، ہر جانب میرا خدا ہے کوئی جگہ خالی نہیں ہر طرف خدا ہی خدا ہے وہ ایک خدا ہر مکان کا ملکین ہے اسی گفتگو کے دوران سائیں رحمت دین صاحب اپنے گاؤں کے رہائشی راجہ شیر محمد کے ہمراہ حاضری کے لئے پہنچ گئے رحمت دین راجہ شیر محمد کو لنگر کی چکی (آٹا پیسنے والی مشین) والے کمرہ میں بٹھا کر خود اکیلے حاضری کے لئے آگے بڑھے، موسم سرما کے باعث سرگار کمرہ کے اندر تشریف فرما تھے اور مذکورہ گفتگو فرما رہے تھے جب رحمت دین قدم بوس ہوئے تو سرکارؐ نے رحمت دین کی پشت پر تھپکی لگاتے ہوئے فرمایا، میرا رب یہاں بھی موجود ہے تھپکی کا لگنا تھا کہ رحمت دین بے اختیار ہاتھ پاؤں زمین پر مارنے لگا، آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُٹ پڑا، دل کے دھڑکنے کا شور کانوں میں سنائی دینے لگا، اُس وقت حضور گلزار شاہؒ جی وہاں موجود تھے جنہوں نے رحمت دین کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر اُس کا جسم بے بس ہو چکا تھا جب گلزار شاہؒ جی پوری طاقت سے قابو کرتے تو اپنا جسم بے جان محسوس ہونے لگتا بلآخر بڑی مشکل سے گھسیٹ کر چکی والے کمرہ میں لے گئے وہاں جا کر حیرت میں اور اضافہ ہو گیا کیونکہ جو رحمت دین کے ہمراہ شیر محمد پہلی مرتبہ سرگار کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تھا وہ اُس کمرہ میں چکی کی آواز کے ساتھ محو رقص تھا اُس کی آنکھوں سے بھی اشکوں کی بارش برس رہی تھی وہ بھی بے اختیار حلاوتِ رندانہ میں دُنیا و مافیہا سے بے خبر سانسوں کی مالا

پر نامِ یاربِ رہا تھا، بعد ازاں حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ سائیں رحمت دین صابری صاحب کی یہ کیفیت تو کچھ دنوں کے بعد بہتر ہوگئی لیکن وہ تاحیات اس لذت اور ذکر و اذکار کے بحرِ حق میں غوطہ زن رہے، کافی دیر تک سانس بند کیے اپنے مالک کے ذکر میں محو رہتے، خور و نوش کی فکر سے بے پرواہ کئی کئی دن گزر جاتے مگر ذکرِ یارب کے بغیر ایک لمحہ نہ گزرتا۔

جو دمِ غافل سو دمِ کافر سانوں مُرشد! یہہ پڑھایا ہو
سائیں رحمت دین صابری صاحب کے ہاتھ پر کافی کرامات کا ظہور ہوا،
اپنے شیخ سے متعلقہ ہر چیز کا ادب و احترام فرض سمجھتے، آپ کا وصال ماہِ جون
1970ء میں ہوا، آپ کا دربارِ عالیہ موضعِ مغل میں مرجعِ خلائق ہے۔

رفیق سفر ہوں کامل راہی بھٹکتے کب ہیں

عقیدہ سنوارو اپنا کردارِ اولیاء سے

آگے فرمایا کہ سائیں صاحب دین عرف سائیں ساہو (موضع لڈوانزد
جلال پور شریف) چشمہء سیدنی سے سیراب ہونے والے لامثال دُر ویش تھے،
سرکار کے دستِ اقدس پر بیعت ہونے کے بعد مجذوبانہ کیفیات میں زندگی گزار
دی، عرصہ دراز تک پہاڑوں میں پوشیدہ اپنے شیخ کے تلقین شدہ و طائف میں مگن
رہتے اکثر اوقات درختوں کے پھول پتوں پر گزراوقات کرتے، جس کے باعث
جسم انتہائی نحیف و لاغر ہو چکا تھا مگر جب جذبہء عشق کے ساتھ نعرہ حق بلند کرتے
تو درود یوار جھوم اٹھتے، حالتِ جذب میں قدم بقدم سجدے کرنا معمول تھا، ایک
مرتبہ موسم سرما میں بمقام چک رائب نزد ملکوال شریف فرماتے، کسی عقیدت مند
نے انگاروں سے بھری انگیٹھی سامنے رکھ دی، سائیں ساہو آنکھیں بند کیے تصور
جاناں میں محو ذکر و اذکار کی پیگ جھلا رہے تھے یکا یک دنیا سے بے خبر انگیٹھی

میں سجدہ ریز ہو گئے، جب اپنی مرضی سے سر اٹھایا تو تمام آگ بجھ چکی تھی اور ذرہ برابر بھی چہرہ یا پیشانی پر نشان نہ پڑا۔

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایماں پیدا

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

آگے فرمایا کہ جب کبھی سرکارؑ نے چک راب سے گزرنا ہوتا تو گاؤں کے اکثر لوگ حضورؑ سے ملاقات کرنے کے لیے پہلے ہی وہاں کھڑے ہوتے، ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ تمہیں حضورؑ کی آمد کا کیسے علم ہو جاتا ہے حالانکہ بعض پروگراموں کی کسی کو اطلاع نہیں کی گئی ہوتی، اس کے باوجود تم نہر کے پل پر اس طرح صف بستہ ہوتے ہو جسے تمہیں پہلے سے ہی علم ہو؟ انہوں نے کہا کہ جب کبھی سرکارؑ نے یہاں سے گزرنا ہو تو اس دن سائیں سا بھو نہر والا پل صاف کر رہا ہوتا ہے جس سے ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ آج سرکارؑ یہاں سے گزریں گے ہم اسی اطلاع کے مطابق سرکارؑ کے منتظر ہوتے ہیں۔

ہمت کہاں ہے میری تجھ کو جو پالیا ہے

تیرے آستان کے راہی میرے راہنما رہے ہیں

حضور آفتاب سیدنؑ نے آگے فرمایا کہ ایک مرتبہ سائیں سا بھو جب دربار پر آئے تو ایک عورت نے روغنی روٹیاں پکا کر سائیں کی خدمت میں پیش کیں، جنہیں دیکھ کر سائیں نے اونچی آواز میں قہقہہ لگایا بعد ازاں روٹیاں پکڑ کر زمین پر رگڑنے لگا پھر اپنے آپ سے مخاطب ہو کر اس طرح کہنے لگا، سا بھو! روغنی روٹیاں دیکھ کر تو بڑا خوش ہوا تھا اب ان کی حالت دیکھ کر کیوں پریشان ہو گیا ہے حالانکہ تمہارے پیٹ میں پہنچ کر ان کی حالت اس سے بھی بدتر ہونی تھی اب خوش ہو، کیوں خوش نہیں ہوتا؟ اسی طرح اپنے نفس کا تزکیہ کرنے میں شب و روز

محور ہتا، سائیں سا بھو کی کرامات کے متعلق کافی واقعات مشہور ہیں، تازیست اپنے شیخ کی شدید محبت میں گزار دی، آپ کا وصال 1945ء میں ہوا اور مزارِ اقدس موضع لڈوا ڈھوک نزد جلال پور شریف چشمہ فیوض و برکات ہے، جن کی لحد ہے روشن میلے لگے ہوئے ہیں یہ لوگ درحقیقت تیرے باوفا رہے ہیں

چک رائب کا قیدی:

حضور آفتاب سیدن نے ایک خطاب (بمقام عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا) کے دوران فرمایا کہ ایک دفعہ سرگرم مع گلو ملک وال شہر سے گزر رہے تھے جب تھانہ (پولیس چوکی) کے سامنے سے گزرے تو حوالات میں بند ایک قیدی نے دیکھ لیا کیونکہ اُس وقت تھانے کی سامنے والی دیوار بہت چھوٹی تھی حوالات سے سڑک پر گزرنے والوں کو با آسانی دیکھا جاسکتا تھا، اُس قیدی نے اونچی آواز سے پکارا، سرگرم مجھ غریب کے لئے دُعا فرمائیں، میں چک رائب کا رہائشی ہوں... پولیس والوں نے مجھے بے گناہ قید کر رکھا ہے، سرکار نے گھوڑا روک کر فرمایا، مالک کرم کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ جلدی رہا ہو جاؤ گے، تھانے دار سامنے گرسی پر بیٹھا یہ گفتگو سن رہا تھا (جو اولیاء اللہ سے حسد و بغض رکھنے میں مشہور تھا) اُس تھانیدار نے سرگرم کو تلخ لہجے میں کہا، جناب! اس کو اب کوئی نہیں چھوڑا سکتا کیونکہ جن کو میں اپنی قلم سے بند کر دوں وہ اتنی جلدی رہائی نہیں پایا کرتے، سرکار نے تھانیدار کو مخاطب کر کے فرمایا، تھانیدار صاحب! اب انشاء اللہ اس کو کوئی باندھ نہیں سکے گا کیونکہ یہ مسکین (اپنی طرف اشارہ تھا) بھی جس کے لئے تلاسی کی دُعا کر دے وہ مالک کائنات کبھی رد نہیں فرماتا، چنانچہ تھانیدار خاموش ہو گیا اور سرگرم آگے چلے گئے دوسرے دن ہی قیدی کو عدالت میں پیش کیا گیا، جج

صاحب نے سماعت کے بعد رہائی کے آرڈر کر دیے، شاہ جی نے مزید فرمایا کہ اُس روز کسی بھی مجرم کو عدالت سے سزا نہیں سنائی گئی، کسی کوئی تاریخ میل گئی یا باعزت بری کر دیا گیا۔

فضل ڈاکو سے سائین فضل:

سائین فضل دین صابری صاحب ساکن چک بلی خان تحصیل و ضلع راولپنڈی بیان کرتے تھے کہ میں نوجوانی میں نامور ڈکیت تھا، اُس وقت مجھے فضل ڈاکو کے نام سے شہرت حاصل تھی، لوگ میرا نام سن کر خائف ہو جاتے تھے جگہ جگہ تھانوں میں لا تعداد ایف۔ آئی۔ آر میرے خلاف درج تھیں پولیس نے مجھے اشتہاری قرار دیا ہوا تھا، ایک روز سرکار سیدن وٹی کا ایک غلام راجہ نرود دربار عالیہ کے دو عدد گھوڑے لے کر جا رہا تھا مجھے پسند آگئے میں نے اسلحہ کے زور پر زبردستی چھین لیے، اُس نے دربار عالیہ پہنچ کر راستہ میں پیش آنے والا تمام واقعہ عرض کیا، سرکار نے راجہ صاحب سے فرمایا، ابھی جاؤ... پہلے اُسے محبت سے سمجھانے کی کوشش کرنا، اگر نہ مانا تو ایک دفعہ حضور صابر سبرکار کا نام لے کر اُس کی طرف بھرپور نظر سے دیکھنا، انشاء اللہ تعالیٰ اُس کا علاج ہو جائے گا۔

لہذا راجہ صاحب نے وہاں پہنچ کر حسبِ حکم پہلے محبت سے بات کی مگر کام نہ بنا، بل آخر صابر پیا کا نام لے کر بھرپور نظر سے دیکھا، اُس وقت کے فضل ڈاکو کا بیان ہے کہ مجھے یوں محسوس ہوا، جیسے آسمانی بجلی گری ہے، میں غش کھا کر زمین پر گر پڑا، اسی حالت میں مجھے ایک خوب رو بزرگ نظر آئے، اُنھوں نے فرمایا فضل تمھاری توبہ کا وقت آ گیا ہے میں تمھارا انتظار کر رہا ہوں، جلدی آ جاؤ۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں نے راجہ نرود سے کہا کہ ابھی مجھے اپنے ساتھ لے چلو، میں تمھارے شیخ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، ہم نے گھوڑے بھی ہمراہ لیے

اور دربارِ عالیہ پر حاضر ہو گئے، میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ سامنے پلنگ پر وہی خوبرو بزرگ جلوہ افروز ہیں جنہوں نے مجھے بے ہوشی کے دوران بلایا تھا، راجہ صاحب نے بتایا کہ یہی ہمارے پیر و مرشد جناب حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابری ہیں، جب میں نے پرنور پیشانی کی زیارت کی اور پھر اپنے گناہوں کے متعلق سوچا تو ندامت سے پانی پانی ہو گیا... پل آخر ہمت کر کے قدم بوس ہوا، سرکار نے محبت سے تھپکی لگائی جس سے مجھ پر رقت طاری ہو گئی میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، مجھے قانون کی سخت سے سخت سزا تبدیل نہ کر سکی مگر آج میرے اندر انقلاب برپا ہو گیا، میں نے بڑی مشکل سے چند الفاظ دست بستہ عرض کیے، حضور! میں بڑا گناہ گار ہوں، میں نے زندگی میں کبھی کوئی کام اچھا نہیں کیا، مجھے معاف فرمادیں، میں توبہ کرنے کے لیے حاضر ہو گیا ہوں۔

سرکار نے محبت بھرے انداز میں فرمایا، فضل! دھوبی گندے کپڑے سے نفرت نہیں کرتا اور نہ ہی رب کریم توبہ کا دروازہ بند کرتے ہیں، تم خوش قسمت ہو جس نے بروقت توبہ کر لی ہے بعد ازاں سرکار نے توبہ کے بعد سلسلہء عالیہ چشتیہ صابریہ میں بیعت فرمایا، میں نے بیعت ہونے کے بعد عرض کی حضور! تقریباً ہر تھانے میں میرے خلاف ایف، آئی، آر، درج ہیں اس کے متعلق دعا فرمائیں، فرمایا فضل تم تو دنیا کے تھانوں کی بات کر رہے ہو... فقیر کی دعا سے تمہارا نام رب تعالیٰ نے مجرموں کی فہرست سے تبدیل کر کے مقبولوں میں لکھ دیا ہے سابقہ گناہ اور ریکارڈ صاف ہو گئے ہیں آئندہ صراطِ مستقیم پر قائم رہنا۔

دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

ایک ولی اللہ کی نگاہِ کرم نے سنگِ دل ڈاکو کو راہِ حق کا راہی بنا دیا، گمراہ کو راہنما کر دیا، نفسِ پرستی کو حقِ پرستی میں بدل دیا، پھر انہی سائیں فضل صابری

صاحب نے لاتعداد لوگوں کو نورِ ہدایت سے مستفید کیا، دولتِ دنیا سے محروم کرنے والا دولتِ عشقِ مولا تقسیم کرنے لگا، پھر تو ہمہ وقت ذکرِ مولا میں محویت کا غلبہ رہتا، اُس وقت کے فضلِ ڈاکو کو آج کوئی شخص نہیں جانتا... آج صرف لوگ سائیں فضلِ صابری صاحب کے نام سے واقف ہیں، سائیں فضلِ صابری صاحب کے ہاتھ پر کافی کرامات کا ظہور ہوا، حضور آفتابِ سیدن اور راقم الحروف سے قلبی لگاؤ تھا اکثر اوقات کا شانہ کلس آفتابِ سیدن پر حاضر رہتے نیز بتایا کرتے کہ سرکار کے فرمانے کے مطابق میرے سابقہ جرموں کے ریکارڈ تھانوں سے یوں غائب ہو گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔

شب اندھیری تھی اور بھٹکتا پھر رہا تھا کارواں
دفعتاً نکلا چمک کر آفتابِ زندگی

مردوں کو مسیحا کر دیا:

چوہدری غلام اکبر کہوٹ ساکن چک نمبر 14 جنوبی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا کے رہائشی تھے، نوجوانی میں گمراہ گن افعال و اعمال کو اپنائے ہوئے تھے، ایک روز گھوڑے پر سوار دربارِ عالیہ کے قریب سے گزر رہے تھے، دربارِ عالیہ پر ماہانہ بارہویں شریف کی محفل منعقد تھی جس میں محفلِ سماع کے دوران پر کیف سماں شباب پر تھا، کچھ دیر کہوٹ صاحب رُک کر نظارہ کرنے لگے، کسی خادم نے محفل میں بیٹھ جانے کا مشورہ دیا لیکن کہوٹ صاحب نے کہا کہ میں اُس پیر (شیخ) کو مانتا ہوں جس کے قدم آسمان کے ستارے چومتے ہیں، خادم خاموش ہو گیا اور اس گھوڑے سوار کے متعلق سرکار سے عرض کیا، سرکار نے خادم سے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ، ابھی آجائے گا، ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ غلام اکبر کہوٹ زار و قطار روتا ہوا... سرکار کے قدم بوس ہو گیا کہنے لگا بخدا میں نے اپنی آنکھوں سے ستاروں

کو آپ کے قدم چومتے دیکھا ہے بلاشبہ آپ ولی کامل ہیں، میں بڑا خطا کار ہوں، مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمائیں، سرکار نے غلام اکبر کے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور توبہ کے بعد بیعت سے مستفید فرمایا، فقیر کی نگاہ کرم سے غلام اکبر کہوٹ کا غرور خاک میں مل گیا اور بعد میں سائیں غلام اکبر فقیر کے نام سے مشہور ہوئے، ہمہ وقت ذکرِ پاسِ انفاس میں محو رہتے، طویل راتیں ذکر و اذکار میں بسر ہو جاتیں، کبھی کبھار کیفیات میں مچل کر نعرہ حیدری بلند کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے درود یوار رقص کرنے لگے ہیں۔

ایک مرتبہ گاؤں میں کسی غریب شخص کی گائے پاگل کتے کے کاٹنے سے باؤلی ہو گئی، اُس نے سائیں غلام اکبر سے اپنی غربت اور گائے کی بیماری کے متعلق درخواست کی، اُس وقت سائیں غلام اکبر صاحب اپنے مالک کے ذکر میں مکمل طور پر محو تھے اسی کیفیت میں اُٹھے اور گائے سے بغل گیر ہو گئے چند لمحوں بعد گائے بالکل تندرست ہو گئی۔

تجھ پہ جو مٹ گئے ہیں اُن کے نشاں بقا ہیں

ایسے جو مر مٹے ہیں انھیں موت کب مٹائے

سائیں غلام اکبر صابری صاحب حضور آفتاب سیدن کو ہمیشہ مردِ قلندر کہہ کر پکارتے تھے اور اکثر اوقات حضور آفتاب سیدن کی خدمت میں حاضر رہتے، سائیں غلام اکبر صابری کا مزار چک نمبر 14 جنوبی ضلع سرگودھا میں ہے۔

عادتِ بد سے نجات:

جناب پیر بشیر شاہ صابری صاحب ولد پیر راجے شاہ صابری صاحب قوم قریشی ساکن ابدال بیان کرتے ہیں کہ میں جوانی میں ایون کے نشہء کا عادی تھا صبح و شام یہی جنون رہتا کہ ایون کہاں سے اور کیسے حاصل کرنی ہے، میرے وا

لدِ محترم پیر راجے شاہ صاحب (جو کہ سیدن حضورؐ کے پرانے خدمتگار اور وفادار غلام تھے) نے میرے متعلق سرکارؐ سے شکایت کی آپ نے فرمایا، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، عنقریب اس عادتِ بد سے نجات کا انتظام ہو جائے گا، اس عرض کو چند دن گزرے ہوں گے کہ بشیر شاہ سرکارؐ کی خدمت میں زیارت کے لیے حاضر ہوا، اُس وقت بشیر شاہ کی جیب میں ایون موجود تھی جب دست بوسی کرنے لگا تو سرکارؐ نے محبت بھرے انداز میں فرمایا، بشیر شاہ! تمہاری جیب میں جو ایون ہے وہ نکال کر میرے میز پر رکھ دو، بشیر شاہ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے... دست بستہ عرض کیا، عالیجاہ! اس سے قبل میں نے بارہا اس لعنت سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی ہے مگر کامیابی نہیں ہوئی، یہ ایون تو میں نے حکم کے مطابق رکھ دی ہے مگر یہ نئی بھی خریدی جاسکتی ہے، میں نہیں چاہتا کہ آپ سے کوئی جھوٹا وعدہ کروں مجھ پر اعتبار نہ کیجئے گا، اس معاملہ میں قابلِ بھروسہ نہیں ہوں، اپنے کرم سے چھٹکارہ دلائیے گا۔

یہ سن کر سرکارؐ نے فرمایا، مجھے خوشی ہے کہ تم نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا اگر آئندہ تمہارا دل چاہا تو ضرور ایون کھاتے رہنا، انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا دل ہی نہیں چاہے گا، میں تمہیں اس شیطانی نشہ کی بجائے حق تعالیٰ کا حقیقی نشہ عطا کرتا ہوں، صرف میری طرف ایک نظر دیکھو، بشیر شاہ نے جب ایک نظر دیکھا، پس نظر، نظر کے ساتھ ملی اور دُنیا ہی بدل گئی، خشک آنکھوں کو محبت کی نمی میسر آ گئی، لذتِ حُسن یار نے اپنی حلاوت میں بے خود کر دیا جس سے دُنیا نفرت کرتی تھی وہ بشیر شاہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور تاحیات حضور سیدن ولیؐ، حضور گلزار سیدنؐ و حضور آفتاب سیدنؐ کی غلامی میں بسر ہوئی، راقم الحروف کے معاون کار رہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ انھیں اپنے جوارِ کرم اور سایہٴ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

جس شب بشیر شاہ صاحب نے وفات پائی، اسی رات راقم الحروف نے خواب میں دیکھا کہ بشیر شاہ صاحب سیدن حضورؐ کی محفل میں بیٹھے ہوئے ہیں، بیدار ہونے پر موبائل فون آن کیا، حکیم اللہ یار صابری صاحب آف بھلوال کا فون آیا، جنھوں نے بشیر شاہ صاحب کی اس دارِ فانی سے رخصتی کی اطلاع دی۔

راقم الحروف نے جنازہ پڑھایا، اسی موقع پر ایک رباعی لکھ کر حاضرین کو سنائی،

بھیس بدل کے پیر بشیر محسن نور پیر ویلے پیروار ٹریا
صابر پاک دارنگ چڑھا گوڑا سیدن ولیٰ دا کرن دیدار ٹریا
شاہ گلزار آفتاب دے پیار اندر نال حسن دے روپ سنوار ٹریا
بنی اس مقام عمران ڈھیری جھتے ساوے دا شاہ اسوار ٹریا

تاریخ وفات 12, 15, 2008 بمطابق 16 ذوالحجہ بروز سوموار بوقت

اذان فجر

عجیب علاج:

بابا عبداللہ صابری صاحب ولد ماہلا خان نور حیات کالونی بھلوال کے رہائشی تھے جنھیں سیدن حضورؐ کے پرانے جانثاروں میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہے، آپ نون شوگر ملز بھلوال میں ملازم تھے ایک دفعہ دورانِ ڈیوٹی چوٹ لگنے سے ہنسی کی ہڈی ٹوٹ گئی، شدتِ درد سے سانس لینا بھی دشوار ہو گیا، بہترین ڈاکٹروں سے چیک آپ کروائے گئے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، ڈاکٹروں کے مطابق مضروبہ ہڈی کا قدرتی حالت پر بحال ہونے کا کوئی حل موجود نہ تھا، صرف انتظار اور دُعا کے مشورے دیے جاتے، سخت تکلیف میں دو دن گزر گئے، بابا عبداللہ دنیوی حکماء سے مایوس ہو کر دل ہی دل میں اپنے پیرومرشد حضور سیدن ولیٰ کو

پُکارنے لگے، صداؤں کے طوفان میں آنسوؤں کے بادل برسنے لگے، ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ آنکھ لگ گئی۔

پُکارنے والے کی پُکار سنی گئی جس کو پکارا گیا وہ محسن اپنے سامنے جلوہ افروز دیکھا، اُنھوں نے درد والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر دبایا، یوں آواز پیدا ہوئی جیسے ہڈی اپنی اصلی جگہ پر جڑ گئی ہو، اسی دوران آنکھ کھل گئی، بابا اپنے بستر سے یوں اُٹھے کہ اُنہیں احساس تک نہ ہوا کہ کبھی اُن کی کوئی ہڈی ٹوٹی تھی۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفریں کار کشا و کار ساز

صبح سویرے بابا عبداللہ اپنے معمول کے کاموں میں مصروف ہو گئے، جب گھر والوں نے بابا کو حالتِ صحت میں دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا، بابا! تم سے تو اُٹھا بھی نہیں جاتا تھا تمہیں کب اور کیسے آرام آیا؟ بابا نے رات کو پیش آنے والا سارا واقعہ بیان کیا، جس کی ترجمانی عارف کھڑی نے خوب فرمائی ہے۔

دونویں گھڑیاں آ کے بیٹھا اک سوہنیاں زلفاں والا

اُوبدے قدم دی برکت کولوں ہو گیا نور اُجالا

بابا عبداللہ صابری صاحب نے 14 جنوری 1991ء کو اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی اور تدفین بھلوال میں ہوئی، بابا کے باشعور اور وفادار لختِ جگر و جانشین حکیم اللہ یار صابری صاحب مع آل اولاد درگاہِ آفتابِ سیدن کے جانثار ساتھی ہیں۔

فوری شفا یابی:

جھاڑاں والی جھال (سردار پور جدید) داخلی اجنالہ کے رہائشی بابا محمد دین صابری صاحب حضور سیدن ولی کے دستِ بیعت اور وفادار غلام تھے، ایک دن

اُن کا بیٹا قاری غلام حسن اچانک شدید بیمار ہو گیا، ہر ممکن علاج کروایا گیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، پل آخر بابا محمد دین حضور سیدن ولی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ تمام ماجرا عرض کیا، سرکار نے فرمایا، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اطمینان سے گھر جاؤ، قاری غلام حسن ٹھیک ہو چکا ہے نیز فرمایا، بابا جب تم گھر پہنچو گے تو وہ روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہوگا، یہ سن کر بابا انتہائی حیران ہوا... بعد ازاں قدم بوسی کی اور واپسی کے لیے نکل پڑا، راستہ میں بھی یہی خیال دامن گیر تھا کہ جو حالت میں مریض کی دیکھ کر آیا ہوں وہ اتنی جلدی کیسے گھریلو کاموں میں ہاتھ بٹا سکتا ہے۔

میں نے پکارا جب بھی پہنچے مدد کو سیدن

امدادِ طالبان ہیں سیدن پیا ہمارے

لیکن جب بابا گھر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ قاری غلام حسن گھریلو کاموں میں مصروف ہے، بابا کے استفسار پر غلام حسن نے بتایا کہ میں فلاں وقت سے بالکل ٹھیک ہوں، بابا خوشی سے سرکار کے نعرے لگانے لگا کیونکہ یہ وہی وقت تھا جب سرکار نے غلام حسن کی صحت یابی کے متعلق فرما دیا تھا۔

یاد رہے کہ بابا محمد دین صابری صاحب، صابری دربار کا شانہ کلس شریف (درگاہ آفتاب سیدن) 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کے تادم آخر وفادار اور جانثار مجاہد رہے، حضور آفتاب سیدن کے وصال اقدس کے بعد راقم الحروف سے قلبی لگاؤ تھا، وفات پانے سے دو یوم قبل ملنے کی غرض سے بلا بھیجا، خوب پر کیف ملاقات ہوئی غالباً اس ملاقات کے تیسرے یوم ماہ اکتوبر 2002ء میں اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے، جنازہ راقم الحروف نے پڑھایا اور جہال چکیاں نزد سرگودھا کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

عربی لباس:

بابا غلام ربانی صابری ولد نور محمد صابری موضع ٹھیکریاں گجراں تحصیل و ضلع راولپنڈی کے رہائشی تھے غالباً 1950ء میں ایک رات اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر استراحت تھے، خواب میں ایک انتہائی پرکشش اور خوبو شخصیت کی زیارت نصیب ہوئی، جنہوں نے عربی لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور حسن و جمال چاند کو شرماتا تھا، شمال کی جانب اشارہ کر کے فرمانے لگے غلام ربانی! ادھر میرے پاس آؤ، میں تمہارا پیرومرشد ہوں مجھ سے ملاقات کرو جب آنکھ کھلی تو اُس پر نور چہرہ اقدس کی کشش مضطرب کرنے لگی، گھر والوں سے تمام احوال بیان کیا ہفت روزہ دیوانہ وار جنگلوں، شہروں اور پہاڑوں پر اُسی حسین صورت کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے تقریباً 41 دن بغیر کھائے پئے گزر گئے، گریہ زاری کے باعث آنکھوں سے خون بہنے لگا، اسی دوران کسی آدمی نے آپ کے والد صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ اسے ساتھ والے گاؤں ”مغل“ میں سائیں رحمت دین صابری کے پاس لے جائیں کیونکہ وہ بھی شمال کی طرف متہ کر کے چوڑا کر رہتا ہے لہذا سائیں رحمت دین سے ملاقات کی گئی، سائیں رحمت دین صابری صاحب نہایت محبت سے پیش آئے تمام صورت حال سے آگاہ ہونے کے بعد انھوں نے سرکار سیدن ولی کے پاس لے جانے کا مشورہ دیا جسے فوری طور پر مان لیا گیا، سائیں رحمت دین خود ہمراہ ہو لیے، جب سرکار کی خدمت میں پہنچے تو سرکار نے انتہائی محبت سے ملاقات فرمائی، سائیں رحمت دین کی عرض پر سرکار نے غلام ربانی کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا، جس سے آنکھیں تندرست ہو گئیں اور خون آنا بند ہو گیا، تین چار دن دربار عالیہ پر قیام پذیر رہے، اسی دوران بابا غلام ربانی دل ہی دل میں اکثر سوچتے رہتے کہ یہ صورت تو وہی ہے جو میں نے خواب میں دیکھی

تھی، اس کے حُسن و جمال میں بھی ذرہ برابر فرق نہیں لیکن میں نے یہی صورت عربی لباس کی پھین میں دیکھی تھی، اس کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ بابا غلام ربانی ابھی اسی تذبذب کی کیفیت سے دوچار تھے کہ سرگار نے اپنے خادمِ خاص سعید صاحب کو حکم دیا کہ حجرہ سے میرا عربی لباس لے آؤ، جب لایا گیا تو سرگار نے اُسے پہن کر فرمایا، غلام ربانی اب خوش ہو... اب تو کوئی شک نہیں رہا، بابا غلام ربانی نے جب یہ منظر دیکھا تو بے خود ہو کر نعرے لگانے لگے، بار بار کہتے کہ بے شک آپ وہی ہیں الحمد للہ مجھے میرا شیخ مل گیا، برائے کرم مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمائیں بعد ازاں سرگار نے اپنے دَسْتِ اقدس پر بیعت فرمایا اور سلسلہء عالیہ چشتیہ صابریہ کے وظائف تلقین فرمائے، ہدایات کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تمہیں جنگوں میں گھومنے کی ضرورت نہیں بلکہ مسجد میں نمازی اور جہادِ نفس میں غازی نظر آنا، دن میں دُنیا کے کام کرو اور شب میں مالک کے لیے قیام کرو

مصلحتِ دَرِ دینِ ما جَنگ و شکوہ

مصلحتِ دَرِ دینِ عیسیٰ غار و کوہ

بابا غلام ربانی صابری صاحب تاحیات اپنے پیرومرشد کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے اور حلاوتِ ایمانی کے ساتھ مورخہ 11، اگست 2010ء کو اپنے شیخ کا نام وردِ زبان کیے ہوئے دُنیا سے رخصت ہو گئے، آج بھی بابا غلام ربانی کی اولاد بالخصوص غلام شبیر صابری صاحب اور اُن کا تمام کنبہ تاحال صابری دربار کا شانہ کلس شریف، درگاہِ آفتابِ سیدن 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کا انتہائی عقیدت مند اور وفادار ہے، مالک ہمیشہ راہِ حق پر قائم رکھے۔ (آمین)

بنگال کا قیدی:

حاجی اللہ دین صابری ساکن چک نمبر 14 جنوبی پٹھاناں والا بیان کرتے

ہیں کہ میں پاک آرمی میں ملازم تھا اُن دنوں مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں ہنگامہ آرائی کی شروعات ہو چکی تھیں میں چند دنوں کی تعطیل پر گھر آیا ہوا تھا اسی دوران اپنے پیر و مرشد سرکار سیدن ولی کی زیارت کے لئے دربار عالیہ حاضر ہوا، جب سرکار سے ملاقات ہوئی تو سرکار نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا، عزیزم! تم دو سال کے لیے بنگال میں قید کر لیے جاؤ گے مگر ہمت نہ ہارنا، انشاء اللہ تعالیٰ خیر و عافیت سے واپس آ جاؤ گے، ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے ملک کا ایک اہم حصہ کٹ کر علیحدہ ملک بن جائے گا لیکن جیسے اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ اس کے بعد حاجی صاحب کو سرکار نے فرمایا کہ تمہاری اس قید کے دوران ہمارا وصال ہو جائے گا، یہ سن کر حاجی صاحب کہتے ہیں کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہے بڑی مشکل سے گھر پہنچا اگلی صبح ہنگامی کال پر اپنی یونٹ میں حاضر ہو گیا جس کے چند دن بعد ہمیں بنگال کے لئے روانہ کیا گیا، مختصر اُمیرے پیر و مرشد کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے تمام الفاظ حقیقت بن کر سامنے آئے، 1971ء کی جنگ کے بعد مشرقی پاکستان علیحدہ ملک بن گیا اور ہم قیدی بنا لیے گئے، پورے دو سال بعد ہمیں قید سے رہائی ملی اسی طرح جب میں سرگودھا اسپیشن پر پہنچا تو میرے رشتہ دار لینے کے لیے آئے ہوئے تھے میں نے سب سے پہلے سرکار کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے آبدیدہ ہو کر بتایا کہ سرکار وصال فرما گئے ہیں۔

باور کرو ایمان لیاؤ گل انہاندی اُتے

آیت وانگوں سچ کر منوں بھانویں چھن سٹے

حاجی اللہ دین صابری تاحال صابری دربار کاشانہ کلس شریف درگاہ آفتاب

سیدن عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کے وفادار خادم ہیں اور راقم الحروف کے خدمت

گار ہیں۔

زیابیطس نہیں ہے:

جناب پیر منظور حسین شاہ صاحب ولد مبارک علی شاہ صاحب ساکن چک نمبر 502 ملکہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ کا بیان ہے کہ میں 1965ء میں ایک مرتبہ شدید بیمار ہو گیا، لیبارٹری سے ٹیسٹ کرانے پر زیابیطس (شوگر) کے مرض کا انکشاف ہوا، میں اس مہلک بیماری کا نام سن کر کانپ اٹھا، سرگار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تمام پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے عرض گزار ہوا کہ حضور! میری تو نرینہ اولاد بھی نہیں صرف بیٹیاں ہیں اس بیماری کے باعث میں ان کے حقوق کی ادائیگی کس طرح کر سکوں گا؟ فرمایا منظور حسین! دوبارہ ٹیسٹ کرواؤ تمہیں شوگر کی بیماری نہیں ہے اور نہ کبھی ہوگی، یاد رکھو! ابھی تمہارے بیٹے ہوں گے جن کی شادیاں تم خود کرو گے اور پوتے تمہاری گود میں کھیلیں گے چنانچہ اس متعلق فکر کرنے کی ضرورت نہیں، بعد ازاں جناب پیر آفتاب احمد شاہ صابری صاحب کو منظور شاہ صاحب کے ہمراہ دوبارہ ٹیسٹ کروانے بھیجا گیا، مکمل معائنہ خون کروایا گیا لیکن شوگر کے علاوہ بھی کسی مرض کا کوئی نام و نشان تک ظاہر نہ ہوا۔

الحمد للہ سرگار کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے تمام الفاظ آج حقیقت بن کر سامنے آچکے ہیں، پیر منظور حسین شاہ صاحب کے تین صاحبزادے بنام جمیل حیدر صابری صاحب، جناب احسان سیدن صاحب، جناب شکیل حیدر صاحب ہیں جن کی شادیاں پیر منظور حسین شاہ صاحب نے اپنے ہاتھوں سے کیں اور تاحال اپنے پوتوں کے ساتھ خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں۔

علم غیب پر معترض شخص کی تباہی:

جناب پیر منظور حسین شاہ صابری صاحب نے راقم الحروف سے خود بیان

کیا کہ ایک دفعہ سیدن حضور ہمارے ہاں تشریف لائے ہوئے تھے، گردنواح کے لوگ زیارت اور علمی فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے حاضر ہونے لگے، اسی دوران ہمارے گاؤں چک نمبر 502 ملکہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ کا مولوی بنام خدا بخش بھٹی حاضر ہوا... اور سرکارِ مدینہ مِنَ اللہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ کے علمِ غیب پر برسرِ محفل اعتراضات کرنے لگا، جب اُس نے حدِ ادب سے تجاوز کرنے کی کوشش کی تو سیدن حضور کے چہرہ اقدس پر جلال نمودار ہونے لگا، یکا یک فرمایا، مولوی صاحب! ویسے تو فقیر ہر کس و ناقص کا پردہ پوش ہوتا ہے لیکن تم نے میرے آقا و مولا مِنَ اللہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ کی شان میں نہایت بے ادبی اور گستاخی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی ہے جس سے یہ بتانا ضروری ہو گیا ہے کہ میرے آقا و مولا سرورِ کائنات مِنَ اللہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ کی شان تو بڑی ارفع و اعلیٰ ہے اور میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے وہ علومِ غیب کے خزانوں کے مالک ہیں لیکن تمہارے متعلق ایک غیب کی بات تو مجھے بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تمہاری پیشانی پر ”زانی“ لکھا ہوا ہے اور دو یوم کے اندر تم زنا کے جرم میں پکڑے جاؤ گے، یہ گاؤں والے تمہیں ذلیل و خوار کر کے یہاں سے نکال دیں گے اور تمہارا سامان وغیرہ جلا کر رکھ بنا دیا جائے گا۔

پیر منظور حسین شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دو یوم کے بعد مذکورہ شخص کو زنا کے جرم میں گرفتار ہوتے اور ذلیل و خوار ہوتے دیکھا تھا، گاؤں والوں نے اُس کے سامان وغیرہ کو آگ لگا دی اور اُس کو اس قدر سخت سزا دی کہ وہ قریب المرگ ہو گیا بعد میں اُسے اٹھا کر گاؤں سے باہر پھینک دیا گیا۔

غرورِ زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو

کہ بندگانِ خدا پر زباں دراز کرے

یاد رہے کہ پیر منظور حسین شاہ صاحب ولد پیر مبارک علی شاہ صاحب ساکن

چک نمبر 502 ملکہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ سیدن حضور کے داماد ہونے کے علاوہ دست بیعت بھی ہیں، میں نے حضور آفتاب سیدن اور خاندان کے کثیر لوگوں سے سن رکھا ہے کہ پیر منظور شاہ صاحب ایک معتبر راوی ہیں انہوں نے کبھی غلط بات سرکار سے منسوب نہیں کی اور نہ کبھی عقیدت سے مجبور ہو کر مبالغہ آرائی کی ہے اور ان کی عمر کا طویل حصہ سرکار کے ہمراہ گزرا ہے، آج تاریخ 20.5.2012 بروز اتوار راقم الحروف کی جناب پیر منظور حسین شاہ صاحب بذریعہ ٹیلی فون تسلی سے مذکورہ واقعات کے علاوہ چند مزید واقعات متعلق گفتگو ہوتی رہی ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ آگے تحریر کیے جائے گے۔

قریب المرگ گائے:

مذکورہ راوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ہمارے گاؤں کے رہائشی اللہ دتہ قوم ترکھان کے مکان کے باہر کچھ لوگ گائے کو ذبح کرنے والے تھے، میں نے آواز دے کر پوچھا کیا معاملہ ہے؟ مذکورہ اللہ دتہ نے کہا، پیر جی! کیا بتاؤں غریب آدمی ہوں، پہلے ہی غربت نے جینا محال کیا ہوا ہے اور ادھر یہ گائے اس قدر بیمار ہو چکی ہے کہ اس کے پنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی، کچھ دیر قبل اچانک بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی جس کی وجہ سے ہم مجبور ہو کر ذبح کرنا چاہ رہے ہیں، میں نے کہا، کچھ دیر رُک جاؤ، میں ابھی اس کے متعلق سرکار سے عرض کرتا ہوں لہذا میں دوڑ کر سرکار کے پاس حاضر ہوا، تمام واقعہ عرض کیا... سرکار نے ایک تعویذ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ یہ گائے کے منہ میں ڈال دو، انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ہو جائے گی، نیز گائے کے مالک کو بتا دینا کہ ابھی اسے کچھ نہیں ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ نو (9) سال تک زندہ رہے گی بعد ازاں پیر منظور حسین شاہ صاحب نے سرکار کا دیا ہوا تعویذ گائے کے منہ میں ڈالا تو وہ فوراً اُچھل

کر کھڑی ہوگی اسی لمحہ بالکل یوں محسوس ہونے لگا، جیسے کبھی بیمار ہوئی ہی نہ ہو، نیز بتایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اُس گائے کو نو سال تک بخریت دیکھا ہے۔

تیری ذات ہی تو مُشکل میں مشکلکشا ہے میری

احسانِ جاوداں ہیں سیدنّ پیا ہمارے

بھینس کا دم:

مذکورہ راوی بیان کرتے ہیں کہ سرگاز کی خدمت میں ایک مرتبہ ولی داد ولد نور محمد قوم آرائیں چک نمبر 494 تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ حاضر ہوا، سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا، حضور! میری بھینس نئی (جنسی کراس) نہیں ہو رہی جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں، جب جنسی کراس نہیں ہوگا تو نسل کشی اور دودھ کی نعمت کیسے حاصل ہوگی؟ فرمایا، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اپنی بھینس کے کان میں میرا ایک پیغام دو، ”سیدن شاہ کہہ رہے ہیں کہ تم شادی کر لو“ نیز فرمایا کہ ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ تمہارے علاقہ میں جس کی بھینس یا گائے کو یہ مسئلہ ہو، یہی الفاظ جانور کے کان میں کہہ دینا، صرف تمہاری بھینس کیا، سارے علاقہ کے مکین اپنے جانوروں کے سلسلہ میں تم سے استفادہ کرتے رہیں گے لہذا حسب حکم ولی داد نے اپنی بھینس کے کان میں مذکورہ پیغام دیا تو وہ جنسی کراس کے بعد معینہ مدت پوری کر کے شیردار ہو گئی، آہستہ آہستہ دائیں بائیں کے چند دیہاتوں میں ولی داد نے مذکورہ عمل سے جانوروں کے سلسلہ میں کافی مقبولیت حاصل کر لی، لوگ اپنی گائے بھینس لاتے، ولی داد کان میں سرکار کے بتائے ہوئے الفاظ کہتا جس سے تیر نشانے پر لگتا اس طرح وہ سارے علاقہ میں جانوروں کا پیر مشہور ہو گیا، راقم الحروف نے مذکورہ واقعہ حضور آفتاب سیدن سے بھی بارہا سنا تھا، شاہ جی فرمایا کرتے کہ میں نے خود ولی داد سے پوچھا تھا کہ تم

جانوروں کے کان میں کیا پڑھتے ہو؟ اُس نے دست بستہ مذکورہ فقرہ بتایا کہ آپ کے والدِ محترم کی ساری عطا ہے وگرنہ بندے کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔

انوکھی عطا:

مذکورہ راوی بیان کرتے ہیں کہ اللہ دتہ قوم مسلم شیخ موضع چک نمبر 497 تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ سیدن حضورؐ کا عقیدت مند تھا اُس کے ہاں اولاد نہ تھی ایک مرتبہ سرگار کی بارگاہ میں نہایت اضطرابی کیفیات میں عرض کی کہ سرگار کو رحم آگیا، اسی لمحے مذکورہ سائل کی گردن پر اپنے انگوٹھے سے دباتے ہوئے فرمایا، اللہ دتہ تمہاری عرض منظور ہو چکی ہے، اللہ کریم ایک بیٹا عطا فرمائیں گے جس کی گردن پر ہمارے انگوٹھے کا نشان لگا ہوگا لہذا سرکارؐ کے فرمان کے مطابق اللہ دتہ کے ہاں ایک ہی بیٹا پیدا ہوا جس کی گردن پر انگوٹھے کا نشان نمایاں ہے، بچے کا نام عمر دراز رکھا گیا، جو تاحال موجود ہے اور اُس کی گردن پر سیدن حضورؐ کی مہر کا نشان گواہی دے رہا ہے کہ اللہ کے ولیوں کی زبانِ اقدس سے نکلی ہوئی بات اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتے، مزید وضاحت کے لیے شروع میں درج قرآن و حدیث پر مشتمل مضامین ملاحظہ فرمائیں۔

دُوئی نہیں ہے واللہ فیضانِ ایزدی ہے

انوارِ حق سمیٹو دیدارِ اولیاء سے

اسی طرح کا ایک واقعہ حضور آفتابِ سیدنؐ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ عرس مبارک کے اختتام پر سیدن حضورؐ کے چاروں اطراف سائلوں کا جم غفیر جھکا ہوا تھا، ایک سائل کبھی دائیں جانب سے اور کبھی بائیں جانب سے عرض گزار ہوتا کہ حضورؐ میرے لیے دُعا فرمائیں، میں اولادِ نرینہ کی نعمت سے محروم ہوں، سرگاز فرماتے تم کچھ دیر انتظار کرو تا کہ میں تم سے پہلے آنے والوں کی بات سُن

سکوں مگر اُسے جلدی تھی کہ میری گاڑی نہ چھوٹ جائے لہذا میری پہلے سنی جائے، جب اُس نے بار بار مختلف پہلوؤں سے عرض کرنے کی کوشش کی تو اچانک سرکار نے اُسے روکنے کے لیے دایاں ہاتھ اُلٹا گھمایا تو ہاتھ کی انگلی میں موجود چاندی کی انگوٹھی کا نگینہ اُس کی ناک پر لگ گیا جس کے باعث زخم بن گیا اور خون رسنے لگا، وہ شخص دل ہی دل میں ناراض ہو کر وہاں سے چلا گیا، ٹھیک دس ماہ کے بعد دوبارہ دربار عالیہ پر حاضر ہوا، اس دفعہ تنہا نہیں تھا بلکہ ایک خوبصورت نونہال کندھوں سے لگائے ہوئے تھا جس کی ناک پر سرگار کی انگوٹھی کے نگینہ کا نشان بنا ہوا تھا، دست بستہ سلام پیش کیا اور اپنی سابقہ غلطی پر معافی مانگی اور سرگار کی انوکھی عطا پر مشکور ہوا۔

تیرے لب سے جو بن کے دُعا نکلی
حقیقت میں وہ تقدیر خدا نکلی

سنگتروں کا چور:

حضور آفتاب سیدین اور پیر بشیر شاہ صاحب کی موجودگی میں مسمی بگانان قوم مسلم شیخ ساکن چک نمبر 76 سمورا نوالی کے رہائشی نے بیان کیا ہے کہ میں اوائل عمر میں چند دوستوں سمیت سنگتروں کی چوری میں پکڑا گیا، باغ کے مالک نے ایک ہزار روپے جرمانہ مقرر کیا جس کی ادائیگی ہمارے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی تھی اور عدم ادائیگی کی صورت میں پولیس کے حوالے کیا جانا تھا، ادائیگی جرمانہ کے لیے ضمانت پر کچھ دنوں کا وقت لیا، مقرر کردہ جرمانہ ہماری اوقات سے بہت زیادہ تھا جسے ہم کسی صورت بھی ادا کرنے سے قاصر تھے لہذا مختلف لوگوں کی سفارشیں کروائی گئی کہ معافی مل جائے مگر باغ کے مالکان رضامند نہ ہوئے حتیٰ کہ وعدہ کی مدت سے ایک دن باقی رہ گیا، میں سخت پریشان تھا کہ اسی دوران

میری ملاقات بابا لال دین صابری (جو کہ سیدن حضور کے پرانے وفادار غلام تھے، یاد رہے کہ اس واقعہ کی بشیر شاہ اڈر بابا لال کے بیٹوں محمد حیات وغیرہ سے تصدیق کی گئی تھی) سے ہوئی، انہوں نے پریشانی کا سبب دریافت کیا، میں نے تمام واقعہ سنایا، بابا لال نے کہا، ابھی میرے ساتھ سیدن حضور کی خدمت میں چلو... اللہ نے چاہا تو مشکل حل ہو جائے گی، میں فوراً تیار ہو گیا، ہم ریل گاڑی کے ذریعے ملکوال پہنچے، سرکار ملکوال ہی تشریف فرما تھے بعد از سلام و آداب بابا لال نے میرے متعلق تمام حقیقت عرض کی، سرکار نے میری جانب دیکھ کر فرمایا، بگا خان! یہ زندگی رب کی دی ہوئی نعمت ہے! سے ضائع مت کرو... دوسروں کا مال چوری کرنے سے دونوں جہان برباد ہو جاتے ہیں اگر ہمیشہ پرسکون رہنا چاہتے ہو تو رزقِ حلال استعمال کرو، میں نے دست بستہ عرض کیا، حضور! اس جرم کی معافی مل جائے تو آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا، سرکار یہ سن کر زیر پر لب مسکرائے بعد ازاں فرمایا، لو پھر یہ تمہاری خطا معاف ہو گئی ہے پھر بھی ایسی غلطی کی تو دوبارہ مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

چنانچہ ہم اجازت لے کر واپس آ گئے... اور وعدہ کے مطابق ہم تمام ساتھی باغ والے کے پاس حاضر ہو گئے، اتفاق سے اس کے والد صاحب وہاں موجود تھے وہ انتہائی شفیق اور رحم دل انسان تھے جب ان کو تمام واقعہ کا علم ہوا... تو وہ نہایت شفقت سے پیش آئے، کچھ دیر سمجھانے کے بعد کہا کہ ہم نے تم لوگوں کو اس دفعہ معاف کر دیا ہے آئندہ ایسی حرکت سے باز رہنا، بعدہ کھانا بھی کھلایا اور انتہائی محبت کے ساتھ رخصت کیا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

اگرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یاد رہے کہ بگا خان ملنگ تاحال صابری دربار کا شانہ کلس شریف 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن (سرگودھا) درگاہ آفتاب سیدن و راقم الحروف کا وفادار ساتھی ہے۔
کامیاب ہو جاؤ گے:

ماسٹر مہر محمد گوندل صاحب سہاکن ملکوال نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ میں نے میٹرک کا امتحان دینے کے بعد سیدن حضور سے کامیابی کے لئے با ادب عرض پیش کی، فرمایا، مہر محمد! اللہ نے چاہا تو کامیاب ہو جاؤ گے مگر امتحان میں کامیاب ہونے والوں میں نہ اوپر والا درجہ ہوگا نہ نیچے والا بلکہ درمیانی کامیابی ملے گی چنانچہ جب رزلٹ نکلا تو سکیئنڈ ڈویژن میں کامیاب ہو گیا۔ ماسٹر صاحب ہمیشہ صابری دربار کا شانہ کلس شریف درگاہ آفتاب سیدن 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا حاضری دیتے رہے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جمالِ مصطفیٰ ﷺ سے ٹھنڈا رکھے۔ (آمین)

نگاہِ مردِ مومن:

محمد شیر کلیار ولد علی محمد کلیار ساکن چک نمبر 76 سموزانوالی کارہائشی ہے اور سیدن حضور کا دستِ بیعت ہے، ایک دفعہ اس کی والدہ کو کسی نے اطلاع دی کہ راولپنڈی کے قریب ویگن کے حادثہ میں شیر محمد جاں بحق ہو گیا ہے، اس خبر سے شیر محمد کی والدہ گھبرا گئی اور زار و قطار روتی ہوئی، سرکار سیدن ولی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور اپنے بیٹے کے متعلق ملنے والی اطلاع کا تمام احوال عرض کیا، یہ سن کر سرکار نے کافی دیر تک آنکھیں بند رکھیں... پھر یکا یک شیر محمد کی والدہ کو مخاطب کر کے فرمایا، تمہیں صرف اپنے بیٹے کی فکر ہے میں نے اپنے تمام پیر بھائیوں کی طرف نگاہ دوڑائی ہے سب خیریت سے ہیں تم تسلی رکھو، اُسے کچھ نہیں ہوا، وہ بالکل ٹھیک ہے، اور عنقریب بخیریت گھر آ جائے گا، یہ سن کر بڑھیا مطمئن

ہوگئی اور واپس گھر چلی آئی چند دن بعد شیر محمد خیریت سے گھر پہنچ گیا اور تاحال صابری دربار کا شانہ کلس شریف 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کی درباری کی ڈیوٹی انجام دے رہا ہے۔

وہ حادثہ جو ابھی پردہ افلاک میں ہے
عکس اُس کا میرے آئینہ ادراک میں ہے

کوئی تمہارے جیسا ہی ہوگا:

پیر راجے شاہ صاحب ساکن ابدال نزد بھلوال ضلع سرگودھا نے بیان کیا کہ مجھے طویل عرصہ تک سرگار کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل رہی، جہاں میں نے اسرار و رموز پر مبنی گفتگو سے استفادہ کیا وہاں خرقِ عادت پر مشتمل کثیر واقعات کا عینی شاہد ہوں، پیر راجے شاہ صاحب کا بیان کردہ ایک واقعہ جو کہ راقم الحروف نے حضور آفتابِ سیدن کے علاوہ جناب جاوید اقبال صابری صاحب سے بھی سنا ہے، کہ ایک دفعہ سیدن حضور بمعہ سنگت پاکپتن شریف کے لیے ملک وال سے لاہور جانے والی ٹرین میں سوار ہوئے جب ٹرین گوجرانوالہ کے قریب پہنچی تو کچھ لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ لاہور اسٹیشن کے قریب کھلے میدان میں ایک فقیر چند روز سے سلونت پذیر ہے ہمہ وقت اُس کے چاروں اطراف سائلوں کا جم غفیر جھکا رہتا ہے جو بات اُس کی زبان سے نکل جاتی ہے رب تعالیٰ اُسے پورا فرمادیتے ہیں اسی طرح وہ لوگ فقیر کے قصیدے پڑھتے رہے چند پیر بھائیوں نے دست بستہ عرض کیا عالیجاہ! کیوں نہ اُس فقیر کی زیارت کی جائے؟ فرمایا، وہ فقیر بھی کوئی تمہارے جیسا ہی ہوگا، کیوں اُس بیچارے کی مصروفیات میں دخل اندازی کرتے ہو، یہ سن کر سب خاموش ہو گئے بعد ازاں لاہور پہنچنے پر سرگار نے اجازت مرحمت فرمادی کہ جاؤ فقیر کی زیارت کر لو، چنانچہ

اجازت ملنے پر کچھ پیر بھائی روانہ ہو گئے جب نشان دہی کے مطابق مقررہ جگہ پر پہنچے، تو یہ دیکھ کر بھی حیران رہ گئے کہ جس فقیر کے ارد گرد بے شمار مخلوق اکھٹی تھی وہ کوئی اور نہیں تھا بلکہ سیدن حضورؐ کا ہی ایک نامور غلام ”سائیں شوکا“ رونق افروز تھا جب سب نے اچھی طرح دیکھ لیا تو اُس وقت سرگار کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھ آ گئے کہ وہ فقیر بھی تمہارے جیسا ہی ہوگا یعنی تمہارا پیر بھائی ہوگا۔
بقول بیدم وارتی صاحب۔

یہاں ہونا نہ ہونا ہے نہ ہونا عین ہونا ہے
جسے ہونا ہو کچھ خاکِ درِ جاناں ہو جائے

﴿نعتیہ رباعیات﴾

انے غمگسارِ عاصیاں مشکل کشائی کیجئے
بے آسروں کا آسرا ہو یک نگاہی کیجئے
آپ کی ہے رحمتوں سے پورے عالم پہ شباب
آپ کی ہے بادشاہی، بادشاہی کیجئے

﴿ولہ اللہ ولی اللہ﴾

پھوٹی ہے روشنی جس قدر جہان ہے
سراج کا ہے سلسلہ منیر کا سلسلہ
کس قدر خمار ہے عمران کا شمار ہے
گیسوائے حضور ﷺ سے اسیر کا ہے سلسلہ

﴿ولہ اللہ ولی اللہ﴾

ارشاداتِ صوفشاں

سخنِ انمول:

تاجدارِ حسن و سخا جناب حضرت پیر سیدن شاہ صابری صاحب کی گفتگو دو ٹوک اور پُر اثر ہوا کرتی تھی جو فوراً سُننے والوں کے دلوں میں میں اتر کر اعمالِ صالح کا پابند بنانے کا باعث بنتی، نہایت سادہ اور بصیرت افروز گفتگو آپ کے لبوں کو چھو کر اس قدر شیریں اور فیض بخش ثابت ہوتی، جس سے مُردہ دل صرف لذتِ حیات نہ پاتے بلکہ لذتِ حیات کے فیوض و برکات تقسیم کرنے والے بن جاتے، پنجابی زبان میں علمِ لدنی کا فیضان شب و روز جاری رہتا، جہاں نگاہِ کریمانہ سے تقدیریں بدلی جاتیں، وہاں مختصر مگر جامع کلمات سے ہدایات کے موتی بکھیرے جاتے۔ سرکار کے چند سخنِ انمول یہاں پیش کیے دیتا ہوں تاکہ قارئینِ کرام استفادہ کر سکیں۔

دل کو حیاتِ ابدی تو رُوح کو تڑپ ملی ہے
پالو خدائی مخزنِ گفتارِ اولیاء سے

قادیانی کا فرار:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ ایک دفعہ سرکار سیدن ولی سرگودھا ریلوے اسٹیشن پر ملکوال جانیوالی ٹرین کے منتظر تھے کہ اسی اثناء ایک مرزا قادیانی کے عقیدت مند (مرزائی) کی آپ کے خوبصورت پیکر پر نظر پڑ گئی وہ اس خیال سے

رک گیا کہ شاید آپ کوئی بہت بڑے جاگیردار یا رئیس ہیں کیونکہ آپ کی ظاہری وجاہت، لباس کی خوبصورتی اور سر انور پہ خوبصورت دستار، پاؤں میں خوبصورت پاپوش مبارک اور خدمت کے لیے دو یا تین غلامان وغیرہ ہر سطحی ذہن پر اسی قسم کا اثر چھوڑتے تھے، وہ آپ کے قریب آیا، ابتدائی تعارفی کلام کے بعد اپنے تبلیغی منشور کے مطابق تبلیغ کرنے لگا، اپنی تحریک کے تیار کردہ من گھڑت بے بنیاد دلائل کے سبب مرزا کو بحیثیت نبی ثابت کرنے کے ذریعے ہوا، اس دوران سرکارِ خاموشی سے اُس کے دلائل سنتے رہے، جب کافی طول بیانی کے بعد خاموش ہوا تو سرکار نے فرمایا، پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارے نبی (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کی تعلیم کس قدر تھی؟ اُس نے بتایا کہ جناب! مرزا صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر قادیان ضلع گورداسپور ضوبہ پنجاب انڈیا میں حاصل کی بعد ازاں علوم مروجہ عربی، فارسی اور طب میں مکمل عبور حاصل کیا، مختصراً اُس نے مرزا صاحب کی تعلیم سے لے اُن کے جملہ اساتذہ کی فہرست بیان کر دی، یہ سب کچھ سننے کے بعد سرکار نے فرمایا، اب مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہ السلام اس دُنیا میں تشریف لائے ہیں آج تک نہیں سنا کہ اُن میں سے کسی ایک نے بھی اس دُنیا میں آکر کسی بشر سے تعلیم و تربیت حاصل کی ہو اور کوئی بشر اُن کا اُستاد ہو کیونکہ انبیاء کرام تو از خود تعلیم و تربیت دینے کے لیے بھیجے جاتے ہیں، اُن کا ہر علم براہِ راست اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتا ہے، جو کہ انبیاء کرام کا معجزہ ہے، یہ اُن کی وہ امتیازی خصوصیت ہے جس کے سبب وہ جانے اور پہچانے جاتے ہیں اگر انبیائے کرام بھی ایک عام انسان کی طرح سکول، کالج، یونیورسٹی اور مدرسہ وغیرہ کے محتاج ہوں تو اُن میں اور ایک عام انسان میں کیا فرق رہا اور نہ ہی یہ نبوتِ حقیقی کا دستور ہے، سرکار سیدن ولی کا یہی مختصر مگر جامع

جواب سن کر مرزائی مبہوت ہو کر رہ گیا اور وہاں سے ندامت کے ساتھ راہ فرار اختیار کی۔

باطل کے سر پہ ہر دم تیغِ جلال چمکے
مومن کے پاسباں ہیں سیدن پیا ہمارے

پرکھنے کا معیار:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ سرکار کی محفل میں ایک سنار نقل اور اصل سونے کو کسوٹی کے ذریعے پرکھنے کا مظاہرہ کر رہا تھا تمام حاضرین دلچسپی سے دیکھتے رہے کسی پیر بھائی نے کہا یہ پتھر حیرت انگیز طور پر کھرے اور کھوٹے سونے کا فرق ظاہر کرنے کی کس قدر طاقت رکھتا ہے، سرکار نے فرمایا، ہاں یہ پتھر نقل اور اصل سونے کو پرکھ لیتا ہے، تمہیں اس سے اگلی بات بھی بتا دوں کہ جس طرح یہ پتھر (کسوٹی) نقل اور اصل سونے کی پہچان کرتا ہے عین اسی طرح سونا خواتین کی کسوٹی ہے اُن کی آزمائش سونے کے ذریعے کی جاسکتی ہے اور عورتیں مردوں کی کسوٹی ہیں مرد حضرات اس امتحان میں کامیاب ہو جائیں تو مرد کہلانے کے حقدار ہیں دوسری صورت میں مرد کہلانے کے مستحق نہ ہوں گے بلکہ حقیقت مردانگی کی توہین کے موجب ہوں گے۔

عقیدت کا معیار:

شاہ جی نے فرمایا کہ ایک دفعہ کسی سادہ لوح پیر بھائی نے سرکار سے عرض کیا، حضور! مجھے آپ کے ساتھ کس قدر عقیدت رکھنی چاہیے یعنی کس حد تک پیر کامل کو ماننا چاہیے؟ فرمایا، زیادہ گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں، تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تم اپنے جتنا مان لو، عرض کیا، حضور! اپنے جتنا کیسے مان لوں، بات سمجھ میں نہیں آئی؟ فرمایا، اپنے جتنا ماننا ہی اصل ماننا ہے... ذرا یہ بتاؤ تم اپنی

تعریف سُننا پسند کرتے ہو؟ کوئی تمہیں بُرا بھلا کہے تو کیا تمہیں غصہ نہیں آتا؟ مختصراً اپنے فائدے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے، عرض کیا کہ ایسا ہی ہے، فرمایا، یہی کچھ اپنے شیخ کے لیے بھی کر لیا کرو، جب تمہیں نفسِ امارہ بُرائی کے لیے اُکساتا ہے تو اُس وقت بھلائی کے لیے اپنے شیخ کے احکامات کو یاد کر کے اپنی توجہ اعمالِ صالح کی طرف کر لیا کرو یہاں تک پہنچ گئے تو سمجھ لو کہ تم نے بہت کچھ مان لیا ہے۔

اولیائے کرام کے آستانے:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ سرگار کی خدمت میں عرض کیا، حضور! میں ایک شعر کے متعلق الجھن کا شکار ہوں... جس کا مفہوم کچھ اس طرح بنتا ہے کہ جس نے خواجہ اجمیر، بابا فرید، صابر پاک وغیرہ کے درباروں پر حاضری دی مگر مدینہ منورہ نہ دیکھا تو اُس نے کچھ بھی نہیں دیکھا، اس کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا، بیٹا، جس نے اجمیر شریف، پاکپتن شریف اور کلیر شریف وغیرہ کو مدینہ منورہ کے فیوض و برکات سمجھ کر حاضری نہیں دی، دراصل اُس نے کچھ نہیں دیکھا، یاد رکھو کہ اولیائے کرام حضور نبی کریم ﷺ کا زندہ معجزہ ہیں کیونکہ ان کی زیارت و قربت سے توحید و رسالت پر ایمان مضبوط ہوتا ہے ان کے آستانے غیر اللہ کے آستانے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کے فیضان کا چشمہ ہیں جس نے انہیں فیضانِ توحید و رسالت نہیں سمجھا درحقیقت اُس نے کچھ نہیں دیکھا۔

فیضانِ اولیاءِ فیضانِ مصطفیٰ ﷺ است

فیضانِ مصطفیٰ ﷺ فیضانِ خدا است

خشک اور نم لوگ:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ ایک دفعہ دربارِ عالیہ پر مستری ٹیوب

ویل کے بورنگ کا کام کر رہا تھا سرگار قریب ہی تشریف فرما تھے اچانک مستری نے کہا، اب نمی والی ریت (سچ کی ریت) آگئی ہے اب انشاء اللہ تعالیٰ پانی کا وسیع ذخیرہ ختم نہیں ہوگا، سرکار نے فرمایا کہ مستری کیا خوب کہا، ایک یہ سچ کی ریت ہے جس سے پانی کبھی ختم نہیں ہوتا اور ایک خشک ریت ہوتی ہے یعنی میرا کی ریت جس کو نمی میسر آئے بھی تو فوراً خشک ہو جاتی ہے، میرا ریت پر جس قدر بارشیں ہوں لیکن وہ پیاسی ہی نظر آتی ہے اور ایک یہ سچ کی ریت ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتی بلکہ دوسروں کو پانی کا فیض مہیا کرتی ہے اسی طرح اس دنیا میں کچھ لوگ خشک ریت کی مانند ہیں جن کے دل و دماغ کبھی محبت کے فیض کی نمی کو قبول نہیں کرتے اور ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو سچ کی ریت کی مانند بے شمار مخلوق خدا کو محبت کے فیضان سے سیراب کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے عشق سے آنکھوں کو با وضو رہنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں، دلوں کو مالک کی یاد میں دھڑکنے کا ڈھنگ بخشتے ہیں، سروں کو معبود حقیقی کی بارگاہ میں جھکاتے ہیں، مالک ہمیشہ حضور نبی کریم ﷺ کے عاشقوں میں زندگی گزارنی نصیب فرمائے کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ تمہیں اس دنیا میں جس کے ساتھ محبت ہوگی، آخرت میں اسی کے ساتھ اٹھنا نصیب ہوگا۔

بہترین ہتھیار:

حضور آفتاب سیدن بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے برادر محترم حضور گلزار سیدن نے رائفل خریدی، جب اس کے متعلق سرگار کو معلوم ہوا تو بلا کر فرمایا، گلزار! جان و مال کی حفاظت کے لیے اپنے پاس ہتھیار رکھنا سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے مگر یہ ہتھیار (تلوار یا رائفل) دُوری پیدا کرتا ہے یعنی ایک گھر کو دو بنا دیتا ہے، دو جڑے ہوئے دل اس کے استعمال سے بکھر جاتے ہیں جبکہ اس سے بہتر ہتھیار سرکارِ دو عالم ﷺ کا وصفِ محبت ہے جو تلوار یا رائفل سے

زیادہ موثر اور اہم ہے جو دو ٹوٹے ہوئے دلوں اور بکھرے ہوئے خاندانوں کو ایک بنا دیتا ہے لہذا خلقِ محمدی ﷺ کا ہتھیار استعمال کرنا چاہیے تاکہ ہر طرف پیار و محبت سے لوگوں کو رب کے ساتھ اور رب تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ جوڑا جاسکے، یہی ہتھیار بزرگانِ پیشِ رو نے استعمال کر کے بے شمار لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا ہے، غیروں کو اپنا بنایا ہے، بکھرے ہوؤں کو یکجا کیا ہے اور روتے ہوؤں کو ہنسایا ہے۔ جیسے

کچھ اُس کے حُسن نے کر لی کچھ اُس کے پیار نے کر لی
مسخر اس طرح دُنیا شاہِ ابرار ﷺ نے کر لی۔

سامانِ دُنیا:

ایک خطاب کے دوران حضورِ آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ سیدن حضور نے فرمایا کہ سید مردانِ علی شاہ صاحب نے حضرت پیر شاہ صاحب کو فرمایا کہ ہمارے پاس آپ کی دو امانتیں تھیں، ایک نام یعنی باطنی فیوض و برکات جو کہ آپ تک پہنچ چکے ہیں جبکہ دوسری امانت نان یعنی رزقِ دُنیا ہے جو کہ ابھی تک میرے پاس موجود ہے اگر آپ چاہیں تو وہ بھی لے لیں، عرض کیا حضور! نام (باطنی فیوض) ہی کافی ہے اگر نان کی فراوانی ہوگئی تو شاید نام بھی جاتا رہے یہ سن کر سید مردانِ علی شاہ صاحب بہت خوش ہوئے، فرمایا، پیر صاحب! آپ نے سچ کہا ہے، ماں کی فراوانی اعمالِ صالح سے دل اچاٹ کر دیتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ ضرورت کی ہر چیز ملتی رہے گی۔

اسی گفتگو کے دوران حضورِ آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ ایک پیر بھائی نے سیدن حضور سے عرض کیا، حضور! جب سے آپ کی غلامی میں (بیعت) داخل ہوا ہوں کسی چیز کی کمی نہیں رہی، مال و دولت، جانور، زمین اور فصلوں میں بڑا اضافہ

ہوا ہے، سرکارؐ نے فرمایا، عزیزم! جو چیزیں تم نے گنی ہیں ان کا بیعت کے ساتھ کیا واسطہ ہے جبکہ اللہ کریم تو ہر ذی رُوح کو رزق مہیا فرماتا ہے، رزق کی فراوانی بھی آزمائش ہے اگر سرکارِ دو عالم ﷺ کے زمانہ اقدس اور آپ کے جانثاروں کی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے تو تقریباً زیادہ تر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی زندگیاں تنگ دستی، جلاوطنی اور بے سروسامانی کے واقعات سے بھری پڑی ہیں مگر عشاقِ مصطفیٰ ﷺ نے ہر مشکل کا مقابلہ ایمانی طاقت سے کیا ہے کسی نے تکالیف سے گھبرا کر دینِ حق سے روگردانی نہیں کی جیسے علامہ اقبالؒ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی کے متعلق کیا خوب کہا ہے۔

جفا جو عشق میں ہے وہ جفا ہی نہیں

ستم نہ ہوں تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

آگے فرمایا، طالبِ مولا کو دُنیوی آسانی اور پریشانی سے بے پرواہ ہونا چاہیے، خدا تعالیٰ کی عبادت میں دُنیوی نفع و نقصان کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے، اکثر لوگ عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ اُن کی مطلوبہ آرزو پوری ہو جائے... اسی لیے ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب اللہ کریم کی خوشنودی کو مطمع نظر بنا لیا جائے تو یقیناً اپنی آرزو میں بھی پوری ہو جاتی ہیں اگر تم اپنا چہرہ مالک کی طرف رکھو گے تو دُنیا سائے کی مانند تمہارے پیچھے پیچھے دوڑے گی اس کے برعکس تم دُنیا کے پیچھے دوڑو گے تو یہ سائے کی مثل تمہارے آگے آگے دوڑے گی۔

نہ خدا ہی بلا نہ وصالِ صنم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

فقیر کی جوانی:

پیر اقبال شاہ صاحبؒ آف ملکوال کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے

سرکار سے سوال کیا، حضور! فقیر جوان کب ہوتا ہے؟ فرمایا جب اس دارِ فانی سے کوچ کر کے دارالبقا میں منتقل ہو جاتا ہے اُس وقت عالمِ شباب کا دور شروع ہو جاتا ہے اور پھر یہ جوانی آہستہ آہستہ بڑھتی ہی جاتی ہے اور آئے دن عالمِ شباب میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔

حق بندگی:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نے سرکار سے پوچھا کہ عبادت کا سلسلہ کب تک ہے؟ فرمایا، جب تک بندہ ہے اُس وقت تک حق بندگی لازم ہے جس طرح جسم کو زندہ رہنے کے لیے کھانے پینے کی ضرورت رہتی ہے اسی طرح رُوح کی زندگی اور خوراک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پوشیدہ ہے۔

تیرے پاک وہ زمانے مہتاب کی مثل ہیں

شبِ زندگی میں روشن منزل دکھا رہے ہیں

حساب کی عادت نہیں:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ مگھو پنڈی شریف نزد پھالیہ شہر سید مردان علی شاہ صاحب کے دربارِ عالیہ کی تعمیر کے دوران سرکار نے میری ڈیوٹی بازار سے ضرورت کا سامان خریدنے کے لئے لگائی جب سرکار ضروری اشیاء خریدنے کے لئے پیسے عنایت کرتے تو فرماتے خود گن لینا، مجھے گننا نہیں آتا، میں اپنے مالک سے بے حساب لیتا ہوں وہ مجھے بے حساب عطا فرماتا ہے اسی لیے مجھے حساب و کتاب کی عادت ہی نہیں۔

اسے فائدہ ہوگا:

حاجی نور حسین صابری آف چک بلی خان ضلع راولپنڈی نے راقم الحروف کو بتایا کہ ایک مرتبہ ایک عورت نے سرکار کی خدمت میں پچیس پیسے بطور ہدیہ

پیش کیے، سرکارؒ نے قبول فرمایا، میرے دل میں خیال گزرا کہ اس حقیر رقم سے سرکارؒ کو کیا فائدہ ہوگا اسی لمحہ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا، نور حسین! اس کا مجھے نہیں بلکہ اس عورت کو فائدہ ہوگا، پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر میں اس کے اللہ کی راہ میں پکنے والے لنگر کے لیے پچیس پیسے نہ لوں تو اس کو رب تعالیٰ کی طرف سے پچاس پیسے کس طرح ملیں گے؟ مالک کے راستہ میں خرچ کرنے سے مال میں برکت اور اضافہ ہوتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر میں اس حقیر نذرانہ کو ٹھکرا دیتا تو اس کا دل شکستہ ہوتا... ضرور سوچتی کہ یہ تھوڑی رقم ہے اس لیے قبول نہیں کی گئی، یہ لنگر اور دربارِ عالیہ کے دیگر اخراجات لوگوں کے نذرانے سے نہیں بلکہ مالک کے کرم سے چل رہے ہیں۔

بڑا ناز ہم کو تیرا تم صاحبِ کرم ہو

تیری عنایتوں سے جیون نبھا رہے ہیں

پیری مریدی کیا ہے:

ایک دفعہ حضور آفتابِ سیدنؐ نے فرمایا کہ میں نے سرکارؒ سے عرض کیا، عالیجاہ! بعض لوگوں سے پوچھا جائے کہ تم کیا کاروبار کرتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم پیری مریدی کرتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ پیری مریدی کی اصل حقیقت کیا ہے؟ فرمایا، یہ کاروبار نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا سچا دین اور مشن ہے، پیر کا کام مرید کو ہدایت کرنا ہے اُس کی تمام تر توجہ مالک کائنات کی طرف مرکوز کرنا ہے، مشکلات میں صبر اور آسائش میں شکر کی تلقین کے ساتھ صراطِ مستقیم پر کاربند کرنا ہے مختصراً پیری کی ڈیوٹی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا جذبہ ابھارنا ہے اور مرید کا کام پیرِ کامل کی فرمانبرداری کرنا ہے نیز فرمایا پیرِ کامل جیب پر نہیں بلکہ مرید کے دل پر نگاہ رکھتا ہے، بُرائی سے بچاتا اور بھلائی کی طرف راغب کرتا

ہے... یہ تجارت نہیں دینِ حق کی دعوت کا مشن ہے، سوداگری نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی عبادت ہے، یاد رکھو گندم بیچنے سے بھوسہ بھی حاصل ہوتا ہے مگر صرف بھوسہ بیجا جائے تو بھوسہ بھی ہاتھ نہیں آتا۔

سوداگری نہیں عبادتِ خدا کی ہے
اے بے خبر جزاء کی تمنا بھی چھوڑ دے

کیا لعن طعن کرنی چاہیے:

حضور آفتابِ سیدن بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے سرکار سے عرض کیا، عالیجاہ! کیا یزید پر لعنت بھیجنی چاہیے؟ سرکار نے فرمایا، عزیزم! اس میں کوئی شک نہیں یزید اور یزیدیت پر لعنت ہے کیونکہ یزید کے ظالم اور جھوٹا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور ظالم و جھوٹے پر خدا تعالیٰ خود لعنت بھیجتا ہے، ظالمین اور کاذبین پر رب تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن پاک میں لعنت فرمائی ہے جب اللہ تعالیٰ خود لعنت فرما رہا ہے تو تمہارے لعنت بھیجنے یا نہ بھیجنے سے کیا فرق پڑے گا؟ اس معاملہ میں فقیر کا نظریہ یہ ہے کہ جو تم نے لعنت بھیجنے پر وقت برباد کرنا ہے اور زبان پلید کرنی ہے اس سے بہتر یہ ہے کہ تم وہی وقت رسول اللہ ﷺ اور ان کی آل و اہل بیعت و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سلام و درود پڑھنے پر صرف کیا کرو تا کہ تم پر رب تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو کیونکہ جو شخص رسول اللہ ﷺ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے، یہ ہمیشہ خیال رکھو کہ جس وجہ سے ظالمین اور کاذبین پر لعنت بھیجی جا رہی ہے ان اعمال و افعال سے بچا کرو، اس کے لیے صالحین کی محفل سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں۔

سوزِ دل یادِ خدا اور آنکھ پر غم کا

ملتا ہے تحفہ آج بھی درگاہِ کامل سے

بھلائی سے باز نہ آؤ:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ ایک دفعہ کسی دوست نے عرض کیا، حضور! ہر وقت بُرے خیال پیچھا نہیں چھوڑتے حتکہ نماز کے دوران بہت زیادہ غلیظ خیالات پریشان کرتے ہیں ان سے بچنے کا کوئی حل ارشاد فرمائیں؟ فرمایا، یہی تو ایمان کی علامت ہے تمہارے سینے میں ایمان کا خزانہ موجود و محفوظ ہے جس وجہ سے ابلیس بُرے خیالات کے ذریعہ تمہاری توجہ مالکِ کائنات سے ہٹانے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے جہاں ایمان کی دولت نہیں وہاں ابلیس اس طرح حملہ آور نہیں ہوتا، خود ہی بتاؤ کہ کبھی چور خالی کمروں میں چوری کرنے جاتے ہیں؟ عرض کیا، چور تو وہیں جائیں گے جہاں انھیں معلوم ہو کہ یہاں قیمتی سامان، دولت وغیرہ موجود ہے، فرمایا اسی طرح شیطان سب سے بڑا اور تجربہ کار چور ہے اور اُس کی نظر میں سب سے قیمتی خزانہ دولتِ ایمان کا ہے اسی لیے وہ صاحبِ ایمان کے دلوں سے اس خزانے کو چرانے کے لیے نئے نئے ہتھیار استعمال کرتا رہتا ہے اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ صدقِ دل سے اپنے مالک کے بتائے ہوئے راستہ پر قائم رہنا چاہیے مختصراً اگر بُرا بُرائی سے باز نہیں آتا تو بھلے کو بھلائی سے باز نہیں آنا چاہیے اگرچہ وہ تنہا ہی کیوں نہ ہو۔

قابلِ رحم:

شاہِ جی نے بیان کیا کہ جب کوئی پیر بھائی کسی دوسرے پیر بھائی کی عرصہ سے دربار پر غیر حاضری کی شکایت کرتا تو سرگار فرمایا کرتے کہ وہ بے چارہ قابلِ رحم ہے اگر اپنے حقیقی نفع و نقصان سے آگاہ ہوتا تو کبھی ملاقات کرنے میں دیر نہ کیا کرتا، جہاں سے مالکِ کائنات کی محبت کا سامان میسر آتا ہے وہاں سے دُور رہنا بہت بڑی غفلت اور حماقت کا عمل ہے نیز آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ اگر کوئی

پیر بھائی عرصہ دراز کے بعد ملاقات کے لیے آتا تو سرگار فرمایا کرتے کہ جتنی مجھے تم سے محبت ہے اگر تمہیں بھی اتنی ہوتی تو ملاقات میں اس قدر تاخیر نہ کیا کرتے۔

کبھی کبھی حضور سیدن سرگار یہ بھی فرمایا کرتے کہ اکثر لوگ اپنے مفاد کے طالب ہیں سبھی پیر کے طالب نہیں ہوتے، جو صدقِ دل سے پیرِ کامل کے طالب بن جاتے ہیں وہی اصل میں پیر بھائی کہلانے کے مستحق ہیں جن کی دنیا اپنے مفادات تک محدود ہوتی ہے وہ دکان بھائی تو کہلا سکتے ہیں مگر جنس بھائی کہلانے کے حقدار نہیں ہیں، زیادہ تر لوگ اپنی اپنی خواہشات کے مرید نظر آتے ہیں اگر پورے دن میں ایک بندہ بھی صراطِ مستقیم کا طلبگار نظر آجائے تو سارے دن کی تھکن دور ہو جاتی ہے کہ ہم جس مقصد کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں کہ الحمد للہ کوئی اُس شے کا بھی طلبگار آیا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہرو منزل ہی نہیں

قبر کے سوال:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ ایک مرتبہ چند پیر بھائی قبر میں کیے جانے والے سوالات پر گفتگو کر رہے تھے بالخصوص حدیثِ مقدسہ کے حوالے سے قبر میں کیے جانے والا تیسرا سوال (پہچانِ مصطفیٰ ﷺ) زیر بحث تھا کہ جب مومن سے پوچھا جائے گا کہ اس ہستی یعنی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا تو مومن جواب دے گا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اس جواب پر نجات ہو جائے گی، ابھی یہی گفتگو جاری تھی کہ سرگار محفل میں تشریف لے آئے، آتے ہی تمام حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ درست ہے کہ جب مومن حضور نبی کریم ﷺ کو پہچان

لے گا تو اُس کی نجات ہو جائے گی لیکن کچھ مردِ حق حضور پاک ﷺ کے اس قدر عاشقِ صادق ہوں گے جب فرشتے اُن سے حضور پاک ﷺ کے بارے میں سوال کریں گے تو خود حضور نبی کریم ﷺ فرمائیں گے، فرشتو! اس سے نہ پوچھو بلکہ میں خود بتا دیتا ہوں کہ یہ میرا عاشقِ صادق ہے اس نے اپنی تمام زندگی میری محبت میں گزار دی ہے اور میرے ایک دیدار کے لیے تڑپتا رہا ہے بھلا اس سے میری پہچان کس طرح مخفی ہو سکتی ہے۔

پہچان سے حضور کی سوال ہو گئے ختم
آپ تک ہی منکر و نکیر کا ہے سلسلہ

دیجسٹ علاج:

حضور آفتابِ سیدن نے ایک محفل میں گفتگو کے دوران فرمایا کہ ایک دفعہ موضع مانو چک میں سیدن سرکار کی بارگاہ میں ایک ٹی بی کا مریض پیش کیا گیا، سرکار نے دم فرمانے کے بعد دوائی تجویز فرمائی، سرکار کے ہمراہ دیرینہ خدمت گزار مولا بخش مرانی آف پنڈی کالو موجود تھا جب اُس نے نسخہ اور مریض کی بیماری پر غور کیا تو دست بستہ عرض گزار ہوا، عالیجاہ! اس مریض کو کونسا مرض لاحق ہے؟ فرمایا، اسے ٹی بی ہے، عرض کیا، حضور! نسخہ پر لکھی ہوئی ادویات تو ملیریا کی بیماری میں استعمال کی جاتی ہیں، فرمایا مولا بخش! تم دوا اور دوا تجویز کرنے والے کے تو واقف ہو مگر شفا دینے والے سے آگاہ نہیں، یہ مریض اسی دوا کے بہانے سے انشاء اللہ تعالیٰ مکمل صحت یاب ہو جائے گا، کیونکہ اس کو شفا میری عاجزی سے مانگی ہوئی دُعاؤں کے تصدق ہوگی نہ کہ دوائی سے، تم اس کے شفا یاب ہونے پر خود آزما لینا، لہذا کچھ ہی دنوں میں اسی دوائی کے استعمال سے مریض مکمل شفا یاب ہو گیا۔

دُنیا کی مثال:

شاہ جی نے بیان کیا کہ ایک صبح سرکار نے گفتگو کے دوران سورج کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس وقت اگر ہماری پشت آفتاب کی طرف ہو جائے تو ہمارا سایہ ہمارے سامنے ہوگا ہم اپنے سائے کو پکڑنے کے لیے پوری قوت سے دوڑ لگاتے رہیں مگر یہ مسلسل مخصوص فاصلے پر ہمارے آگے دوڑتا رہے گا اس سائے کو تابع کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ ہم سائے کی جانب پشت کر کے اپنا چہرہ آفتاب کی طرف کر کے چلنے لگیں اس طرح سایہ ہمارے پیچھے پیچھے چلنے لگے گا، فرمایا یہی دُنیا کی مثال ہے اگر ہم دُنیا کے پیچھے دوڑیں گے تو وہ سائے کی مانند ہمارے آگے آگے دوڑتی رہے گی اور جب ہم اپنا چہرہ اپنے مالک کی طرف کر کے چل پڑیں گے تو یہ دُنیا ہمارے پیچھے پیچھے چلنے لگے گی، ہمیشہ اپنا رخ مالک کائنات کی طرف رکھنا چاہیے جب ہم نفع و نقصان سے بے پرواہ ہو کر رب تعالیٰ کی طرف چلتے رہیں گے تو یقیناً یہ دُنیا ہمارے قدم چومنے لگے گی۔

میں نے تجھ سے ہی تجھ کو مانگ لیا

اب ہاتھ اٹھا کے کیا لینا

غیب کیا ہے؟:

حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ کسی شخص نے سرکار سے علم غیب کے متعلق دریافت کیا کہ کیا علم غیب کسی نبی علیہ السلام یا ولی کو حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ سرکار نے فرمایا، عزیزم! پہلے سمجھنے والی بات ہے کہ غیب کسے کہتے ہیں جو چیز تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہے اُسے تم اپنی حد تک غیب کہہ سکتے ہو مگر اُس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ چیز کسی دوسرے کے لیے بھی پوشیدہ ہے جیسے تم کمرہ کے اندر بیٹھے ہوئے ہو... کمرہ میں موجود اشیاء کا اپنی نظروں سے مشاہدہ کر سکتے

ہوا اگر تم صحن میں چلے جاؤ تو وہاں موجود انسان، حیوان، درخت تم پر آشکار ہو جائیں گے اسی طرح تم چھت پر چڑھ جاؤ تو وہ اشیاء بھی دیکھ لو گے جو کمرہ کے اندر اور صحن سے نظر نہیں آرہی تھیں اسی طرح اور بلندی پر چلے جانے سے اور زیادہ اشیاء کا جائزہ لے سکو گے، اسی طرح دور بین کی مدد سے کافی فاصلہ پر موجود اشیاء کو دیکھا جاسکتا ہے اور خورد بین کی وساطت سے نہایت چھوٹی اشیاء کو واضح طور پر پرکھا جاسکتا ہے جیسے ایک معالج مریض کی نبض اور چہرے، آنکھوں کی رنگت سے پوشیدہ بیماریوں سے آگاہ ہو جاتا ہے اسی طرح انبیاء کرام اور اولیائے کرام بھی اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبوت اور ولایت کی بلندی پر فائز ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا عروج ہے اور ان کی آنکھیں رب تعالیٰ کے نور سے روشن ہوتی ہیں اس لیے وہ بھی رب تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے پوشیدہ اسرار و رموز سے پوری طرح آگاہ ہوتے ہیں جس طرح سورۃ النمل میں تفصیل سے واقع موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ولی اللہ (حضرت آصف بن برخیا) نے ہزاروں میل دور پڑا ہوا تخت بلقیس دیکھ بھی لیا اور آنکھ جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر بھی کر دیا۔ اسی گفتگو کے دوران حضور سیدن ولی کمرہ سے اٹھ کر صحن میں تشریف لے آئے جہاں آپ کی سواری کا گھوڑا (ساوا گھوڑا) بندھا ہوا تھا جس کے سامنے تروتازہ چارہ پڑا ہوا تھا مگر گھوڑا چارہ کھا نہیں رہا تھا جب سرکار گھوڑے کے پاس تشریف لائے تو فرمایا، کچھ غیب تو جانوروں پر بھی آشکار ہوتے ہیں حالانکہ ان کے عقل و دل کثیف ہوتے ہیں جبکہ انبیاء کرام و اولیاء اللہ کے قلب و خرد نہایت پاکیزہ اور لطیف ہوتے ہیں یہ کہہ کر سرکار نے فرمایا کہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے گھوڑے کے چارہ میں کوئی زہریلی چیز پوشیدہ ہے جس کی وجہ سے وہ چارہ نہیں کھا رہا، یکا یک

آپ نے چارہ میں ہاتھ ڈال کر جھٹکا تو ایک زہریلا سانپ چارہ سے نکل کر بھاگنے لگا، فرمایا، اس موذی جانور کا چارے میں پوشیدہ ہونا گھوڑے پر عیاں تھا اس لیے بے چارہ تھکن اور بھوک کے باوجود اپنی خوراک کھانے سے قاصر تھا نیز فرمایا کہ یہ جانور کثیف دل و دماغ رکھنے کے باوجود اپنے مخفی دشمن سے آگاہ تھا تو انبیاء کرام اور اولیاء عظام جن کے دل و دماغ رب تعالیٰ کے نور سے روشن اور لطیف ہوتے ہیں بھلا اُن سے کوئی شے کیسے پوشیدہ ہو سکتی ہے وہ رب تعالیٰ کی عطا سے مخفی اشیاء کا علم رکھتے ہیں یہ رتبہ اُن کو خدا تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

موت کی سزا:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ ایک دفعہ سیدن حضور کا ایک عقیدت مند محفل میں حاضر ہوتے ہی روپے لگا، سرکار نے سبب دریافت فرمایا عرض کیا، حضور! میرے ایک مخلص دوست کو عدالت نے سزائے موت کا حکم سنا دیا ہے مجھے اسکا شدید غم ہے دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ میرے دوست پر رحم فرما کر اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے، سرکار نے فرمایا، اس میں تعجب اور پریشانی کی کون سی بات ہے؟ موت کی سزا تو ہر ذی رُوح کو سنائی گئی ہے کوئی بھی موت کی سزا سے بری نہیں ہو سکتا ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی کو موت کی سزا کا وقت بتا دیا گیا ہے اور کوئی خواہش نفس اور دُنیوی مصروفیت میں اس حقیقت کو بھلائے بیٹھا ہے لیکن ہر ذی رُوح پر جسٹسِ ازلی کا حکم پورا ہو کر رہے گا نیز فرمایا کہ جو اس دُنیا کی زندگی میں اپنے مالک کے احکامات کی بجا آوری کرتے ہیں اور ہمیشہ رب تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں مشغول رہتے ہیں وہ موت سے نہیں ڈرتے بلکہ بوقتِ موت اُن کے چہرے خوشی سے وصالِ محبوب کا راز فاش کر رہے ہوتے ہیں۔

ٹردے ہس کے ایس جہان اتوں سچی خبر عمران عشاق دی اے

سرت آدم علیہ السلام کا طریقہ:

حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ سرکار نے ایک نشست میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اکثر لوگ جب کسی کام میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو فخر سے بیان کرتے ہیں کہ یہ ہماری محنت کا صلہ ہے اور جب کسی کام میں ناکامی ہوتی ہے تو فوراً رب تعالیٰ کے ذمے لگا دیتے ہیں کہ پس خدا تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا... فرمایا یہ طریقہ درست نہیں ہے بلکہ ہر نیک کام کی تکمیل و کامیابی پر رب تعالیٰ کا شکر ادا کر کے اسی کے نام اور کرم سے منسوب کرنا چاہیے اور جب کسی کام کا نتیجہ اچھا ظاہر نہ ہو تو اپنی کوتاہی اور غفلت سے منسوب کر کے گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے، یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام کا عطا کردہ ہے جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کی جو کہ رب تعالیٰ کا حکم تھا تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ تم نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں نہ کیا؟ ابلیس نے کہا کہ تجھے میرا سجدہ کرنا منظور ہی نہ تھا کیونکہ تیرے حکم کے بغیر پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا لہذا میرا سجدہ نہ کرنے میں تیری مرضی کا عمل دخل تھا، جب یہی سوال حضرت آدم علیہ السلام سے کیا گیا کہ آپ جنت میں شجر ممنوع کے نزدیک کیوں گئے، کیا آپ بھی ابلیس کے جواب سے متفق ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے سر زمین پر رکھ کر عرض کیا، یارب العالمین! میری اپنی خطا ہے اس میں تیرا کوئی عمل دخل نہیں اگر میں کہوں کہ میری خطا تیری مرضی سے ہوئی ہے تو یہ ایک اور خطا ہوگی لہذا عرض گزار ہوئے۔

ترجمہ! ”اے ہمارے رب ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ

بخشنے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔“

(سورۃ الاعراف آیت 23 پارہ 8)

نیز فرمایا کہ اچھے کام کو اپنی طرف اور غلطی کو رب تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا سخت بے ادبی ہے درحقیقت حضرت آدم علیہ السلام معصوم ہیں انہوں نے اس عمل سے اپنی اولاد کو گناہ بخشوانے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔

کتنے عظیم تر ہیں تیرے باوفا وہ بندے
الفت میں جو تمہاری جینا سکھا گئے ہیں

رب تعالیٰ کے انوار:

ایک دفعہ حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سرکار محفل میں تشریف فرما تھے، رات کا وقت تھا عین چھت کے وسط میں روشنی کے لیے گیس لٹکایا گیا تھا جس سے چاروں جانب روشنی پھیل رہی تھی اچانک ایک سادہ لوح پیر بھائی اٹھا، اُس کا سر چھت کے ساتھ لٹکنے ہوئے گیس کے ساتھ ٹکرا گیا... کسی نے کہا، ذرا دیکھ کے اٹھنا چاہیے تھا اُس نے کہا میں نے گیس کو دیکھا نہیں تھا اس وجہ سے سر ٹکرا گیا، سرکار نے تبسم کے ساتھ فرمایا، ہم بھی عجیب کم نظری کا شکار ہیں جس سے روشنی حاصل کرتے ہیں اسکا پاس بھی نہیں کرتے پھر کہتے ہیں کہ دکھائی نہیں دیا حالانکہ اُس کی روشنی سے سبھی ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اسی طرح اُن گنت نعمتوں اور انوار و آثار کے باوجود ہم اپنے مالک کی پہچان سے غافل ہیں حالانکہ اُس کا نور ہر طرف چمک رہا ہے لیکن ہم اُس کی طرف غور نہیں کرتے اگر غور کریں تو یقیناً اپنے رب کریم کو پا جائیں اور بھٹکنے گرنے سے ہمیشہ محفوظ رہیں۔

اپنی حقیقت:

جناب شاہ جی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ سرکار کی موجودگی میں ایک کم سن بچی ماں کے بہلانے کے باوجود مسلسل رو رہی تھی کہ اچانک اُس کی ماں نے دیوار پر پڑنے والے بچی کے سایہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ دیکھو کیا

ہے؟ پچی اپنے ہی سایہ کو دیکھ کر خاموش ہو گئی، یہ منظر دیکھ کر سرکار نے فرمایا کہ یہ اپنے ہی سائے سے کس قدر سہم چکی ہے کہ سب رونا تڑپنا بھول گئی ہے فرمایا اسی طرح انسان اپنی حقیقت کو دیکھ لے تو ہمیشہ کے لئے حیران ہو جائے حالانکہ اکثر لوگ سائے کے پیچھے دوڑتے ہیں مگر اپنی حقیقت پر نظر نہیں ڈالتے۔ بقول بیدم صاحب

اپنی ہستی کا اگر حُسن نمایاں ہو جائے

آدمی کثرتِ انوار سے حیراں ہو جائے

یقیناً اپنی معرفت حاصل کرنے والا ہی خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل

کر لیتا ہے درحقیقت اپنی پہچان ہی رُب تعالیٰ کی پہچان ہے۔

ثابت قدمی:

حضور آفتابِ سیدن نے دورانِ خطاب فرمایا کہ ایک دفعہ کسی شاہسوار نے سرکار سے دریافت کیا، عالیجاہ! بہترین شاہسواری کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا، جو سوار اپنے گھوڑے کا سر قائم کر لے اُس کا گھوڑا شاہسوار کی مرضی کے مطابق خوبصورت اور ستھری چال چلتا ہے، اسی دوران ایک دوسرے شخص نے عرض کیا، حضور! فقیری کا راز کیا ہے؟ فرمایا، شاہسوار گھوڑے کا سر قائم کر لے تو بہترین شاہسوار بن جاتا ہے اور جو اپنے مالک کے سیدھے راستے پر میانہ روی سے قدم جما لے، کبھی غیر کی جانب متوجہ نہ ہو، اپنے دل کو رُب تعالیٰ کی طرف ہمیشہ قائم رکھے وہ بہترین فقیر بن جاتا ہے۔

صد کتب صد ورق در نار گن

روئے دل را جانپ دلدار گن

نیز فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ بچپن میں بانسوں کے درمیان رسی پر چلنے

والوں سے دریافت کیا کہ تم اتنی بلندی پر دو اونچے بانسوں کے درمیان رسی سے

پر کیسے چل لیتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ جب ہم ایک بانس سے دوسرے کی جانب چلنے لگتے ہیں تو ہماری نظر صرف دوسرے بانس کے اوپر لگے ہوئے کیل پر ہوتی ہے اگر ہم اس دوران اپنے پاؤں یا کسی اور طرف دیکھیں تو توازن برقرار نہیں رکھ پاتے ہماری کامیابی اسی میں پوشیدہ ہے کہ کسی صورت بھی ہماری نظر دوسرے بانس پر لگے ہوئے کیل سے نہ ہٹے، اسی طریقہ سے ہم با آسانی رسہ عبور کر لیتے ہیں یہ سن کر سرکار نے فرمایا کہ یہی فقیری کا بھی راز ہے جب نظر اور خیال اپنے مالک کی طرف رہے تو کبھی قدم ڈگمگاتے نہیں بلکہ ہر قدم سیدھے راستے پر پڑتا ہے اور با آسانی زندگی کے سفر میں مالک کے حکم کے مطابق کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔

براہِ وفا میں آچھلین خیال کو سمیٹ کر
یہ دعوتِ نماز ہے جمال کو سمیٹ کر

گریہ زاری:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی پیر بھائی نے عرض کیا، حضور! اکثر محفل میں پیر بھائیوں کو دیکھا ہے کہ گریہ زاری میں مبتلا رہتے ہیں لیکن مجھ پر یہ کیفیت کبھی طاری نہیں ہوئی، مجھے کبھی رونا نہیں آیا، فرمایا، عزیزم! تم اسی بات پر گریہ زاری کیا کرو کہ تمہیں رونا نہیں آتا، یاد رکھو جس طرح بھوک کی وجہ سے بچہ روتا اور چلاتا ہے تو ماں کے سینہ میں دودھ جوش لینے لگتا ہے اسی طرح جب ہم گناہوں کی دنیا میں غلیظ ہو کر اپنے مالک کے حضور گریہ زاری کرتے ہیں تو اُس کی رحمت کو بھی جوش آ جاتا ہے جس سے ہر قسم کی خطائیں مٹ جاتی ہیں جیسے آگ پر پانی ڈالنے سے آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اسی طرح آنسوؤں کے پانی سے گناہوں کی دوزخ بھی سرد پڑ جاتی ہے بلکہ بہشت کا روپ دھار لیتی ہے۔

ہے تیری نگاہ کا حاصل یہ جنون جاودانی
یہ شوق عشق و گریہ تیرے کرم سے ہے

لج پال کا دامن:

زوجہ آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ سرکار گرمیوں میں اکثر ملکوال صابری منزل کے اوپر بنائے گئے کمروں میں رہائش پذیر ہوتے جب محفل میں جانے کے لیے ہمارے گھر کی سیڑھیوں سے اتر کر صحن میں آتے تو سبھی چھوٹے بڑے دست بستہ سلام و آداب پیش کیا کرتے اس دوران سرکار بچوں کو کچھ پیسے بھی عنایت فرماتے بعد ازاں بارہ دری میں منتظر پیر بھائیوں اور مہمانوں کی جانب تشریف لے جاتے، ایک روز حسب معمول سرکار صحن میں تشریف لائے تو حضور آفتاب سیدن کے بڑے صاحبزادے سلیم صابر بھمبر 7، 6 سال سامنے کھڑے تھے جنہوں نے آگے بڑھ کر سرکار کی چادر کو پکڑ لیا اس روز اتفاق سے وہ رومال جس میں ضرورت کے پیسے رکھے ہوتے تھے اوپر کمرے میں رہ گیا تھا کافی دیر تک سرکار بچے کے پاس خاموشی سے کھڑے رہے اچانک قبلہ مائی صاحبہ (زوجہ محترمہ سرکار سیدن) نے چھت کے جنگلے سے دیکھ کر عرض کیا، حضور! خیریت تو ہے آپ یہاں خیر سے رُکے ہوئے ہیں؟ فرمایا، سب خیریت ہے دراصل اس بچے کو پیسے دینے کی عادت ڈالی ہوئی ہے اور یہ اسی عادت کے مطابق ہمارا دامن پکڑے کھڑا ہے اور آج ہمارا رومال جس میں پیسے ہوتے ہیں وہ چھت پر رہ گیا ہے اس وجہ سے ہمیں یہاں رُکنا پڑا ہے، مائی صاحبہ نے عرض کیا، عالیجاہ! آپ بچے سے چادر چھڑا کر اوپر تشریف لے آتے یا مجھے حکم فرماتے میں خود رومال حاضر کر دیتی، فرمایا، نہیں جو اس فقیر کا دامن پکڑ لے یہ کبھی نہیں چھڑاتا، یہ سن کر مائی صاحبہ نے جلدی سے رومال پیش کیا، سرکار نے اپنے دست

اقدس سے بچے کو پیسے عنایت فرمائے، جب بچے نے پیسے وصول کرنے کے بعد اپنی مرضی سے چادر چھوڑی تو تب سرگرم محفل میں تشریف لے گئے۔

یہ حقیقت ہے کہ جو فقیر کا دامن تھام لے یہ لچپال اپنا دامن نہیں چھوڑاتے مگر جو از خود تکبر میں مبتلا ہو کر دامن چھوڑ دے تو یہ اُس کے پیچھے بھی نہیں بھاگا کرتے، اللہ کرے کہ ان لچپال ہستیوں کا دامن تھامنا نصیب ہو۔

نقطہ چین نہ ہو:

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے عرض کیا، عالیجاہ! فقیر کی سنگت میں کامیابی کس طرح ممکن ہے؟ فرمایا، جو فقیر کمال کے ہر حکم کی تعمیل کرے اور کبھی شیخ کمال کے کسی عمل پر نقطہ چینی نہ کرے نیز فرمایا کہ ہمارے اکثر سفروں میں سائیں گلو رفیق سفر رہا ہے اس میں یہ خاصیت تھی کہ نقطہ چین بالکل نہ تھا بعد ازاں سرکار نے سورۃ الکہف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا حوالہ دے کر وضاحت فرمائی۔

سیدزادے کی عرض:

حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ ایک سیدزادے نے دوران محفل گریہ زاری کرتے ہوئے عرض کیا کہ عالیجاہ! میں بہت گناہ گار ہوں میں نے کبھی اپنے عالی نسب کا خیال نہیں کیا، میری خطاؤں کی فہرست بڑی طویل ہے خدا را مجھ پر نگاہ کرم فرمائیں اور اپنی غلامی میں شامل فرمائیں؟ فرمایا عزیزم! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ندامت بھی مالک کی رحمت کی رسی ہے جو تمہیں باندھ کر توبہ کی طرف کھینچ لائی ہے، یاد رکھو! گندے کپڑے ہی دھوبی کو دھونے کے لیے دیے جاتے ہیں کیونکہ وہ داغدار کپڑوں سے کبھی نفرت نہیں کرتا تم مالک کی رحمت کے سایہ میں آچکے ہو، آئندہ نفسِ امارہ کے ساتھ اپنے آباء و اجداد کی طرح ڈٹ

کر مقابلہ کرتے رہنا، دونوں جہانوں میں کامیابی ہوگی۔

اللہ کے محبوب:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ ایک دفعہ کسی پیر بھائی نے عرض کیا عالیجاہ! اکثر لوگ حضور نبی کریم ﷺ کا اُمتی کہلانے کے باوجود آپ ﷺ کی ذات پر مختلف موضوعات پر مناظرے کرتے دکھائی دیتے ہیں وہ اپنے دعویٰ میں کس حد تک ٹھیک ہیں؟ فرمایا، حضور نبی کریم ﷺ رب تعالیٰ کے لائٹل محبوب ہیں اور محبوب اُسے کہا جاتا ہے جس میں کوئی عیب یا نقص نظر نہ آئے، جب رب تعالیٰ نے خود انھیں اپنا محبوب ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے تو اب جو بھی ان کی ذات کے متعلق ذرہ برابر بھی بے ادبی کا مرتکب ہوگا، وہ کسی صورت میں بھی رب تعالیٰ کے قریب نہیں ہو سکتا، یاد رکھو! سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں (بے ادبی کے ارادہ سے) ذرا سی آواز بلند ہو جائے تو زندگی بھر کے تمام اعمالِ صالح نیست و نابود کر دیے جاتے ہیں، عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا جو لوگ حضور ﷺ کی ذاتِ پاک میں نقطہ چینی کرنے کی کوشش کرتے ہیں دراصل وہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے شیطانِ لعین کی طرح کثرتِ عبادات کے باوجود دھتکار دیے جاتے ہیں، ایسے لوگوں کا علم ان کے لیے حجابِ اکبر بن چکا ہوتا ہے، رب تعالیٰ کی حضوری اور منظوری کا ہر دروازہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے کامل عشق سے کھلتا ہے۔

عمرانِ مصطفیٰ ﷺ کی چاہت میں دو جہاں ہیں

اہلِ عرش سے جاری پیغام آرہا ہے

سرکارِ سیدن کی مذکورہ گفتگو کی صداقت حدیثِ نبوی ﷺ سے ملاحظہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اُسے اُس کے والدین اُس کی اولاد اور

تمام لوگوں سے عزیز تر نہ ہو جاؤں۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ نمبر 112)

ایمانِ مکمل کا قانون نمایاں ہے

دبلیز محمد ﷺ پہ مطلوب شہادت ہے

کلام الہی کا اثر:

شاہ جیؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی سائل نے سرکارؒ سے باؤلے سگ کا دم دریافت کیا؟ سرکارؒ نے فرمایا، اس کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ دم کرنے والا خود باؤلانہ ہو جب خود اپنے مالک کی قائم کردہ حدوں کی پاسداری کرے گا تو اُس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں ضرور قبول ہوں گے، یاد رکھو! جو رب تعالیٰ کا شرم رکھتا ہے یقیناً خدا تعالیٰ اُس کا شرم رکھے گا، اکثر بزرگانِ دین کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے اشعار اور چند کلمات آج بھی شفا بخش ہیں جن سے بیماروں کو شفا اور نامرادوں کو مراد ملتی ہے اس کی اصل وجہ اُن بزرگانِ دین کا اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ مقبولیت کا تعلق ہے بعض لوگ قرآنِ پاک دنیوی مقاصد کے لئے کثرت سے پڑھتے ہیں مگر شکایت کرتے ہیں کہ مطلوبہ مقصد میں کامیابی نہیں ہو رہی، اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سائے پر تیر چلاتے ہیں جس کے باعث شکار ہاتھ نہیں لگتا حالانکہ رب تعالیٰ کا مقدس کلام محض رب تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تلاوت کرنا چاہیے اس طرح رب تعالیٰ کی رضامندی کے ساتھ ساتھ اپنا مقصد بھی ہاتھ آجاتا ہے، یاد رکھو کہ ایک یوم کی وہ عبادت جو محبت اور خلوص سے کی جائے بغیر محبت سے کی گئی صدیوں کی عبادت سے بہتر ہے نیز فرمایا، اپنی مکمل پرہیز سے دُعا اور دوا میں اثر پیدا ہو جاتا ہے یہی ہر دم کا بہترین طریقہ ہے۔

فقیر کے آداب:

حضور آفتابِ سیدنؐ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ سرکارؒ ساہیوال جاتے ہوئے

بھیرہ کے نزدیک موضع ڈھل میں قیام پذیر ہوئے کافی لوگ آپ کی ملاقات اور زیارت کے لیے اکٹھے ہو گئے اسی دوران ایک سفید ریش بزرگ باادب سلام پیش کرنے کے بعد محفل کے آخری کنارے پر دو زانو بیٹھ گئے، سرگار کو باباجی کا پرکشش چہرہ اور ملنے کا انداز بہت پسند آیا، آپ نے باباجی سے پوچھا، آپ کی نسبت کس ہستی سے ہے؟ باباجی نے دست بستہ عرض کیا، عالیجاہ! میں خواجہ شمس العارفین سیال شریف والوں کا دست بیعت ہوں، سرگار نے دوبارہ فرمایا، اپنے شیخِ کامل کا کوئی واقعہ ہی سنا میں؟ اس سوال پر باباجی نے عرض کیا، حضور! میں 30 سال تک دربار عالیہ سیال شریف کے لنگر خانے کی خدمت انجام دیتا رہا ہوں ابھی صرف آپ جیسی برگزیدہ ہستیوں کی محفل میں بیٹھنے اور گفتگو سننے کا سلیقہ آسکا ہے ابھی بیان کرنے کا مرحلہ باقی تھا کہ میرے شیخِ کامل نے بوقتِ وصال مجھے بلا کر اپنے گاؤں واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمادی تھی یہ سن کر سرگار کی آنکھیں نم ہو گئیں، فرمایا آپ کے شیخِ کامل کا آپ پر بہت کرم ہے، جس کو فقیر کی محفل میں باادب بیٹھنے، سننے اور عمل کرنے کا طریقہ آجائے اُس نے بہت کچھ سیکھ لیا، فقیر کی خدمت کرنے والوں کے چہرے گواہی دیتے ہیں کہ ان پر خدا تعالیٰ کی رحمت برستی رہتی ہے درحقیقت ایک طویل عرصہ کے بعد ولی اللہ کی مقدس محفل کے آداب حاصل ہوتے ہیں جس نے یہ سیکھ لیا اُس نے بہت کچھ سیکھ لیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس پر مہربان ہوتا ہے اُسے اپنے دوستوں کی خدمت سونپ دیتا ہے۔

آثارِ راہبزر تو جملہ بتا رہے ہیں

منزل کو پانے والے تیرے ہمنوا رہے ہیں

موت مومن کے لیے تحفہ:

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ سرگار نے دورانِ گفتگو

فرمایا کہ جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو حضرت عزرائیل علیہ السلام رُوح قبض کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں جب وہ کسی کافر یا منافق کی رُوح قبض کرنے آتے ہیں تو نہایت خوفناک صورت اختیار فرماتے ہیں جس کا ثبوت کافروں اور منافقین کے چہروں سے مرنے کے بعد بھی واضح دکھائی دیتا ہے اور جب کسی مومن یا ولی اللہ کے پاس جاتے ہیں تو نہایت خوبصورت شکل میں جلوہ گر ہوتے ہیں بلکہ اُس صورت کو اختیار فرماتے ہیں جس صورت سے مومنین تاحیات محبت کرتے رہے ہیں اسی لیے مومن کے لئے موت محبوب کے وصال کا ذریعہ ہوتی ہے اسی وصال کی مسکراہٹ کے آثار اُن کے چہرہ پر بعد از وفات بھی نمایاں ہوتے ہیں یہ مومن کی بہت بڑی نشانی ہے، اسی لیے سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ موت مومن کے لئے تحفہ ہے اور ایک حدیثِ مقدس میں اس طرح آتا ہے کہ موت مومن کے لئے پھول ہے تحفہ اسی لئے فرمایا گیا کہ مومن کو اپنے محبوب کی ملاقات نصیب ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُن کے لبوں پر مسکراہٹ آجاتا ہے۔

اہل جنوں کی محفل جا کے لحد میں ہوگی

ملاقات کا یقیناً وہ مقام آرہا ہے

نفسِ امارہ سے جنگ:

حضور آفتابِ سیدن کی موجودگی میں پیر بشیر شاہ صاحب آف ابدال نے بیان کیا کہ کسی پیر بھائی نے سرکار سے عرض کیا کہ نفسِ امارہ کیخلاف کس وقت تک جنگ کرنی چاہیے؟ سوال کی سادگی پر تبسم کے ساتھ فرمایا عزیزم! جب تک یہ زندگی اور دشمن باقی ہے جنگ تو جاری رہے گی، یاد رکھو! اس خطرناک دشمن سے غافل نہیں ہونا چاہیے اگر سانپ مر جائے اور اُس کی کھال (کیچلی) وغیرہ گل سڑ

جائے اس کے باوجود بھی اس کے ڈھانچہ کا کوئی ریزہ پاؤں میں چبھ جائے تو پھر بھی زہریلا پن طبیعت پر اثر انداز ہونے لگتا ہے اسی طرح اس دشمن سے بھی کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے، یہ جہادِ اکبر ہے اس لڑائی میں موت بھی شہادتِ اکبر کا درجہ رکھتی ہے اسی لئے اولیاء اللہ کو اس جہادِ اکبر کی بدولت رب تعالیٰ وہ لافانی زندگی عطا فرماتا ہے جس کا ثبوت اُن کی مزارات کے فیوض و برکات کی شکل میں ہمیشہ نمایاں رہتا ہے۔

جن کی لحد ہے روشن میلے لگے ہوئے ہیں
یہی لوگ درحقیقت تیرے باوفا رہے ہیں

عرس کے متعلق:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی پیر بھائی نے عرس کے متعلق سوال کیا جس کے جواب میں سرکار نے فرمایا کہ لفظ عرس حدیثِ نبوی ﷺ - مشتمل - یعنی "مَرْمَۃُ الْعُرُوسِ" ترجمہ! اب تم سو جاؤ دو لہن کی نیند جب اولیاءِ کرام اں دارِ فانی سے رخصت فرما کر محبوبِ حقیقی سے جا ملتے ہیں تو عالمِ بالا میں اس ملاقات کا جشن منایا جاتا ہے اور فیوض و برکات تقسیم کیے جاتے ہیں یعنی یومِ وصال کو یومِ عرس کا نام دیا گیا۔ ہے اولیاء اللہ کو اس روز دُہن کی طرح سجایا جاتا ہے اس مقدس تقریب میں ضرور شامل ہونا چاہیے کیونکہ اس روز حاضرین میں خاص انعام و اکرام تقسیم کیے جاتے ہیں جس طرح ہر صاحبِ ثروت کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے مال سے سال میں ایک مرتبہ غرباء و مساکین کو ڈھائی فی صد زکوٰۃ دے اسی طرح اولیاء اللہ بھی اپنے رب تعالیٰ سے ملنے والے بے شمار انعام و اکرام سے حاضرین میں اس خاص موقع پر خیرات تقسیم کرتے ہیں چنانچہ اس مبارک دن میں دُنیا کی ہر مصروفیت کو پس پشت ڈال کر حاضری دینی

چاہیے تاکہ فیوض و برکات سے حصہ مل سکے۔

اللہ نے اُن کو ایسے بخشے ہیں نوری مخزن

دُنیا جہاں کے سائل حاجات پا رہے ہیں

آسیب وغیرہ کی حقیقت:

حضور آفتاب سیدنا نے بیان کیا کہ ایک دفعہ سرکار نے دوران گفتگو فرمایا کہ اکثر سادہ لوح لوگ جنات و آسیب کے وہم میں مبتلا رہتے ہیں اس وہم کو برصغیر میں پھیلانے والے کچھ کاروباری عامل لوگ ہیں جو صرف چند دنیوی سکوں کی خاطر مخلوق خدا کو گمراہ کرنے کے علاوہ ہمیشہ کے لئے وہم میں مبتلا کر دیتے ہیں اکثر خواتین و حضرات میرے پاس بھی شکایت لے کر آتے ہیں کہ فلاں عامل صاحب نے اتنی رقم لینے کے بعد مریض کا جن نکالا ہے اُس کے بعد کچھ عرصہ مریض ٹھیک رہا ہے بعد ازاں دوبارہ تکلیف ہونے پر عامل صاحب سے گزارش کی تو اُنھوں نے ایک عدد کالے بکرے کی فرمائش کی اس کے بعد دوبارہ جن نکالنے کے لیے مرچیں وغیرہ آگ میں ڈال کر مریض کو ڈھونی دی جس سے جن نے راہ فرار اختیار کی وغیرہ، فرمایا یہ سب من گھڑت باتیں ہیں اسمیں کچھ حقیقت نہیں، جنات ناری مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو محض عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے انسانوں کی طرح جنات میں بھی اچھے اور بُرے کام کرنے والے موجود ہیں جس کے کام اچھے ہیں وہ اچھا ہے اور جس کا کام شر پھیلانا ہے وہ بُرا ہے لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ جنات کسی صاحب ایمان پر کنٹرول حاصل کر لیتے ہیں، بعض خواتین ہسٹریا (اختناق الرحم) وغیرہ کی مرض میں مبتلا ہوتی ہیں جس کے باعث ایام مخصوص میں شور و شرابا برپا کرتی ہیں، یکا یک رونے لگتی ہیں اکثر اوقات خوفزدہ رہتی ہیں، اعصابی کھچاؤ کے باعث

عجیب و غریب حرکات کرتی ہیں جس سے عامل حضرات کو کاروبار چمکانے کا موقع مل جاتا ہے وہ اسی مرض کو آسب کا سایہ یا جنات کا اثر بتا کر اپنی جیب گرم کرتے رہتے ہیں اسی طرح بعض مردوں میں مایخو لیا کا مرض ہوتا ہے کچھ ذہنی ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں وہ بھی جعلی عاملوں کے ہتھے چڑھ کر مزید پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں بعض عامل مریضوں سے علیحدگی میں اپنی بات منوانے کے لئے سودے بازی کا کھیل کھیلتے ہیں جس سے مریض کے منہ سے بولنے والا جن کہتا ہے کہ اس عامل صاحب کو اتنا نذرانہ پیش کیا جائے تو میں اس مریض کا پیچھا چھوڑ دوں گا کیونکہ اس نے میری رہائش گاہ پر پیشاب کیا ہے اگر تم اس عامل صاحب کے پاس حاضر نہ ہوتے تو کبھی معاف نہ کرتا یہ سب جعل سازی ہے اور مخلوق خدا کے ساتھ نمایاں دھوکہ بازی ہے اگر جن عامل صاحب پر اس قدر مہربان ہے تو خود کیوں نہیں اُن کو کالے بکروں کا ریوڑ لادیتا؟ بھلا ناری مخلوق کے گھروں پر انسان کیسے پیشاب کر سکتا ہے کچھ عامل لوگ اپنے موقف کو درست ثابت کرنے کے لئے چند کیمیکل کا استعمال کرتے ہیں جس سے گھروں میں آگ لگانا پوشیدہ جگہ پر مدفون تعویذات وغیرہ نکالنے کا ڈرامہ رچایا جاتا ہے اس فعل کے مرتکب لوگ خوب باتونی ہوتے ہیں مریض کے لواحقین پہلے ہی بہت پریشان ہوتے ہیں وہ فوراً اُن کی چکنی چڑی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے مرض میں بھی مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے اور لواحقین کی دولت بھی برباد ہوتی رہتی ہے سوچنے والی بات ہے کہ حدیث مبارکہ میں موجود ہے کہ جس گھر میں ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھی جائے وہاں تین دن تک شیطان داخل نہیں ہو سکتا جب ناری مخلوق کا سردار (یعنی شر پھیلانے والوں کا سردار) اللہ کے کام کے اثرات سے تین دن تک گھروں سے دُور کر دیا جاتا ہے تو وہاں اس کے پیروکاروں کی کیا مجال ہو سکتی ہے؟

درحقیقت جاہلیت اور دین سے ذوری کے باعث ہم جاہل عاملوں کے شکنجے میں پھنس کر دین و دنیا دونوں برباد کر بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی سنگت اختیار کرنی چاہیے تاکہ اس وہم اور دیگر شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہا جاسکے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ کاہن کے پاس ایک مرتبہ جانے والا چالیس دن تک ایمان سے خارج کر دیا جاتا ہے آج بھی ایسے کاہنوں کی کمی نہیں جو سادہ لوح لوگوں کو مالی اور ایمانی طور پر برباد کرتے ہیں۔ بقول اقبال

خداوند! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
ہے درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

سائیں مالن علی قلندر سے ملاقات:

حضور آفتاب سیدن بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ سائیں مالن علی قلندر صاحب کی دعوت پر سرکار دریاے چناب کے بیلہ میں تشریف لے گئے، یاد رہے کہ مذکورہ سائیں صاحب کو ماننے والوں کی اکثریت مجذوبانہ طریقہ کو اختیار کیے ہوئے ہے لہذا جب سرکار وہاں پہنچے تو سائیں مالن نے مع سنگت والہانہ استقبال کیا، سرکار کے گلے میں ہار ڈالے اور خوشی سے نعرے بلند کرتے ہوئے مع ارادت مندوں کے رقص کرنے لگے، کافی دیر تک قلندرانہ استقبال جاری رہا، اس دوران سرکار ان کے درمیان خاموشی سے کھڑے رہے، سائیں مالن نے صرف چادر باندھ رکھی تھی اور منہ کو جلی ہوئی راکھ سے سیاہ کیا ہوا تھا کافی دیر کے بعد پہلے سے بچھائے گئے پلنگ پر سرکار جلوہ افروز ہوئے، پانی اور چائے سے تواضع کی گئی کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی جب سرکار واپسی کے لئے اٹھے تو سائیں مالن نے دست بستہ عرض کی حضور! اس کالے منہ (اپنی طرف اشارہ تھا) والے کی بھی کوئی بات پسند آتی ہے؟ سرکار نے سائیں مالن کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے خلاف معمول

فرمایا کہ نہیں، دوبارہ وضاحت کرتے ہوئے گویا ہوئے کہ سائیں مالن اس طرح مجذوبانہ روش اختیار کر کے منہ پر اکھ مل کر جنگلوں میں بسیرا کرنا مجھے پسند نہیں آیا، فقیر کا کام ہے کہ دُنیا میں بھی رہے اور گناہوں سے مکمل اجتناب بھی کرے۔

مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ

مصلحت در دین عیسیٰ غار و کوہ

سائیں مالن نے سرکار کی ململ کی سفید پہنی ہوئی قمیض کی طرف اشارہ کر کے دست بستہ روتے ہوئے عرض کی حضور! یہ سفید ململ پہن کر بازارِ دُنیا میں پھرنا اور داغ نہ لگنے دینا یہ آپ ہی کا کام ہے ہم اگر ایسا کریں تو داغدار ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتے آپ شاہی خزانوں کے مالک و وارث ہیں، مالی تو جنگلوں میں بھی محفوظ رہے تو اس کی بہادری ہے۔ بقول بیدم صاحب

یہ ہے مختصر شرح شرع و طریقت

کہ اک قال ہے ایک حالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قابل تعظیم لوگ:

ایک دفعہ حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ سرکار ایک دن سید مردان علی شاہ صاحب کے دربار شریف (مگھو پنڈی پھالیہ) سے مانو چٹ کے لئے تانگہ پر سوار ہوئے، سرکار کے ہمراہ مرید حسین قریشی صاحب ولد میر مبارک قریشی صاحب چک نمبر 497 تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ بھی تھے لوگوں کا ایک ہجوم کثیر سرکار کو سلام کرنے کے لئے منتظر تھا جب تانگہ روانہ ہونے لگا تو سبھی لوگ اپنی اپنی جسارت کے مطابق سلام پیش کرنے لگے کسی نے بڑھ کر ہاتھ پوم لیے تو کسی نے پاؤں، یہاں تک کہ لوگوں نے تانگہ کے نیچے آنے کی پرواہ نہ کی جب تانگہ ذرا آبادی سے باہر نکل آیا تو مرید حسین قریشی صاحب نے عرض کی

عالیجاہ! بے شک آپ اللہ کے ولی ہیں میں آج آپ کے ساتھ لوگوں کی والہانہ محبت و عقیدت دیکھ کر حیران ہوں کس قدر مخلوق خدا اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر آپ کے قدمِ پُوم لینا باعثِ فخر سمجھتی ہے یہ سن کر سرکارؐ نے نہایت تواضع کے ساتھ فرمایا، مرید حسین! میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں، اس میں حیرانگی والی کون سی بات ہے، عرض کی جناب! پھر لوگ میرے ہاتھ پاؤں کیوں نہیں چومتے حالانکہ اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ میں بھی ہاشمی قریشی ہوں... آپ کا رشتہ دار ہوں یقیناً راز کوئی اور ہے؟ سرکارؐ نے فرمایا، مرید حسین اگر تم جاننا چاہتے ہو تو سنو، بات صرف اتنی سی ہے کہ میں نے اپنے اس وجود کو مالک کے کرم سے داغدار ہونے سے بچائے رکھا ہے کافی کٹیوں نے میرے ہاتھ پاؤں پلید کرنے کی کوشش کی ہے، مختلف طریقوں سے میرے ہاتھ پاؤں کو کاٹنا چاہا ہے لیکن میں نے مالک کی نظرِ کرم سے انھیں بچائے رکھا ہے، اس مشکل کام میں مالک کائنات نے میری ہر لحاظ سے مدد فرمائی ہے، یاد رکھو! جو ہاتھ پاؤں داغدار ہونے سے محفوظ رہیں وہ عقیدت کا مرکز بن جاتے ہیں انھیں مخلوق خدا محبت کے ساتھ چومتی ہے اور جو کتیاں کاٹ کر پلید کر دیں وہ تعظیم کے قابل نہیں رہتے۔

اس کے بعد شاہ جیؒ نے فرمایا کہ مذکورہ مرید حسین کافی دیر تک دل ہی دل میں سوچتے رہے کہ یہ نہایت مشکل کام ہے ہم تو خود اپنے ہاتھ پاؤں کٹیوں کے منہ میں دیتے ہیں، ان پر دولت بھی خرچ کرتے ہیں اور گزارش بھی کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر پلید کر دو، یہ یقیناً اللہ کے محبوب بندوں کی علامت ہے کہ وہ دنیا کی ہر خوبصورتی کو مالک کی خوشنودی کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔

ہووے من منور عشق کو لوں ہووے پاک جوانی داغاں توں

وچ دل دے شیشے یار ہووے مڑ لطف نے خاص نمازاں دے

سراپاء عاجزی:

عاجزی وانکساری کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے جناب آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سرکار سیدن ولی کی خدمت میں ایک دفعہ پاکپتن شریف سے ایک نہایت خوبصورت بابا جی تشریف لائے، جن کے لباس، ٹوپی اور عصاء پر ”بابا جی“ تحریر تھا، سرکار نے بابا فرید کی نسبت سے انتہائی محبت اور خصوصی توجہ سے نوازا، ہر لحاظ سے اُن کا خیال رکھا، ایک دن سرکار ملکوال جانے لگے تو بابا جی بھی ہمراہ ہو لیے، ملکوال تک کا سفر گھوڑوں پر کیا گیا، ملکوال پہنچ کر بابا جی نے کہا کہ میں آپ سے علیحدگی میں ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں جب خلوت میسر ہوئی تو بابا جی نے کہا کہ عالیجاہ! میں شروع ہی سے راہ سلوک کا راہی ہوں، مشکل سے مشکل وظائف کرتا رہا ہوں اکثر اوقات روزہ کی حالت میں قرآن پاک کی مخصوص سورتوں کی تلاوت کا معمول رہا ہے کئی کئی شب و روز جنگلوں اور غاروں میں عبادات میں گزارتا رہا ہوں، آج ستر (70) سال میری عمر ہو چکی ہے لوگ مجھے احترام سے بابا جی کہہ کر پکارتے ہیں مجھ سے دم کرواتے ہیں میرے ساتھ نہایت تعظیم کے ساتھ پیش آتے ہیں مگر آج میں نے جو عزت آپ کی دیکھی ہے وہ ابھی تک مجھے میسر نہیں، انسان تو انسان درختوں اور جانوروں نے بھی آپ کی تعظیم و تکریم کی ہے جس کی نظر آپ کے چہرہ اقدس پر پڑی ہے وہ سبھی کام چھوڑ کر آپ کی زیارت کو ترجیح دیتا رہا ہے، میں نے جناب سے پوچھنا یہ ہے کہ آپ کونسا وظیفہ کرتے ہیں جس کے سبب آپ کی اس قدر تعظیم و توقیر کی جا رہی ہے۔

یہ سن کر سرکار کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے، فرمایا، بابا جی! آپ نے انتہائی مشکل وظائف کیے ہیں مگر بندہ ناچیز کے پاس تو ایسا کوئی نمل نہیں جس کی تفصیل آپ کے سامنے بیان کرے پس میرے مالک کو میری مسکینی پر رحم آیا ہے جس

نے مجھے اپنے کرم کے لائق سمجھا ہے یہ سبھی کرشمہ میرے شیخِ کامل کی نگاہِ لطف و سخا کا ہے جس کے سبب فقیر پر شب و روز انعام و اکرام کی بارش برس رہی ہے۔

ان کے کرم سے واللہ زندگی گزر رہی ہے

طیبہ کا تاجور ہی نگہبان ہے ہمارا

اسی گفتگو کے دوران حضور آفتابِ سیدن کی آنکھیں نم ہو گئیں آپ نے فرمایا، حضور سیدن ولی ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں مشغول رہتے، کبھی اپنے پیرومرشد کے بتائے ہوئے راستہ سے نہ ہٹے، ہمہ وقت ذکر و اذکار کی محفلیں گرم رہتیں، صبح و شام ورد و وظائف کا سلسلہ جلدی رہتا مگر زبان پر انتہائی عاجزی و انکساری کے الفاظ سچے رہتے، جب کسی کے حالات کے پیش نظر کرامت کا ظہور ہوتا تو ہمیشہ اپنے مالک کی طرف منسوب فرماتے کہ میں اس قابل کہاں ہوں یہ تو میرے مالک نے بندہ ناچیز کی لاج رکھی ہے۔

عمران شان تیری سمجھا ہے کون ساری

کوئی قلیل تجھ سے تھوڑا سا باخبر ہے

آگے فرمایا کہ ایک مرتبہ پیرانِ کلیئر شریف حاضری کے دوران مانی لانگری کو سرکار کا جوتا پسند آ گیا جس کا انھوں نے سرکار سے اظہار کر دیا، سرکار نے فرمایا یہ جوتا میرا استعمال شدہ ہے میں واپس پنجاب (پاکستان بننے سے پہلے کا واقعہ ہے) پہنچ کر آپ کے لیے نیا جوتا بنوا کر بھیج دوں گا، لہذا جب سرکار واپس پہنچے تو سب سے پہلے مانی لانگری کے لیے نہایت خوبصورت دیسی جوتا تیار کروایا اور حضور گلزار شاہ جی سے فرمایا کہ اس جوتے کو مانی لانگری کے نام پارسل کر دو، قبلہ گلزار شاہ جی نے دست بستہ عرض کی حضور! کیوں نہ ہم اس کے ساتھ مانی لانگری کے لئے کپڑے بھی روانہ کر دیں، سرکار نے سن کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے

فرمایا کہ بیٹا! میں تاحیات کوشش کرنے کے باوجود ابھی تک صابر سرکار کے خادمان کی جوتیوں تک نہیں پہنچ سکا۔

حضور آفتاب سید نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد حضور سیدن ولی کا مقام اس قدر بلند ہے کہ آج ہمیں کلیر و اجمیر شریف والے سیدن حضور کی نسبت کی وجہ سے پہچانتے ہیں وہاں آپ کا جس قدر احترام ہوتے دیکھا گیا ہے اُس کی مثال نہیں ملتی مگر ادھر سیدن حضور کی زبان اقدس پر تواضع کے الفاظ سن کر حیرت ہوتی ہے آپ نے کبھی کسی عمل پر فخر نہیں فرمایا ہمیشہ کسرِ نفسی سے کام لیا کرتے آپ کی تمام تر توجہ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی طرف مرکوز ہوتی، اپنی تعریف کی جاتی نہ سنی جاتی بلکہ ہر تعریف کو اپنے مالک کی طرف منسوب کیا جاتا اور اپنے لئے رحم و کرم کی اپیل کی جاتی۔

بے لوث محبت:

ایک روز شاہ جی نے فرمایا کہ خوشاب کا ایک پیر بھائی ریشمی لنگیوں کا کام کرتا تھا ہر سال عرس مبارک کے موقع پر سرکار کے لئے ایک خوبصورت لنگی تحفہ لاتا، ایک سال وہ عرس مبارک پر حاضر نہ ہو سکا دوسرے سال حاضری کے لئے آیا تو دو عدد لنگیاں سرکار کو تحفہ میں پیش کیں، سرکار نے پوچھا کہ تم پچھلے سال نہیں آئے، اُس نے عرض کی پچھلے سال عسرت کے باعث لنگی نہیں بنا سکا، سوچا کہ اگلے سال دو لنگیاں لے کر جاؤں گا سرکار نے فرمایا اس کا مطلب ہے کہ یہ لنگیاں تمہارے راستہ میں رکاوٹ بن رہی ہیں ذرا مجھے کھول کر دکھاؤ، اُس نے ایک پیر بھائی کی مدد سے دونوں لنگیاں کناروں سے پکڑ کر پھیلا دیں، سرکار نے دیا سلائی سلگا کر اُن کو نذر آتش کر دیا اور فرمایا مجھے تمہارے بے لوث پیار کی ضرورت ہے ان ریشمی لنگیوں کی حاجت نہیں ہے جو چیز شیخ کے راستہ میں رکاوٹ بن

جائے، اُسے نیست نابود کر دینا ہی بہتر ہے، میں سنتِ رسول ﷺ کے پیش نظر تحفہ قبول کر لیتا ہوں اس کا یہ مقصد نہیں کہ تم اسے میری ضرورت سمجھ کر اپنے اوپر فرض سمجھ لو، فقیر کا اس کے متعلق مطمعِ نظر یہ ہے کہ جو خود دے اُسے منع نہ کرو مگر زیادہ کا طمع نہ کرو اور جو آجائے اُسے جمع نہ کرو، آئندہ اس چیز کا خیال رکھنا کہ میں تمہاری خوشی کے لئے تمہارا تحفہ قبول کر لیتا تھا تمہارے تحفہ کی وجہ سے تمہیں قبول نہیں کیا ہوا تھا یہ ن ر وہ سادہ لوح پیر بھائی نہایت خوش ہوا کہ میرے شیخ کو میرے تحفہ کی وجہ سے جہتِ نبوت نہیں بن سکے میری وجہ سے میرا تحفہ قبول کیا جاتا ہے۔

محبت تھیں قیدی بنایا زمانہ

توں کیتا دلاں نوں اے تسخیر سیدن

خواہشِ نفس سے نجات:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ جان محمد المعروف جانی پھالیہ کے کسی گاؤں کا رہائشی تھا، اوائلِ عمر میں کسی عورت پر عاشق ہو گیا اسی لگن میں شب و روز مصروف رہتا، لاکھ جتن کے باوجود اپنے مقصد میں سرخرو نہ ہو سکا... پیل آخر کسی نے اُسے مشورہ دیا کہ اگر پیر سیدن شاہ صابری صاحب تمہارے لیے دُعا مانگیں تو ضرور تم کامیاب ہو جاؤ گے وہ اس سلسلہ میں میاں حسن صاحب آف بلوچ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ جناب! پیر سیدن شاہ صاحب سے ضروری کام ہے وہ آپ کے مہربان دوست ہیں آپ برائے مہربانی میری اُن سے سفارش فرمائیں، میاں صاحب نے سفارشی رقعہ لکھ دیا جس پر مختصراً تحریر تھا کہ ”اس کا کام اچھا کر دیں“ جانی نے وہ رقعہ سرکار کی خدمت میں پیش کیا، سرکار نے کام پوچھا، جانی نے عورت کی محبت سے متعلقہ تمام احوال عرض کر دیے یہ سن کر سرکار نے فرمایا، تمہارے سفارشی نے تو لکھا ہے کہ تمہارا کام اچھا کر دیں مگر کام تم بڑا بتاتے

ہو، ہم تمھاری نہیں بلکہ تمھارے سفارشی کی بات پر عمل کرتے ہیں یہ فرمایا اور جانی پر ایک نگاہِ کرم ڈالی جس کے سبب اُس کا دل و دماغ مذکورہ آفت کے فتنہ سے خالی ہو گیا، بارہ برس تک دربارِ عالیہ کے موشیوں کی خدمت کرتا رہا بعدہ سرکار نے اُس کی شادی کروائی، صاحبِ اولاد ہوا... اور اُس کے تمام اہل خانہ سرکار کے نام لیوا و عقیدت مند ہیں۔

فخر ہنر سے حاصل ہوتی نہیں ہے منزل
گر تیرا کرم ہو شامل ہر سو جمال ہے

صاحبِ حال لوگ:

ایک دن گفتگو کے دوران حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ سرکارِ کلیر شریف جا رہے تھے، راستہ سے کافی لوگ سرکار کے ہمراہ ہو گئے، دریائے چناب کے قریب ایک فقیر سائیں گھوگھی کے نام سے مشہور تھا جو رات کے وقت دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے منہ کے ذریعے پھونک بھرتا جس سے گھوگھی جیسی مسکور گن آواز پیدا ہوتی، رات بھر اسی لگن میں گزار دیتا، دراصل وہ اس انوکھے طریقہ سے اپنے مالک کا ذکر کیا کرتا تھا، صبح کے وقت جس کیلر کے درخت کے سائے میں اُس کا مسکن تھا اُس کو پانی دیا کرتا، اُس کے پاس ایک ہی کپڑا تھا جس کو دریا میں بھگو کر لاتا اور درخت کی جڑوں میں نچوڑ دیتا پھر اسی کپڑے سے ستر ڈھانپ لیتا جب سیدن حضور دریا کے کنارے پہنچے تو کچھ لوگوں نے سائیں گھوگھی سے ملاقات کرنے کے لئے عرض کیا، سرکار نے فرمایا وہ اپنی دُھن میں لگن رہتا ہے ہم کیوں اُس کی یک سوئی میں دخل اندازی کریں لیکن چند بے وقوفوں کے اصرار پر سرکار نے اسی جانب گھوڑا موڑ لیا، سائیں گھوگھی اُس وقت دریا سے کپڑا بھگو کر درخت کی جانب جا رہا تھا جب اُس کی نظر سرکار پر پڑی تو فوراً کپڑا نچوڑ کر ستر

ڈھانپ لیا، پہلے اُن لوگوں کو مخاطب ہوا جنہوں نے فقیر کا امتحان لینے کی غرض سے اصرار کیا تھا کہ سائیں گھوگھی سے ضرور ملاقات کریں، سائیں گھوگھی اپنی لکڑی کی تلوار لے کر اُن کے پیچھے بھاگا اور کہنے لگا، اے بے وقوف لوگو! تم اس پاکیزہ سنگت کے لائق نہیں ہو، یہ مقدس سنگت ہے تم نقطہ چین ہو، ہمیشہ فیوض و برکات سے محروم رہو گے، اس کے بعد سرکار کی تعظیم میں جھک گیا، کہنے لگا، آپ لامثال ہستی ہیں مجھ جیسے ہزاروں آپ کی غلامی پر فخر کرتے ہیں آپ اجمیر و کلیں کے خزانوں سے غنی ہیں اور حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی سپاہ میں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں گھوگھی پر نگاہ کرم کیجئے یہ کہہ کر دزیا کی جانب بھاگ گیا۔

اسی گفتگو کے دوران شاہ جی نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرکار صابری منزل سٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں اپنے مکان پر تشریف فرما تھے کچھ لوگ آپس میں سائیں جمال (دربار عالیہ سرگودھا) کے متعلق جو گفتگو تھے کہ سائیں جمال بڑے بلند مقام و مرتبہ پر فائز ہیں مجذوب فقیر ہیں جو بات اُن کی زبان سے نکل جاتی ہے وہ حقیقت کا روپ دھار لیتی ہے اسی گفتگو کے دوران بعض لوگوں نے سائیں جمال کی زیارت کرنے کی خواہش ظاہر کی اچانک سرگاز اُن کے پاس تشریف لائے، سب باادب کھڑے ہو گئے سرکار نے فرمایا کہ باہر دیکھو شور کیسا ہے؟ جب باہر دیکھا گیا تو سائیں جمال مکان کی جانب منہ کر کے ہاتھ باندھے کھڑے تھے لوگوں کا ایک ہجوم اُن کے پیچھے کھڑا تھا اور آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ آج کوئی خاص بات ہے جو سائیں جمال اس مکان کی جانب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں۔

تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں

جب سرکار کے بھیجے ہوئے بندے واپس آئے اور تمام ماجرا گوش گزار کیا تو

سرکار نے فرمایا کہ تم لوگ سائیں جمال کی زیارت کرنا چاہتے تھے اب وہ خود آگے ہیں تم اپنا شوق پورا کر لو یہ سن کر سبھی شرمندہ ہوئے اور حضور آفتاب سیدن نے دست بستہ عرض کی عالیجاہ! ہم تو اُن کی زیارت کریں گے جن کی زیارت کے لئے سائیں جمال بھی ہاتھ باندھ کر باہر کھڑے ہیں۔

جو نقش قدم سے تمہارے پرے ہو

رندوں کی ایسی ریاضت نہیں ہے

آگے شاہ جی نے فرمایا کہ اسی طرح ایک دفعہ ہم سرکار کے ہمراہ ریل کے ذریعے لاہور جا رہے تھے راستہ میں کچھ لوگ آپس میں جو گفتگو تھے کہ لاہور میں ایک مائی نانگی مجذوب فقیر ہے ہمہ وقت اپنی دھن میں مگن رہتی ہے لیکن جب کوئی بات اُس کی زبان سے نکل جاتی ہے تو رب تعالیٰ فوراً پورا فرما دیتے ہیں، یہ سن کر بعض لوگوں نے مائی نانگی کو ملنا چاہا، جب گاڑی لاہور ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو لوگوں کا جم غفیر ایک دیوانی عورت کے پیچھے پیچھے تھا جس نے مکمل لباس پہن رکھا تھا، لوگ ایک دوسرے کو بتا رہے تھے کہ یہی وہ مائی نانگی ہے مگر آج کوئی خاص بات ہے جو اس نے لباس پہن رکھا ہے، سرکار اس دوران اسٹیشن پر تشریف فرما تھے سی نے مائی نانگی سے پوچھا، مائی جی! آپ نے اس سے پہلے تو کبھی مکمل کپڑے نہیں پہنے، آج کیا کوئی خاص بات ہے؟ مائی نانگی نے سرکار کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آج مرد آیا ہوا ہے مجھے ان سے حیا آتی ہے۔

پردہ فرض اے مرداں کولوں کیتی گل زبانی

رنج و غم:

پیر راجے شاہ صاحب آف ابدال کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہمارے گھر میں معاشی تنگدستی اور بیماری نے شدت اختیار کر لی، چار جانب پریشانی نے مستقل

ڈیرے ڈالے ہوئے تھے انھیں دنوں میں سرگار کی خدمت میں حاضر ہوا، جب رات کے وقت سرگار اپنے مخصوص وقت پر بستر پر دراز ہوئے تو میں بعد از اجازت آہستہ آہستہ پاؤں دبانے لگا لیکن میرا ذہن مسلسل گھریلو مسائل میں الجھا ہوا تھا اچانک سرگار نے کروٹ لی اور فرمایا، راجے شاہ کن خیالوں میں گم ہو، دنیوی رنج و الم میں گھبرانا نہیں چاہیے یہ مالک کی رسی ہے جس کے ذریعے وہ ہمیں دنیوی مصروفیت اور آسائش سے نکال کر اپنی جانب متوجہ کرتا ہے اس کی وساطت سے ہمارے گناہوں اور خون کی صفائی ہوتی ہے جب ہم ان دنیوی سہولتوں میں پرسکون ہوتے ہیں تو مالک سے جدائی پیدا ہونے لگتی ہے لیکن وہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے جو مالک کی یاد سے غفلت کا موجب بنے، ویسے بھی جب دوست یا ایک دوسرے سے محبت کڑتے ہیں تو ایک دوسرے کو نشانی یا تحفہ دیتے ہیں تاکہ محبت بڑھے یہ مال و دولت اولاد وغیرہ مالک کی عنایت کی ہوئی نشانیاں ہی تو ہیں اگر ہم مالک کی عطا کردہ نشانیوں پر فریفتہ ہو جائیں اور نشانی دینے والے کو بھول جائیں تو یہ ہماری بہت بڑی نادانی ہوگی اور ساتھ ہی مولانا روم صاحب کے قول کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا غفلت کو کہتے ہیں پس جو چیز یادِ الہی سے غافل کر دے وہی غلیظ دنیا ہے مالک کا ذکر کرو تا کہ مذکور ہو جاوے، فرمایا، بندہ وہی ہے جو ہر حالت میں اپنے مالک کو یاد رکھے بعد ازاں مولانا روم صاحب کا یہ شعر پڑھا۔

ہرچہ خواہی زیستن با آبرو

یادِ او گن یادِ او گن یادِ او

یعنی ”اگر تم عزت و آبرو کی زندگی گزارنا چاہتے ہو تو عزت و شان

والے کے نام کا ورد کرو۔“

راجہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ سرگار کی اس توجہ اور گفتگو سے فوراً سکونِ قلب کی دولت میسر آگئی اور پھر کبھی بھی تکلیف دہ حالات ذہنی پریشانی کا سبب نہ بنے۔
حسد کیا ہے:

پیرِ راجہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سرکارِ سیدن کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا چند آدمی آپ کی محفل میں حاضر تھے سرگار (حسد) پر گفتگو فرما رہے تھے کہ جب حسد بندے میں پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے، ظاہر کا اندھا گڑھے میں گرتا ہے لیکن دل کا اندھا جہنم کے گڑھے میں گرتا ہے حسد کی بنیاد ابلیس سے ہے اُس نے حضرت آدم علیہ السلام کو حسد کی وجہ سے سجدہ نہ کیا تھا اسی لیے تباہ و برباد ہو گیا، یہ ایک ایسی آگ ہے جو ہر وقت سینے میں جلتی رہتی ہے حسد کی آگ کو خلق کے پانی سے ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے، خلق اور محبت انبیاء کرام کی وراثت ہیں نیز فرمایا حسد کی وجہ سے آئے دن نئے فرقے بنتے جا رہے ہیں کیونکہ حسد کے عدد (72) ہیں اسی لیے بہتر فرقے تباہ ہوں گے اور ایک صراطِ مستقیم پر قائم رہے گا جس کی علامت انعام یافتہ کا گروہ ہے جن کی صحبت میں نفسِ امارہ کی ہر بیماری کا علاج موجود ہے جیسا کہ حکمِ خداوندی ہے۔
ترجمہ! ”اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور بچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

(سورۃ التوبہ، آیت، 119، پارہ، 11)

اور حدیثِ نبوی ہے کہ ”جو شخص یہ ارادہ کرے کہ میں اللہ کے پاس بیٹھوں پس وہ کسی صوفی کسی ڈرویش اور کسی مردِ کامل کے پاس بیٹھ جائے“

(بحوالہ امداد المہمات صفحہ 54)

کلامِ سیدن:

جناب حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابریؒ نے جہاں مخلوقِ خدا کو علمی و عملی

طور پر صراطِ مستقیم پر گامزن فرمایا وہاں خوبصورت ابیات کے ذریعہ بھی سخنِ انمول سے راہِ حقیقت کی نشان دہی فرمائی آپ کے پنجابی زبان میں لکھے ہوئے ابیات، سی حرفی کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں جن کا ہر شعر قرطاسِ قلب پر اپنا مسکن بنا لیتا ہے جو راہِ حق کے متلاشیوں کے لئے بہترین راہنمائی کا ذریعہ ہیں، خطا کاروں کو توبہ کی طرف مائل کرنے کا سبب ہیں، ان ہستیوں کے اشعار درحقیقت علمِ لدنی کا بحرِ بیکراں ہوتے ہیں جن سے اہل بصیرت لوگ گوہرِ انمول کا فیضان سمیٹ کر عالمِ بالا کا خزانہ جمع کر لیتے ہیں اور خشک علم و عقل کے بجاری فنِ اشعار کی ناپ تول کے چکروں میں وقت برباد کرتے رہتے ہیں جنہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا اور عارف لوگ اشعار کی شکل میں پوشیدہ اسرار و رموز سے آگاہ ہو کر لطفِ اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ بھڑپور استفادہ کرتے ہیں۔ بقول راقم الحروف

مجھ کو خبر نہیں ہے شعر و سخن کی وَاللّٰہ

اُستادِ عشق میرا لکھتا ہوں جو لکھائے

اہل ذکر کا کلام راہِ حقیقت کے مسافروں کی تربیت کا بہترین ذریعہ ہے جو ان کے نیبی اشاروں سے زاہنمائی حاصل کر کے باسانی راستہ عبور کر لیتے ہیں، سرکار کا عارفانہ کلام سننے والوں کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اُن کے اپنے دل کی بات بیان کی جا رہی ہو، کلام کیا ہے؟ دراصل عشقِ حقیقی کی سچی اور خوبصورت آپ بیتی ہے جو فنا فی الشیخ سے گزر کر فنا فی الرسول ﷺ اور فنا فی اللہ کے مراحل کا عکس پیش کرتی ہے جس سے صرف اہل نظر اور راہِ حقیقت کے راہی ہی استفادہ کر سکتے ہیں سرکار کے تحریر کردہ چند اشعار قارئین کرام کی نذر کرتا ہوں، سرکار کے اکثر اشعار قرآنِ پاک کی آیاتِ مقدسہ کی تفسیر پر مبنی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور لافانی ہونے کا تذکرہ اس انداز سے فرماتے ہیں۔

الف: آحمزہ خمدار ہو یوں میرے یار دی تُوں نشا نژی ایس
 نقشے ہور دے ہور بنا آیوں تیری اصلی چال نرالژی ایس
 قل هو اللہ احد اندر تیرا ذکر جاری ملک بشرتے حور قربانژی ایس
 سیدن شاہ بقا ہے ذات واحد باقی سب سپارژا فانژی ایس
 اسی طرح مُرشدِ کامل کا وسیلہ اختیار کرنے کے متعلق کچھ اس انداز سے
 قرآنی ثبوت کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں۔

س: سوا ماہی دے بجھیں وَر وَر دھکے کھاون حال و نجاون
 بیلے وچ آواریاں و تن اٹھ کتے نوں دھاون راہ نہ پاون
 آکر ماہی مُرلی واہی سُن کے غیر اٹھاون درجے پاون
 وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ سِيدَنْ پیر مناون تاں پھل پاون
 اپنے شیخِ کامل سید مردان علی شاہ صابری صاحب آستانہ عالیہ مگھو پنڈی
 شریف نزد پھالیہ کے فیضان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ق: قُرب پوندا اُونہاں عاشقاندا جہڑے اپنے آپ توں دُور ہوندے
 رکھن تعلق ناہیں ہرگز بدن اندر چپن نام تے پھر معمور ہوندے
 جہڑے جرن نہ یاردے بھیت تائیں اُوپر داردے وانگ منصور ہوندے
 سیدن شاہ مردان جاں مہر کردا دین دُنی اندر نور و نور ہوندے
 آپ کے حقیقت و معرفت پر مشتمل کلام سے راہِ سلوک کے مسافر لطیف
 اشاروں سے آگاہ ہو کر راستہ میں پیش آنے والی ہر ہولناکی کا مقابلہ کرنے کے
 لیے بھرپور طریقہ سے تیاری کر لیتے ہیں جیسے نفسِ امارہ کی طرف اشارہ کرتے
 ہوئے فرماتے ہیں۔

ظ: ظہور کیتا جد سہنے ننھا جھل اندھیرا ظالم جیہڑا
 اس ظالم دے پنچے وچوں دسو بچدا کھیرا بھانویں جیہڑا
 نال ملاح صلاح رلاویں پار لگاسی بیڑا ساجن تیرا
 سیدن شاہ فناہ کر ظالم ایہہ ہے چور لٹیرا دشمن تیرا
 اسی طرح ایک رباعی میں شیخ کامل سے حقیقت پر مشتمل عقیدت کا اظہار
 کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ح: حال دساں تینوں اپنا میں اگے پیر پٹاریاں پھولیاں میں
 فخر حسد تے شان گمان سارے اگے شاہ مردان دے گھولیاں ہمیں
 پہنتی نک تے جان اخیر میری دردناک ہو سجناں بولیاں میں
 سیدن شاہ دی نظر اکسیر ہوئی دلوں رہی اڈول نہ ڈولیاں میں
 عاشق اپنے محبوب میں فناہ ہونے کے بعد اسی کی صورت میں بقا رہتا ہے
 اس حقیقت کو اس طرح منظوم فرماتے ہیں۔

ص۔ صدق یقین دے نال ویکھیں صورت ازل والی ہو جا پدی اے
 جہڑے ہون عاشق اوہ معشوق بن دے سانوں گل سچی ایہو جا پدی اے
 جو معشوق ازلی نظر پیا سانوں اوہ ہے خود اکبر گل سانچدی اے
 سیدن شاہ مردان ذیشان سچا نالے بات سچی ساری آپدی اے
 دنیا کی ہر چیز فناہ ہونے والی ہے صرف رب تعالیٰ کی ذات کو بقا حاصل ہے
 اور مرشد کامل کی نگاہ کریمانہ سے ہی رب تعالیٰ کی ذات میں فنایت حاصل
 ہو سکتی ہے جس سے طالب صادق کی بربادی آبادی میں بدل جاتی ہے اس
 صداقت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

ر۔ رب دی ذات بقا جانو رہنا مول نہ چل چل جاتی
 ہائے گل گئی میری گل گئی میں میں گئی خاک رل جانی
 عین شین تے قاف دا پیا دھمکا میں گئی میتھوں بھل بھل جانی
 بیابان ویران اجاڑ سیدن کیتا شاہ مردان محل جانی
 حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کچھ اس انداز سے عرض گزار ہیں۔
 غ: غیر کولوں میرا یار سوہنا تابئیں احمد ﷺ نام دھرایا سو
 میری جان ایمان قرآن توں ایس عین عین دا فرق مٹایا سو
 خالی پھوک دے وانگ سی بدن میرا پریم ناطقہ خوب وجایا سو
 سیدن مراں جیواں تیرے عشق سیتی موتو قبل دا سبق پڑھایا سو
 ایک رباعی میں اپنے شیخ کی خصوصی توجہ کے لئے اپنی عرضی اس طریقہ سے
 پیش فرماتے ہیں۔

ط: طالب ہو جو کرے پکاراں ربا میل توں چریں وچھنیاں نوں
 اکھ صاف کر کے جدوں نظر کرسی لیسے لبھ تاں جوگیاں منیاں نوں
 دے وصل مڑ کرے جدا ناہیں کرے دُور ناہیں دِلوں رُنیاں نوں
 سیدن شاہ مردان جاں مہر کردا نکلن گل پھر دانیاں بھنیاں نوں
 حقیقی فائدہ شیخ کامل کی توجہ اور نگاہ کرم سے ہی حاصل ہوتا ہے جس کی
 وساطت سے نجات کے تمام راستے کھلتے چلے جاتے ہیں اس راز کو یوں بیان
 فرماتے ہیں۔

ن۔ نفع ہے پیر دی دید اندر نالے نظر ہندی پر نیام جانی
 حرف حرف قرآن دا شان دلبر دیسی قاب قوسین اٹھا جانی
 چودہ طبق چوکوٹ تے نظر تیری وانگ گھوڑیاں دوز دور جانی
 سیدن شاہ جاں نظر آسیر ہوتی دیسی کنجیاں ہتھ پھرا جانی

اپنے ایک شعر میں خواہشاتِ نفس اور دُنیا کی دلکشی سے بچنے کی کچھ اس طرح ہدایت فرماتے ہیں۔

ل۔ لوبھ نہ کر دُنیا والا ایہہ ہے ٹھگ و نجارا لٹن ہارا
رکھیں گل سنبھال اندر دی ایہہ ماہی دا کارا سمجھ پیارا
کُل نفس ذائقۃ الموت سمجھیں سخن پیارا سمجھن ہارا
سیدان شاہ مردان سخی دا محکم مل دوارا دیون ہارا

﴿ولہ اللہ ولی اللہ﴾

زیاراتِ مقدسہ

اولِ حاضرِ کلیر شریف:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ حضور سیدن سرکار کے حالاتِ زندگی میں سفرِ کلیر شریف بہت اہمیت کا حامل ہے، آپ کے لبوں پر ہمیشہ اس سفرِ مقدس کے تذکرے جاری رہتے تھے یہ سفر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں مستغرق ہو کر عالمِ شباب میں اللہ کے محبوب بندے حضرت سیدنا مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیریؒ کی طرف کیا گیا تھا، اس میں دُنیا کی کوئی غرض شامل حال تھی نہ شہرت، بلکہ فقط رَبِّ تعالیٰ کی سچی محبت رَبِّ کے مقبول بندے کی زیارت کا سبب بنی، جیسے حدیثِ نبوی ﷺ میں ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ایک شخص نے ایک مردِ مومن سے ملنے کا ارادہ کیا (سفر اختیار کیا) تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ اس کی راہ میں بٹھایا اس فرشتے نے اس آدمی سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا فلاں گاؤں میں ایک اہل ایمان سے ملنے جا رہا ہوں فرشتے نے پوچھا کیا اس پر تمہارا کوئی (دنیوی) حق ہے جس کے لیے تم جا رہے ہو؟ اُس شخص نے کہا نہیں میں اُس سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہوں فرشتے نے کہا میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور تیرے پاس یہ خوشخبری پہنچانے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ جس طرح تو اُس مردِ مومن (ولی اللہ) سے محبت رکھتا ہے

اسی طرح اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت رکھتا ہے“ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 425)

سیدن حضور بچپن سے ہی والدہ محترمہ سے سید مردان علی شاہ صاحب اور پیر بخش شاہ صاحب کے حوالہ سے صابر پاک کا ذکر خیر سنتے رہتے تھے اسی لیے بچپن سے ہی صابر پاک کی محبت دل و دماغ میں رچ بس چکی تھی، جب عالم شباب کو پہنچے تو دیارِ کلیئر کی خوب روادنی کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا، اس سفرِ مقدس میں محبوب کی سچی محبت کے علاوہ بظاہر آپاس کچھ بھی نہیں تھا۔

بے برگ بے نوائی سماں شدت مارا

جب غلبہء محبت نے عشق کا رُوپ دھار لیا تو بے سرو سامانی اور اُن دیکھی منزل اور راستہ کی ہر رکاوٹ قابلِ غور نہ رہی، عقل و فکر کو عشقِ صادق کے ہاتھوں شکستِ کامنہ دیکھنا پڑا۔ بقول اقبالؒ

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

ابتداء سفرِ کلیئر اول:

حضور آفتاب سیدن، پیر میراں شاہ صاحب، پیر راجے شاہ صاحب، سائیں فضل صابری اور راجہ محمد یعقوب سفری صابری صاحب سے راقم الحروف نے خود سنا ہے کہ جس روز سرگار کی کلیئر شریف روانگی ہوئی اُس روز سرگار پورا دن عجیب و غریب کیفیات سے دوچار رہے، کچھ دیر حضرت پیر بخش شاہ صاحب یعنی اپنے دادا بزرگوار کی مزارِ اقدس کے قریب درخت کے سایہ میں خاموش بیٹھے رہے... قریب ہی آپ کا خادمِ خاص اور اس سفر کا ہم نوا سائیں گل محمد المعروف سائیں گلو بیٹھا ہوا تھا، وہ ٹکٹکی باندھے اپنے شیخ کی زیارت میں مصروف تھا اور شیخ اپنے محبوب کی اُن دیکھی وادی کی کشش میں ارادے باندھ رہے تھے، پیشانی

اقدس پرمتانت کا دبدبہ تھا آنکھیں ایک طرف لگی ہوئی تھی بار بار چہرہ انور کے رنگ تبدیل ہو رہے تھے، کبھی سُرخ کبھی سفید کبھی زردی مائل ہو جاتا۔

کیف و سرور سر چڑھا اُنکا خیال آگیا

آنکھیں بھی اشک بار ہوئیں دل میں کوئی سما گیا

راقم الحروف کے پاس سرکار کی آڈیو ریکارڈنگ بھی موجود ہے جو سفرِ کلیئر کی تفصیلات پر مبنی ہے، آغازِ سفر میں سرکار فرماتے تھے کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ چار جانب سے کانوں میں آواز آرہی ہے کہ چلو کلیئر چلو کلیئر، ہر درود یوار کلیئر شریف پہنچنے کا پیغام دے رہی تھی اسی دوران بے سرو سامانی کو سامان بنائے ہوئے سائیں گلو سے فرمایا کہ گلو ہم کلیئر شریف (سہارن پور موجودہ انڈیا) صابر پاک کی طرف جا رہے ہیں اب زیادہ انتظار نہیں کیا جاسکتا، اب سامان سفر کے لئے بھی رُکنا گوارا نہیں، یہ سن کر سائیں گلو نے دست بستہ عرض کیا حضور! میرا یہاں کون ہے براہ کرم مجھے بھی ساتھ لے جائیں، میں آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا، فرمایا کہ آ جاؤ لیکن پچھلے خیالات ذہن سے جھٹک کر اپنی توجہ کا مرکز کلیئر شریف کو بنائے رکھنا، اسی دوران نعلین وہیں اتار کر بغیر زادِ راہ لیے سوئے کلیئر روانگی اختیار فرمائی، سائیں گلو شرفِ ہمنوائی کے شکرانے بجاتا ہوا... باادب پیچھے پیچھے روانہ ہوا، ابھی چند قدم فاصلہ طے کیا ہوگا کہ سرکار کے بڑے صاحبزادے حضور گلزار شاہ جی (جو کہ اُس وقت بچپن کے ایام گزار رہے تھے) راستہ میں کھیل رہے تھے جونہی اُن کی نظر سرکار پر پڑی تو آپ کے قدموں سے لپٹ گئے، سرکار فرماتے تھے کہ جب گلزار حسین میرے قدموں سے لپٹا تھا تو مجھے فوراً رب تعالیٰ کا فرمان یاد آیا کہ مال اور اولاد فتنہ ہیں کہیں یہ راہِ حق میں پہلی آزمائش نہ ہو... یہ خیال آتے ہی اپنے بچے کو ایک طرف جھٹک کر اسی ذوق

و شوق کے ساتھ سُوئے منزل تیزی سے قدم بڑھاتے آگے نکل گئے، بچہ کافی دیر تک آہ وبکا کرتا رہا مگر جانے والے نے ایک لحظہ کے لئے بھی رُکنا گوارا نہ کیا... خیالِ یار کو سینے سے لگائے ہوئے... لیوں پر مالک کا نام سجائے ہوئے نگائیں مرکز پر جمائے سوز و گداز سے لبریز سُوئے منزل رواں دواں رہے، سائیں گلو بھی اپنے شیخ کی تقلید میں پیچھے پیچھے با ادب چلتا رہا، مئی کا مہینہ پورے شباب پر تھا جب ملکوال پہنچے تو شام کے دھند لکے چھانے لگے اور طوفان کے آثار نمودار ہونے لگے، ملک وال شہر سے آگے نکل کر نہر لوئر جہلم کو ریلوے لائن کے لئے بنائے گئے، پل سے عبور کر رہے تھے کہ اس دوران شدید آندھی نے اپنا زور دکھانا شروع کر دیا ایک طرف سائیں گلو کو پل پر نصب شدہ شہتیروں سے گزرنا محال نظر آ رہا تھا کیونکہ آندھی کی وجہ سے شہتیروں کے مابین فاصلے سے اُس کا سر چکرا جاتا لیکن اپنے شیخ کی کامل محبت نے واپسی کے تمام دروازے بند کر رکھے تھے اس دوران سرگار پل عبور کر چکے تھے کہ دُور سے ریل گاڑی کی مدہم آواز اور لائٹ دکھائی دینے لگی، جب سرگار نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سائیں گلو ابھی پل کے وسط میں بھی نہیں پہنچا تھا سرگار تیزی سے پیچھے پلٹے اور گلو کو اٹھا کر کامیابی کے ساتھ پل عبور کر لیا، سائیں گلو اس عمل کو سوء ادب سمجھ کر نہایت پریشان ہوا... اور گریہ زاری کرنے لگا، عرض کیا حضور! میں اس خیال سے آپ کے ہمراہ چلا تھا کہ آپ کی خدمت کروں گا لیکن میں تو آپ پر بوجھ بن گیا ہوں، کیا فائدہ میری رفاقت کا؟ کچھ دیر تک اپنے آپ کو بُرا بھلا کہتا رہا، اسی اثناء رات کا اندھیرا پوری طرح چھا چکا تھا اور زوردار آندھی سے چار جانب گردوغبار نے مکمل طور پر چلنا محال کیا ہوا تھا، سائیں گلو نے موزوں جگہ پر ٹھہر جانے کی تجویز پیش کی... تا کہ طوفان کا زور ٹوٹ جائے، اچانک کھیتوں میں کچھ اشخاص

دکھائی دیے جو کہ گندم کے باندھے ہوئے گھٹے چوری کرنے میں مصروف تھے، سرکار نے دیکھ کر گلو سے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا چور معلوم ہوتے ہیں فرمایا کہ یہ لوگ رات کے اندھیرے اور طوفان کی پرواہ کیے بغیر برے فعل سے باز نہیں آتے... تو ہم راہِ حق کے راہی ہو کر اندھیرے اور طوفان کے چھٹنے کا انتظار کرتے رہیں، نہیں گلو! یہ میرے نزدیک عشق کی توہین ہے... لہذا ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ راہِ عشق میں آنے والی ہر رکاوٹ کا مقابلہ مالک کے فضل و کرم سے کرتے جائیں گے... یقیناً مالک کی اعانت سرخرو فرمائے گی، یاد رکھو برا اگر برائی سے باز نہیں آتا تو بھلے کو بھلائی سے باز نہیں آنا چاہیے اگرچہ وہ اکیلا ہی کیوں نہ ہو۔

تیرے عشقے دی نگری وچہ ذرا پرواہ نہ دُنیا دی

جو تیتھوں دُور رکھ دی اے اُوہ نعمت نہیں خسار اے

چنانچہ از سر نو سفر شروع کر دیا، راستہ کی ہر رکاوٹ کو عبور کرتے ہوئے تقریباً عشاء کے وقت موضع ساہنا قبلہ مائی صاحبہ کے حضور پہنچ گئے، مائی صاحبہ نے اپنے لاثانی لختِ جگر کو عجیب حالت میں دیکھ کر دریافت فرمایا کہ سیدن! آج تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ دست بستہ عرض کیا، اماں حضور! آج میں وہاں جا رہا ہوں جہاں نفسِ امارہ کو پاش پاش کیا جاتا ہے یعنی جہاں انانیت نیست و نابود کر دی جاتی ہے اور شوقِ اویسیہ رضی اللہ عنہا کی نئی زندگی عطا کی جاتی ہے، میں دیارِ صابر میں حاضری کے لئے جا رہا ہوں... فرمایا، بیٹا جاؤ، انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقصد میں کامیابی پلویں گے۔ تم خود نہیں جا رہے بلکہ تمہیں بلا یا گیا ہے اور جس کو یہ نخی خود بلائیں اُسے کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے، میری بے لوث دُعائیں تمہاری معاون و مددگار رہیں گی، مالک کے کرم سے دامنِ مراد بھر لوٹو گے، یاد رکھو جہاں دربار

صابر میں مشکل کا سامنا کرنا پڑے وہاں میری عاجزی اور انکساری کا وسیلہ پیش کرنا کیونکہ میں گنج شکر کی پوتی ہوں، ضرور مشکل کشائی ہوگی اور تمہیں وہاں سے وہ انعام و اکرام ملے گا جو پہلے تمہارے گھرانہ میں نہیں ہے، عرض کیا اماں حضور! ہمارے خانوادہ میں ولایت ہے، علم شریعت و طریقت کے علاوہ پاکیزگی و عبادات کا شوق بے بہا پایا جاتا ہے ہر لحاظ سے ہمارا گھرانہ معزز و قابل عزت سمجھا اور مانا جاتا ہے آخر وہ کون سی شے ہے جو پہلے ہمارے پاس موجود نہیں؟ فرمایا! وہ تمہیں وہاں جا کر معلوم ہوگا۔

چنانچہ دوسرے دن علی الصبح سوئے منزل روانگی اختیار کی ہتھیلہ مائی صاحبہ نے کچھ پنیاں تیار کر کے سائیں گلو کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا، راستہ میں بھوک لگے تو یہ کھا لینا اور یاد رکھو دوران سفر کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرنا، کوئی خود دے تو لے لینا مگر کسی سے از خود کوئی چیز نہیں مانگنی اور پوری توجہ سے مالک کے ذکر و فکر میں محور ہنا، انشاء اللہ تعالیٰ مالک تمہاری حفاظت و اعانت فرمائے گا۔

چنانچہ حسب ہدایات ریلوے لائن کے ہمراہ مسافرانِ عشق تیزی سے قدم بڑھانے لگے، سائیں گلو پس پشت باادب چلتا رہا، ظاہری طور پر راستہ سے ناواقفیت کے سبب ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چلنا مناسب سمجھا... تاکہ جگہ جگہ راستہ معلوم نہ کرنا پڑے، یاد رہے کہ یہ مسافت پاء برہنہ (ننگے پاؤں) کی جارہی تھی ریلوے لائن کے ہمراہ نوکیلے پتھر اور سنگریزے چلنے میں دشواری پیش کر رہے تھے... بار بار پاؤں زخمی ہو جاتے، چھالے بنتے اور ٹوٹتے رہے لیکن راہِ حق کے راہی جسمانی تکالیف، موسمی شدت اور بھوک و پیاس کی پرواہ کیے بغیر ہٹھی کے کنارے گاڑن رہے، پورا دن سفر جاری رہتا... رات کے وقت راہگزر سے ہٹ کر استراحت فرمالتے کچھ میسر آ جاتا تو کھا لیتے وگرنہ پانی پی کر گزر

اوقات کر لیتے مگر یادِ یار سے کبھی غافل نہ ہوتے، جس شوق نے سفرِ عشق پر مجبور کیا تھا وہ ہر رکاوٹ عبور کرنے کے بعد بڑھتا ہی گیا، ذہن میں کلیر کی حسین وادی کے نقشے بنتے اور بڑھتے رہے بظاہر آسامانِ دُنیا سے تنگ دست مگر عشقِ سرمدی میں غنی اور سر بکف نظر آتے تھے تقریباً پندرہ دن کی مسلسل مسافت طے کرنے کے بعد خیالات میں بسنے والے حسین دیار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

رفیقِ سفر ہوں کامل راہی بھٹکتے کب ہیں

عقیدہ سنوارو اپنا کردارِ اولیاء سے

پندرہ دن کی انتھک کوششوں سے منزل پر پہنچنے والے صابری مہمانِ قلبی و روحانی طور پر پوری طرح شاداں و فرحاں نظر آ رہے تھے مگر متواتر جسمانی مشقت کے باعث بخار کی سی کیفیت محسوس ہو رہی تھی راہگزر کے سنگریزوں نے پاؤں زخمی اور متورم کر دیے تھے تاہم رُوح مسرور تھی، صابر پاک کی نگاہِ مشفقانہ شاملِ حال محسوس ہو رہی تھی، دربارِ صابر کی مشکبارِ فضا میں سانسوں کو معطر کر رہی تھیں، نہر گنگ کی لہریں خوش آمدید پکار رہی تھیں، کلیر پاک کے ذرات مبارک بادی پیش کر رہے تھے، گولر کے زیرِ سایہ صابر پاک کا روضہ مبارک اپنی طرف کشش کر رہا تھا، جو خوبصورت اور دلکش نگری کبھی تخیلات اور تصورات میں مسکن بنی ہوئی تھی آج وہ خوبیء قسمت سے نظروں کے سامنے جگمگا رہی تھی، قلب میں نشیمن بنانے والا حسین مرکزِ عشاق پوری آب و تاب سے آنکھوں کے سامنے چمک رہا تھا۔

گولر کی مست شاخیں مستی لٹا رہی ہیں

عرشِ بریں زمیں پہ کلیر بنا ہوا ہے

دریائے گنگا سے نکلنے والی نہر گنگ سے صابری زائرین نے غسل کیا اور رفتہ

رفتہ دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ دربارِ عالیہ کے بلند و بالا شرقی باب کے سامنے کھڑے ہو گئے، اب خرد کی بہانہ تراشی ضربِ عشق سے عقیدت و محبت میں ڈھل چکی تھی... نفس کی سرکشی رُوح کی شادمانی اور تروتازگی سے مُردگی میں بدل چکی تھی، چار جانب بازارِ عشق سجا ہوا دکھائی دے رہا تھا لیکن عقل و دل پر ایک عجیب سی حیرانگی اور دہشت مسلط تھی، بار بار محبوب کے روبرو حاضر ہونے کی عجیب و غریب کیفیات دوچار کیے ہوئے تھیں، نشاط و حیرت کے ملے جلے جذبات بحث و تکرار میں مصروف تھے کہاں میں اور کہاں یہ رفعتوں کا عالی مقام... یعنی درِ صابر اور میں ناچیز؟

ہے وسعتِ کریمی مد نظر ہمیشہ

ورنہ مجھے سلیقہ کب ہے گداگری کا

دھیرے دھیرے شرقی دروازہ سے دربارِ عالیہ کے احاطہ میں آگئے اب نظروں کے سامنے روضہء صابر انوار بکھیر رہا تھا، عشاق کی باوضو نگاہیں روضہء اقدس کے باادب بوسے لینے لگیں... زبان پر خاموشی کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے... قلبِ محوِ رقص اور نظریں محوِ طواف تھیں، پاؤں ایک جگہ جمے ہوئے تھے، روحانیت پورے شباب سے مسکرا رہی تھی لیکن جسم بے جان معلوم ہو رہا تھا کافی دیر تلک تصویرِ حیرت بنے کھڑے رہے بل آخر سائیں گلوں نے عرض کیا عالیہ! کیوں نہ دربارِ عالیہ میں حاضری کر لی جائے، کہیں دروازے بند نہ کر دیے جائیں فرمایا، ہاں صحیح کہتے ہو، ابھی چلنے کا ارادہ ہی فرمایا تھا کہ دربارِ عالیہ کے احاطہ میں آگ دکھائی دی، فرمایا گلو! سامنے آگ ہے، عرض کیا، حضور! مجھے تو آگ نظر نہیں آرہی... اگر آگ ہوتی تو دیگر زائرین بھی نہ گزر سکتے فرمایا، شاید تم ٹھیک کہتے ہو؟ لیکن مجھے آگ نظر بھی آرہی ہے اور تپش بھی محسوس ہو رہی ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ یہ میری اپنی لگائی ہوئی آگ رکاوٹ بن گئی ہے، نیز وہ اعمال و افعال جو پیر و مرشد کے بغیر کیے ہیں اور حسب و نسب و خاندانی اوصاف کا فخر آگ کی شکل اختیار کر گیا ہے، یہاں تک کہ اشکوں کے بادل برسنے لگے، رفتہ رفتہ گریہ زاری کا طوفان پوری طرح اُٹ پڑا... ضبط کے تمام بند ٹوٹ گئے... آہ و بکا کی آواز دُور دُور تک سنائی دینے لگی، ایک مدت کے خواب حقیقت کا رُوپ دھارنے والے تھے کہ راستہ میں آتشیں شعلے حائل ہو چکے تھے، اسی وقت کاغذ و قلم لیا اور چند اشعار فریاد پر مشتمل تحریر کیے، اضطرابی کیفیات کا غلبہ تھا سانسوں اور دل کی رفتار بے حد تیز ہو چکی تھی، گریہ زاری کی حالت میں ہی اشعار مدھ مات راگنی میں پُرسوز انداز کے ساتھ ترنم میں پڑھنے شروع کر دیئے، وہ اشعار درج ذیل ہیں۔

نواسہ گنج شکر ہوں در پر تیرے اکھڑا
 پاس میرے کچھ نہیں اشکِ ندامت کے ہوا
 شاہِ مرداں کا وسیلہ لے کے عاصی آگیا
 نورِ چشمِ حضرت زہراؑ شیبہ مرتضیٰؑ
 صدقہ غوثِ الوری جھولی میری بھر پور ہو
 بے کسوں کا آسرا ہو رحمتوں کی انتہا

اس فریاد گزاری کے دوران چار جانب دربارِ عالیہ کے تمام زائرین و خدام جمع ہو چکے تھے جو کہ ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے کہ یہ خوبرو نوجوان پنجاب کا رہائشی معلوم ہوتا ہے، جس قدر خود خوبصورت ہے اسی قدر آواز بھی حسین ہے، بہت خوب پڑھ رہا ہے، مذکورہ اشعار بار بار پڑھتے رہے، آنسوؤں کے سیلاب سے کاغذ اور ریش مبارک تر ہو چکی تھی۔

عمران صبح تک گلشن نوں ہر پھل دی اکھ وچ اتھرو نے
انج لگدا اے اوہلے پھلاں دے کوئی دکھی آپں مار گیا

اسی دوران صابر پاک کا دریائے رحمت موجزن ہوا، فریادی کی عرضی قبولیت کے مقام پر فائز ہو چکی تھی، اشکوں کے باؤل تھمنے لگے بلکہ یوں محسوس ہوا کہ جیسے آنسوؤں کی بارش رکاوٹ کے شعلوں پر برستی رہی ہو، جس کے سبب تمام آگ بجھ کر گل و گلزار کی شکل اختیار کر چکی ہو، قلب و جاں میں تسکین کی لہر دوڑ گئی، طبیعت میں نکھار آچکا تھا، تمام تھکن اور بوجھل پن دور ہو گیا، بخار کی کیفیت تازگی میں بدل گئی، میزبان نے مہمان کو دامن رحمت میں لے لیا، چار جانب مسکرائیں کھیلنے لگیں، آنکھوں میں شادمانی جھلکنے لگی۔

ہو جائے کیوں نہ ٹھنڈی دوزخ انھیں جو دیکھے
تیری یاد میں جو خود کو زندہ جلا گئے ہیں

قیام گاہ کی عطا:

سیدن حضور روضہ اقدس سے ابھی باہر نکلے ہی تھے کہ ایک پروجاہت شخصیت کے خوبرو بزرگ نے محبت سے ملاقات کی اور اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا، سرگرم گلو ان کے ساتھ ہو لیے، دربار عالیہ کے سامنے صابری مسجد کے قریب ایک کمرہ میں لے گئے جو ”سعید میاں“ کے نام سے مشہور تھا (وہاں کوئی سعید میاں نام کے ڈرویش رہائش پذیر رہے تھے) اور کہا یہاں آپ سکونت اختیار فرمائیں، یہ صابر پاک نے آپ کو عطا فرمایا ہے یہ اسکی چابی ہے اور ضرورت کا سامان اس میں موجود ہے... مزید کسی چیز کی حاجت ہو تو مجھ سے لے جائے گا، یہاں آپ کو ہر قسم کی سہولت میسر رہے گی، سامنے صابر پاک کا روضہ انور ہے اور ساتھ ہی صابری مسجد اور وضو خانہ ہے آپ کی قیام گاہ کے ساتھ نوبت خانہ

اور زائرین کی گزرگاہ ہے ہمہ وقت یہ بازار صابر پاک کے عشاق سے بھر رہتا ہے یہاں آپ ہر لحاظ سے مسرور رہیں گے لہذا وہ ڈرویش چابی دے کر روانہ ہو گئے۔

سائیں گلو نے حجرہ کے اندر چٹائی مصلے اور دیگر ضرورت کا سامان درست کر کے باقاعدہ سرکار کے قیام اور آرام کے لئے تیار کر لیا عین روضہ اقدس کے روبرو جگہ ملنے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی، اپنے مالک کے بے شمار شکرانے ادا کیے اور اس طرح اپنے بادشاہ کے زیر سایہ سکونت پذیر ہو گئے۔

بلا اُس کی ڈرے پھر گرمی خورشید محشر سے
تیرے لطف و کرم کا جس کے سر پر شامیانہ ہو

عجب مہمان نوازی:

صابری لنگر خانہ روضہ اقدس سے شمال کی طرف واقع ہے، جہاں صبح و شام مہمانوں کے لئے لنگر کا وسیع انتظام ہوتا ہے ابھی کچھ ہی دیر گزری ہوگی کہ لنگر کا گھڑیاں بجنے لگا جس کی آواز سنتے ہی سبھی حاضرین لنگر خانہ کی جانب چل دیے... سرکار نے سائیں گلو سے فرمایا تم بھی جاؤ اور لنگر لے آؤ، سائیں گلو بھی حسب حکم لنگر خانے پہنچا، رمز آشنا لنگری نے فرمایا، آؤ میاں اپنا لنگر لے لو، سائیں گلو نے عرض کیا کہ میرے ساتھ میرے پیر و مرشد بھی ہیں ان کا لنگر بھی چاہیے فرمایا، صرف تم لے جاؤ... تمہارے شیخ کا نہیں ملے گا، گلو نے کہا، اگر ان کا نہیں ملے گا تو پھر میں بھی نہیں لوں گا، یہ کہہ کر واپس چلا آیا، سرکار نے پوچھا، گلو خالی ہاتھ واپس آگئے ہو، کیا وجہ ہے؟ عرض کیا حضور! وہ صرف میرا لنگر دیتے ہیں... آپ کا نہیں دیتے، اس لیے میں نے بھی لینے سے انکار کر دیا ہے اور واپس چلا آیا ہوں، فرمایا نہیں، تم اپنا لنگر لے لو اور کھاؤ، جب مجھے میرا حصہ ملے گا تو میں

بھی کھالوں گا، میں اپنے مالک کی محبت میں صبر کر سکتا ہوں تم میں اس قدر بھوک برداشت کرنے کی سکت نہیں، یاد رکھو میں نے اپنی مرضی اور خواہشات اپنے مالک کی خوشنودی پر قربان کی ہوئی ہیں۔

صابر بہشت دوزخ بر عاشقاں حرام است

ہر دم رضائے جاناں رضواں شدست مارا

چنانچہ گلو کو لنگر ملتا رہا اور سرگارت تقریباً تیس (23) یوم تک حالت صیام میں رہے، سحری اور افطاری کے وقت دو عدد گولریاں (درخت گولر کا بیر نما پھل) کھا کر پانی پی لیتے، اسی طرح مالک کی یاد اور ذکر و اذکار میں ہمہ وقت وجدانی کیفیات کا غلبہ رہتا، شب و روز کی فاقہ کشی کے باوجود تمام وقت عبادات میں صرف ہوتا رہا، محض روحانی غذا پر زندگی کا دار و مدار تھا جہاں صابری لنگر سے روزانہ ہزاروں لوگ شکم سیر ہوتے تھے، وہاں کٹھن راستوں سے پاء برہنہ آنے والے اس مسافر کی فاقہ کشی سے تواضع کی جارہی تھی، یقیناً راز کوئی اور تھا جس سے مہمان اور میزبان ہی آگاہ تھے یہ سداً سب سے روا نہیں رکھا جاتا... کسی اپنے پر ہی عنایت کی جاتی ہے، اسی لیے تو مہمان اپنی جگہ نہایت مسرور اور شکرانے پہ شکرانے ادا کیے جا رہا تھا، اس انوکھی مہمان نوازی سے عقل تو حیران ہوتی ہے مگر عشق راضی برضا نظر آتا ہے، یہاں میزبان نے مہمان کو خود بلایا تھا اسی لیے حق میزبانی بھی اپنے شایان شان ادا کرنی تھی، جس سے صاحب عشق مہمان بھی پوری طرح آگاہ تھا اسی لیے ہر لحاظ سے خوش و خرم نظر آ رہا تھا اور صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا۔

عشق مکان و مکیں عشق زمان و زمیں

عشق رابا یقین اور یقین فتح باب

موذن کا مشورہ:

دربارِ عالیہ کی مسجد کے موذن عالم باعمل ہونے کے علاوہ نہایت برگزیدہ انسان تھے جب اذان کہتے تو دل و دماغ کیف و سرور سے جھوم اٹھتے، شیریں آواز میں لکنت کا رنگِ بلائی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہوتا جس سے لذت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا، سرگاز فرمایا کرتے کہ جب وہ اذان پڑھتے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور رُوح تک تاثیر اتر جاتی، اکثر اوقات اُن کی اذان سے مجھ پر وجدانہ کیفیات طاری ہو جاتیں کیونکہ مجھے اُن کی اذان سے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی ادائیگی کی حلاوت نصیب ہوتی تھی۔ بقول اقبال

جس کا میں ازل سے ہوا سینہ بلال رضی اللہ عنہ

مکھوم اُس صدا کے ہیں شہنشاہ و فقیر

وہ نہایت دُرولیش منش اور ملنسار طبیعت کے حامل تھے تصنع نام کی کوئی چیز نہ تھی وہ سرکار سے اکثر اوقات ملاقات کا سلسلہ گرم رکھتے، قرآن و حدیث کے مختلف پہلوؤں پر دیر تک گفتگو ہوتی رہتی... اس کے علاوہ اسرار و رموز پر مہنی گفتار کا رنگ ہی انوکھا تھا، ایک دن انہوں نے سرگاز کو مشورہ دیا کہ پنجابی شاہ صاحب (سرکار سیدن کو کلیہ شریف کے لوگ پنجابی شاہ کے نام سے پکارتے تھے) آپ پچھلے عصر کے وقت لازمی طور پر چہل قدمی کا معمول بنا لیں لہذا سرکار نے اُن کے مشورہ کے مطابق روزانہ کی سیر کا معمول بنا لیا۔ ایک روز حسب معمول سائیں گلو کے ہمراہ بعد از نماز عصر سیر کو نکلے، دُرگاہ شریف سے کچھ فاصلہ پر گندے نالے کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ اچانک دُور سے بچوں کے قہقروں کا شور سنائی دیا، قریب پہنچے تو عجب منظر دیکھنے میں آیا، ایک نازکا شخص فقط لنگوٹی پہنے گندے تالاب میں کھڑا ہے، اُسے کچھ بچے مٹی کے اٹیلے مار رہے

ہیں۔ متواتر ڈھیلوں کی بوچھاڑ سے پانی کے اندر مٹھپ جاتا ہے پھر یکا یک موقع پا کر کھڑے ہوتے ہی بچوں پر منہ سے پانی کی کلی پھینکتا ہے جس سے بچے ہنستے اور تالیاں بجاتے ہیں دوبارہ بچے اُس پر ڈھیلوں سے حملہ آور ہو جاتے ہیں اس دوران وہ پانی کی تہہ میں مٹھپ جاتا ہے۔ یہ کھیل جاری تھا کہ اچانک وہ شخص سرگار کی جانب متوجہ ہوا جب اُس نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تو عجیب منظر دکھائی دیا، یوں معلوم ہونے لگا جیسے اُس کی آنکھیں نہیں بلکہ آئینے ہوں، جن کے پیچھے نہایت خوبصورت اور دلکش دُنیا آباد تھی جس کے حُسن نے پوری طرح اپنے اندر محو کر لیا، بڑی تیزی سے وقت گزر گیا جس کا احساس تک نہ ہوا... یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا اُس وقت وہ شخص بھی پانی میں غوطہ لگا گیا، حسین آنکھیں اور اُن آنکھوں میں آباد دُنیا دل و دماغ میں پوری طرح رچ بس چکی تھی، بڑی مشکل سے واپس پہنچے، نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد حجرہ میں آکر سجدہ ریز ہو گئے، اُن دلکش آنکھوں کو دوبارہ دیکھنے کی دُعائیں مانگنے لگے، اُن کی جدائی میں گزرنے والا ایک ایک لمحہ صدیوں کے برابر معلوم ہو رہا تھا، یہاں تک کہ نمازِ عشاء ادا کر کے بیٹھے ہی تھے کہ نہایت حسین شخص سفید لباس میں ملبوس ہاتھوں میں عصاء اور سر پر رام پوری ٹوپی پہنے آ گیا... آتے ہی سلام پیش کیا اور سامنے والی چٹائی پر التحیات بیٹھ گیا، کچھ دیر کے لئے اجنبی شخص کی پہچان نہ ہو سکی، تاہم جب آنکھیں دیکھیں تو فوراً پہچان لیا کہ یہ تو وہی شخص ہے جو آنکھوں میں جنت لیے پھرتا ہے، پُر اثر آنکھوں والے نے جب گفتگو کا سلسلہ شروع کیا تو ایک ایک سخن سماعت کو زندگی بخشنے لگا، گفتار تھی کہ شرابِ طہورا کا میخانہ،... شیریں سخن کی حلاوت نے بے خود کر دیا، معلوم ہی نہ ہو سکا کہ اتنی جلدی اذانِ فجر کا وقت ہو گیا ہے، مسجد میں اذان کی آواز بلند ہوئی تو

فرمانے لگے، شاہ صاحب! اب ہم چلتے ہیں، اب گرم لوہا سرد پڑ چکا ہے، اب وہ لوگ جاگ اٹھے ہیں جو ساری رات سوئے رہے... اب کہتے ہیں جاگو... جاگو سونے سے جاگنا بہتر ہے، چنانچہ اب ہم چلتے ہیں، حسین اداؤں کے ساتھ مسکراتے ہوئے روانہ ہو گئے لیکن اگلی شب عین اسی وقت جلوہ فروز ہوئے اور تمام رات محفلِ حُسن و سخن گرم رہی، نہایت آسان الفاظ میں قرآن و حدیث پر مشتمل تصوف کے اسرار و رموز بیان فرماتے کہ ہر بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی، ایک طرف زبان سے بات نکلتی دوسری طرف آنکھوں سے سمجھا دی جاتی، اس لطف و اثر کی محفل میں راتیں چند گھڑیوں پر مشتمل معلوم ہوتی رہیں، کم و بیش بیس (20) راتیں اُن سے نشست کا سلسلہ جاری رہا، پورا دن اُن کے انتظار میں گزر جاتا جب رات ہوتی تو اُن کی آمد پر حسب سابق شرابِ طہور الٹائی جاتی۔

فقیر ہونے کا نسخہ:

سرکار فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اُن سے عرض کیا کہ عالیجاہ! فقیر ہونے کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا، مختصراً سمجھ لیجئے، دو چیزوں کی حفاظت سے راہِ فقر کے بند درتے کھلنے لگتے ہیں، اول۔ زبان، دوم۔ شرمگاہ، ان کو مکمل لگام دینے سے ہر طرح کی راہنمائی ہونے لگتی ہے، راہِ حقیقت کے طویل فاصلے جلد از جلد طے ہونے لگتے ہیں اور لطف و کرم کے بادل سایہ فلکن ہو جاتے ہیں۔

داستانِ حُسن جب پھیلی تو لامحدود تھی

اور جب سمیٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

حضور آفتابِ سیدن بیان کیا کرتے کہ سرکار فرماتے تھے کہ اُن کے الفاظ اور انداز نہایت سادہ تھے مگر معنوی وسعت اپنے اندر بحرِ بیکراں سمیٹے ہوئے ہوتی تھی، بیس راتوں میں بصیرت افروز گفتگو سے اس قدر عقدے کھلے جو شمار میں

نہیں لائے جاسکتے لیکن ہر لحاظ سے مہربان رہے، نیز فرماتے کہ جو مؤذن صاحب نے ہمیں سیر کرنے کا مشورہ دیا تھا اُن کا اصل مقصد اس ہستی سے ملاقات کروانا تھی۔ بقول مولانا رومؒ

گر تو سنگِ خارا مر مر شوی
چوں بہ صاحبِ دلِ رسی گوہر شوی

دیارِ کلیں میں گداگری:

ایک یوم عصر کے وقت حسب سابق سیر پر روانہ ہوئے، راستہ میں سائیں گلو سے مشورہ کیا کہ میں نے سُن رکھا ہے کہ کلیں والے بڑے ہی سچی ہیں، یہ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے، آج کیوں نہ گداگری کی جائے، مناسب ہے کہ ہم بھی محبوب کی بگیوں میں سائل بن کر اہل کرم کا تماشہ دیکھ لیں؟ عرض کیا جیسے حضورؐ کی منشاء ہو... وہی غلام کی مرضی ہے، چنانچہ اس تجویز کے مطابق ہاتھوں میں مٹی کا ایک ایک برتن اٹھایا اور روانہ ہو گئے۔

آؤ صدا لگائیں جا کے اسی گلی میں
جن کی گداگری سے لاکھوں غنی ہوئے ہیں

جب گاؤں میں پہنچے تو پہلے ہی گھر کے سامنے سائیں گلو نے صدا لگائی، اُس گھر میں کچھ خواتین روٹیاں پکا رہی تھیں جب انھوں نے صدا سنی تو تمام پکی ہوئی روٹیاں اور گوندھا ہوا آٹا حوالے کر دیا جس سے دونوں برتن بھر گئے، سرکار نے فرمایا، گلو! دیکھ لیا کلیں والے کس قدر سخی ہیں پہلی ہی صدا پر اتنی بھیک ملی ہے کہ ہمارے ظرف تنگ پڑ گئے ہیں، اب دوسرے دروازے پر جانے کی تو حاجت ہی نہیں رہی، ان کی سخاوت کے سامنے اپنی کم ظرفی پر شرم محسوس ہو رہی

ہے۔

بقول صابر پاک

از آں روز کہ آمد از خدا حکم فلا تنہر
 نہ رفتہ از درم محروم ہرگز دست سانبہا
 ”جب سے میں نے خدا تعالیٰ کا حکم فلا تنہر سنا ہے اُس دن سے
 میرے دروازے سے کوئی بھی سائل خالی ہاتھ نہیں پلٹا“

تکمیلِ صیام و انعام و اکرام:

سرکار گولکیر شریف میں مسلسل تیس (23) دن حالتِ صیام (روزے کی حالت میں) میں گزر چکے تھے اس دوران وہی مختصر سحری اور افطاری کا سامان میسر رہا... جو دو عدد گولیاں اور پانی پر مشتمل تھا، اس کے علاوہ جسمانی لحاظ سے مکمل غذا بند تھی لیکن باطنی خوراک کی فراوانی تھی، اس عرصہ میں قلب کو مجاہداتِ شاقہ اور ریاضت و عبادات سے خوب منور کیا گیا، مکمل فاقہ کشی کے باوجود چہرہ اقدس پر نقاہت کے آثار معلوم نہ ہوتے بلکہ روحانی سیرابی و شادابی سے چہرہ اقدس تر و تازہ و ہشاش بشاش دکھائی دیتا۔

چوبیسویں (24) دن کی صبح کو سرگارا اپنے حجرہ میں خطوط تحریر فرما رہے تھے، ایک موضع کلس شریف اپنے والد صاحب کے نام جبکہ دوسرا والدہ محترمہ کی طرف موضع ساہنا، دونوں خطوط میں مختصراً تحریر تھا کہ میں خیریت سے صابر پاک کے قدموں میں بیٹھا ہوں، ہمہ وقت عنایات کی بارش جاری ہے، پرسکون زندگی کا لطف لے رہا ہوں، جب اجازت ملے گی تو آجاؤں گا، اسی مختصر تحریر کے ساتھ خطوط مکمل کر لیے گئے لیکن ابھی اُن کے اوپر ایڈریس لکھنے کا مرحلہ باقی تھا کہ اسی اثناء ایک پُر وجاہت شخصیت کے نہایت حسین و جمیل بزرگ تشریف لائے جنہوں نے سفید لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور سر اقدس پر سونے دستار مبارک سجا

رکھی تھی اور سفید ہی نعلین مبارک پہن رکھے تھے، یکا یک اُن کی تشریف آوری سے سائیں گلو اور سرکار باادب کھڑے ہو گئے انہوں نے حجرہ میں داخل ہوتے ہی اپنے ہاتھ میں تھاما ہوا... خوبصورت چوب دار عصاء زمین میں گاڑھ کر اپنی دستار مبارک، اوپر لٹکاتے ہوئے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور خود سامنے والی چٹائی پر دو زانو جلوہ افروز ہو گئے، اُن کے چہرہ اقدس پر جلال و جمال کا مِلا جلا ایسا رعب تھا کہ کافی دیر تک سکوت طاری رہا، کشادہ پیشانی پر آفتابی کرنوں کی چمک نظروں کو خود بخود جھکا دیتی تھیں، لباس اور پاپوش مبارک پر کہیں بھی گرد و غبار کا نشان تک نہ دکھائی دیتا تھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ ایک قدم بھی پیدل چل کر نہیں آئے، بقول حضور آفتاب سیدن، سرگارفرمایا کرتے کہ میں نے دل میں سوچا کہ اس قدر حسین شبیہ اقدس جاگتے ہوئے تو کبھی دیکھی نہیں... یقیناً یہ خواب ہوگا، ایسا نہ ہو کہ بیدار ہونے پر سراپاءِ حسن سے گفتگو نہ کرنے کا ملال رہے ضرور ان سے گفتگو سننے کے لئے کوئی سوال کرنا چاہیے چنانچہ کافی دیر کی سوچ بچار کے بعد ایک اڈھورا سا سوال بن پایا، عرض کیا عالیجاہ! آپ کی عمر مبارک کتنی ہے؟ یہ سن کر چہرہ اقدس پر تبسم کی لہر دوڑ گئی اور داندان مبارک کی چمک آسمانی برق کی طرح ظاہر ہوئی، فرمایا، ہمیں اپنی عمر کی تو خبر نہیں البتہ میری والدہ کی عمر تین سو ستر (370) برس ہے اور ابھی تک وہ پینا خود ہی کرتی ہیں یہ اسرار و رموز پر مشتمل جواب سننے کے بعد کچھ دیر سوچتے رہے بل آخر ذہن میں آیا کہ والدہ سے مراد شریعت ہوگی کیونکہ شریعت ہر اہل ایمان کی ماں ہے جس کے کم و بیش (370) احکامات چوبیس گھنٹے جاری و ساری ہیں اور پینے کا اشارہ شریعت کے نافذ العمل احکامات کا شب و روز میں تسلسل ہے یقیناً والدہ سے مراد شریعت ہی ہوگی لہذا عرض کیا حضور! والدہ تو میری بھی وہی ہے، یہ سن کر بہت خوش

ہوئے اور دادِ تحسین دیتے ہوئے محبت بھری تھکی سے نوازا، اور روضہء مبارک کی طرف روانہ ہو گئے بعد ازاں ہتھیلی پر تین عدد بڑے مکھانے (الایچی دانے) لیے تشریف لائے، اپنے دستِ اقدس سے ایک مکھانہ سرکار کے منہ میں رکھتے ہوئے فرمایا، شاہ صاحب کھا جائیں، دوسرا گلو کو عنایت کیا اور آخری خود تناول فرمایا، بعدہ فرمایا، شاہ صاحب! اب آپ کو اجازت ہو چکی ہے، آپ نے اپنی ریاضت و مجاہدہ میں کامیابی پائی ہے اور آج آپ کے روزے کی افطاری بھی ہو چکی ہے، عرض کیا، حضور! میرا ارادہ تھا کہ چالیس دن تک قیام پذیر رہوں گا، فرمایا نہیں... اگر اب آپ ایک دن بھی مزید رہے تو دیوانے ہو جائیں گے، عرض کیا کہ دیوانہ ہو گیا تو بہتر ہے کہ اس طرح دنیا کے جھنجٹ سے آزاد ہو جاؤں گا... فرمایا، نہیں دیوانہ بامراد نہیں ہوتا، آپ سے مخلوقِ خدا ظاہری و باطنی مرادیں اور نورِ احسان و ایمان حاصل کرے گی، آپ کے ہاتھ سے خواجگانِ چشت کے فیوض و برکات تقسیم ہوں گے، یہ کہہ کر ہاتھ سے چٹکی بجائی... کہ آپ بامراد ہیں جا کر لوگوں کی مرادیں پوری کریں چنانچہ اب ہم بھی چلتے ہیں جب روانہ ہونے لگے تو وہ دونوں خطرِ سرکار سے لے کر اپنے چغہ کی جیب میں ڈال لیے، جن کے اوپر ایڈریس نہیں لکھے ہوئے تھے جو کہ اسی وقت ایک کلس اور دوسرا مائی صاحبہ کے پاس ساہنا پہنچ گیا، جن کے متعلق حضور آفتاب سیدن فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ان خطوط کی بارہا زیارت کی تھی دونوں کے اوپر ایڈریس لکھنے والی جگہ خالی تھی نیز شاہ جی نے یہ بھی بیان کیا کہ سرکار فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم واپس کلس پہنچے تو میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ تمہارا خط میرے پلنگ پر پڑا ہوا تھا اس کے اوپر کوئی ایڈریس یا مہر وغیرہ نہیں لگی ہوئی تھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے بادست (دستی) آیا ہو۔

لہذا سائیں گلو ان کو الوداع کرنے کے لئے پیچھے پیچھے چل پڑا، کچھ دُور جا کر گلو سے فرمایا، خلیفہ صاحب! یہ آپ کے پیرومرشد ہیں؟ عرض کیا جی ہاں، فرمایا کہ ان کی خوب خدمت کیا کرو، یہ بہت بڑا خزانہ ہیں... خدمت سے لوٹ لو، عرض کیا، حضور! خدمت تو کرتا ہوں... فرمایا، اور زیادہ کیا کرو... یہ کہہ کر فرمایا، اب تم واپس چلے جاؤ، گلو کچھ دیر دیکھتا رہا مگر چند قدم آگے نکل کر نظروں سے اوجھل ہو گئے، گلو جب سرکار کے پاس پہنچا تو آپ واپسی کے لئے تیار ہو چکے تھے، گلو کو فرمایا تم بھی اپنا سامان وغیرہ سنبھال لو تا کہ روانگی اختیار کریں۔

دیارِ کلیں سے واپسی:

کلیں شریف میں قیام کے دوران اکثر فقراء، خدام اور دُر ویش سرکار سے ملاقات کرتے رہتے تھے... دربارِ عالیہ کے تمام خدام اور دُر ویشوں کو سرکار سے قلبی لگاؤ ہو چکا تھا انہوں نے سائیں گلو سے کہہ رکھا تھا کہ جب تمہاری واپسی کا پروگرام بنے تو ہمیں ضرور آگاہ کرنا تا کہ ہم سب ملاقات کر سکیں، گلو نے وعدہ کیا ہوا تھا کہ جب ہم رخصت ہونے لگے تو میں گولہ چلاؤں گا تم لوگ ملاقات کے لئے آجانا... چنانچہ سائیں گلو نے سرکار سے اجازت لے کر گولہ چلایا جس کی آواز سنتے ہی خدام، دُر ویش اور فقراء اکٹھے ہونے شروع ہو گئے، دربارِ عالیہ اور نوبت خانے کے عین سامنے عشاق کا ہجوم کثیر اکٹھا ہو گیا، یکا یک صابری نقارے بجنے لگے، سائیں گلو اور دُر ویشوں نے مل کر رقص کیا... حیرت انگیز سماں بن گیا، یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دُر ویشوں کا رقص اور نقاروں کی پُرسوز آوازیں مبارک باد پیش کر رہی ہوں کہ آپ نے (سیدن حضور) میدان جیت لیا ہے، سرکار نے اپنے کپڑے تک خیرات کر دیئے، صرف ایک کھیس رہ گیا جس سے بدن ڈھانپ رکھا تھا ہر سو صابری نعروں اور پروانوں کے پُرونق چہروں

میں اضافہ ہوتا گیا، اشکوں اور سسکیوں کے سمندر لہریں مارنے لگے، سرکار نے اشکبار آنکھوں سے الوداعی سلام پیش کیا، دیارِ کلیئر کی ہر درو دیوار من میں بس چکی تھی واپسی کے لئے قدم اٹھانا بہت مشکل ہو چکا تھا مگر حکمِ صابر پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے... با ادب دربارِ عالیہ کی طرف منہ کیے پچھلے پاؤں چلتے ہوئے، نہر گنگ تک پہنچے، دربارِ عالیہ کے خادموں اور ڈرویشوں کا جمِ غفیر نہر کی پل تک الوداع کرنے آیا بعد ازاں نہر کے کنارے کنارے سوئے رُڑ کی روانہ ہوئے، جسم نہایت کمزور ہو چکا تھا، جسمانی نقاہت، کلیئر ت جدائی کی آگ اور موسمِ گرما کی شدت سے چلنے میں دشواری کا سامنا تھا چند قدم چلتے مگر سانس پھول جاتا کچھ دیر کے لئے بیٹھ جاتے، سانس بحال ہونے پر از سر نو سفر شروع کیا جاتا... اسی اثناء ایک طرف سے بادل نمودار ہوئے اور برسنے لگے جس سے موسم خوشگوار ہو گیا تقریباً شام تک رُڑ کی پہنچ گئے۔

عبدالجلیل کا بیعت ہونا:

خراماں خراماں سفر کرتے ہوئے سرکار حسب سابق پاء برہنہ گلو کے ہمراہ رُڑ کی اسٹیشن کے قریب پہنچ چکے تھے اسی اثناء لپ سڑک ایک شخص دیکھائی دیا جو راستہ سے گزرنے والے ہر راہ گیر کو غور سے دیکھ رہا تھا جب اُس کی نظر سرکار پر پڑی تو نہایت تعظیم و تکریم سے سلام پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہوا کہ جناب یہ قریب ہی میرا ہوٹل ہے آپ وہاں تشریف لے چلیں تاکہ میں اپنی گزارش پیش کر سکوں لہذا سرکار اُس کے ہمراہ ہوٹل میں تشریف لے گئے، نہایت ادب سے بٹھایا اور چائے پیش کی بعد ازاں عرض کیا عالیجاہ! میرا نام عبدالجلیل ہے مجھے آج رات خواب میں نہایت حسین و جمیل بزرگ کی زیارت نصیب ہوئی ہے، مکمل خلیہ اسی بزرگ کا سنایا جنہوں نے سرکار کو واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی تھی،

انہوں نے مجھے فرمایا کہ کل درگاہِ صابری سے جو پاء برہنہ (ننگے پاؤں) مسافر آرہا ہوگا، اُن کی خدمت کرنا اور اُن کے ہاتھ پر بیعت ہو جانا، تمہارا حصہ اُن کے پاس ہے چنانچہ آپ مجھے وہی مسافر معلوم ہوتے ہیں جن کے متعلق مجھے اشارہ دیا گیا ہے اب اس متعلق میری راہنمائی فرمائیں اگر میں ٹھیک کہہ رہا ہوں تو مجھے غلامی میں قبول کیجئے، سرکار نے فرمایا تمہارا خواب درست ہے ہمیں اسی حلیہ کے بزرگ نے الوداع کیا تھا اور تمہاری امانت بھی ہمارے سپرد کی گئی تھی۔

اس طرح عبد الجلیل (انڈیا) یو۔ پی میں پہلا شخص سرکار کی غلامی میں داخل ہوا، اُس کارڈ کی اسٹیشن کے قریب چائے کا ہوٹل تھا، نہایت شریف النفس اٹھان تھا۔

بعد ازاں اُس نے سرکار اور گلو کا لاہور تک ٹکٹ خرید کر ریل گاڑی میں سوار کرایا، ریل گاڑی مسافروں سے پوری طرح بھری ہوئی تھی، ہندو اپنے مقدس مقامات کی زیارت (یا ترا) کر کے ہردوار سے گھروں کو لوٹ رہے تھے، ریل کی بوگی ہندو یا تریوں سے بھری ہوئی تھی، بڑی مشکل سے بوگی میں سوار ہوئے، سائیں گلو نے سیٹ پر محو خواب ایک شخص سے عاجزانہ گزارش کی کہ میرے ساتھ ایک مریض ہے برائے مہربانی اُن کے بیٹھنے کے لیے جگہ عنایت کریں لیکن وہ راضی نہ ہوا، مجبوراً ایک جانب کھڑے ہو گئے جب ریل نے رُڑ کی اسٹیشن چھوڑا اور تیز رفتاری سے دوڑنا شروع کیا تو بوگی ہچکولے لینے لگی... اسی اثناء اوپر والی سیٹ سے ایک مسافر نچلی سیٹ پر سوئی ہوئی خاتون پر آگرا، عورت نے چیخنا چلانا شروع کر دیا... ہر سُشور برپا ہو گیا اور افراتفری پھیل گئی، لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عام مسافر نہیں بلکہ سادھو ہیں ہم نے ان کی قدر نہیں کی جس کی وجہ سے یہ ہم پر بھگوان کا عتاب نازل ہوا ہے لہذا وہ سرکار سے دست بستہ معافی کے خواستگار ہوئے، پوری تعظیم و توقیر کے ساتھ سیٹ پر

بٹھایا... طرح طرح کی خدمت کرنے لگے، اس طرح با آسانی لاہور پہنچ کر اپنے جانثار خادم خواجہ خان کے مکان پر تشریف لے گئے جس نے سرکار کی آمد پر نہایت خوشی کا اظہار کیا اور ہر لحاظ سے خدمت انجام دی، نئے کپڑے تیار کروا کر پہنائے، رات وہاں قیام پذیر رہے، دوسرے یوم ملکوال پہنچ گئے اس طرح دیار صابر سے بخیریت پہلی حاضری کی واپسی ہوئی تاہم سرکار نے کئی مرتبہ کلیر شریف حاضری دی باقاعدہ دیار کلیر شریف میں رہائش کے لیے حجرے تعمیر کروائے جہاں حاضری کے دوران قیام فرمایا جاتا، بعد کے تمام سفر بذریعہ ریل گاڑی کیے گئے، صرف سفر اول میں جاتی دفعہ ننگے پاؤں تشریف لے گئے اور پاؤں میں چمچھے کنکر و سنگریزے بارہا عرض کرنے کے باوجود نکالنے نہیں دیے بلکہ راہ یار کی مقدس امانت سمجھ کر قبر میں اپنے ساتھ لے گئے، کلیر والے نے اپنی نوازشات سے اس طرح نوازا کہ خلق خدا نے صبح و شام وجودِ سیدن سے دین و دنیا کی بے شمار نعمتیں حاصل کیں اور فیوض و برکات کا سلسلہ آئے دن بڑھتا ہی چلا گیا، لاکھوں گمراہ نگاہ سیدن سے ہدایت پا گئے اور لاعلاج مریض در سیدن سے شفاء پاتے رہے، پیشہ ور قاتل و رہزن راہِ مستقیم پر گامزن ہوئے بلکہ راہنما بن گئے۔

ہے بخششِ خدا کرمِ اولیاء کا نام

ظلِ خدا ہے سایہٴ دامنِ اولیاء

سرکار سیدن ولی نے 1946ء میں کلیر شریف میں آخری حاضری کی جس کے دوران وہاں بنوائے گئے مکانات کو مدرسہ گلزارِ فریدیہ کے انچارج جناب بابا غریب شاہ صاحب صابری کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ ان مکانات کو مدرسہ میں شامل کر لیں ہمیں آئندہ ان کی ضرورت نہ ہوگی، غریب شاہ صاحب نے عرض کیا، عالیجاہ! یہ کیا فرما رہے ہیں کیا آپ آئندہ کلیر شریف حاضری کے لئے

قدموں پر بوسہ دیا اور عرض کیا، حضور! مجھے معاملہ سمجھ آ گیا ہے جب صابر سرکار کراچی کے لوگوں کو آپ کی طرف بھیج رہے ہیں تو میں خواہ مخواہ ہندوستان کے سفر کرتا پھروں، سرکار نے تبسم ریزی کے ساتھ تھکی لگائی اور پیار سے نوازا۔ حضور آفتاب سیدن فرمایا کرتے کہ میں نے پھر سرکار کے ظاہری وصال تک کلیر شریف جانے کا کبھی ارادہ نہ کیا بعد از وصال کلیر شریف حاضری کے لیے بارہا سفر کیے اور فیوض و برکات حاصل ہوتے رہے۔

جو کسے دا عاشق ہووے رنگ او سے دا چڑھدا
ظاہر باطن دھیرے دھیرے اوڑک ظاہر کردا

سفرِ اجمیر شریف

حکمِ خداوندی ہے کہ

ترجمہ! ”اُس کے راستہ پر چل جس نے میری طرف رجوع کیا“

(سورہ لقمان، آیت 15)

آج جو دنیا میں ہر سوانہ فرشتہ تا عرش اللہ اکبر کی صدا میں گونج رہی ہیں۔ قریہ قریہ میں اسلام کی ابدی (Eternal) ضیاء پھیلتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دربارِ ذی وقار میں درود و سلام کے تحفے نہایت عشق و محبت سے پیش کئے جا رہے ہیں اگر غور کیا جائے تو اس انقلاب میں سراجاً منیرا (نبی اکرم ﷺ) سے فیض یاب ہونے والے بے شمار چاند ستاروں یعنی اولیائے کرام کا کردار نمایاں حیثیت کا حامل ہے، جنہوں نے مشکل ترین حالات سے دوچار ہو کر فاقہ کشی کو اپنا کھانا، فقر و تونگری کو اوڑھنا اور بے سروسامانی کو سامان بنا کر انتہائی کٹھن، پُر پیچ راستوں سے گزر کر دنیا کے مشرق و مغرب میں نعرہ تکبیر

بلند کیا۔ نفس کو پاکیزگی و طہارت عطا فرمائی۔ قلبی کدورتوں کو دُور کر کے صراطِ مستقیم کی طرف بلایا۔ ذہنوں کو باطلہ و جاہلانہ تخیلات سے مُصفا کر کے حقیقتِ اسلام سے روشناس کرایا۔ جسمانی نمود و نمائش سے نظر ہٹا کر رُوحانی (Spiritual) طہارت کا جذبہ عنایت فرمایا، شرک و نفسِ امارہ کے بُتوں کو پاش پاش کر کے عشقِ توحید و رسالت کے بیج بودیئے، کائناتِ قلب کو فتح کر کے پرچمِ حق لہرا دیا، کُفر کی شبِ دیبجور میں دینِ حق کی بے شمار مشعلیں منور کیں۔

اُن کی تجلیوں سے پُر نور دو جہاں ہیں

وَلیوں پہ کیسی کیسی کرامات بٹ رہی ہیں

تاریخِ برصغیر کے حوالے سے انہی بے تاج بادشاہوں میں خواجہ خواجگان سیدنا معین الدین چشتی اجمیری کا اسم گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں جنہوں نے باقاعدہ اپنے مُرشدِ کامل خواجہ عثمان ہارونی کی رفاقت میں بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی مقدس حاضری دی، رسول اللہ ﷺ کے دربارِ ذی وقار سے ہندوستان میں انوارِ حق پھیلانے کا مقدس فریضہ آپ کے سپرد کیا گیا جس کی تعمیل میں آپ نے تمام زیستِ صرف فرمائی، بے شمار مخلوقِ خدا کو راہِ حق پر قائم کیا، آپ کی ہندوستان میں آمد سے آتشِ کدے ٹھنڈے ہو گئے، بت خانے و ایوانِ ظلمات ویران ہوتے چلے گئے، مساجد تعمیر ہونے لگیں، پتھر پوجنے والے سنگِ دلوں کو دولتِ ایمان نصیب ہوئی مختصراً آج بھی آپ کے دربارِ گوہر بار میں حاضری دینے والے لذتِ ایمان سے بے خود ہو کر پکار اُٹھتے ہیں۔

جو آتا ہے جانے کا پھر نام نہیں لیتا

ہے خلدِ بریں تیرا کاشانہ معین الدین

بلاشبہ آپ کا دربارِ اقدس عشاق کا مرکز ہے جہاں سے آج بھی لاکھوں

سائل اپنے دامنِ مراد بھر کر لاتے ہیں جہاں عوام الناس کی لمبی لمبی قطاریں مرقدِ غریب نوازؒ کی زیارت پر ناز کرتی ہیں وہاں اولیائے زمانہ خواجہ معین الدین چشتی کے پاکیزہ آستانہ کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔

آغازِ سفر:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان فرمایا کہ غالباً 1943ء میں سرکار سیدن ولی نے موسم سرما میں اجمیر شریف کا پروگرام بنایا، اس سفر میں سائیں گلو، سائیں غلام حسین المعروف سائیں لکڑی اور برکت شاہ صاحب رفیق سفر تھے، پروگرام کے مطابق پہلے موضع ساہنا نزد ملکوال قبلہ مائی صاحبہ کی حاضری دی گئی جہاں سے اجازت اور خصوصی عطاؤں اور دعاؤں کے ساتھ شیخِ کامل سید مرداں علی شاہ صاحب کے دربار عالیہ مگھو پنڈی شریف نزد پھالیہ شہر حاضر ہوئے جہاں شب بھر ذکر و اذکار میں محو رہے، دوسرے روز لاہور پہنچ کر حضرت داتا علی ہجویری کے آستانہ عالیہ پر رات بھر محو عبادت رہے، داتا صاحب کے آستانہ عالیہ میں موجود خواجہ غریب نوازؒ کے حجرہ مقدسہ کی زیارت کی اور داتا صاحب کے مخزنِ لازوال سے فیض و برکات حاصل کرنے کے بعد علی الصبح کلیر شریف درگاہ صابر پاک کے لیے لاہور سے روانگی اختیار فرمائی، کلیر شریف حضور سیدن سرکار کی عقیدت کا مرکز ہے جیسا کہ پہلے سفر کلیر کے حالات تحریر کیے جا چکے ہیں پہلے سفر کے علاوہ باقی ماندہ کلیر شریف حاضری کے سفر سرکار نے بذریعہ ریل گاڑی کیے، فیضانِ صابر کا سیدن سرکار کی شکل میں اس قدر بحرِ بیکراں رواں دواں تھا کہ لاہور سے لے کر رڑکی تک ہر بڑے اسٹیشن پر سیدن سرکار کی ملاقات اور دیدار کے لئے کثیر صابری پروانے جو انتظار دکھائی دیتے، حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ جب ریلوے اسٹیشن پر صابری پروانے مل کر نعرہ صابریہ بلند کرتے تھے تو سرکار کی آنکھیں نم

ہو جاتیں اور وہ وقت یاد آجاتا جب صرف سائیں گلو کے ہمراہ پاء برہنہ مُشکل ترین حالات میں صابر پاک کے دربار پر حاضری دی اب انہی کی نگاہ کریمانہ کی بدولت ہر مشہور اسٹیشن پر عشاق کی جماعت خدمت گزار اور دیدار کے لیے منتظر نظر آتی، جیسے خود ہی سرکار سیدن اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

جہڑے ہوں عاشق اوہ معشوق بن دے سانوں گل سچی ایہو جا پدی اے
تقریباً شام کے پانچ بجے رڑ کی اسٹیشن پہنچ گئے، سفر اجمیر اور دیگر زیارات کا پروگرام درگاہ صابر سے اجازت ملنے پر موقوف تھا حضور سیدن ولی کو مخدوم صابر پاک کی ذات اقدس سے بے پناہ محبت تھی جس کے متعلق کچھ تحریر کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، حضور صابر پاک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی پیران پیر کے حقیقی پوتے ہونے کے علاوہ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے بھانجے و خلیفہ اور داماد ہیں حسنی و حسینی سید ہونے کے ساتھ ساتھ مرتبہ ولایت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، صابر پاک کے تفصیلی حالات کا جائزہ لینے کے لئے ہماری کتاب ”آفتاب کلیر“ کا مطالعہ کریں۔

چنانچہ موضع رڑ کی پہنچنے پر حضور سیدن ولی نے اپنے نعلین اتار دیے اور ننگے پاؤں اپنے قافلہ کے ہمراہ نہر گنگ کے کنارے کنارے باادب سوائے کلیر روانہ ہوئے، کلیر شریف کی ہر چیز سے سیدن حضور کو بے پناہ محبت تھی، آنکھیں نم اور دھڑکتے دل کے ساتھ قدم بقدم صابر پاک کا نام ورد زبان کیے ہوئے، رات کے وقت درگاہ صابر پاک حاضری نصیب ہوئی کافی دیر زیر گولر باادب اشک بار آنکھوں کے ساتھ صابر پاک کے روضہ مقدسہ کی زیارت کرتے رہے۔ بقول بیدم صاحب

یہاں بے پردہ اللہ و نبی ﷺ کی دید ہوتی ہے

ہمیں مکہ و مدینہ ہے دیارِ روضہ صابر

تمام رات صابر پاک کی درگاہ میں بسر کی صابر پاک کی عنایات اور خصوصی توجہ سے طبیعت میں نکھار آ گیا مسلسل سفر کی تھکن کا احساس تک نہ رہا، صابری دریائے اپنے عاشق کو خوب سیراب کیا، آنکھوں نے شب بھر دیدار کے جلوے سمیٹے دل کی دھڑکنیں شکرانے ادا کر رہی تھیں، حضور آفتاب سیدن اکثر بیان کیا کرتے کہ ہمیں کلیر شریف لا تعداد درویش کہتے تھے کہ پنجابی شاہ (یعنی حضور سیدن سرکار) پر صابر پاک کی خصوصی عنایات ہیں انہوں نے اپنے بحر بیکراں سے پنجابی شاہ کی شکل میں فیضان کا بحر بیکراں ہی جاری فرمایا ہے، یاد رہے کہ حضور سیدن ولی کو کلیر شریف کے باسی پنجابی شاہ صاحب کے نام سے پکارا کرتے تھے جب آپ کی شیریں زبان سے پنجابی میں گفتگو سنتے تو پکار اٹھتے پنجابی شاہ آپ نے کھڑ میں موتی پھونک دیے ہیں آپ کے لبوں سے نکل کر ہر بات خوبصورت ہو جاتی ہے، آپ کس قدر شیریں اور رس بھری زبان کے مالک ہیں،

جب بھی ان کی بات کان پڑتی ہے

تن بے جان میں جان پڑتی ہے

تمام رات درگاہ صابر پاک میں مصروف زیارت و عبادت رہے اگلی صبح دیرینہ ساتھیوں اور درویشوں سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا جن میں بادل شاہ، بابا فیض احمد، غلام یسین اور بابا غریب شاہ صاحب وغیرہ شامل تھے۔

بابا فیض احمد سیدن حضور کا دست بیعت ہونے کے علاوہ نہایت زیرک و متقی انسان تھا اسکی رہائش لالہ موسیٰ میں تھی ملازمت کے سلسلہ میں رڑ کی قیام پذیر تھا اسی عرصہ میں کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو گیا کافی علاج معالجہ کروایا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق کچھ فائدہ نہ ہوا، ایک روز کسی کے مشورہ پر درگاہ صابر پاک میں حاضری دی ان ایام میں سیدن حضور کلیر شریف قیام پذیر

تھے اسی حاضری کے دوران سیدن حضور سے ملاقات ہوئی، سرکار سے اپنی بیماری کے متعلق احوال عرض کیا، سرکار نے صابر پاک کی مرقد شریف کے غسل والا پانی عنایت فرمایا، پینے اور متاثرہ جگہوں پر لگانے کا حکم دیا، جس کے استعمال سے کچھ ہی ایام میں بابا فیض احمد شفیاب ہو گیا جسمانی بیماری کے ساتھ ساتھ قلب سے دُنیوی کدورتوں کا غبار بھی دُھل گیا دوبارہ کہیں جانے کی آرزو پیدا نہ ہوئی، اب زندگی کا مقصد صابر پاک کے آستانہ عالیہ کی ڈیوٹی بن کر رہ گیا تھا درگاہ امام صاحب (کلیئر شریف) کے قریب سیدن حضور نے کچھ حجرے بنوائے تھے جن کی دیکھ بھال بابا فیض احمد کے ذمہ تھی، درگاہ امام صاحب کے قریب ہی بابا فیض احمد کو مرقد نصیب ہوئی، راقم الحروف نے 2006ء اور 2010ء میں باقاعدہ صابر پاک کے عرس مبارک کے موقع پر زیارت اور فاتح خوانی کی ہے۔

اسی طرح شمع سیدن کے دوسرے پروانے سید بادل شاہ صاحب بھی سیالکوٹ کے رہائشی تھے سیدن حضور کی غلامی میں داخل ہونے کے بعد تاحیات کلیئر شریف میں لنگر کی خدمات انجام دیتے رہے، کلیئر شریف میں ہی وفات پائی اور دیار صابر میں مزار نصیب ہوئی دیگر عشاق کا تذکرہ کتاب کی طوالت کے پیش نظر نہیں کیا جاسکتا۔

مختصراً سیدن حضور کلیئر شریف میں تقریباً دس یوم کے قریب حاضر رہے اس دوران فیضان صابر کا سلسلہ جاری رہا ہمہ وقت درگاہ صابر پاک میں محو عبادت رہتے خصوصی توجہ سے فیض یاب ہوتے رہے تمام اہل نظر اور شناسا، رویش ملاقاتیں کرتے رہے حُسن و خُن کی محفلیں گرم رہیں۔

رہے رنگین چمن خون شہیدانِ نبوت سے

سدا پھولے پھلے یہ لالہ زارِ نبوت سے

اجمیر شریف روایتی

حضور آفتاب سیدن بیان کیا کرتے کہ سیدن حضور دس شب و روز کلیر شریف میں قیام پذیر رہے، دسویں شب کو صابر پاک کی طرف سے اجمیر شریف حاضری کی اجازت ملنے پر اپنے ہمراہیوں کو آگاہ فرمایا، بابا فیض احمد کو سرکار نے اپنے ہمراہ اجمیر شریف چلنے کا حکم دیا لیکن فیض احمد نے دست بستہ مصروفیات کا غدر پیش کیا چنانچہ سرکار دیگر ساتھیوں کے ہمراہ رات کو ہی عبد الجلیل کے مکان پر رڑ کی تشریف لے آئے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ عبد الجلیل کلیر شریف کے پہلے سفر کے دوران صابر سرکار کے حکم پر سیدن حضور کے حلقہ ارادت میں شامل ہو چکے تھے یہ یو، پی میں پہلے آدی تھے جو سیدن حضور کی غلامی میں شامل ہوئے اور تاحیات سرکار کی غلامی پر ناز کرتے رہے چنانچہ رات سرکار نے عبد الجلیل کی رہائش گاہ پر بسر فرمائی صبح گاڑی پر دہلی کے لیے روانہ ہونا تھا جب صبح کے وقت رڑ کی اسٹیشن پر پہنچے تو بابا فیض احمد دوڑتا ہوا قدم بوس ہوا عرض کی عایجاہ! میرا قصور معاف ہو میں نے آپ کا حکم نہ مان کر بہت بڑی بے ادبی کی ہے جس کی سزا مجھے مل چکی ہے وہ اس طرح کہ آپ کے رڑ کی رخصت ہونے کے بعد میں معمول کے مطابق نصف شب کے قریب درگاہ صابر پاک سے ملحق لنگر خانہ میں گیا وہاں ایک عدد کالا کتا گھوم رہا تھا میں نے چپکے سے لاٹھی اٹھائی اور کتے کو دے ماری جس پر وہ چیختا چلاتا ہوا بھاگ گیا بعد ازاں میں دربار عالیہ کے صحن میں جا رُوب گشی کرنے لگا اسی دوران درگاہ کا دوسرا خادم متولی خان آ گیا کیونکہ میں نے کالے رنگ کا لمبا کرتا زیب تن کیا ہوا تھا اُس نے رات کے اندھیرے کے باعث سمجھا کہ شاید کالا کتا صحن میں گھوم رہا ہے چنانچہ متولی خان نے لنگر خانہ سے وہی لاٹھی اٹھائی اور دے پاؤں آ کر میری کمر پر دے ماری جس

سے میری چیخیں نکل گئیں متولی خان گھبرا کر میرے قدموں میں گر کر معافی کا خواستگار ہوا کہ میں نے سمجھا تھا کہ شاید کالا کتا ہے، میں نے کہا اسمیں تمہارا کوئی قصور نہیں دراصل میں نے اپنے شیخ کا حکم نہیں مانا جس کے باعث وہی سلوک میرے ساتھ ہوا جو کہ میں نے کتے کے ساتھ کیا تھا جس کی سزا مجھے ملنی چاہیے تھی یہ واقعہ سنانے کے بعد بابا نے دوبارہ معافی کی اپیل کرتے ہوئے عرض کیا، عالیجاہ! لاٹھی سے پٹوا کر ساتھ لے جانا تھا تو پہلے ہی وضاحت فرمادیتے کہ تمہارا چلنا ضروری ہے سرکار نے مسکرا کر فرمایا، بابا جو لاٹھیوں سے بھی مان جائے وہ بھی خوش بخت ہے۔

فرماتے ہیں وہ سن کے میری داستانِ غم

چھوڑ اس کا ذکر خیر جو گزری گزر گئی

بابا فیض احمد پہلے بھی کئی مرتبہ اجمیر شریف حاضری دے چکے تھے اس لیے سرکار نے بابا کو ہمراہ چلنے کا حکم صادر فرمایا تھا چنانچہ جب گاڑی رڑکی سے روانہ ہوئی تو سرکار نے اسی اثناء بابا سے پوچھا کہ فیض احمد! تم نے تو بارہا دہلی و اجمیر شریف کے لئے سفر کیا ہے اور وہاں سکونت اختیار کی ہے بھلا یہ بتاؤ کہ اجمیر شریف خواجہ پاک کی درگاہ کے نزدیک کوئی کمرہ وغیرہ رہائش کے لئے مل جائے گا؟ بابا نے عرض کیا، عالیجاہ! درگاہ شریف کے قرب و جوار میں کمرے اور مکانات تو مل جاتے ہیں لیکن ان کے کرایہ جات بہت زیادہ ہیں جو کہ رئیس اور نواب لوگ ہی ادا کر سکتے ہیں ہم جیسے درویش لوگوں کی دسترس سے بالاتر ہیں ہمیں تو دربار عالیہ سے دور ہی کوئی مکان لینا پڑے گا یہ سن کر سرکار نے فرمایا، کوئی بات نہیں ہم جس کے مہمان ہیں وہ خود انتظام فرمادے گا، فقیر کو ہر حالت میں راضی برضا رہنا چاہیے بعدہ خواجہ پاک کا ذکر خیر ہوتا رہا اسی اثناء گاڑی دہلی

پہنچ گئی جہاں سے اجمیر شریف جانے والی گاڑی میں سوار ہونا تھا۔
شاہ مردان کے وطن کی زیارت:

دہلی پہنچ کر اجمیر شریف والی گاڑی میں سوار ہوئے جہاں سے از سر نو مقدس سفر کا آغاز ہوا، گاڑی پوری رفتار سے مختلف اسٹیشنوں پر رکتی ہوئی جب گوڑگانواں ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سرکار گواس اسٹیشن کا انتظار ہو، گاڑی کے رکتے ہی سرکار نیچے اتر آئے ہمراہیوں نے عرض کیا، حضور! یہاں نیچے اترنے کا کوئی خاص مقصد ہے؟ فرمایا، ہاں جس بابرکت وجود کے تصدق میں ان نیک راستوں پر گامزن ہوں یعنی میرے پیر و مرشد سید مردان علی شاہ صاحب کا آبائی گاؤں بارہ خانیاں گیلانیاں یہاں نزدیک ہی ہے میں اس پاکیزہ گاؤں کی زیارت کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ شروع میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ سید مردان شاہ صاحب دربار عالیہ مگھو پنڈی شریف نزد پھالیہ سیدن حضور کے پیر و مرشد اور سلسلہء صابریہ کلسویہ کے امین ہیں ان کی ولادت باسعادت بارہ خانیاں گیلانیاں نزد گوڑگانواں میں ہوئی یہ گاؤں گوڑگانواں سے معمولی مسافت پر واقع ہے جہاں کی تقریباً بیشتر آبادی حسنی حسینی سادات پر مشتمل ہے سید مردان شاہ صاحب گیلانی سید تھے آپ کا بچپن اسی مقدس گاؤں میں بسر ہوا، ابتدائی تعلیمات اسی گاؤں میں مکمل کی، عالم شباب کے نکھار سے قبل ہی حضرت پیر احمد شاہ صاحب چشتی صابری کی بارگاہ میں حاضری دی، حضرت پیر احمد شاہ صاحب نے اس لاثانی شہباز کو پہچان کر خصوصی توجہ سے مستفید فرمایا، جہاں ظاہری تعلیم و تربیت سے خصوصی طور پر نکھارا گیا وہاں باطنی سیرابی کا مکمل انتظام کیا گیا جن کی نگاہ کریمانہ کی بدولت کلیر شریف کی پہلی حاضری کے دوران ہی مخدوم صابر پاک نے اس قدر نوازا کہ ہمیشہ کے لئے اپنی ڈیوٹی اور امانت کے

لئے چُن لیا جن کی بدولت لاکھوں سائل باُمراد ہوئے اور انشاء اللہ ہوتے رہیں
گے۔ بقول سیدنا سرکار

شاہ مردانؒ تو مرد خدا دا شاہ مرداں دا ثانی
جس تے نظر کرم دی کرناں بن دا دُرحقانی

چنانچہ سیدنا حضورؐ ساتھیوں کے ہمراہ بارہ خانیاں گیلانیاں میں تشریف لے
گئے، محبت بھری نگاہوں سے اپنے شیخِ کامل کی پاکیزہ وادی کی زیارت کی اور
زمین سے خاک اٹھا کر بوسہ دیا اہل علاقہ سے دریافت کرنے پر کچھ عمر رسیدہ
بزرگوں نے بتایا کہ سید مردانؒ علی شاہ صاحب کے آباء و اجداد کا سامنے روضہ
مقدسہ ہے وہ خود ابتدائے جوانی میں ہی یہاں سے چلے گئے تھے اُن کی طبیعت پر
عجیب و غریب کیفیات کا غلبہ رہتا تھا ہمہ وقت اپنی دُھن میں مگن رہتے تھے یہاں
سے جانے کے بعد دوبارہ واپس نہ آئے اسی لیے گاؤں کے چند بزرگ ہی اُن
کے نام سے واقف ہیں نئی نسل کو اُن کے متعلق معلومات نہیں، سیدنا حضورؐ نے
اپنے شیخِ کامل کے والدین کریمین کے دربارِ عالیہ میں حاضری دی، آدابِ بجا
ملائے اور واپس گوڑگانواں اسٹیشن پر آگئے جہاں سے دوپہر کے بعد تقریباً چار
بجے کے قریب گاڑی اجمیر شریف کے لئے روانہ ہوگئی، رات بھر سفر جاری رہا
خواجہ خواجگان خواجہ معین الدینؒ چشتی اجمیری کی محبت بھری باتیں ہوتی رہیں۔

صبح سویرے گاڑی عاشقوں کے محور، چشتیوں کے بادشاہ، عطاءئے رسول
اللہ ﷺ، ظلماتِ کفر میں شمعِ توحید و رسالت جلانے والی ہستی کے پُر نور شہراجمیر
شریف (راجستھان) پہنچ گئی، گاڑی سے اتر کر اجمیر شریف کے دلکش ریلوے
اسٹیشن کا نظارہ کیا، وہیں نعلین اتارے اور ننگے پاؤں مع مختصر سنگت سُوئے درگاہ
خواجہ پاکؒ باادب چل پڑے، دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں، آنکھوں سے

آنسوؤں کے فوارے برس رہے تھے کچھ ہی دیر میں یہ مختصر مگر لامتناہی قافلہ دربارِ عالیہ کے بڑے شرقی ”بابِ اکبر“ کے سامنے پہنچ گیا، ایک جانب سامان رکھا وضو کیا اور سر خم کیے ہوئے آستانہ عالیہ کی طرف روانہ ہوئے، لبوں پر مقدس درگاہ پر پہنچنے کے شکرانے تھے، سکونِ قلب سے بلانے والے کی خصوصی توجہ محسوس ہو رہی تھی کیونکہ حاضر ہونے والے خود نہیں آئے تھے بلکہ بھیجے اور بلائے گئے تھے، طیبہ و طاہرہ مادرِ انور کی دُعاؤں کا ساتھ تھا خواجہ قطب اور گنج شکر کی عنایت شامل حال تھی، صابر پاک اور شاہِ مردان کی نظرِ کرم کا اثر نمایاں تھا اسی لیے خواجہ غریب نواز کی نوازشات کے بادل سایہ فگن ہو گئے، مرقدِ تجلیات ہسے نکلنے والے پُر نور جلوؤں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، چار جانب معطر فضا میں سانسوں کو مہکانے لگیں، ساقی کوثر سے مستفید، غریبوں کے نوازنے والے نے ساغرِ تطہیر سے سیراب کیا، رحمتوں کا نزول دلوں میں ٹھنڈک پیدا کرنے لگا۔

جو آتا ہے جانے کا پھر نام نہیں لیتا

ہے خلدِ بریں تیرا کاشانہ معین الدین

روضہ اقدس کی جانب نوری دروازے کی طرف سے آگے بڑھے، چوکھٹ کو باادب بوسہ دیا، آنکھوں سے برسنے والے لامتناہی موتی بطورِ ہدیہ پیش کیے، غریب نواز نے اپنی چادرِ رحمت کے سائے میں لے لیا، دل و جاں میں ابدی سرور کی لہر دوڑ گئی، ظاہری و باطنی خزانوں سے مالا مال کیا گیا، نشانِ عزت و عظمت سے سروں کو سرفرازی عطا کی گئی۔

جن پر ہوئے مہرباں خواجہ

بخشا انہیں چشت کا خزانہ

سرکارِ کافی دیر تک محویت کے عالم میں روضہ اقدس میں حاضری دیتے رہے

بعد ازاں دربارِ عالیہ کے صحن میں سبیل کے قریب دیگر زائرین میں آ کر بیٹھ گئے
 چہرہ اقدس سے غریب نواز کی نوازشوں کا رنگ نمایاں تھا سکون و اطمینان کی
 دولت سے لبریز نظر آرہے تھے روضہ اقدس کے نورانی گنبد سے نور کی شعاعیں
 پیشانی میں ضم ہو رہی تھیں روضہ اقدس کے حسین نظاروں میں کھوئے ہوئے تھے
 کہ ایک بازعب شخصیت کے مالک شخص نے یکا یک اونچی آواز سے پکارا تم میں
 سے وہ کونسا شخص ہے جو کہ خواجہ پیاء سے مکان مانگتا ہے یہ آواز سن کر سبھی
 خاموش رہے، سرکارؒ یہ سوچ کر پہلی آواز پر خاموش رہے کہ شاید میرے علاوہ کوئی
 اور شخص بھی مکان کا تمنائی ہو، اسی اثناء دوسری مرتبہ اُس شخص نے مذکورہ آواز دی
 اُس وقت سرکارؒ اٹھ کر سامنے آگئے اور فرمایا کہ ایک تو میں ہوں، آواز دینے والا
 درویش جو کہ شکل و صورت سے پٹھان معلوم ہوتا تھا نے سرکارؒ کو بغور دیکھا اور سینہ
 اقدس پر ہاتھ رکھ کر کہا بے شک وہ آپ ہی ہیں سرکارؒ کو چابی دیتے ہوئے کہا یہ
 سامنے والے حجرہ کی چابی ہے اسمیں سکونت اختیار فرمائیں، حجرہ میں ضرورت کی
 تمام اشیاء موجود ہیں جب مزید کسی چیز کی ضرورت ہوگی میں دوبارہ حاضر
 ہو جاؤں گا، اطمینان سے حاضری کریں اور جس وقت آپ کو خواجہ پیاء سے
 اجازت ملے گی میں حاضر ہو کر چابی لے لوں گا لہذا سرگرمع ہمراہیوں کے حجرہ
 میں تشریف لے گئے جہاں ضرورت کی تمام اشیاء موجود تھیں، وقت بڑے سکون
 سے بسر ہونے لگا، حجرہ سے روضہ اقدس کے دلکش نظارے ہمہ وقت میسر رہتے،
 نمازوں کے اوقات پر دربارِ عالیہ کی مسجد میں نماز ادا فرماتے باقی ماندہ وقت حجرہ ہی
 میں محو عبادت رہتے، فراغت پر سبیل لگانے والے شاہ صاحب کے پاس بیٹھ
 جاتے اُن سے کافی لگاؤ ہو گیا تھا اکثر اوقات خواجگانِ چشت اہل بہشت کے
 تذکروں پر مشتمل گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا، اُن کو لوگ سبیلی شاہ کے نام سے پکارا

کرتے تھے ایک روز سرکار نے دوران گفتگو ان سے تعارف حاصل کیا۔
جناب صابر علی شاہ صاحب:

سبیلی شاہ صاحب نے بتایا کہ میرا نام تو صابر علی شاہ ہے، سید گھرانہ میں ولادت ہوئی 15 سال کی عمر میں خواجہ پاک کی حاضری کے لیے آیا تھا یہاں آکر خواجہ پاک کی نگاہ کریمانہ سے دُنیا ہی بدل گئی کہیں جانے کو جی ہی نہ چاہا، خواجہ پاک کے مہمانوں کو پانی پلانے کی خاطر سبیل لگالی جس سے لوگ مجھے سبیلی شاہ کے نام سے پکارنے لگے آج میری عمر 85 برس ہو چکی ہے یعنی 70 سال سے خواجہ کے مہمانوں کی خدمت انجام دے رہا ہوں دُنیا کی کوئی خواہش تھی اور نہ کبھی پیدا ہوئی، اس بات پہ نازاں ہوں کہ خواجہ پاک نے مجھے اپنے غلاموں میں شامل فرما رکھا ہے درحقیقت جہ لطف غریب نواز کی غلامی میں ہے وہ دُنیا کے شہنشاہوں کو بھی میسر نہیں۔

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمتِ فقیروں کی

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

سرکار نے پوچھا آپ نے تمام زندگی خواجہ پاک کے دربارِ عالیہ میں گزاری ہے کوئی خواجہ صاحب کی آنکھوں دیکھی کرامت ہی بیان فرمائیں؟ سبیلی شاہ صاحب نے کہا، جناب! کیا بتاؤں یہاں تو ہر روز ہزاروں کرامتیں دیکھنے میں آتی ہیں، صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک ہزاروں سیاہ کار، گناہ گار اور پاپی روضہ اقدس کی طرف جاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں مگر جب نکلتے ہیں تو گناہوں کی کدورتوں سے صاف ستھرے ہوتے ہیں روزانہ بے شمار نامراد اس درگاہ پاک سے بامراد ہوتے ہیں، ہزاروں کی تقدیریں بدلی جاتی ہیں عام کو خاص اور خاص کو ولی اللہ بنایا جاتا ہے۔

اُن کی عطا سے ہر پل بے شمار پل رہے ہیں
 نعمت اُنہی کا صدقہ دن رات بٹ رہی ہے

تقریباً 21 یوم تک سرکار سیدن اجمیر شریف میں قیام پذیر رہے، اس دوران مسلسل عنایات کی بارش برستی رہی، اکیس یوم کے بعد اجازت ملی تمام ہمراہیوں کو تیاری کا حکم دیا اور خود روضہ مبارکہ میں تشریف لے گئے کافی دیر تک محویت کے عالم میں باادب سلامی پیش کرتے رہے، روضہ اقدس میں موجود ڈرویشوں نے سرکار کے گلے میں چادر ڈالی، پھولوں اور تبرک کا تحفہ پیش کیا، جب سرکار خوشی اور شکرانے کے آنسو بہاتے ہوئے... روضہ اقدس سے نکلے تو سائیں گلو نے عرض کیا، حضور! میں نے دربار عالیہ کے ڈرویشوں اور خدام سے وعدہ کر رکھا ہے کہ جب ہماری تیاری ہوگی میں گولہ چلاؤں گا تم سب اکٹھے ہو جانا، روضہ اقدس کے سامنے بھیروں کی تھاپ میں رقص کیا جائے گا اور خواجہ پاک کے فیضان سے سب مستفید ہوں گے لہذا سرکار نے سائیں گلو کو اجازت مرحمت فرمائی جو نہی گولے کی آواز سنائی دی تو چاروں اطراف سے ڈرویشوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا، نوبت بجنے لگی، سائیں گلو تمام ساتھیوں کے ساتھ مل کر رقص کرنے لگا، بحرِ غریب نواز موجزن ہوا، صحن دربار ہُو حق کے نعروں سے گونج اٹھا، ہر سو غریب نواز کی صدا میں بلند ہونے لگیں، آنسوؤں اور دھڑکنوں کی تیزی غریب نواز کی موجودگی کا راز فاش کرنے لگی۔

بقول بیدم

ہمارا کھونا ہی گویا تمہارا پانا تھا

کہ تم ملے تو ہمارا نشان نہیں ملتا

یہاں سرکار نے بھیر والوں کی طرف رکنے کا اشارہ فرمایا جس سے چار

جانب خاموشی چھا گئی، سرکار نے سائیں گلو کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، گلو! تم مجھے فقیر سمجھ کر خدمت انجام دیتے رہے ہو، میں تو فقیر نہیں لیکن یہ سخی ابن سخی کا دربارِ عالیہ ہے ان کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں، مانگو، کیا مانگتے ہو؟ آج رحمت کا دریا موجزن ہے جو کچھ چاہو مانگ لو، یہاں سے کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں جاتا، حضور آفتابِ سیدن فرمایا کرتے تھے کہ سرکار کی طبیعت نہایت عاجزی پسند تھی، اپنی تعریف کرنی یا سننی پسند نہ فرماتے کبھی کسی کرامت کا ظہور ہوتا تو ہمیشہ اپنے مشائخِ عظام کی طرف منسوب فرما دیتے۔

دستور انوکھا ہے میدانِ محبت کا

وہ جیت گیا بازی جو ہار گیا ہے

سائیں گلو کی انکساری: سائیں گلو دست بستہ آنسو بہاتے ہوئے سرکار کے

قدموں میں گر پڑا، عرض گزار ہوا، حضور! مجھے کچھ نہیں چاہیے یہی ایک آرزو ہے

کہ تازیت آپ کی خدمت انجام دیتا رہوں اور بوقتِ وفات آپ کے قدموں

میں قبر کی جگہ نصیب ہو جائے ہمیشہ آپ کے چراغ کی روشنی میری قبر پر بھی پڑتی

رہے علیحدہ چراغ نہ جلے، دونوں جہان میں آپ کی غلامی نصیب رہے پس میں

اور کسی چیز کا تمنائی نہیں ہوں۔

دل وہی دل ہے جو خاکِ راہِ محبوب بنے

جان وہ جان ہے جو یار پہ قربان ہو جائے

در حقیقت، مانگنا اسی کو کہتے ہیں یہ کیا ہوا کہ وہ عطا فرما، فلاں عطا فرما دے

بلکہ دینے والے سے اُس کی ذات ہی مانگنی چاہیے یہی ازل سے سچے عاشقوں کا

سلیقہ رہا ہے یقیناً سائل کو چاہیے کہ ہچھیا مانگنا چھوڑ کر خود سخی کی ذات کو مانگ لے

بلاشبہ سبھی کچھ ہاتھ آ جائے گا۔

تیری گلی میں پا کے جاے جائے کہاں تیرا گدا
 کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو
 سائیں گلو کی مذکورہ عرض قبولیت کے مقام پر فائز ہوئی، سائیں گلو نے
 سرکار کی حیاتِ طیبہ کے اندر ہی وفات پائی اور سرکار نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور
 قبلہ مائی صاحبہ (سیدن حضور کی والدہ محترمہ) موضع ٹبہ ساہنا نزد ملکوال کے روضہ
 مقدسہ کے صحن میں تدفین کروائی اب بھی مائی صاحبہ کے روضہ عالیہ کی ٹیوب
 لائیں سائیں گلو کی قبر پر روشنی بکھیرتی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ بکھیرتی رہیں
 گی۔

سوئے دہلی:

صبح سویرے واپسی کے لیے اجمیر شریف سے دہلی والی ٹرین پر سوار ہوئے،
 پُر امن سفر گزارا، رات کے وقت دہلی پہنچ گئے لال مسجد دہلی میں رات کو قیام فرمایا،
 علی الصبح دہلی شریف کی عظیم المرتبت شخصیات کے درباروں میں حاضری دی جن
 میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء،
 حضرت امیر خسرو دیگر اولیائے دہلی شامل ہیں۔

راجہ محمد یعقوب سفری صابری صاحب سے ملاقات

اسی سفر کے دوران سرکار کی ملاقات راجہ محمد یعقوب سفری صاحب سے
 ہوئی جو کہ اُس وقت دہلی پولیس میں ملازم تھے اُس دور میں وہ راجہ محمد یعقوب
 کے نام سے مشہور تھے لیکن سرکار نے اُن کے اشعار سن کر سفری تخلص عطا فرمایا،
 جو اس قدر مشہور ہوا کہ آج بھی سفری صاحب کو تخلص سے ہی جانتے اور پہچانتے
 ہیں، یہاں سفری صاحب کا مختصر ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ اُنھوں نے
 سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کلسویہ کے لئے تازیست تقریروں، تحریروں اور اشعار

سے بے پناہ خدمات انجام دی ہیں، سفری صاحب خاندانِ جنجوعہ کے چشم و چراغ تھے، ایک نیک گھرانے میں جنم لیا، والد صاحب کا نام مرزا خان ہے آپ نہایت بلند پایہ شاعر اور خوش مزاج انسان تھے صابری کلسوی سنگت میں دینِ حق کے سرگرم رکن اور جانثار ساتھی رہے، نحیف جسامت کے مالک ہونے کے باوجود قوی ارادے، صادق گفتار اور پاکیزہ کردار کے عاشق رسول ﷺ انسان تھے، سیدن حضورؐ سفری صاحب سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے جب محفل میں سفری صاحب موجود ہوتے تو سرگاز کی طبیعت پر خوشنمائی جلوہ گر ہوتی ہمیشہ ان کے ساتھ تصوف کے لطیف پہلوؤں پر گفتار کا سلسلہ جاری رہتا، ایک مرتبہ سرکارؒ نے سفری صاحب کو صابر حضورؒ کے حالاتِ زندگی پنجابی منظوم لکھنے کی فرمائش کی تاکہ ناواقف لوگ صابر پاکؒ کی سوانح عمری سے آگاہ ہو سکیں، سفری صاحب نہایت ادب سے ملتمس ہوئے عالیجاہ! میں پنجابی زبان میں چوکلے اشعار تحریر کرتا ہوں، اتنی بڑی ذمہ داری کیسے نبھاسکوں گا یہ تو کسی تجربہ کار اور بڑے شاعر کا کام ہے یہ سن کر سرکارؒ نے اپنا قلم عنایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس قلم کے ساتھ لکھو تمہارا ہاتھ ہوگا اور میرا قلم ہوگا اور تمہارے ہاتھ پر بھی میرا ہاتھ کام کرے گا، سفری صاحب نے با ادب آگے بڑھ کر سرکارؒ کے ہاتھ چوم لیے اور صابر حضورؒ کی سوانح عمری پر کام شروع کر دیا جس کا نام سرکارؒ نے خود ”فرید اللال“ تجویز فرمایا، کچھ ہی عرصہ میں فرید اللال کتاب مکمل ہو کر شائع ہوئی جس کا اب پانچواں ایڈیشن شائع ہو چکا ہے اس کے علاوہ سفری صاحب نے سرکارؒ کے حکم پر سرکارِ دو عالم ﷺ امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے حالاتِ زندگی پر لامثال کتاب ”فخرِ دو جہان“ تحریر کی، پھر تو سلسلہ کتب بڑھتا ہی چلا گیا، سفری صاحب کی آخری کتاب ”جمال محمد ﷺ“ کی تقریظ راقم الحروف نے لکھی، سفری

صاحب حضور سیدن ولی کے وصال کے بعد حضور گلزار سیدن اور حضور آفتاب سیدن کے وفادار ساتھی رہے ان کے وصال اقدس کے بعد راقم الحروف سے قلبی لگاؤ تھا اکثر اوقات صابری دربار کا شانہ کلس شریف 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن، درگاہ آفتاب سیدن سرگودھا میں قیام پذیر رہتے، ایک سچے عاشق رسول ﷺ ہونے کے علاوہ پاکباز اور صاف گو انسان تھے، لاخوف کی عین تفسیر تھے ہمیشہ سچ کا ساتھ دینے والے بہادر اہل ایمان تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مرقد پر اپنے محبوب ﷺ کا صدقہ ہمیشہ رحمتوں کا نزول فرمائے، آپ نے مورخہ 24,7,2008 کو بروز جمعرات وفات پائی، آپ کا مزار اقدس خرید پور صابری جھوک نزد جلال پور شریف میں ہے۔

سوہنی عمر گزاری سفری صورت سیرت بسندر
 طاہر ظاہر باطن دونویں نور حقانی اندر
 حُسن مثالی سخن دوامی کھولے بحر سمندر
 خوب عمران نبھائی سفری صدقہ سیدن پیر قلندر

نیز صوبیدار بشیر خان صاحب آف سہیلہ (جہلم) اور حاجی نواز صابری صاحب ساکن مگھو پنڈی شریف نزد پھالیہ سفری صاحب اور راقم الحروف کے وفادار ساتھی تھے اللہ تعالیٰ تینوں کو غریقِ رحمت فرمائے۔ (آمین)

حافظ شمس الدین ترک کی حاضری:

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ دہلی کی زیارات میں سفری صاحب سیدن حضور کے ہمراہ رہے، رات کو سفری صاحب کے سرکاری کواٹر پر ہی قیام فرمایا، دوسرے روز مغلیہ دور کی تعمیرات کا جائزہ لیا، لال قلعہ کے علاوہ لال مسجد جو کہ شاہ جہان بادشاہ کی عظیم فنی یادگار ہے، محبت سے دیکھی ہل آخر پروگرام کے

مطابق دہلی سے پانی پت تشریف لے گئے، جہاں صابر حضورؐ کے غلام خاص حافظ شمس الدین ترک کا مزار اقدس ہے۔ حافظ صاحب کا دربار ذی وقار پانی پت شہر سے دُور واقع تھا اُس وقت دربار عالیہ پر کوئی زائر یا درباری انتظامیہ رات کو قیام نہیں کرتے تھے تمام لوگ شہر پانی پت میں بنائے گئے حجر وں میں چلے جاتے تھے اور دربار عالیہ کو معمور کر دیا جاتا تھا جب سیدن حضورؐ دربار عالیہ پر پہنچے تو شام کا وقت ہو چکا تھا زائرین اور انتظامیہ شہر جانے کی تیاری میں مصروف تھے جب انھوں نے نئے آنے والے زائرین کو دیکھا تو مہمتس ہوئے کہ آپ جلدی سے سلام کر لیں اور ہمارے ساتھ پانی پت شہر میں رہائش گاہ پر تشریف لے چلیں، سرکارؐ نے فرمایا ہمیں کہیں نہیں جانا ہم تو دربار عالیہ میں ہی رات سر کریں گے، خدام نے بتایا کہ یہاں آج تک کوئی آدمی رات نہیں گزار سکا، ایک مرتبہ دو آدمی رات کے وقت ضد کرنے کے تھے صبح کے وقت اُن میں سے ایک آدمی جاں بحق ہو گیا تھا جبکہ دوسرا دیوانہ ہو چکا تھا یہاں رات کے وقت کسی وحشت ناک مخلوق کا بسیرا ہوتا ہے جس کے باعث کوئی شخص زندہ نہیں رہ سکتا لہذا آپ مہربانی فرما کر ہمارے ساتھ چلیں، سرکارؐ نے فرمایا، مجھے اپنے محسن کے دربار کی حاضری مقصود ہے زندگی کی ضرورت نہیں کچھ دیر بعد دربار عالیہ کے سجادہ نشین صاحب نے گزارش کی کہ اگر آپ کسی صورت بھی ہمارے ساتھ چلنے کو تیار نہیں تو کم از کم اپنے ہمراہیوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیں، فرمایا ہاں اگر یہ لوگ جاتے ہیں تو لے جاؤ لہذا سجادہ نشین صاحب نے سرکارؐ کے ہمراہیوں کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے زور دیا جس پر سائیں گلو نے کہا، سجادہ نشین صاحب! آپ بھی عجیب بات کرتے ہیں ہمیں زندہ رکھنے کے لئے شہر لے جاتے ہیں حالانکہ ہماری زندگی اور موت اپنے پیر و مرشد حضور سیدن سرکارؐ سے وابستہ ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم

انہیں مرنے والی جگہ تنہا چھوڑ کر خود جان بچانے کے لئے آپ کے ساتھ چل پڑیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ شیخ کے بغیر ہمارے لیے موت ہے ہم تو ان کے ساتھ مرنا اور جینا چاہتے ہیں اور یومِ قیامت انہی کے سایہ میں اٹھنے کے خواہش مند ہیں۔

تصور میں اُن کے بھلا دے خودی کو

طریقت کی راہ میں وفا لے کے چل

سائیں گلو کا جو آپ سُن کر سجادہ نشین صاحب نے خوب دادِ تحسین سے نوازا، فرمایا، شاہ صاحب! کے باوفا غلام تم نے تو ہماری بھی آنکھیں کھول دی ہیں بے شک وہ زندگی شرمندگی ہے جس میں وفا شامل نہ ہو جیسے کسی پنجابی نے ماہیا کہا ہے کہ

کوئی چٹا بادام ہوسی۔ جیندیاں میں نوکر مویاں مٹی وی غلام ہوسی
بعد ازاں سجادہ نشین صاحب نے کہا کہ اب شام ہو رہی ہے ہم لوگ چلتے ہیں تمہارا اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہوگا، حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ سرکار نے فرمایا کہ ہم اُن لوگوں کے جانے کے بعد با وضو ہو کر دربارِ عالیہ میں حاضر ہوئے، چھڑی کی مدد سے ایک دائرہ لگایا جس میں تمام ساتھیوں کو بیٹھا کر ذکر و اذکار پڑھنے کی تلقین کی اور خود حافظ صاحب کی مرقد شریف کی دائیں جانب دوزانو بیٹھ گئے، اول شب خوب جمال کا رنگ نمایاں رہا لیکن نصف شب کے بعد عجیب و غریب انجانی سی آوازیں سنائی دیتی رہیں لیکن صابر پاک کے شاہکار یعنی حافظ شمس دین ترک کا دربارِ عالیہ تھا ہم تمام رات اطمینان و سکون کے ساتھ ذکر و اذکار میں مصروف رہے کسی قسم کی ہولناک آواز کا ہمارے دلوں پر کچھ اثر نہ ہوا، حافظ صاحب کی خصوصی توجہ شامل حال رہی، آنکھوں سے اشکوں کے موتی

برستے رہے، چار جانب انوار تجلیات سایہ فلکن رہے، ہم یادِ رب تعالیٰ میں محو رہے، کس قدر جلدی صبح ہو گئی، رات کے گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔

ملنے نہیں ہیں وَاللہ تجھ پہ جو مٹ گئے ہیں

تجھ پہ فنا ہوئے جو ہر دم بقا رہے ہیں

صبح کا وقت ہو چکا تھا دُور سے اذانِ فجر سنائی دی، سرکارؐ نے تمام ساتھیوں کو وضو کرنے کا حکم دیا سب نے مل کر باجماعت نماز ادا کی اور دربارِ عالیہ کی مسجد میں بیٹھ کر تسبیح و تلاوت میں مصروف ہو گئے، پانی پت شہر میں سجادہ نشین صاحب نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد نمازیوں کو بتایا کہ رات کو چند پنجاب سے آنے والے زائرین بصد ہو کر دربارِ عالیہ پر رُک گئے تھے یقیناً مرچکے ہوں گے یا مجنون ہو چکے ہوں گے آؤ سب مل کر اُن کی خبر لیں چنانچہ شہر کے اکثر لوگ اور دربارِ عالیہ کے خدام سجادہ نشین صاحب کی معیت میں دربارِ عالیہ پر آئے، لیکن دُور ہی سے سب کو زندہ و سلامت دیکھ کر متعجب ہوئے، آتے ہی پوچھا، آپ کیسے بچ نکلے حالانکہ رات کو یہاں قیام کرنے والا زندہ نہیں رہ سکتا، سرکارؐ نے فرمایا، اس میں ہماری کوئی بہادری نہیں، بچانے والا خود ہماری حفاظت کرتا رہا ہے، غور سے سنو، آج صابر سرکارؐ کے لال نے تمہاری عرض بھی سن لی ہے آج سے تمہیں شہر میں جانے کی ضرورت نہیں لیکن یاد رکھو! گناہوں کی غلاظت سے محفوظ رہنا اور مالک کی یاد میں وقت بسر کرنا، کبھی کسی کو کچھ نہ ہوگا، یہ سن کر بھی خوشی سے جھوم اُٹھے لہذا سجادہ نشین صاحب کی عرض پر دُوسری رات سرکارؐ اُن کے ہمراہ حافظ صاحب کے دربار پر قیام فرما رہے، دُوسری رات وہ انجانی آوازیں بھی سنائی نہ دیں اس طرح سیدن حضورؐ کی سفارش سے حافظ صاحبؒ کے دربارِ عالیہ پر رات کے قیام کی مستقل اجازت مل گئی۔ بقول سفری صاحب

سیدنؑ نونِ رب طاقت بخشی جسمانی روحانی
تائیوں دین دُنی دے اندر قائم سدا سلطانی

حضرت بوعلی قلندر کے دربار پر حاضری:

حضور آفتابِ سیدنؑ نے بیان کیا کہ پہلی رات حافظ شمس دینؑ ترک پانی پتی کے دربارِ عالیہ پر صبح و سلامت گزارنے کے باعث اہل علاقہ سرکار سیدنؑ کی تعظیم و تکریم کرنے لگے، ہر کوئی سمجھ گیا کہ یہ صابر یہ سلسلہ کے بہت بڑے ولی اللہ ہیں، اسی لیے لوگوں نے سرکار سے باادب گزارش کی کہ حضور! آپ ہمارے ساتھ حضرت بوعلی قلندر صاحب کے دربارِ عالیہ پر چلیں، جب وہاں کوئی صابری ولی اللہ حاضری دیتے ہیں تو قلندر صاحب کے مستانے اور مجذوب دُرولیش جو ہمیشہ مختلف جگہوں پر پڑے رہتے ہیں وہ یکا یک صابریوں کی آمد پر خوب رقص کرتے ہیں، ہر طرف مستوں کا ہجوم دکھائی دینے لگتا ہے، خوب سماں برستا ہے یہ سن کر سرکار خاموش رہے مگر سائیں گلو جو کہ خود رقص کا دلدادہ تھا اہل علاقہ کی طرف سے سفارش کرنے لگا، سرکار نے فرمایا، گلو! یہاں تو صابر پیاء کے لال نے ہمارا بھرم رکھ لیا ہے اب ایسا نہ ہو کہ پردہ فاش ہو جائے، معلوم نہیں ہم صابری بھی ہیں کہ نہیں؟ گلو نے دست بستہ عرض کیا، حضور! معلوم تو کرنا چاہیے کہ ہم صابری ہوئے ہیں یا نہیں؟ تمام عمر تو صابر پاک کے راہوں پر گزر رہی ہے اگر صابری نہیں ہوئے تو اس دفعہ صابر پاک کے آستانہ عالیہ پر مستقل ڈیرے ڈال لیں گے، صابری بن کے نکلیں گے یا وہیں مر جائیں گے، یہ سن کر سرکار زپر لب مسکرائے اور حضرت بوعلی قلندر صاحب کے دربارِ عالیہ کی طرف روانگی اختیار فرمائی، اہل علاقہ کا جم غفیر سرکار کے ہمراہ ہو لیا جب دربارِ عالیہ کے قریب پہنچے تو سائیں گلو نے نعرہ صابر یہ بلند کیا، جس سے فضاء گونج اٹھی، ہر طرف سے ننگے

دھڑنگے مجذوب ڈرویشوں کا ہجوم اُٹ پڑا، نوبت بچنے لگی اور رقص شروع ہو گیا، مستوں کا ہجوم کثیر سرکار گواپنے گھیرے میں لے کر ناچنے لگا، یکا یک قلندر پاک کے دیوانے اونچی آواز سے چیخ نکالتے جس سے نوبت اور رقص میں تیزی آ جاتی، چار جانب صُوح کی آوازیں جاری رہیں کافی دیر تک یہ سماں برستار ہا، قلندر پاک کے سجادہ نشین صاحب نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ آج کوئی عظیم صابری بزرگ تشریف لائے ہیں جس کے باعث تمام مستانے محو رقص ہیں، آؤ مل کر اُن کا استقبال کریں چنانچہ وہ مع خدام تشریف لائے اور سرکار کے گلے میں سنہری ہار ڈالے بعد ازاں عرض کیا، عالیجاہ! آپ روضہ اقدس میں تشریف لے چلیں اگر آپ شام تک یہاں کھڑے رہے تو یہ دیوانے محو رقص رہیں گے، آپ کے روضہ مبارک میں داخل ہونے کے بعد ہی یہ رقص کا سلسلہ ختم ہوگا چنانچہ سرکار سجادہ نشین صاحب کے ہمراہ روضہ اقدس میں تشریف لے گئے جس کے باعث فوراً رقص ختم ہو گیا اور تمام قلندری مستانے اپنے اپنے مسکن کی طرف چل پڑے، کافی دیر تک سرکار روضہ مقدسہ میں رہے، جب صحن میں تشریف لائے تو سجادہ نشین صاحب نے اپنے مخصوص کمرہ میں لے جا کر چائے پیش کی، بعد اُپنے اور ساتھیوں کے لیے خصوصی دُعا کروائی۔

اُن کے آتے ہی ہوئی کیا حالتِ میخانہ آج

شیشہ پر شیشہ گرا پیمانہ پر پیمانہ آج

دوسری رات بھی سرکار نے حافظ شمس دین ترک صاحب کے دربار عالیہ پر تمام خدام اور سجادہ نشین صاحب کے ہمراہ بسر کی، اگلی صبح تمام اہل علاقہ نے شکر یہ ادا کیا اور اپنی اپنی معروضات پیش کرنے کے بعد خصوصی دُعا کروائی، سرکار نے سبھی کے لیے دُعا خیر فرمائی اور وہاں سے رخصت ہو کر پیرانِ کلیہ شریف

صابر پاک کے دربارِ عالیہ پر تشریف لے جانا چاہتے تھے، سائیں گلو سے فرمایا، گلو! تمہیں یاد ہے کہ تم نے کہا تھا کہ اگر ہم صابری نہ ہوئے تو صابر پاک کے دربار پر مستقل ڈیرے ڈال لیں گے، یہاں تک کہ وہ صابری بنالیں یا پھر اپنے قدموں میں موت عطا فرمادیں، گلو نے دست بستہ عرض کیا، حضور! ایسے ہی عرض کیا تھا، فرمایا اب میرے صابر نے بے شمار مخلوق کے سامنے ہمارا بھرم رکھ لیا ہے اور صابری ہونے کی سند عطا فرمادی ہے چنانچہ اب ہمیں صابر سرکار کے دربار پر بطور شکرانہ حاضری دینی چاہیے اور آئندہ کے لئے بھی عرضی پیش کرنی چاہیے کہ ہمیشہ صابر پیٹا اپنے غلاموں میں شامل فرمائے رکھیں اور یومِ محشر اپنے غلاموں کی صف میں اٹھنا نصیب فرمائیں۔ بقول بیدم صاحب

بلا اُس کی ڈرے پھر گرمی خورشیدِ محشر سے

ترے لطف و کرم کا جس کے سر پر شامیانہ ہو

چنانچہ حافظ شمس دین پانی پتی کے دربار پر الوداعی سلام عرض کرنے کے بعد سرکارِ ساتھیوں سمیت کلیر شریف آگئے، صابر حضور کی بارگاہ میں باادب سلام پیش کیا اور تمام ساتھیوں سے ملاقات کی، اس دوران سجادہ نشین درگاہِ صابر پاک جناب حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سے خصوصی ملاقات ہوئی وہ نہایت شفقت سے پیش آئے اور دربارِ عالیہ کے تبرکات عطا فرمائے، کلیر شریف دو یوم قیام کے بعد واپس پنجاب آگئے۔

کلیر شریف حاضری کے دیگر سفر:

حضور آفتاب سیدن بیان فرماتے ہیں کہ سرکار 1936ء سے لے کر 1946ء تک ہر سال کلیر شریف دربارِ صابر پاک میں حاضری دیا کرتے، بعض اوقات سال میں کئی دفعہ حاضری نصیب ہوتی اسی لیے کلیر شریف میں درگاہ

امام صاحبؒ کے نزدیک چند مکانات تعمیر کرائے جس کی دیکھ بھال بابا فیض احمد کے ذمے ہوتی تھی۔

سرکارؒ نے کلیر شریف کا آخری سفر 1946ء میں صابر پاکؒ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر فرمایا، جس میں سیدن سرکار کی والدہ محترمہ اور پھوپھی جان (مائی فضلاں بیوی مزار مبارک آہیر فتح شاہ ساہیوال) اس کے علاوہ حضور گلزار سیدنؒ، سائیں گلو اور دیگر خدام شامل تھے اس سفر کے آغاز میں سرکارؒ نے چند ساتھیوں کے استفسار پر فرمایا تھا کہ شاید یہ ہماری ظاہری طور پر آخری حاضری ہو کیونکہ آئندہ سال یہ ملک دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا، اٹل انکشاف کی وضاحت بابا غریب شاہ صاحبؒ کی ملاقات پر بھی فرمائی، جہاں آج بابا غریب شاہ صاحبؒ کا مدرسہ ہے اسی جگہ سرکارؒ کے تعمیر کردہ حجرے تھے، سرکارؒ نے بابا غریب شاہ صاحبؒ سے فرمایا کہ ان حجروں کو مدرسہ میں شامل کر لیں، غریب شاہ صاحبؒ نے عرض کیا، عالیجاہ! کیا آپ آئندہ کلیر شریف نہیں آئیں گے؟ فرمایا، یہ بات نہیں، معلوم ہو رہا ہے کہ اگلے سال یہ ملک تقسیم ہو جائے گا اس لیے ہمیں حجروں کی ضرورت نہ رہے گی، چنانچہ سرکارؒ پاکستان اور ہندوستان کی تقسیم کے بعد کلیر شریف ظاہری طور پر حاضر نہ ہوئے، لیکن ہمیشہ لبوں پر ذکر صابرؒ اور آنکھوں میں دیارِ کلیر کے نظارے جھلکتے رہتے، کلیر شریف ہمیشہ آپ کو اپنا حقیقی مسکن نظر آتا، جب صابر سرکارؒ یا کلیر شریف کا نام سنتے تو عجیب کیفیت ہو جاتی، آنکھوں سے موتی برسنے لگتے، دھڑکن تیز ہو جاتی، طبیعت پر طویل خاموشی اور وجدانی کیفیات کا رنگ غالب رہتا۔ بقول بیدم صاحب

بہارِ باغِ جنت ہے بہارِ روضہ صابرؒ

جوارِ عرشِ اعلیٰ ہے جوارِ روضہ صابرؒ

چنانچہ 12 ربیع الاول 1946ء کے عرس مبارک اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر سرکار نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیے جانے والے ختم شریف (یعنی بڑی روشنی) میں تمام سنگت کے ہمراہ خصوصی شرکت فرمائی جہاں ملک کے نامور قاری حضرات اور علماء و مشائخ نے اپنے اپنے اوقات پر محفل ختم شریف میں حاضری پیش کی وہاں سیدن حضور نے اس پاکیزہ تقریب میں تلاوت قرآن پاک میں حصہ لیا، کلام پاک کا اثر اور ولی اللہ کی پرسوز اور شیریں آواز نے حاضرین کے دلوں پر رقت طاری کر دی، ہر شخص کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی برسے لگے، قاری کی حسن ادائیگی، کلام خدا، محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صابر پاک کی درگاہ کے اثر سے تمام قلب و جاں تاثیر عشق خدا سے پر نور نظر آنے لگے، کافی دیر تک تلاوت کرتے رہے بعد ازاں محفل ختم شریف کے اختتام پر خصوصی دعا اور تبرکات تقسیم کیے گئے 13 ربیع الاول رسم غسل میں شرکت فرمائی اور تمام دن درگاہ شریف کے احاطہ میں مع سنگت حاضر رہے۔

سوالی کا سوال:

14 ربیع الاول نماز فجر کے بعد سرکار اپنے ساتھیوں کے ہمراہ درگاہ شریف کے حسین نظاروں میں محو تھے کہ ایک سوالی نے پکارا، شاہ صاحب! میرے چاندی کے 2 روپے آپ کے پاس امانت ہیں وہ مجھے دے دیجئے؟ سرکار نے پوچھا، تمہارے کونسے 2 روپے؟ اُس نے کہا، اپنا بٹوہ دیکھیں ابھی معلوم ہو جائے گا، سرکار نے جیب سے اپنا بٹوہ نکالا، کھولتے ہی یکا یک چاندی کے 2 روپے فرش پر گر گئے، جسے سوالی نے اٹھا کر کہا، باقی سب آپ کے ہیں میرے صرف یہی 2 سکے تھے اپنے مالک کے حکم کے مطابق حاضر ہوا تھا یہ سن کر سرکار مسکرائے اور سائل رقص کرتا ہوا آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

انوکھی صدا:

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ کچھ دیر بعد سرکار باادب سر جھکائے ہوئے، صابر پاک کے روضہ اقدس میں ساتھیوں کے ہمراہ حاضر ہوئے، کافی دیر تک ایک جانب آنکھیں بند کیے کھڑے رہے کہ یکا یک دربار عالیہ کے صحن سے گرجدار آواز سنائی دی کہ ”ہے کوئی ایسا شخص جو صابر پاک کے نام پر سر دینا چاہتا ہے“ اس آواز کے بلند ہوتے ہی چار جانب سکوت طاری ہو گیا کچھ وقفہ کے بعد دوبارہ وہی صدا گونجی، سرکار نے آنکھیں کھولیں اور دل ہی دل میں کہا، چل سیدن سودا تو باہر بیجا جا رہا ہے۔

راہِ محبت میں دل ہی نہیں سر بھی لیے جاتے ہیں

روضہ اقدس سے باہر نکلے تو ایک قد آور شخص، سرخ آنکھیں، ہاتھ میں برہنہ تلوار اٹھائے ہوئے مذکورہ صدا لگا رہا تھا سرکار اس کے قریب گئے، سر جھکا کر فرمایا، یہ سر بھی صابر پاک کے نام پر اٹھائے پھرتا ہوں اگر اس کی میرے آقا کو ضرورت ہے تو مجھے اور کیا چاہیے، سر حاضر ہے، یہ سن کر قد آور شخص مسکرا کر گویا ہوا، بے شک وہ آپ ہی ہیں یہ سر صابر سرکار کا منظور کیا ہوا ہے ہمیشہ بارگاہِ حق تعالیٰ میں بلند تر رہے گا، مجھے اس عظمت والے سر کا صدقہ دس روپے عنایت کیجئے گا، سرکار نے دس روپے دیے، انوکھا سائل حق صابر کے نعرے لگاتا اور رقص کرتا ہوا، زائرین کے ہجوم میں غائب ہو گیا، دوبارہ نظر نہ آیا

جان ان کی ہے دل ان کا ہم ان کے ہیں سب ان کا

وہ لیں گے تو کیا لیں گے ہم دین گے تو کیا دیں گے

14 ربیع الاول کی شب حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے شیخ خواجہ قطب

الدین بختیار کاکی، کی یاد میں صابر پاک کے دربار میں محفل ختم شریف منعقد ہوتی

ہے، تمام شب اس پاکیزہ محفل میں حاضری دی اور 15 ربیع الاول کو دیارِ کلیر نہایت عاجزی کے ساتھ مع والدہ محترمہ و پھوپھی جان آخری مرتبہ سلام پیش کیا، نہایت پر کیف سماں پیدا ہوا، دربارِ عالیہ کے صحن میں حضور گلزارِ سیدن گوسائیں گلو نے کندھوں پر اٹھا کر رقص کیا، تمام ڈرویشوں اور مستانوں کا جم غفیر اکٹھا ہو گیا ہر آنکھ اشک بار تھی، نگائیں بار بار صابر پاک کی چوکھٹ کا بوسہ لے رہی تھیں، الوداعی سلام پیش کرنے کے بعد مع سنگت واپسی اختیار فرمائی، قدم واپسی کے لیے اٹھ رہے تھے مگر دل وہیں زیرِ گولرِ مچو طواف تھا 16 ربیع الاول سرگرم مع سنگت واپس پنجاب پہنچ گئے۔

کچھ اہم حاضریاں:

سیدن حضور کے بابرکت وجود سے جہاں جسمانی و روحانی مشکلات میں مبتلا لوگوں نے استفادہ کیا وہاں آپ کے پاکیزہ کردار، نیک اطوار، شیریں گفتار اور بے پناہ خلوص و پیار سے بے شمار مخلوق خدا کو اولیائے کرام کے فیض بخش آستانوں سے فیض حاصل کرنے کا سلیقہ ہاتھ آیا، جہاں نیک اعمال کی علمی و عملی درسگاہ کا کردار ادا فرمایا وہاں عقائد کی درستگی کے لیے خصوصی توجہ فرمائی جہاں اللہ تعالیٰ کے ذکر و اذکار و عبادات سے ہزاروں مشعلیں منور فرمائیں وہاں عشق رسول اللہ ﷺ کی حلاوت سے دلوں کو روشناس کرایا، ایک طرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی قربت حاصل کرنے کا راستہ سمجھایا اور دوسری جانب اولیاء اللہ کے ادب و احترام سے رب تعالیٰ کے اعلانِ جنگ سے سادہ لوح مسلمانوں کو محفوظ رکھا بلکہ حقیقی دشمنِ نفسِ امارہ کی پہچان کرائی، ہر طرح سے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے تو رب تعالیٰ کی برہان ہیں یہ غیر اللہ نہیں بلکہ اللہ والے ہیں اصل دشمن تو ہماری غلط خواہشات ہیں تزکیہ نفس کے لئے جہاں آپ نے

قرآن و حدیث سے فیوض و برکات تقسیم کیے وہاں اولیاء اللہ کے ملفوظات اور عارفانہ کلام سے سوچ اور خیالات میں انقلاب برپا کیا، ہمیشہ خود صراطِ مستقیم پر قائم رہے اور دُوسروں کو قائم رہنے کی ترغیب دی، اس لیے آپ بارہا... اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے آستانوں پر حاضری دے کر تزکیہ نفس، تصفیہ باطن کا عملی درس دیتے رہے جہاں شب و روز عبادات میں صرف کرتے اور دُوسروں کے لئے بہترین نمونہ مہیا کرتے وہاں سرگارا کثر اوقات اپنی محفلوں میں قرآن خوانی و نعت خوانی کے علاوہ میاں محمد بخش صاحب، علی حیدر ملتانی صاحب، بابا بلھے شاہ صاحب، سلطان باھو صاحب اور بابا فرید شکر گنج کا عارفانہ کلام سننے اور کبھی کبھار خود بھی ترنم کے ساتھ پڑھتے، میاں محمد بخش صاحب کا سیف الملوک اکثر محفل میں پڑھا جاتا تھا۔

عارف کھڑی کی حاضری:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ غالباً 1955ء کے موسم سرما میں سرکار نے کھڑی شریف پیرے شاہ غازی صاحب اور میاں محمد بخش صاحب کے مزارات پر حاضری دی وہاں سرکار نے باقاعدہ پُر کیف اور شیریں آواز میں میاں صاحب کا کلام پڑھا جس سے دربارِ عالیہ کے تمام خدام کے علاوہ گردنواح کے عشاق کا جم غفیر اکٹھا ہو گیا، عارف مرد کا کلام اور ولی اللہ کی ادائیگی نے ہر آنکھ کو اشک بار کر دیا۔ کافی دیر تک محفل پر رقت طاری رہی، سرکار مختلف راگوں میں کلام کے حقیقی معنی سے حاضرین کے دلوں کو گرماتے رہے ہر ایک کی زبان پر تھا کہ میاں صاحب کے کلام کو سمجھ کر پڑھنے کا حق اس خوبصورت شہزادے نے ادا کیا ہے جہاں شیریں اور زں بھری مترنم آواز دلوں کو معرفت کی حقیقی وادیوں میں لے جاتی وہاں نگاہ کریمانہ طلبِ مولا کے علاوہ ہر جذبہ کو شکستہ کر دیتی، حُسن و سخن

کی معراج پر چار جانب آہ و بکا کا شور سنائی دے رہا تھا۔

میاں صاحب کے اس شعر پر کافی تکرار فرمائی۔

جہاں اک گھٹ بھر کے پیتا وحدت کے مدھ لالوں

علم کلام نہ یاد رہیوں نے گزرے قال مقالوں

جس مصرعہ کو ادا فرماتے حاضرین کو یوں محسوس ہوتا جیسے مصرعہ کے اندر مخفی

راز کا آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں سرکار کی کیفیات اور حسن کلام سے تمام

حاضرین ورد سے بے خود ہو کر روتے رہے۔

دل کی رگ رگ میں سما کر بیدم، درد تو جان ہوا جاتا ہے

کیف و سرور سے رو رو کر ہچکیاں بندھ چکی تھیں ہر کسی کی نظر سرکار کے

حسین چہرے اور گان لحن داؤدی کے فیوض و برکات سمیٹنے میں مصروف تھے کافی

دیر کے بعد جب خاموشی اختیار فرمائی تو حاضرین کا جم غفیر دیوانگی میں ہاتھ پاؤں

چومنے لگا، سرکار نے تمام لوگوں کے ساتھ محبت سے ملاقات فرمائی، دربار عالیہ

کے خدام نے چائے کے ساتھ تواضع کی بعد ازاں دوبارہ میاں صاحب اور آپ

کے شیخ کامل پیرے شاہ غازی صاحب کے دربار عالیہ میں الوداعی حاضری دی

اور واپسی کے لیے چل پڑے تمام حاضرین و خدام الوداع کرنے دربار عالیہ کے

احاطہ سے باہر تک آئے، سرکار بھی سے ملاقات کرنے کے بعد واپس کلس تشریف

لے آئے۔

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ سرکار نے حضرت بری امام صاحب اور

گولڑہ شریف بھی حاضری کے لیے سفر کیا، لنگر کی ڈیوٹی کی وجہ سے راقم الحروف

مکمل تفصیل نہ سن سکا اور نہ ہی بعد میں کسی معیاری راوی سے مذکورہ حاضری کی

روداد دستیاب ہو سکی اس لیے ان حاضر یوں کے متعلق لکھنے سے قاصر ہوں، ایک

ولی اللہ کے حالاتِ زندگی میں ایک لفظ کی آمیزش بھی گوارا نہیں، کتابِ ہذا میں ہر لحاظ سے سچے راویوں سے سُنے گئے حالات و واقعات شامل کیے گئے ہیں۔

دربارِ فرید کا آخری سفر:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ سرکارِ تاحیات کلیر، اجمیر، پاکستان شریف اور دیگر مقدس مقامات پر حاضری دیتے رہے، صبح و شام اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا ذکر کرنا اور اُس کا عملی درس دینا آپ کا تازیت معمول رہا۔ یوں تو پاکستان شریف بابا فرید شکر گنج کے دربارِ عالیہ پر حاضری کے لئے کئی سفر فرمائے، ہر سفر کے دوران اپنے عمل سے اولیاء اللہ کے آداب و احترام کی مثالی تاریخ رقم فرمائی، بالخصوص 1973ء میں کی جانے والی آخری حاضری کا خصوصی طور پر اہتمام فرمایا، اکثر پیر بھائیوں اور خانوادہ کے لوگوں کو ہمراہ چلنے کی ہدایت کی جس پر کافی سنگت کے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اپریل کی 13 تاریخ کو سات گاڑیوں پر سرکار کی معیت میں صابری سنگت پاکستان شریف کے لئے روانہ ہوئی، سب سے پہلے ٹبہ ساہنا نزدھریا اسٹیشن قیام کیا، جہاں سیدن حضور کی مادرِ انور کا روضہ مقدسہ ہے سرکار نے مائی صاحبہ کا دربار، مسجد، لنگر خانہ، محفل خانہ اور رہائشی مکانات نہایت خوبصورت تعمیر کروائے، چنانچہ مائی صاحبہ کے مزارِ اقدس پر فاتحہ خوانی کرنے کے بعد سرکار محفل خانہ میں تشریف فرما ہوئے، سرکار کی آمد کا سن کر قرب و جوار کے کثیر لوگ زیارت و ملاقات کے لئے اکٹھے ہو گئے سرکار نے سب سے ملاقات فرمائی اور اپنے پروگرام کے متعلق آگاہ فرمایا کہ ہم صابری پاک کے پیر و مرشد بابا فرید کے دربارِ عالیہ پر حاضری کے لئے جا رہے ہیں وہاں سے بھی کافی لوگ سرکار کے ہمراہ ہو لیے، دوپہر کا کھانا وہیں تناول فرمایا بعد ازاں سید مردان علی شاہ صاحب کے دربارِ عالیہ پر مگھو پنڈی شریف نزد پھالیہ رات بسر فرمائی۔

علی الصبح مع سنگت لاہور کے لئے روانہ ہوئے وہاں میجر فاضل صاحب کی رہائش گاہ پر قیام فرمایا جب لاہور کے پیر بھائیوں کو سرکار کی آمد کا علم ہوا تو جوق در جوق صابری پروانوں نے میجر صاحب کی رہائش گاہ (کے، سی) فیکٹری واہگہ روڈ لاہور کا رخ کیا، رات کو خوب محفل ہوئی سرکار نے تمام حاضرین سے خصوصی محبت فرمائی، رات گئے تک نعت خوانی کا سلسلہ چلتا رہا، دورانِ محفل سرکار کو خوشخبری سنائی گئی کہ جناب پیر منظور حسین شاہ صاحب آف چک نمبر 502 ملکہ نزد شورکوٹ کے گھر بیٹا (جمیل حیدر شاہ) پیدا ہوا ہے (اس متعلق باب رُوح پرور واقعات میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے) یہ خبر سن کر آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک اٹھا اور رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

شہنشاہ لاہور کی حاضری:

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ دوسرے روز لاہور کے شہنشاہ و اتا علی ہجویری کے دربار عالیہ پر حاضر ہوئے جن کے فیوض و برکات کے مخفی گنجینہ کا تعارف خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے باایں الفاظ کروایا ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کمالاں را راہنما

لہذا سرکار بھی اپنے مشائخ عظام کی سنت ادا کرتے ہوئے داتا علی ہجویری کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے جب سرکار کی جیپ داتا صاحب کے آستانہ عالیہ کے باہر کی تو سرکار باادب آستانہ عالیہ میں داخل ہوئے، ڈرویشوں کا ایک جم غفیر آپ کے اردگرد اکٹھا ہو گیا، چاروں اطراف سے سلام و آداب کے گلدستے پیش کیے جانے لگے، سرکار مرقد شریف کے قریب آنکھیں بند کیے کھڑے تھے ایک بازعب ڈرویش حاضر ہوا، اُس نے آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار

ڈالے اور چلتا رہا، سرکار کافی دیر تک محویت کے عالم میں کھڑے رہے اسی اثناء ایک درباری خادم زائرین کو غصہ کی حالت میں لیکچر دے رہا تھا کہ اس طرف سے سلام نہیں کرنا چاہیے اس طرف سے سلام کرو وغیرہ، سرکار نے اُسے منع فرمایا کہ زائرین کو تنگ مت کرو، تمہیں کیا خبر نمنی دور سے حاضری کے لئے آئے ہیں بلکہ بلائے گئے ہیں اور بلانے والے کو ان کی دل آزاری پسند نہیں، یاد رکھو! فقیر کا دائیں بائیں سے کوئی تعلق نہیں جو بھی خلوص اور محبت سے سلام پیش کرتا ہے قبول کیا جاتا ہے یہ سن کر درباری سہم گیا بعد ازاں سرکار تلاوت کرنے لگے، ختم شریف اور دُعا سے فراغت پر واپسی کے لیے چل پڑے۔

حضور آفتاب سیدن فرمایا کرتے کہ سرکار نے میجر فاضل صاحب کی جیب میں داتا صاحب کے دربار تک کا سفر کیا جب سرکار روضہ اقدس میں مصروف تلاوت تھے ہم کچھ ساتھی میجر فاضل صاحب سے بطور خوش طبعی کہنے لگے، میجر صاحب آپ کے لئے بارڈر لائن کی پابندی کیا حقیقت رکھتی ہے، کیا یہ ممکن نہیں کہ واہگہ بارڈر عبور کر کے دیارِ کلیئر (ہندوستان) حاضری کے لیے چلیں؟ اس گفتگو سے میجر صاحب ہنستے اور دل لگی کرتے رہے اسی اثناء سرکار داتا صاحب کے دربار عالیہ سے نکل کر جیب کی طرف آتے دکھائی دیئے۔

کچھ ساتھیوں نے آگے بڑھ کر جیب کا دروازہ کھولا، سرکار ابھی دروازہ پکڑ کر کھڑے ہی تھے کہ ایک جانب سے دو بلند قد و قامت کے خوب رو بزرگ تشریف لائے جنہوں نے صابری رنگ کے لباس زیب تن کیے ہوئے تھے وہ ایک طرف کھڑے ہو کر سرکار کے چہرہ اقدس کو بغور دیکھنے لگے، اسی اثناء ایک اور بابا جی تشریف لائے جو پہلے دونوں سے زیادہ پُرکشش اور خوب رو شخصیت کے مالک تھے وہ بھی صابری لباس میں ملبوس تھے انہوں نے آتے ہی پہلے دونوں کو مخاطب

کر کے فرمایا، کیا دیکھ رہے ہو... یہی تو ہیں صابر پیا کلیر والے، یہ کہہ کر وہ سرکار کے قدم بوس ہو گئے، پہلے دونوں نے بھی قدم بوسی کی، سرکار محبت سے ملے تینوں کی پشت پر پیار سے تھکی لگائی اور فرمایا کہ میں کلیر والے کا غلام ہوں،

اہل نظر دیکھ چہرہ پُکارے
ہے مخدوم صابر کی تصویر سیدن

اکثر حضور آفتاب سیدن یہ واقعہ سناتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے، فرماتے کہ اس موقع پر میجر فاضل صاحب نے ہم سے کہا کہ تم لوگ باڈر لائن کر اس کر کے کلیر شریف کیا لینے جاؤ گے جبکہ کلیر والا ہمارے ساتھ ہے۔ بقول میاں صاحب

دوئے جہان بھلائے دل تھیں خبر نہ رہی احوالوں
رانجھے وچہ سا محمد چھٹی ہیر جنجالوں

ان دنوں بظاہر سرکار کا جسم اطہر نہایت نحیف ہو چکا تھا، شوگر اور عارضہ قلب کے باعث جسمانی طاقت مسلسل کمزور ہو رہی تھی مگر روحانیت کے کمال پر فائز ہونے کا عکس پیشانی اقدس سے نمایاں تھا، جبین اطہر سے نور کی کرنیں یار میں فنائیت کا ہمہ وقت راز فاش کرنے پر مقرر تھیں۔

جس دے نال پریت لگائے رنگ او سے دا چڑھدا

ظاہر باطن دھیرے دھیرے اوڑک ظاہر کردا

حضرت بابا بلھے شاہ صاحب کے شیخ:

داتا صاحب حاضری کرنے کے بعد سرکار حضرت سخی عنایت شطاری قادری صاحب کے دربار عالیہ پر حاضر ہوئے پیر بھائیوں کا کثیر ہجوم اکٹھا ہو چکا تھا حضرت سخی عنایت قادری صاحب حضرت بابا بلھے شاہ صاحب کے پیر و مرشد ہیں، سرکار نے وہاں حاضری دی، فاتحہ خوانی کے بعد دربار عالیہ کے صحن میں کچھ

دیے کے لیے رُکے رہے مگر دربارِ عالیہ کی خستہ حالی اور زائرین کی ضروریات کی عدم دستیابی پر شدید افسوس ہوا، فرمایا کہ حضرت عنایت قادری صاحب بہت بڑے صوفی بزرگ ہیں، آپ کی عالی المرتبت شخصیت کے مطابق دربارِ عالیہ کی تعمیر ہونی چاہیے تھی جبکہ ایسا نہیں ہے یہ فرما کر کچھ دیر خاموش رہے بعد ازاں فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ فقیر کی شان کے مطابق جلد تعمیر کا کام شروع ہو جائے گا۔

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سرکار کے فرمان کے مطابق کچھ ہی دنوں بعد مذکورہ دربارِ عالیہ کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا اور موجودہ روضہ اقدس اور مسجد نہایت خوبصورت اور دلکش ہیں جہاں پانچوں وقت اذانِ حق بلند ہوتی ہے اور مومنین نماز ادا کرتے ہیں اور روضہ اقدس کے چار اطراف ہمہ وقت قرآنِ خیرانی کی جاتی ہے۔

سُخْنِ اَوْلِيَاءِ مَعْنِي قِرْآءِ اسْت
نِگائے وَلی شَفَائے جہاں اسْت

حضرت بابا بلھے شاہ صاحب:

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ سرکار کو شروع ہی سے بابا بلھے شاہ صاحب کے کلام اور شخصیت سے کافی لگاؤ تھا اکثر اوقات پاکپتن شریف حاضری کے دوران داتا صاحب اور بابا بلھے شاہ صاحب کے دربارِ مقدس میں حاضری دیا کرتے، اس مرتبہ بھی مع سنگت لاہور سے دوپہر کے وقت قصور کے لئے روانگی اختیار فرمائی، راستہ میں سڑک کے کنارے درختِ وَن (پیلوں) کے نیچے ایک سیاہ لباس میں ملبوس ڈرویش نظر آئے جو درخت کے ارد گرد تن تہا رقص کر رہے تھے، سرکار نے گاڑی رکوائی اور اُن کی جانب متوجہ ہوئے وہ ڈرویش دُور سے ہی آداب بجالائے، سرکار مسکرائے اور از سر نو سفر شروع ہو گیا، قصور پہنچ کر

باوا بلھے شاہ صاحبؒ کے روضہ اقدس میں حاضری کی گئی، اُس وقت دربارِ عالیہ پر قوالی ہو رہی تھی، قوال حضرات غیر معیاری کلام گارہے تھے، سرکارؒ نے قوالوں کو ہدایت فرمائی کہ یہ عاشقِ صادق کا دربار ہے، یہاں اُنہی کا حقیقت پر مبنی کلام پڑھنا چاہیے لہذا سرکارؒ کی نصیحت کے مطابق قوالوں نے بابا بلھے شاہ صاحبؒ کی ”کافی“ سنانا شروع کر دی جس سے حاضرین پر کیف و سرور کا غلبہ ہوا، کافی دیر تک گزریہ زاری کے ساتھ زائرین رُوحانی کیفیت سے مسرور ہوتے رہے، اسی دوران کسی شخص نے کہا کہ اگر آج بابا بلھے شاہ صاحب ظاہری طور پر موجود ہوتے تو کس قدر دیدنی سماں ہوتا، سرکارؒ محویت کے عالم میں خاموشی سے قوالی سن رہے تھے یکا یک فرمایا، وہ پیلوں کے نیچے رقص کرنے والے کون تھے؟ پھر بھی تم لوگ کہتے ہو کہ بابا بلھے شاہ صاحب موجود نہیں ہیں۔ بقول بابا بلھے شاہؒ

بلھے شاہؒ نے مرناں ناہیں وچ قبر دے وڑنا ناہیں

مرن گے کوئی ہور جہڑے بلھے دے چور

راقم الحروف بچپن میں جمعہ والے دن اکثر اوقات حضور گلزارِ سیدنؒ کی محفل میں حاضری دیا کرتا تھا، ایک مرتبہ حاضری کے دوران حضور گلزارِ سیدنؒ پاکستان شریف کے آخری سفر میں اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ مجھے لاہور سے قصور جاتے ہوئے راستہ میں نکسیر پھوٹ پڑی، اس قدر زیادہ خون نکلا کہ تمام کپڑے لت پت ہو گئے، اسی دوران سرکارؒ کی گاڑی پہنچ گئی اُنہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، اے نکسیر رُک جا... ابھی اس نے سلسلہ کی بہت خدمت انجام دینی ہے پس یہی فرمانا تھا کہ نکسیر رُک گئی اور پھر تازیت کبھی نہ پھوٹی۔

سوئے پاکستان شریف:

حضور آفتابِ سیدنؒ نے بیان کیا کہ بابا بلھے شاہ صاحبؒ کی حاضری کرنے

کے بعد تمام وفد پاکستان شریف کے لیے روانہ ہوا، سرکار پر عجیب و غریب کیفیات کا غلبہ تھا، آنکھیں اشک بار تھیں دل و زبان پر مالک کائنات کا ذکر جاری تھا صرف نماز کے اوقات میں گاڑیاں روکنے کا اشارہ فرماتے، نماز ادا کرنے کے بعد پھر سفر شروع ہو جاتا، عصر کی نماز دیپال پور میں ادا فرمائی وہاں ایک وسیع و عریض مکان کے باہر خصوصی طور پر اہتمام کیا گیا تھا جیسے انھیں معلوم ہو کہ خاص مہمان آنے والے ہیں مالک مکان انتہائی نیک دل اور درویش پرست انسان تھا اُس نے تمام وفد کی چائے کے ساتھ تواضع کی، سرکار نے اُس کے لیے خصوصی دعائے خیر فرمائی، مغرب کی نماز پاکستان شریف کے نزدیک ادا فرمائی؛ بابا فرید شکر گنج کے دربار عالیہ سے تقریباً 4-5 کلومیٹر کے فاصلہ پر نہر آتی ہے سرکار کا معمول تھا کہ اس نہر پر گاڑی سے اتر کر پاء برہنہ دربار عالیہ کی طرف سفر کیا کرتے، اس دفعہ بھی سرکار نے معمول کے مطابق اپنے نعلین گاڑی میں اتار دیئے اور ننگے پاؤں چلنا چاہتے تھے کہ کچھ ساتھیوں نے مل کر عرض کیا، عالیجاہ! آپ کی صحت انتہائی کمزور ہو چکی ہے، ڈاکٹروں نے سختی سے پرہیز بتائی ہوئی ہے آپ برائے کرم گاڑی میں سفر فرمائیں، سرکار نے پُر نغم آنکھوں کے ساتھ فرمایا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ یہ صابر پیٹا کے شیخ کا شہر ہے؟ یہاں جگہ جگہ بابا فرید، صابر پیٹا، خواجہ نظام پاک و دیگر اولیائے کرام کے نشان قدم لگے ہوئے ہیں، میں کیسے جوتے پہن کر گاڑی میں بیٹھا رہوں، مجھ سے یہ ممکن نہیں، میں اپنی جان تو دے سکتا ہوں مگر راہِ محبت میں ذرا برابر بھی بے ادبی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ میرے نزدیک سوءِ ادب ہے۔

دیئے تو ترکِ محبت کے مشورے سب نے

مگر حضرتِ بیدم کہاں سمجھتے ہیں

عشاء تک سرکار مع سنگت دربار عالیہ کے اکبری مشرقی دروازے پر پہنچ گئے، کافی دیر تک باادب کھڑے رہے، چہرہ اقدس سے جمال و جلال کی ملی جلی کیفیات کا رنگ نمایاں تھا، آہستہ آہستہ باادب چلتے ہوئے روضہ اقدس کے نوری دروازے کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر چوکھٹ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا، میرے دوستو! یہ بابا فرید الدین مسعود شکر گنج کی چوکھٹ ہے، یہ صابر پیا کے شیخ کی دہلیز ہے اسکو ہمیشہ ادب کے ساتھ چومتے رہنا، اسے چومنے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ بقول اقبال

کیما پیدا گن از مشتے گلے

لوسہ زن بر آستانِ کالمے

یہ فرما کر سرکار نے باادب نوری دروازے کی دہلیز اور دروازے کو بوسہ دیا اور روضہ مقدسہ میں داخل ہوئے، مرقد شریف کو بوسہ دے کر مغرب کی طرف موجود محراب میں اشک بار آنکھوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے، کافی دیر تک آنکھیں بند کیے محویت کے عالم میں بحالت قیام رہے، سنگت کے تمام لوگ بھی وجدانی کیفیات سے لبریز نظر آ رہے تھے ہر آنکھ اشکبار اور لبوں پر بابا فرید کے نعرے تھے، سرکار نے کچھ دیر کے بعد اپنے ہمراہ لے جانے والی چادر بابا صاحب کے مزار پر چڑھائی اور پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں بعد ازاں مسجد اولیاء میں عشاء کی نماز ادا کر کے کچھ دیر تلاوت کرتے رہے چار جانب عشاق کا جم غفیر اکٹھا ہو چکا تھا، سرکار تلاوت سے فارغ ہو کر صابر پاک کے حجرہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے، کیفیات بیان سے باہر ہیں جسم پر لرزہ طاری تھا، آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں رکنے کا نام نہ لے رہی تھیں، سخاوت کا بحر بیکراں موجزن تھا، صابر پاک کے حجرہ کی چوکھٹ کو بوسہ دے کر پھولوں کی چادر چڑھائی، فضا

حق سچ صابر کے نعروں سے گونج رہی تھی کافی دیر حاضری کرنے کے بعد تمام سنگت کے لئے خصوصی دُعا فرمائی، اس حاضری سے جہاں اکثریت کو ان پاکباز ہستیوں کے شان و مقام کا علم ہوا، وہاں سینکڑوں نامرادوں کو مرادیں ملیں، غلط خواہشات والوں کو لذتِ حقیقی سے سکون حاصل ہوا، سب سے بڑھ کر یہ معلوم ہوا کہ ان برگزیدہ ہستیوں کے مقدس آستانوں پر حاضری کس طرح دی جاتی ہے یعنی آدابِ اولیاء اللہ کی حقیقت کا عملی مشاہدہ ہوا۔ بقول اقبال صاحب

کہتا ہے زمانے سے یہ دُرُوشِ جواں مرد

جاتا ہے جدھر بندہ حق تو بھی ادھر جاؤ۔

رات کا بیشتر حصہ گزر چکا تھا سنگت اور سرکار کی رہائش کے لئے اوکاڑہ کے ایک جانثار پیر بھائی مرزا مظفر علی صاحب نے کوکناں والا محلہ میں مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا جہاں کھانے کا انتظام کیا گیا تھا لہذا سرکار حجرہ پاک سے فارغ ہو کر رہائش گاہ پر تشریف لے گئے جہاں کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام فرمایا، دوسری صبح دوبارہ دربارِ فرید پر حاضر ہوئے اس وقت بہشتی دروازے کے سامنے قوالی ہو رہی تھی جب سرکار وہاں پہنچے تو سماں ہی بدل گیا، چار جانب آہ و بکا کا شور بلند ہوا، حق فرید اور حق صابر کے نعروں سے فضا گونج اٹھی کچھ مستانے بے ساختہ اور دیوانہ وار رقص کرتے رہے، سرکار کچھ دیر محفلِ سماع میں بیٹھے رہے بعد ازاں حجرہ صابر پاک کی طرف چل پڑے، لوگوں کا ایک کثیر ہجوم آپ کو گھیرے میں لیے ہوا تھا، دوڑ دوڑ کر لوگ آپ کے ہاتھ پوم رہے تھے اکثریت آپ سے دُعا کے لیے عرض گزار ہوتی، جس کی نظر آپ کے چہرہ اقدس پر پڑتی فوراً دوڑ کر سلام پیش کرتا، ہمراہیوں سے لوگ تعارف حاصل کرتے کہ یہ خوبصورت بابا جی کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ سرکار کے غلام تعارف کرواتے۔ بقول سفری صاحب

دس دے پئے غلام نہال ہو کے کلساں والا مسکیناں دا بادشاہ اے
 سیدن پیر کامل دستگیر ساڈا ماہ جیناں حسیناں دا بادشاہ اے
 کچھ دیر بعد سیدن حضور صابر پاک کے حجرہ منورہ کے سامنے آکر دوزانو
 بیٹھ گئے اسی دوران ایک شخص نے پوچھا، جناب کا دولت خانہ کہاں ہے؟ فرمایا
 جس دولت کا تم پوچھتے ہو اُس سے فقیر کا کوئی واسطہ نہیں اور جہاں تک خانہ کی
 بات ہے صابر پاک کے حجرہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، یہ میرا ہی خانہ ہے۔

اس کا نام و نشان پوچھنا کیا

جو تیری راہ میں مٹ گیا ہو

اس دوران قوالی ہوتی رہی حجرہ صابر اور روضہ فرید کے صحن میں لنگر، شکر
 اور دیگر تبرکات بٹتے رہے زائرین جھولیاں بھرتے رہے، آنے والی ہر نئی سنگت
 اللہ محمد ﷺ چار یا ر حاجی خواجہ قطب فرید کے نعرے بلند کر رہی تھی موجودہ ہر شخص
 نعرے کے جواب میں حق فرید، یا فرید کی صدا بلند کر رہا تھا اسی دوران ایک سیاہ
 لباس میں ملبوس درویش نے سرکار گوبادب سلام پیش کیا اور کہا، میں نے آپ کو
 کہاں نہیں دیکھا؟ ابھی اُس نے یہی جملہ ادا کیا تھا کہ سرکار نے ذرا جلالت سے
 خاموش ہونے کا اشارہ فرمایا جس سے وہ خاموش ہو کر ایک جانب چلا گیا، سرکار
 اٹھ کر حجرہ شریف میں چلے گئے، کافی دیر حجرہ میں مصروف عبادت رہے۔
 اچانک حجرہ سے نکل کر بابا صاحب کے روضہ کی طرف روانہ ہوئے یوں محسوس
 ہو رہا تھا کہ جیسے سرکار گولسی کا انتظار ہو، یکا یک فرمایا، مجھے دو آدمیوں کا انتظار ہے
 جن کے متعلق بابا فرید شکر گنج اور صابر پاک نے حکم دیا ہے کہ ان سے ملاقات
 کر کے تسلی و توشیحی دیں، ان میں سے ایک کا نام محمد لطیف ہے اور اُس کے بیٹے کو
 بے گناہ ہونے کے باوجود قتل کے کیس میں ملوث کیا گیا ہے جبکہ دوسرا نوجوان

لڑکا ہے جو بابا صاحبؒ کے صحن اور صابرو پاک کے حجرہ کی جاڑوب کشی کرتا ہے
اُس کی موٹی موٹی آنکھیں ہیں اُسے بیعت کرنے کا حکم ہوا ہے، سرکارؒ بابا صاحب
کے روضہ اقدس کے قریب پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔

اسی دوران ایک شخص نے آگے بڑھ کر عرض کیا، عالیجاہ! میرے لختِ جگر کے
لئے دُعا فرمائیں اُسے بے گناہ قتل کے مقدمہ میں ملوث کیا گیا ہے، سرکارؒ نے
فرمایا، تمہارا نام کیا ہے؟ اُس نے بتایا کہ میرا نام محمد لطیف ہے، فرمایا، ہاں مجھے
تمہارے متعلق حکم ہوا ہے انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا لڑکا عنقریب باعزت بری ہو جائے
گا بعد ازاں خصوصی دُعا فرمائی، ابھی کچھ دیر کزری تھی کہ ایک مٹو کا موٹی موٹی
آنکھوں والا تیزی کے ساتھ آیا اور سرکارؒ سے بیعت ہونے کے لیے ملتمس ہوا، فرمایا
کہ ہاں مجھے تمہارا انتظار تھا چنانچہ لہ سے مکان پر چلنے کا حکم دیا کہ وہیں تمہیں بیعت
کیا جائے گا، اُس کا نام فرزند علی تھا جو کہ پاکپتن شریف بابا صاحبؒ کے دربارِ عالیہ
کی ماحقہ گلی میں رہتا تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب حضور آفتابِ سیدنؒ کی
قیادت میں صابری قافلہ سرگودھا سے پاکپتن شریف حاضری کے لئے گیا ہوا تھا تو
کسی مقامی دُرویش نے آفتابِ شاہِ جیؒ کو بتایا کہ فرزند علی وفات پا گیا ہے، شاہ
جیؒ نے بڑا افسوس کیا اور مع سنگت (جن میں راقم الحروف شامل تھا) فرزند علی کے
گھر گئے اور فاتحہ خوانی کے بعد مذکورہ واقعہ اور سیدنؒ حضور کا آخری سفرِ پاکپتن
شریف تفصیل سے بیان فرمایا، جو کہ آپ کے سامنے بیان کیا جا رہا ہے۔

الوداعی سلام:

حضور آفتابِ سیدنؒ نے فرمایا کہ سرکارؒ بابا فرید صاحبؒ کے روضہ اقدس
کے اندر داخل ہونے کے بعد طویل وقت تک آنکھیں بند کیے اور سر جھکائے
بیٹھے رہے، آہستہ آہستہ لب مبارک ہل رہے تھے، بند آنکھوں سے آنسو ٹپک کر

ش مبارک کو تر کر رہے تھے، چہرہ اقدس سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں کچھ دیر کے بعد با ادب اٹھ کر مرقد شریف کو بوسہ دیا اور نوری دروازے سے باہر صحن میں آگئے، روضہء مبارکہ کی دیوار کے ساتھ کان لگا کر کھڑے ہو گئے جیسے کوئی گفتگو سنی جا رہی ہو، کافی دیر کے بعد روضہء مبارکہ سے چند قدم ہٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اب مجھے باباجی اپنے پاس بلا رہے ہیں، باباجی نے فرمایا ہے کہ تم نے دین حق اور مسلک کی بہت اچھے طریقے سے خدمت انجام دی ہے ہم تم سے بہت خوش ہیں، تم نے اپنی ڈیوٹی مکمل کر لی ہے، اب ہمارے پاس آ جاؤ... چنانچہ سن لو، دوستو! اب ہماری آخری تیاری کا وقت قریب آ رہا ہے یہ سن کر کچھ پیر بھائی آنسو بہانے لگے لیکن سرکار نے گفتگو کا موضوع بدل دیا اور نہایت خوشگوار انداز میں پیار بھری باتیں کرنے لگے، اسی دوران کسی ساتھی نے عرض کیا، حضور! دیار فرید میں اپنی رہائش گاہ ہونی چاہیے؟ فرمایا، ہاں پاکپتن شریف میں صابری ڈیرہ بنے گا لیکن شاید ہم نہ دیکھ پائیں، مرزا مظفر علی جگہ خریدے گا اور گلزار حسین تعمیر کروائے گا، چنانچہ سرکار کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ آج حقیقت بن کر ہمارے سامنے ہیں، سیدن حضور کے وصال شریف کے بعد مرزا صاحب نے دس مرلے جگہ خریدی اور باقی ماندہ دس مرلہ جگہ حضور گلوار سیدن اور حضور آفتاب سیدن نے خرید کر خوبصورت تعمیر کروائی، جو اُس وقت کی بہترین تعمیر تھی جس میں زائرین کی تمام تر سہولیات مہیا تھیں لیکن صد افسوس کہ زمانہ حال میں اُس کی ذرہ برابر بھی دیکھ بھال نہیں کی جا رہی۔ ضمناً عرض کروں کہ صابری سنگت آفتاب سیدن (حضور آفتاب سیدن کا دربار عالیہ شہر سرگودھا عزیز بھٹی ناؤن میں مرجع خلائق ہے) کی طرف سے راقم الحروف نے دوبارہ محلہ حسن پورہ نئی آبادی پاکپتن شریف میں جگہ خرید کر صابری ڈیرہ تعمیر کروایا ہے جہاں الحمد للہ

تا حال زائرین کی ضرورت کا تمام تر سامان میسر ہے، سالانہ عرس مبارک کے موقع پر صابری سنگت کا ہجوم کثیر رہائش پذیر ہوتا ہے۔

آیا جو خالی ہاتھ سے خالی نہ جائے گا

ہوتا رہے گا سائل پہ احسان صابری

لہذا کچھ دیر سیدن حضور روضہ مقدسہ کے سامنے بیٹھے رہے اسی نشست میں جناب سید زین العابدین شاہ صاحب ملتانی نے بیعت ہونے کی عرض کی، سرکار نے ان کو نہایت محبت کے ساتھ حلقہ ارادت میں قبول فرمایا بعد ازاں الوداعی سلام پیش کیا اور واپسی کے لیے چل پڑے کچھ قدم آگے جا کر دوبارہ واپس ہوئے اور بابا صاحب کے روضہ اقدس کو نظر جما کر دیکھنے لگے، قریب ہی حضور گلزار سیدن و حضور آفتاب سیدن کھڑے تھے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، یہ عظیم شہنشاہ کا دربار ہے میں نے یہاں سے بہت کچھ حاصل کیا ہے تم ہمیشہ حاضری دیتے رہنا کبھی خالی ہاتھ نہ جاؤ گے۔

حاجت روا ہے وَاللّٰهُ كَنُجْ شُكْرٌ سَخِيٌّ هُوَ

وَلِيُوْنَ كَابَادِشَاهِ هُوَ كِهِنِي كُوَاك وَّلِي هُوَ

کچھ دیر اسی طرح گنبد فرید کو دیکھتے رہے بعدہ باادب سر جھکا کر واپس ہوئے ساتھیوں نے سرکار کا خوبصورت نوکی عصا پیش کیا، سرکار نے ہاتھ میں تھام لیا، اکبری دروازے سے باہر آئے، پاپوش پیش کیے گئے مگر ننگے پاؤں چلنا پسند کیا وہی عرض دہرائی گئی، حضور سخت گرمی ہے، سڑک آگ کی مانند گرم ہو چکی ہے اور جگہ جگہ نوکیلے سنگریزے ہیں مہربانی فرمائیں نعلین پہن لیں فرمایا تم لوگ اپنے پیار سے مجبور ہو، اور میں اپنے عشق وادب سے مجبور ہوں مجھے میری حالت پر چھوڑ دو، میں دیکھ رہا ہوں کہ ان گلیوں میں باوا صاحب اور صابری پاک کے قدم

لگے ہوئے ہیں بھلا میں کیسے اس جگہ جوتے پہن سکتا ہوں لہذا سوا میل کی پیدل (پاء برہنہ) مسافت طے کر کے کوکنا نوالہ محلہ میں آئے جہاں فرزند علی کو شرف بیعت سے نوازا، کچھ دیر مقامی لوگوں کی معروضات سن کر دعائے خیر کی اور اسی دن روانگی اختیار فرمائی، رات مرزا مظفر علی کے گھر چک نمبر 47 (اوکاڑہ) میں قیام کیا دوسری صبح مقامی لوگوں سے کچھ دیر ملاقات فرمائی بعد ازاں لاہور کے لئے روانہ ہوئے، ایک جگہ دوران سفر لپ سڑک رُک کے جہاں ایک خوبصورت مٹھلو اڑی اور ہوٹل تھا وہاں چائے پی اور پھولوں کی مہک سے مسرور ہوئے، رات لاہور میں قیام فرمایا اور دوسرے روز واپس گھر پہنچ گئے۔

کرم بخشی:

سیدن حضورؐ نے ہمیشہ مقدس مقامات کی حاضری کے دوران اپنے پروگرام عوام الناس سے مخفی رکھے، تاکہ حاضری کے دوران یکسوئی قائم رہے جو خدمت کے لئے ایک یا دوسا تھی منتخب کیے جاتے، وہ حضورؐ کی طبیعت اور معمولات سے پوری طرح آگاہ ہوتے جن کو خاص طور پر ہدایت کی جاتی کہ کہیں بھی تعارف کروانے کی ضرورت نہیں جس کا مقصد تنہائی میں محویت حاصل کرنے کے علاوہ شہرت سے بچنا ہوتا تھا۔

پاکپتن شریف کے آخری سفر میں باقاعدہ ساتھیوں کو ہمراہ چلنے کی ہدایت فرمائی تاکہ تمام سنگت کو معلوم ہو جائے کہ ان مقدس آستانوں پر کس طرح ادب کے ساتھ حاضری دی جاتی ہے ایک طرف تو آپ کی رفاقت حاصل تھی جو کہ انعام خداوندی کا واضح ثبوت تھا دوسرا آپ کی محبت بھری گفتگو اور عملی تربیت نے آنے والی نسلوں کو بھی پیغام پہنچانا تھا کہ ان آستانوں سے قرب خداوندی کے انعام و اکرام حاصل ہوتے ہیں جہاں آپ نے اپنے غلاموں اور جگر گوشوں کو کج

شکر اور صابر پیا کی علمی و عملی تربیت سے فیضیاب کیا وہاں خصوصی طور پر دیار فرید پر حاضری دینے کی نصیحت و وصیت فرمائی جہاں تمام اولاد کو صابر پیا اور بابا فرید کے سپرد کیا وہاں تمام ہمراہیوں کو فیوض و برکات حاصل کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا، شب و روز کی کرم بخشی سے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی دورانِ حاضری مختلف اوقات کی نشستوں میں توحید و رسالت کے گوہر انمول تقسیم کیے گئے، عشق رسول اللہ ﷺ سے دلوں کو منور کیا گیا، داتا صاحب، بابا فرید، صابر چچا کے حالاتِ زندگی سے روشناس کرایا گیا جس سے تاحال صابر یہ کلسویہ سلسلہ کے پیروکار مستفید ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوتے رہیں گے۔

جگر راہِ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں

کہ جس منزل سے گئے راہوں وہ اب تک یاد کرتی ہے

عاشقِ صابر باشکلِ سیدن:

حضور آفتابِ سیدن بیان کیا کرتے کہ سیدن حضور کی محفلِ اقدس میں ہمیشہ کلیئر شریف اور صاحبِ کلیئر کے مقدس تذکروں کا رنگ چھایا رہتا، بلاشبہ حضور سیدن ولی کے عشقِ صابر کے متعلق کچھ تحریر کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے آپ سرتاپا عشقِ صابر کا مجسمہ تھے، ذکرِ صابر سے چہرہ سیدن اور محفلِ سیدن پر ہمیشہ نکھار رہتا اسی لگن میں ہمیشہ لگن نظر آتے کبھی کلیئر کے دیوانوں کے تذکرے چھیڑ دیتے تو کبھی فرزانوں کے، کبھی فقیروں کی باتیں کی جاتیں تو کبھی عشق کے اسیروں کی، مختصراً صابر پیا کے مقدس دیار کا مختلف پہلوؤں سے ذکر کرنا اور سُننا باعثِ راحتِ قلب و جاں تھا۔

زبان جب تک ہے اور جب تک زباں میں تابِ گویائی

تیری باتیں ہوں تیرا ذکر ہو تیرا افسانہ ہو

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سیدن حضور کی کلیئر شریف سے سچی محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ سرکار موضع ساہنا نزد ملکوال سے گھوڑے پر کلس شریف جا رہے تھے سائیں گلو بھی آپ کے ہمراہ تھا راستہ میں ہریا اسٹیشن کے قریب چند یوپی (انڈیا) کے مہاجرین کھیتوں میں کام کر رہے تھے اور آپس میں جو گفتگو تھی، سخت گرمی کا موسم تھا سرکار نے ان کے قریب گھوڑا روک لیا اور ان کی باتیں سننے لگے، کافی دیر تک دھوپ میں کھڑے رہے بل آخر سائیں گلو (جو کہ پیچھے باادب کھڑا تھا) کے دل میں سرکار کی صحت کی ناسازی کے متعلق تشویش گزری، آگے بڑھ کر دیکھا تو سرکار کی قمیض آنسوؤں سے بھیگ چکی تھی اور مسلسل ریش مبارک سے آنسوؤں کے قطرات ٹپک رہے تھے دست بستہ عرض کی، حضور! خیریت تو ہے اگر ادھر رکننا ضروری ہے تو کسی درخت کے سائے تلے ہو جاتے ہیں، فرمایا ہاں سب خیریت ہے تم ان مہاجرین کی باتیں سنو، گفتگو اور لب و لہجہ پر غور کرو، گلو نے عرض کیا، حضور! یہ تو اپنے معاملات پر گفت و شنید کر رہے ہیں مجھے تو پوری طرح انکی سمجھ بھی نہیں آرہی، فرمایا مجھے بھی ان کے زیر بحث معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں، مجھے جو چیز یہاں روک کر کھڑی ہے وہ ان کی گفتگو کا لب و لہجہ ہے یہ گفتگو کا انداز کلیئر شریف کے باسیوں والا ہے اس بیٹھے اور پیارے انداز میں صابر پیاء کے دیار اقدس میں گفتگو کی جاتی ہے، گلو! مجھے ان کی باتیں سن کر صابر پاک کا مقدس دیس یاد آ گیا ہے مجھے تو خبر ہی نہ تھی کہ میں کہاں کھڑا ہوں اگر تم محل نہ ہوتے تو شاید میں یہاں کھڑا ہی رہتا کیونکہ میں اپنے آپ کو دیار صابر میں محسوس کر رہا تھا۔

اپنی خبر کہاں انھیں جن پر کھلا ہے راز عشق
سارے شعور مٹ گئے جب ہوا امتیاز عشق

کلیر شریف حاضری کے دوران چند واقعات سرکاراً اکثر بیان فرمایا کرتے تھے جو صرف عقیدت پر نہیں بلکہ حقیقت پر مشتمل ہیں ان میں سے کچھ واقعات جو کہ راقم الحراف نے حضور آفتاب سیدن سے سنے ہیں حصول برکت کے لئے یہاں رقم کیے دیتا ہوں تاکہ قارئین کرام بھی مستفید ہو سکیں۔

پوسٹ ماسٹر:

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ سیدن سرکار نے فرمایا، ایک پوسٹ ماسٹر جن کا نام ظہور احمد اور رہائش سہارن پور (موجودہ انڈیا) تھی کا یہ معمول تھا کہ ہر جمعۃ المبارک کی نماز درگاہ صابر میں ادا کرتے تھے، روضہ مبارک میں حاضری دیتے اور واپس چلے آتے..... ایک دفعہ محکمہ ڈاک کے افسران بالانے جمعہ والے دن پوسٹ آفس کے معائنہ کی تاریخ مقرر کر دی۔ جب بابو صاحب کو معلوم ہوا تو انتہائی مغموم ہوئے کیونکہ ان کا یہ دن شرعی احکام کے علاوہ روحانیت کے فرائض کی ادائیگی کے لیے مختص تھا۔ وہ درگاہ صابر پر حاضری کے انتظار میں ہفتہ کے چھ دن گزارتے تھے۔ لہذا شدید کشمکش کا شکار ہو گئے، ایک طرف بچوں کی پرورش کا ظاہری سبب تھا تو دوسری جانب عقیدت و ایمان کا مسئلہ تھا۔ ساری رات تذبذب کا شکار رہے، عقل و عشق کے بیانات سنتے رہے کہ جاؤں یا نہ جاؤں؟ پل آخر اس فیصلہ پر پہنچے کہ حضور صابر پاک مہربان ہیں..... غیر حاضری معاف فرمادیں گے، مگر دفتر نہ گیا تو وہ لوگ معاف نہیں کریں گے۔

چنانچہ اس منصوبے کے مطابق بابو صاحب گھر سے تیار ہو کر دفتر کی جانب چل پڑے، قریب ہی ریلوے اسٹیشن پر سہارن پور سے رڑ کی جانے والی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ عشق نے عقل پر غلبہ پالیا، تمام دنیوی نفع ہلنقصان بخول گئے۔ بابو صاحب دوڑ کر گاڑی میں سوار ہو گئے۔ حسب معمول کلیر شریف میں نماز ادا

کی، درگاہ میں حاضری دی اور واپس سہارن پور آ گئے۔ گاڑی سے اتر کر سیدھے دفتر پہنچے۔ افسران معائنے میں مصروف تھے، بابو صاحب قریب کھڑے ہو گئے۔ ایک افسر نے آواز دی فلاں رجسٹر لاؤ، بابو صاحب خود ہی آگے بڑھے اور مطلوبہ رجسٹر لے کر پیش ہو گئے۔ افسر اعلیٰ نے رپورٹ لکھی اور روانہ ہو گئے۔ افسران کی روانگی کے بعد بابو صاحب نے ماتحت عملہ سے دریافت کیا کہ معائنہ کیسا رہا؟ انہوں نے کہا، جناب! سارا معائنہ تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے کروایا ہے، افسران کو خود کھانا کھلایا ہے، چائے پلائی ہے اور آپ پوچھ ہم سے رہے ہیں؟ جب رجسٹر کھول کر رپورٹ کا مطالعہ کیا تو حیرت میں اضافہ ہو گیا کیونکہ افسران کے تحریر کردہ بیانات میں بابو صاحب کی کارکردگی کو خراج تحسین پیش کیا گیا تھا۔ یہ دیکھ کر بابو صاحب سمجھ گئے کہ مجھ بدکار کا روپ دھار کر میرے آقا و مولا افسران کی خدمت اور معائنہ کرواتے رہے ہیں۔ اسی وقت دوبارہ کلیر شریف روانہ ہو گئے اور درگاہ شریف میں زار و قطار رونے لگے۔ سر جھنکا کر سرکار کے احسانات منانے لگے۔

احسان مند ہوں تیرا مجھ سے نبھانے والے
شب و روز پاسباں ہیں صابر پیا ہمارے

گستاخ کا انجام:

ایک دفعہ حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ سرکار سیدن نے فرمایا، دربار صابر پر ہر وقت زائرین کی گہما گہمی رہتی ہے۔ ہزاروں مرد عورتیں درگاہ مقدس میں روزانہ حاضری دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک عورت اپنے دو سالہ بچے کے ہمراہ آئی، بچے کو دربار کے صحن میں بٹھایا اور درگاہ میں حاضری کے لیے چلی گئی۔ بچے نے پیشاب کر دیا، ایک درباری خادم (جس کا نام متولی خان تھا) نے دیکھ

لیا، غصہ سے آگ بگولا ہو گیا، سخت ناراض ہوا۔ عورت نے معافی مانگی اور جگہ پانی سے صاف کی مگر وہ مسلسل غصے کی آگ برساتا رہا۔ پل آخر عورت بچے کو لے کر روٹی ہوئی روانہ ہو گئی۔

متولی خان مذکورہ نے دربارِ عالیہ سے کچھ فاصلہ پر زمین خرید رکھی تھی جس میں رہائش کے مکانات کے علاوہ ایک باغ بھی لگا رکھا تھا۔ رات کو حسب معمول اپنی رہائش گاہ پر چلا گیا۔ اسی شب اُس کے ایک ملازم نے اُسے قتل کر دیا، جو کہ بعد میں بری ہو گیا۔ اس طرح صابر پاک کے مہمان سے گستاخانہ سلوک کرنے والا کفیہ کردار تک پہنچ گیا۔

باطل کے سر پہ ہر دم تیغِ جلال چمکے

مومن کے پاسناں ہیں صابرِ پیا ہمارے

انوکھی حفاظت:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ سرکارِ سیدن نے فرمایا، بھوپال کے راجہ کے ہاں اولاد نہ تھی دونوں میاں بیوی حضور صابر پاک کے دربار میں حاضر ہوئے، رور و کر دعائیں مانگیں، اللہ تعالیٰ نے کرم کیا، اسی سال ایک خوبصورت بچہ عطا فرمایا۔ ماں باپ بچہ کو لے کر دیارِ کلیہ حاضر ہوئے، منت دی، زائرین میں کھانا تقسیم کیا اور واپس چلے گئے۔ اب ہر سال اُن کا معمول بن گیا۔ بچے کی تاریخِ ولادت پر دربارِ عالیہ میں حاضری دیتے، نوافل پڑھتے اور واپس چلے جاتے۔ آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا، جب بچہ پانچ سال کو پہنچا تو حسب سابق درگاہِ صابر پر حاضر ہوئے۔ بچے کے ماں باپ درگاہ شریف میں سلام پیش کرنے کے بعد نقلی عبادت میں مصروف ہو گئے جبکہ بچے کے ہمراہ خدمت پر مامور غلام، بچے کو ساتھ لے کر نہر گنگ میں نہانے چلے گئے۔ اتفاق سے بچہ نہر

میں گر گیا، لاکھ کوشش کے باوجود ہاتھ نہ آیا۔ خدام نے شور و غل برپا کیا، لوگوں نے کشتیوں کی مدد سے تلاش کیا لیکن بچہ ملنے کی کوئی صورت نہ بن آئی۔ ادھر بچے کی ماں کو معلوم ہوا تو صابرؒ پاک کی مزارِ اقدس سے لپٹ کر زار و قطار رونے اور التجائیں کرنے لگی، حضورؐ! آپ نے ہی مجھے اس نعمت سے نوازا تھا اور آج آپ ہی کی درگاہ پر محروم ہو گئی ہوں۔ آپ سخی ہیں، آپ کو خیرات دے کر واپس لینی زیب نہیں دیتی۔ میرے حال پر مہربانی فرمائیں، مجھے میرا بچہ زندہ و جاوید چاہیے۔ جب تک میرا بچہ مجھے نہیں مل جاتا، میں دربار سے باہر ہرگز نہ جاؤں گی۔

دے کے صدقہ خواجہ شمس الدین جلال الدینؒ کا

اپنے بیدم کو دیکھا دو شان بندہ پروری

ابھی یہ فریادیں جاری تھی کہ ادھر رڑکی میں بنائے گئے ہیڈ پر بچہ زندہ سلامت پکڑا گیا، دربارِ عالیہ سے لے کر رڑکی تک چھ میل کا فاصلہ بنتا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے، بچے کے پیٹ میں پانی کا گھونٹ تک نہ گیا۔ بچے کو اٹھا کر لوگ دربار پر لے آئے، ماں نے دیکھا تو سجدہ شکر ادا کیا، خیرات تقسیم کی اور حضور صابرؒ پاک کی مدح سرائی کرتی ہوئی روانہ ہو گئے۔

مُشکل پڑی ہے جب بھی تو نے ہی لاج رکھ لی

فیضِ رواں دواں ہیں صابرؒ پیا ہمارے

مَنت کی دیکھیں:

حضور سیدن سرکار نے فرمایا، ایک دفعہ ہم دربارِ عالیہ کے اُس حصہ میں گئے، جہاں زائرین مَنت کی دیکھیں پکار رہے تھے۔ پہلا شخص جو دیگ پکوار ہا تھا۔ اُس سے دریافت کیا کہ تیری کون سی حاجت پوری ہوئی ہے جس کے لئے تو دیگ پکار رہا ہے؟ اُس نے بتایا، جناب! میں گھوڑوں کا بیوپار کرتا ہوں، دو

گھوڑے سہارن پور منڈی پر فروخت کرنے لایا تھا۔ رات یہاں درگاہِ صابر میں قیام کیا، روضہء مبارک میں سلام کیا اور منت مانی کہ اگر میرے دونوں گھوڑے ہزار روپے میں بک گئے تو سرکار کے دربار پر دیگ پکا کر زائرین میں تقسیم کروں گا، رات کو میرا ایک گھوڑا چوری ہو گیا۔ میں انتہائی پریشان ہوا کہ خوب منت پوری ہوئی ہے لیکن اب کیا کر سکتا تھا، دوسرے گھوڑے کو لیکر منڈی چلا گیا وہاں پہنچتے ہی وہ گھوڑا ہزار روپے میں فروخت ہو گیا، میرے غم دور ہو گئے کیونکہ میں نے تو ایک ہزار روپیہ مانگا تھا وہ مجھے مل گیا، ہنسی خوشی واپس آیا، دربار میں سلام کیا اور اب منت ادا کر رہا ہوں۔ یہ سن کر سرکار نے فرمایا، ہم اگلے شخص کے پاس پہنچے اور وہی سوال ڈہرایا، اُس نے بتایا، جناب! میں دودھ کا کاروبار کرتا ہوں، غربت کے باعث سواری دستیاب نہ تھی۔ حضور صابر پاک کے دربار میں سواری کے حصول کے لئے نذر بانی، دو یوم قبل حضور نے خواب میں فرمایا، درگاہ کے قریب دو گھوڑے باندھے ہوئے ہیں، ایک تم لے لو، لہذا میں نے جا کر اپنی پسند کا گھوڑا لے لیا اور آج منت ادا کر رہا ہوں سرکار سید نے فرمایا، یہ سن کر ہم مسکرانے لگے کہ میرے صابر کے دربار سے کوئی بھی سائل محروم نہیں جاتا، جسے جو تمنا ہو وہ ضرور ملتی ہے۔ ایک کو ہزار روپیہ مطلوب تھا اُسے وہ مل گیا جبکہ دوسرے کو گھوڑا عطا فرما دیا، اب دونوں حضرات ملکر ہنسی خوشی منتیں ادا کر رہے ہیں۔

حزیر شہیر رضی اللہ عنہ و شہر رضی اللہ عنہ غوث رضی اللہ عنہ جلی کے پوتے
گنج شکر کی ہاں ہیں صابر پیا ہمارے

صابر پاک کی آمد:

حضور آفتاب سید نے فرمایا کہ ایک شب دران محفل سرکار سید نے مخدوم صابر پاک اور حافظ تمس الدین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، ایک مرتبہ جب

حافظ شمس الدین صاحب پانی پت میں حضور صابر پاک کے عرس مبارک کی صدارت فرما رہے تھے۔ رات محفل میں دورانِ سماع عجیب کیفیت پیدا ہوگئی، تمام حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔ جنوں کی ایسی کیفیت جسے عقل احاطہ تحریر میں نہیں لاسکتا۔ یہاں تک کہ حافظ صاحب بھی عالم استغراق میں محو ہو گئے۔ عین اسی دوران حضور صابر پاک نورانی تجلیات بکھیرتے ہوئے ایک پاکی پر سوار تشریف لے آئے۔ تمام حاضرین محفل نے باادب قیام کیا، سرکار نے فرمایا، اے لوگو! جب میرا شمس عالم سلوک میں آئے تو میرا سلام کہنا، تحقیق میں علی احمد صابر کلیر والا ہوں۔ یہ سن کر تمام حاضرین ششدر ہو کر سکتے میں چلے گئے اور سرگاز روانہ ہو گئے۔ جب حافظ صاحب عالم سلوک میں آئے تو تمام حاضرین نے دست بستہ سرکار صابر کی آمد کے جملہ احوال بیان کیے۔ حافظ صاحب نے ان سے سرکار صابر کا حلیہ مبارک دریافت کیا، جب انہوں نے حلیہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا، بلاشبہ وہ میرے آقا و مولا ہی تھے۔

اپنا جنازہ پڑھ کر تو نے بتا دیا ہے، ہر دور میں جواں ہیں صابر پیا ہمارے

مقدس رشتے کی حفاظت:

حضور سیدنا سرکار کے نختِ جگر پیر آفتاب احمد شاہ صاحب نے ایک مرتبہ یہ واقعہ سنایا کہ دربار عالیہ پر ایک سوتیلی ماں اور بیٹا عصر کے وقت حاضری کرنے آئے، وقت کی نزاکت کے پیش نظر انہوں نے وہیں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ رات لنگر کھایا، عشاء کی نماز پڑھی اور گولر کے درخت کے نیچے چادر بچھا کر لیٹ گئے۔ آہستہ آہستہ رات گزرتی گئی، اکثر زائرین آنکوش نیند میں چلے گئے۔ حالِ خال دربار عالیہ کی غلام گردش میں نوافل پڑھتے نظر آ رہے تھے عین اُس وقت لڑکے پر شہوت نے غلبہ ڈال لیا، نیت خراب ہوگئی، بُری نظر سے اپنی سوتیلی ماں کو

دیکھا اور اپنا ارادہ ظاہر کرنے کی کوشش کی، عورت نے سمجھایا کہ میں رشتہ کے لحاظ سے تمہاری ماں ہوں، اس مقدس رشتہ کو داغدار کرنے کی پکاوٹ مت کر، مگر وہ نہ سمجھا اور حد سے تجاوز کرنے لگا، آخر کار عورت نے بے بس ہو کر پکارا ”المدد یا شیخ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر“ ابھی حلق سے آواز نکلی ہی تھی کہ ایسے محسوس ہوا جیسے گولر کے درخت پر آسمان سے بجلی گری ہے۔ اور گولر کی ایک بہت بڑی شاخ کٹ کر اُس نوجوان کے پیٹ میں دھنس گئی۔ اسی وقت جاں بحق ہو گیا۔ اس طرح ایک مقدس رشتہ داغدار ہونے سے بچ گیا۔

باطل کے سر پہ ہر دم تیغِ جلال چمکے
مومن کے پاسباں ہیں صابرؒ پیا ہمارے

کافرِ عشقم:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ ایک روز سرکارِ سیدن نے کلیر شریف کی باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ کلیر شریف کے جنگل میں ایک ڈرویش کافر شاہ کے نام سے مشہور تھے، صابرؒ پاک کے دربار سے کچھ فاصلے پر گھاس پھوس کی چھونپڑی میں رہتے تھے، اچانک ایک روز سخت علیل ہو گئے اور اپنے لیک ہم راز ڈرویش (جو کہ خدمت پر معمور تھا) کو بوقتِ عصر فرمایا کہ یہ کفن دفن کا سامان موجود ہے ہمارا آخری وقت آچکا ہے ہماری قبر صابرؒ پاک کے قدموں میں بنا کر نشانِ مٹا دینا چنانچہ اب ہم چلتے ہیں یہ کہہ کر وصال فرما گئے، ڈرویش کے دل میں خیال آیا کہ عین نمازِ عصر کا وقت ہے ایسا نہ ہو کہ نمازِ قضاء ہو جائے ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کافر شاہ صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے فرمایا، جاؤ پہلے نماز ادا کر لو ہم پھر مر لیں گے لہذا ڈرویش مسجد میں پہنچا جماعت کے ساتھ نماز ادا کی، فراغت پر تمام نمازیوں کو کافر شاہ صاحب کا تمام معاملہ گوش گزار کیا بعد ازاں تمام نمازی

میل کر چھوٹی میں پہنچے تو کافر شاہ صاحب نے دُرویش کو مخاطب کر کے فرمایا، نماز ادا کر لی ہے چنانچہ اب ہم چلتے ہیں یہ کہہ کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور وصال فرما گئے۔

تمام حاضر اہل ایمان نے غسل و کفن دینے کے بعد نماز جنازہ ادا کی اور صابر سرکار کے قدموں کی طرف مرقد بنا کر وصیت کے مطابق نشان مٹا دیا۔ حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ اس واقعہ کو سُننے کے بعد کسی پیر بھائی نے سرکار سے ”کافر شاہ“ نام کی وجہ دریافت کی، سرکار نے فرمایا کہ کافر صرف انکار کرنے والے کو نہیں کہتے بلکہ راز رکھنے والے کو بھی کافر کہا جاتا ہے دراصل وہ اپنے شیخِ کامل کی محبت کے اسرار و رموز سے آگاہ تھے اسی لیے کافر شاہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ بقول بیدم وارثی صاحب

عشق مولس عشق ہی دَماساز ہے عشق میری زندگی کا راز ہے

کوائفِ وصال و اقوالِ زریں

حضور سیدنا سرکار سلسلہ چشتیہ صابریہ کے وہ ممتاز ولی اللہ ہیں جن کے قرب میں رہنے والوں نے بے شمار ایسے حالات و واقعات کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا جن سے وہ نہ صرف ولی اللہ کی لامثال بروحانی و ایمانی قوتوں کے قائل ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر دل و جان سے ایمان لے آئے اور اس حکم الہی پر حق الیقین رکھتے ہیں کہ موت فٹاہ ہونے کا نام نہیں بلکہ دوبارہ نئے جہان اور نئی زندگی (نہ ختم ہونے والی) کا اعلان ہے، موت کافر و منافق کے لیے عذابِ عظیم کا دروازہ ہے لیکن مومن کے لیے محبوب کی ملاقات کا ذریعہ ہے بلکہ مومن کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کا مقام ہے اسی لیے حدیثِ نبوی ہے کہ ”موت مومن کے لئے تحفہ ہے“۔

• اہل جنوں کی محفل جا کے لحد میں ہوگی

ملاقات کا یقیناً وہ مقام آرہا ہے

بلاشبہ موت مومن کے لئے تحفہ ہے اور یقیناً وہ زیارتِ رسول اللہ ﷺ کا

تحفہ ہے تبھی تو عام لوگوں کے مرنے کو وفات سے منسوب کیا جاتا ہے جبکہ ولی اللہ

کی موت کو وصال کہا جاتا ہے اسی لیے تو ان کے چہروں پر وصال کے بعد تبسم

کے آثار ملاقاتِ محبوب کی خبر کو فاش کر رہے ہوتے ہیں۔

وِصال کے متعلق اشارات:

حضور آفتابِ سیدنؑ بیان فرمایا کرتے کہ حضور سیدنِ ولیؑ نے وِصال سے کافی عرصہ قبل مختلف طریقوں سے پیشیوں گویاں دینی شروع کر دی تھیں ایک بات جو سرکارؑ نے کافی دفعہ مختلف پیر بھائیوں سے مختلف مقامات پر بیان فرمائی کہ میری مجموعی عمر تریسٹھ (63) برس تھی لیکن کچھ نئے پیر بھائیوں اور بچوں کے پیار کو مد نظر رکھتے ہوئے، رَبِّ تعالیٰ سے بطفیلِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو برس مزید مانگے ہیں جو عرض منظور کر لی گئی ہے لہذا جب 65 سال تکمیل ہو جائیں گے تو ہمیں اپنے مالک کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، شاہِ حجتیؑ نے فرمایا کہ سیدنؑ حضور بنے کثیر پیر بھائیوں اور اہل خانہ کو اس متعلق بارہا آگاہ فرمایا، حضور آفتابِ سیدنؑ کی اسی گفتگو کے دوران محفل میں حاضر دو پیر بھائیوں پیر بشیر شاہ صاحب آف ابدال اور حاجی اللہ دین صابری سکنہ چک نمبر 14 ضلع سرگودھا جو تاحال موجود ہے نے عرض کیا، عالیجاہ! ہم کو بھی سرکارؑ نے انہی الفاظ کے ساتھ فرمایا تھا کہ میری کل عمر 63 برس تھی لیکن دو سال خدا تعالیٰ سے مانگے ہیں وہ دو سال ختم ہونے پر ہمیں سفرِ آخرت اختیار کرنا ہے یہ سن کر شاہِ حجتیؑ نے فرمایا کہ میں نے یہ الفاظ بارہا سرکارؑ کی زبان سے سنے ہیں لیکن محبت سے مجبور ہو کر سنی اُن سنی کرتے رہے کیونکہ اس وقت کا تصور کر کے دل گھبرا جاتا تھا، بھلا کیسے کوئی اپنے محبوب کی رخصتی برداشت کر سکتا ہے لیکن امرِ حق اپنی جگہ اٹل ہوتا ہے وہ تبدیل نہیں ہو سکتا اور نود ہر ولی اللہ کو وِصالِ محبوب کی شدید خواہش ہوتی ہے اسی لیے تو بعد از وِصال اُن کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

نوری پالکی:

حضور آفتابِ سیدنؑ نے فرمایا (یہ واقعہ راقم الحروف نے حضور گلزارِ سیدنؑ

اور بشیر شاہ صاحب سے بھی سنا ہے) غالباً 1972ء یا 1973ء کا ذکر فرمایا کہ عید کے روز عرس مبارک سے قبل سرکار نے فرمایا کہ آج رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے کہ کچھ نورانی لوگوں نے ایک عدد خوبصورت نورانی پاکی اٹھائی ہوئی تھی اور مجھے سلام دینے کے بعد کہتے ہیں کہ آپ اس پاکی میں سوار ہو جائیں ہم آپ کو کلیر شریف لے جانے کے لئے بھیجے گئے ہیں، میں نے پوچھا تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ انہوں نے پاکی کی طرف اشارہ کر کے کہا، اس کے اوپر نام لکھا ہوا ہے خود پڑھ لیں، جب میں نے غور سے دیکھا تو پاکی کے اوپر چلی حروف میں خوشخط میرے آقا و مولا کا نام تحریر تھا یعنی حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری، چنانچہ ہم فوری طور پر پاکی میں سوار ہو گئے، یہ سنانے کے بعد فرمایا، اس کی تعبیر یہ ہے کہ اب ہماری آخری نیازی کا وقت آ گیا ہے، حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ یہ سن کر تمام گھر کے افراد رونے لگے لیکن حضور گلزار سیدن نے بڑے تحمل سے عرض کیا، حضور! اسکی تعبیر یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سلسلہ صابرہ میں آپ کے درجات اور بلند فرمائے گا اس پر سرکار نے مسکرا کر فرمایا کہ ہم نے حقیقت پر مبنی تعبیر بیان کر دی ہے۔

سفید بالوں کی علامت:

حضور سیدن سرکار کے وصال سے متعلق یہ پیشین گوئی بھی راقم الحروف نے جناب حضور گلزار سیدن اور جناب حضور آفتاب سیدن سے خود سنی ہے، یاد رہے کہ راقم الحروف بچپن میں اکثر جمعہ والے دن حضور گلزار سیدن کی محفل میں حاضری دیا کرتا جو صبح سویرے میرے سائیکل کی گھنٹی سن کر فرماتے، لو بھئی... ہمارا جمعہ آ گیا ہے اور کبھی فرماتے وہ سورۃ العمران آ گیا ہے ایک مرتبہ مجھے حکم فرمایا کہ لاؤ ڈسپیکر پر تلاوت کیا کرو لہذا پہلی دفعہ بارہویں شریف کے موقع پر

سورۃ الکوثر تلاوت کی تو بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے فیضیاب فرمایا بعد ازاں بندہ ناچیز کے ذمے تعویذات لکھنے کی ڈیوٹی لگائی جب ہفتہ بھر مختلف اوقات میں تعویذات لکھ کر ملکوال سے کس پہنچتا تو فرماتے تم نے تو سورۃ العمران ہمارا کافی بوجھ ہلکا کر دیا ہے پہلے مجھے خود لکھنے پڑتے تھے اب تمہارے لکھے ہوئے تعویذات بڑا کام دیتے ہیں اور حضور گلزارِ سیدن کے وصال فرمانے کے بعد راقم الحروف نے حضور آفتابِ سیدن کی اکثر اوقات محفلوں میں حاضر رہ کر بے شمار انمول موتی حاصل کیے، جسے آج آپ کے سامنے تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، اپنی غفلت اور کم ظرفی مد نظر ہے مگر ان کی عطا پر کوئی شک و شبہ نہیں، جو گفتگو ان سے سنی عین وہی آپ کے سامنے تحریر کی جس گفتگو میں خود شامل نہ ہو سکا وہ کسی سچے راوی کی تصدیق کے بغیر تحریر کرنے کی جسارت نہ کی... اور نہ ہی کسی جگہ مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا جو حقیقت پر مبنی سرکارِ سیدن وئی کے حالات و واقعات دستیاب ہوئے صرف وہی کتابِ ہذا میں رقم کیے گئے ہیں۔

شاہی کی آرزو نہ تجمل کی جستجو

بیدم ہے اک غلامِ غلامانِ اولیاء

چنانچہ مذکورہ دونوں ہستیوں سے سنا ہے کہ حضور سیدن وئی وصال سے دو سال قبل علیل ہوئے، لاہور کے ایک ڈاکٹر ضیاء الرحمن صاحب سے چیک اپ کروایا گیا انہوں نے مختلف ٹیسٹ کروانے کے بعد نسخہ تجویز کیا جس کے مطابق ادویات کا استعمال شروع ہو گیا اس نسخہ میں کچھ انجکشن (ٹیکے) بھی تجویز کیے گئے جن کو لگانے کے لیے ملکوال کے ایک ڈاکٹر جناب محمد فاضل صاحب (جن کا ذکر باب رُوح پرور میں گزر چکا ہے) تشریف لاتے، ایک روز انجکشن لگانے کے

لئے حاضر ہوئے تو سرکار سے عرض کیا، حضور! اس علالت میں کہیں مفارقت کا داغ تو نہیں پوشیدہ؟ تبسم کے ساتھ فرمایا، عزیزم فاضل! ابھی وہ وقت نہیں آیا لیکن ایک یوم وہ وقت بھی آئے گا، زیادہ دور نہیں، تمہیں ابھی اس وقت کی ایک نشانی بتائے دیتا ہوں، سنو! جب گلزار حسین کی دونوں کنپٹیوں کے بال سفید ہو جائیں گے وہ وقت ہماری آخری تیاری کا ہوگا لہذا ڈاکٹر صاحب نے یہ بات اپنے روزنامے میں تحریر کر لی اور ہمیشہ اس نشانی کے متعلق آگاہی رکھتے جب سرکار کی آخری علالت کے موقع پر حضور گلزار سیدن ساہیوال سے ملکوال تشریف لائے تو ڈاکٹر صاحب نے آپ سے ملاقات کے بعد نہایت پریشانی کا اظہار کیا کیونکہ 2 ماہ کی مختصر مدت میں آپ کی دونوں کنپٹیوں کے بال مکمل سفید ہو چکے تھے، شاہ جی کے استفسار پر ڈاکٹر صاحب نے سرکار کی اپنے وصال کے متعلق مذکورہ پیشین گوئی تفصیلاً عرض کر دی، جو حرف بہ حرف حقیقت ثابت ہوئی۔

بنگال کا قیدی:

حضور آفتاب سیدن کی موجودگی میں حاجی اللہ دین صابری ساکن چک نمبر 14 ضلع سرگودھا نے بیان کیا (حاجی اللہ دین تاحال بخیریت ہیں اور صابری دربار کا شانہ کلس، درگاہ آفتاب سیدن 221, B عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کے وفادار ساتھی ہیں) کہ بنگال میں قید ہونے سے قبل سرکار کی قدم بوسی نصیب ہوئی، سرکار نے مجھے دیکھ کر فرمایا، عزیزم! صبر سے کام لینا اور اپنے مالک کی یاد کا دامن تھامے رکھنا کیونکہ تمہیں بنگال میں قید کر لیا جائے گا اور تمہاری اسی قید کے دوران ہمارا وصال ہو جائے گا اور یاد رکھو، آفتاب احمد کے وفادار رہنا، آفتاب قلندر مرد ہے اور سرگودھا والوں کا پیر ہوگا چنانچہ اسی طرح ہوا، موصوف بنگال میں قیدی رہے جب قید سے خلاصی پر لاہور پہنچے تو معلوم ہوا کہ سرکار وصال فرما چکے

ہیں اور اب اگلی پیشین گوئی کے مطابق تاحال حضور آفتاب سیدن کے سرگودھا میں قلندر رانہ فیوض و برکات دیکھ رہا ہوں۔

لنگر کا بوجھ اٹھا لو:

زوجہ محترمہ حضور گلزار سیدن نے خود راقم الحروف سے بیان کیا کہ آخری عرس مبارک کے موقع پر سرکار گھر تشریف لائے، میں نے آگے بڑھ کر سلام پیش کیا تو میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، بیٹی! ہمارا مالک سے کیا ہوا وعدہ پورا ہو چکا ہے ہم نے دو سال اضافی مانگے تھے اب وہ بھی ختم ہو گئے ہیں چنانچہ اب ہمارا اس دار فانی سے رخصت ہونے کا وقت قریب آچکا ہے، تمہیں لنگر کا بوجھ اٹھانا ہوگا، صبر و شکر کر کے اس بوجھ کو اٹھا لو، مالک حامی و ناصر ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ کسی چیز کی کمی نہ رہے گی، رب تعالیٰ کی عنایات بطفیل نبی پاک ﷺ و صابر پیا جاری وساری رہیں گی۔

عصائے عطا فرمائے:

حضور آفتاب سیدن نے بیان کیا کہ میں آخری بیماری میں سرکار کو گلکس سے ملکو ال لایا، ہمارے گھر میں تشریف فرما رہے جب سرگودھا پی، اے، ایف ہسپتال کا پروگرام بنا تو سرکار نے اپنا مستعملہ خوبصورت نوکی عصاء اور اپنے جد امجد باوا یسین سرکار کا استعمال شدہ عصاء مجھے عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو سنبھال لو، تمہارے کام آئیں گے، اب ہمیں انکی ضرورت نہیں رہی چنانچہ اب دونوں عصائے درگاہ آفتاب سیدن عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کے تبرکات میں موجود ہیں اس کے بعد سرکار کو ان کی ضرورت پیش نہ آئی۔

روضے کا نقشہ:

صوفی محمد حسین آف فصیل آباد نے راقم الحروف کو خود بتایا لیکن ان کے

بتانے سے پہلے یہ واقعہ حضور آفتاب سیدن نے بھی بیان فرمایا تھا کہ ایک دفعہ صوفی صاحب فیصل آباد سے باقاعدہ روضہ مبارک کا نقشہ بنوا کر لائے اور سرکار سے عرض کیا، حضور! اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی روضہ بنوالیں تاکہ بعد میں جگہ کی نشان دہی کے متعلق پریشانی نہ ہو، سرکار نے فرمایا، عزیزم! ایسا وہ کرے جسے اپنے رب پر یقین نہ ہو، انشاء اللہ تعالیٰ صابر حضور کے گرم سے مجھے پورا یقین ہے کہ میرا مالک خوبصورت روضہ بنوائے گا جس کا کام گلزار حسین و آفتاب احمد اور ان کے وفادار ساتھیوں کے ذمے ہوگا۔

دوسرا میں اپنی وفات کے متعلق سر عام کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتا جس سے تمام پیر بھائیوں اور بچوں کو ابھی سے صدمہ اٹھانا پڑ جائے، وقت آنے پر سب کچھ ہو جائے گا۔

بار بار ملاقات فرمائی:

پیر بشیر شاہ صاحب صابری آف ابدال نے راقم الحروف کو بتایا کہ 28 اکتوبر 1973ء (12 کاتک) کو سرکار اپنی والدہ محترمہ کے سالانہ ختم شریف کے سلسلہ میں ٹبہ (ساہنا) نزد ملکوال تشریف لے گئے، سرکار کی جیپ عصر کے وقت مائی صاحبہ کے دربار پر پہنچی، عشاق کا کثیر اجتماع سرکار کی آمد پر خوشیاں مناتے ہوئے ملاقات کرنے لگا، سرکار مائی صاحبہ کے بوضو مقدسہ میں حاضری دینے کے بعد بارہ درمی میں بیٹھ کر تمام پیر بھائیوں کی معروضات سنتے رہے، نمازِ مغرب ادا فرمائی اور لنگر تقسیم ہونے لگا، عشاء کے بعد محفل میں تشریف لائے، خوب رقت آمیز سماں پیدا ہوا، دوسرے روز ختم شریف پڑھا گیا، علالت کے باوجود کسی سائل کی دل آزاری نہ فرمائی بلکہ پوری توجہ سے پیار و محبت فرماتے رتے، دوسری شب بھی قیام فرمایا، اگلی صبح تمام سنگت سے فرداً فرداً ملاقات فرمائی

جب ٹبہ سے نیچے اتر کر ریلوے لائن کے قریب اپنی جیب کے پاس پہنچے تو دوبارہ فرمایا، ایک مرتبہ پھر مل لو، اسی طرح تیسری دفعہ جب جیب میں سوار ہونے لگے تو فرمایا، آؤ ساتھیوں پھر ملیں شاید پھر ملاقات نہ ہو سکے۔

جیسا کہ سفر پاکپتن شریف میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سرکار نے بابا فرید سرکار کے دربار عالیہ پر حاضری کے دوران بھی واضح فرما دیا تھا کہ اب بابا صاحب اپنے پاس بٹار ہے ہیں چنانچہ اب ہماری آخری تیاری کا وقت آچکا ہے۔

آخری حاضری بحضور امین صابر:

حضور آفتاب سید نے بیان فرمایا کہ سیدن حضور امین صابر سید مردان علی شاہ صابری صاحب کے عرس مبارک کے موقع پر ہر سال حاضری دیا کرتے بلکہ سیدن حضور ہی کا وہ وجود مسعود ہے جس کی برکت اور مسلسل محنت شاقہ سے سید مردان علی شاہ صاحب صابری کا سالانہ ختم شریف عرس مبارک کے عظیم اجتماع کی صورت اختیار کر چکا ہے، سیدن حضور نے سید مردان علی شاہ صابری صاحب (جن کے حالات و واقعات شروع میں بیان کیے جا چکے ہیں) کے روضہ سے لے کر مسجد، محفل خانے، رہائش گاہ اور لنگر خانہ وغیرہ خود تعمیر کروائے، سرکار اکثر اوقات سید مردان علی شاہ صابری صاحب کے دربار عالیہ پر حاضری دیا کرتے لیکن سالانہ عرس مبارک کے موقع پر خصوصی اہتمام کیا جاتا، آخری عرس مبارک کے موقع پر کافی سنگت کو ہدایت فرمائی کہ ضرور حاضری کریں، سید مردان علی شاہ صابری صاحب کا عرس مبارک ہاڑھ کے مہینہ میں منایا جاتا ہے چنانچہ اس سال بھی حسب سابق 10 ہاڑھ 23 جون 1973ء کو باوا یسین سرکار کے مزار پر حاضری کرنے کے بعد مکھن پنڈی شریف (نزد پھالیہ) روانہ ہوئے،

صبح سے ہی عید گاہ چوک پھالیہ پر کثرت سے پیر بھائیوں کا جم غفیر سرکار کا منتظر تھا جب سرکار کی جیب پھالیہ پہنچی تو عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ملاقات کے لئے اُٹ پڑا، سرکار نے نہایت محبت کے ساتھ ملاقات فرمائی، مشروب پیش کیا گیا سب ساتھیوں نے بھی پانی پیا کچھ دیر قیام کے بعد عید گاہ پھالیہ سے سید مردان علی شاہ صابری صاحب کے دربار عالیہ کی طرف مع سنگت پیدل روانہ ہوئے تمام پیر بھائیوں کے چہروں پر خوشی کے آثار نمایاں تھے، سرکار کی موجودگی سے موسم کی شدت کا احساس تک نہ رہا ہر طرف سکون و سرور کی لہر دوڑ گئی کوئی خوشی سے ناچ رہا تھا تو کوئی گولے چلانے میں مصروف تھا کسی کی زبان پر توحید و رسالت کے نعرے تھے تو کوئی زیارت میں محو تھا، فضائیں صابری خوشبو سے مہک رہی تھیں، عشاق کا ہجوم کثیر سرکار کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا جس کی نظر آپ کے چہرے پر پڑ جاتی، دوڑ کر آداب بجالاتا، جگہ جگہ اہل گاؤں نے مشروبات کے انتظامات کیے ہوئے تھے صابری کارواں تقریباً دو میل سفر کر کے دربار عالیہ کے قریب پہنچ چکا تھا مسلسل عاشقوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، روضہ اقدس کے سامنے کچھ دیوانوں نے رقص پیش کیے، سرکار کافی دیر تک سید مردان علی شاہ صابری صاحب کے روضہ مقدسہ کے سامنے باادب کھڑے رہے آنکھوں سے آنسو برس رہے تھے، چہرہ انور سے نور کی شعائیں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی تھیں، چار جانب حق صابر، سچ صابر کے نعروں کی گونج سنائی دے رہی تھی کچھ دیر کے بعد سرکار روضہ مبارک میں تشریف لے گئے، باادب سلام پیش کیا، تمام ساتھیوں کے لئے دعا فرمائی اور محفل خانہ میں سجائی گئی مسند پر جلوہ افروز ہوئے وہاں تلاوت قرآن پاک اور نعت خوانی کا سلسلہ چلتا رہا، اس دوران نئے آنے والے لوگ ملاقات کا شرف حاصل کرتے رہے، نعت خوانی

کے بعد محفلِ قوالی منعقد ہوئی، اذانِ ظہر سے قبل دُعا فرمائی اور نماز ادا کی بعد ازاں لنگر تقسیم کیا گیا، اسی طرح تمام دن نمازوں کے اوقات کے علاوہ سلسلہ محفل و ملاقات جاری رہا، رات بھر محفل ہوتی رہی صبح ختم شریف پڑھا گیا... اس دوران مسلسل تسبیح پڑھتے رہے بعد از ختم شریف ایصالِ ثواب کیا گیا اور تمام حاضرین کے لئے دُعا خیر فرمائی، دوسری رات بھی حسب سابق پروگرام ہوا، لیکن سرکار کی طبیعت پر مستقل خاموشی کا غلبہ تھا، دوسری شام حضور گلزارِ سیدین نے محفلِ سماع میں حصہ لیا، خوب سماں برسنا، چار جانب رنگ و نور دکھائی دے رہا تھا اگلی صبح روانگی سے بیشتر روضہ اقدس میں الوداعی سلام پیش کیا، مسلسل آنکھوں سے اشکوں کی جھڑیاں برس رہی تھیں، فراغت پر تمام پیر بھائیوں کے لئے دُعا خیر فرمائی اور محبت سے ملاقات کرتے رہے، دربارِ عالیہ سے کچھ فاصلہ پر گاڑی کھڑی تھی وہاں تک پیدل چل کر آئے، گاڑی میں سوار ہونے سے بیشتر سب کو دوبارہ ملنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ آؤ سب مل لو، شاید اگلے عرس پر ملاقات نہ ہو سکے، یہ سن کر بھی اشکبار ہو گئے، جب گاڑی وہاں سے روانہ ہوئی تو لوگوں کا جم غفیر حضور کی سلامتی اور درازی عمر کے لئے دُعا میں مانگ رہا تھا۔

درد و آلام کے مارے ہوئے کیا دیتے ہیں

ہم فقط اُن کی نظروں کو دُعا دیتے ہیں

سال میں کئی اعراس:

جیسا کہ شروع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ جب سرکار کی ولادت ہوئی تو خاندان کی کچھ عورتیں نام تجویز کرنے لگیں لیکن آپ کی مادرِ انور نے (جو کہ خود صاحبِ کمال ولیہ کاملہ تھیں) آپ کا نام ”سیدین شاہ“ رکھا، اس پر بعض مستورات نے آپس میں کان جوڑ کر نقطہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ یہ نام اس لئے تجویز کیا گیا

ہے کہ چوہاء سیدن شاہ والے حضرت سیدن شاہ شیرازی صاحب کا سالانہ میلہ لگتا ہے، مائی صاحبہ نے اس چہ میگوئی لمے آگاہ ہو کر فرمایا، یہ بات نہیں ہے بلکہ اصل وجہ تو یہ ہے کہ خود حضرت سخی سیدن شاہ شیرازی صاحب نے اس بچے کی خواب میں بشارت عطا فرمائی اور حکم دیا تھا کہ بیٹی! اس بچے کا نام میرے نام پر سیدن شاہ رکھنا چنانچہ یہ اُن کا حکم پورا کیا گیا ہے، دوسری بات ابھی سن لو کہ چوہاء والے سیدن شاہ صاحب کا سال میں ایک میلہ لگتا ہے جبکہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سیدن شاہ کے سال میں کئی اعراس اور میلے سجائے جائیں گے۔ بقول سفری صاحب

مائی بیے والی فرمایا اے نت سجر نے میلے سیدن دے دے

الْحَمْدُ لِلَّهِ قَبْلَهُ مَائِي صَاحِبَةُ كِي زَبَانِ اِقْدَسٍ سِي نَكْنِي وَ اَلِي الْفَاظِ اَجْ حَقِيْقَتِ
بن کر ہمارے سامنے ہیں جگہ جگہ سیدن حضور کی یاد میں محفلیں اور اعراس منعقد ہوتے ہیں شور کوٹ سے لے کر سرگودھا (درگاہ آفتاب سیدن، صابری دربار کا شانہ کلس 221, B عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا) تک، بیبہ مائی صاحبہ سے لے کر مگھو پنڈی شریف تک، کلس شریف سے لے کر ملکوال اور ابدال تک، مغل، چک بیلی خان وغیرہ جا بجا سیدن حضور کا اسم گرامی ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ کی خیرات سے اوج کمال پر متمکن نظر آتا ہے کہیں حضور گلزار سیدن کی وساطت سے خوشبو سیدن مہک رہی ہے تو کہیں پیر میراں شاہ صاحب کی صورت میں، کہیں چن پیر شاہ صاحب راتوں کو اسم سیدن کی ضیاء پاشیاں بکھیر رہے ہیں تو کہیں حضور آفتاب سیدن جگمگا رہے ہیں۔

المختصر چار جانب دن بہ دن مائی پاک کی پیشین گوئی کی صداقت واضح ہوتی جا رہی ہے، اللہ کریم اپنے محبوب کریم ﷺ کے صدقہ ہمیشہ ان فیض بخش چشموں کو سلامت رکھے۔ (آمین)

کلس کا آخری عرس:

حضور آفتاب سیدن نے بیان فرمایا کہ سرکار نے اس عرس مبارک کے موقع پر تمام پیر بھائیوں کو شامل ہونے کی تاکید فرمائی، انتظامات میں خود دلچسپی لیتے رہے لیکن طبیعت پر سکوت چھایا رہتا، طویل وقت کے لئے استغراقی کیفیات کا رنگ غالب رہتا، مقررہ وقت پر نماز ادا فرماتے ہمہ وقت قلب و زبان ذکر و اذکار میں مصروف رہتے جسم نہایت کمزور ہو چکا تھا، استخوانی ڈھانچہ معلوم ہوتا تھا لیکن نورانیت میں متواتر اضافہ ہوتا جا رہا تھا، عبادات کے سابقہ معمولات میں اضافہ کر دیا گیا تھا، عرس مبارک کے پہلے روز سنگتوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوتے ہی محفل میں جلوہ افروز ہوئے تمام پیر بھائیوں سے ملاقات فرماتے رہے، دن بھر صابری پروانوں کی آمد ہوتی رہی حسب سابق اس دفعہ بھی مہمانوں کی سہولیات کا خاص اہتمام کیا گیا تھا، ہر سو عشاق کا بحر بیکراں جوش مار رہا تھا، عشاء کی نماز ادا فرمانے کے بعد سرکار کے محفل میں تشریف لاتے ہی از سر نو ملاقات کا سلسلہ شروع ہو گیا سرکار نے صابری رنگ (سوسنی رنگ) کا چٹھہ پہن رکھا تھا اور اسی رنگ کی دستار مبارک سجا رکھی تھی، بڑی اور خوبصورت آنکھوں سے شہابا طہورا کی تاثیر دیکھنے والوں کو مست اور بے خود بنا رہی تھی، پیشانی اقدس سے نور کی کرنیں دلوں کو منور فرما رہی تھیں جسم سے مہکنے والی صابری خوشبو قوتِ شامہ کو مسرور کر رہی تھی، انوار کی تجلیات دیکھنے والوں کو مستوار بنا رہی تھیں۔

بقول اقبال

مُحْپایا حُسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنیوں میں
محفل کا باقاعدہ آغاز کلامِ الہی سے کیا گیا بعد ازاں ملک کے نامور نعت

خوان حضرات بارگاہ سرور کائنات ﷺ میں گلہائے عقیدت پیش کرتے رہے،
 استاد نصرت فتح علی خان صاحب نے محفل سماع پیش کی، سرکار کی روحانی
 کیفیات کے اثر سے ہر شخص بے خود نظر آ رہا تھا، شروع سے ہی رحتوں کا نزول
 محسوس کیا جا رہا تھا، جب نصرت فتح علی خان نے پہلی دفعہ سرکار کے سامنے اپنی
 مشہور قوالی ”نی میں جانا جوگی دے نال“ شروع کی تو سرکار کی مسلسل اشک
 برساتی ہوئی آنکھیں (جو متواتر کلیر شریف کی جانب لگی ہوئی تھیں) یکا یک محفل
 کی جانب متوجہ ہوئیں جس سے چار جانب آہ و بکا کا شور بلند ہوا، لوگوں کی
 اکثریت تاثیر وجد سے وادی حیرت میں کھوئی ہوئی تھیں، صابری نعرے بلند
 ہو رہے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ تمام درود یوار محو رقص ہیں جس کی نظر سرکار
 کے چہرہ اقدس پر پڑتی اسی پر لہزہ طاری ہو جاتا، یکا یک نصرت فتح علی خان نے
 دورانِ گرہ کہا ”قسم خدا دی آج جوگی تکیا کلساں وچہ“ جس سے حق سچ کے نعرے
 بے ساختہ فضاؤں میں گونجنے لگے، اسی قوالی کے دوران سرکار کچھ دیر کے لئے
 مسند سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے وہ لمحات بیان سے باہر ہیں۔ بقول بیدم

مرے دردِ نہاں کا حال محتاجِ بیاں کیوں ہو

جو لفظوں کا ہو مجموعہ وہ میری داستان کیوں ہو

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ نصرت فتح علی خان کارڈیو پر پروگرام نشر ہو رہا تھا،
 میزبان نے پوچھا، خان صاحب! آپ کی کوئی ایسی قوالی بھی ہے جس پر آپ کو
 خود لطف آیا ہو؟ جواب میں نصرت فتح علی خان نے کہا، جی ہاں شروع کے زمانہ
 میں ایک دفعہ دریائے جہلم کے کنارے ایک چھوٹے سے گاؤں (کلس) میں
 ایک ولی اللہ کے سامنے قوالی ”نی میں جانا جوگی دے نال“ پر بہت لطف آیا تھا جسے
 میں آج تک نہیں بھلا سکا دراصل وہ میرے محفل کی روحانی کیفیات کا اثر تھا۔

بے پردہ زلفِ بدوش کوئی جب عرصہ حشر میں آئے گا
ہم کیا خورشیدِ قیامت بھی منہ تکتا ہوا رہ جائے گا
اذانِ فجر سے قبل محفل کا اختتام کیا گیا دوسرے روز محفل ختم شریف میں قراء
حضرات نے کلامِ یزداں کے پھول نچھاور کیے، ایصالِ ثواب کے بعد دُعا
خیر فرمائی گئی۔ بعد ازاں ہر قسم کے پریشان حال لوگوں کی معروضات سن کر دُعا
اور دوا سے تشفی فرماتے رہے اکثر زائرین ملاقات کر کے رخصت ہوتے رہے،
اس دوران بھی اکثر محرم راز پیر بھائیوں کو سرکار نے اپنے آخری پروگرام کے
متعلق آگاہ فرمایا کبھی لطیف اشاروں میں اور کبھی واضح طور پر، جسے سن کر عشاق
گریہ زاری میں مبتلا ہو جاتے مگر سرکار دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ بات ٹال دیتے،
فرماتے کیا، اس حکمِ الہی کے سامنے کسی کو انکار ہو سکتا ہے؟ فقیر کو تو اس وقت کا
شدت سے انتظار ہوتا ہے جس طرح دُنیا میں مبتلا لوگ موت کے خوف سے
بھاگتے ہیں اسی طرح اپنے مالک کے فرمودات پر تاحیات عمل کرنے والے لوگ
موت کی طرف بھاگتے ہیں کیونکہ اُن کے لئے وہ وقت ملاقات کا ہوتا ہے۔

فرقت میں زندگی مجھے اپنی اکھر گئی

اے مرگِ ناگہاں تو کہاں جا کے مر گئی

آہستہ آہستہ عرس کے پروگرام تکمیل ہو چکے تھے، زائرین اپنے گھروں کو
لوٹ رہے تھے، سرکار کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی ہر قسم کا علاج معالجہ جاری تھا
لیکن جوں جوں وقت گزر رہا تھا جسم نہایت کمزور ہوتا جا رہا تھا، شوگر اور ہارٹ کی
بیماری کے باعث جسمانی نقاہت میں متواتر اضافہ ہوتا جا رہا تھا لیکن روحانیت
پورے شباب پر جگمگا رہی تھی روزمرہ کے معمولات میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا
بلکہ زیادہ تر وقت عبادات میں صرف ہو رہا تھا، خوراک برائے نام استعمال کی

جاری تھی رات بھر ذکر و اذکار میں محو رہتے، نماز فجر کے بعد رات کو آئے ہوئے تمام پیر بھائیوں اور مریضوں سے ملاقات فرماتے، دُعا اور دوا سے مناسب حل تجویز فرماتے۔

بیماری کے ایام:

حضور آفتاب سیدنا بیان فرماتے ہیں کہ علاج معالجہ پوری طرح جاری ہونے کے باوجود آئے دن سرکار کی صحت کمزور ہوتی جا رہی تھی، زیبا بیٹس اور قلبی امراض کی وجہ سے جسم نہایت نحیف ہو چکا تھا مگر عبادات میں آئے دن اضافہ کرتے جا رہے تھے جب ڈاکٹر حضرات اور مخلص ساتھی آرام کا مشورہ دیتے تو مسکرا کر فرماتے کہ آرام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ مالک کائنات نے اپنے کام کے لئے پیدا فرمایا ہے، جب ایک ڈاکٹر صاحب نے کچھ دنوں کے لئے وظائف ترک کرنے کا مشورہ دیا تو فرمایا، ڈاکٹر صاحب! کیا آپ خوراک کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ خوراک کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں فرمایا، اسی طرح ہم مالک کی یاد کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور نہ ہی ہمیں ایسی زندگی کی ضرورت ہے جو پیدا کرنے والے کے احکامات سے غافل رکھے۔

لیکن بیماری کی شدت کے باوجود مختلف جگہوں سے آنے والے پریشان حال لوگوں کی خود معروضات سنتے، تعویذات اور دُعا سے مستفید فرماتے، غلط خواہشات والوں کو قرآن و حدیث پر مشتمل مناسب ہدایت فرماتے، اس سے بڑھ کر لچپالی کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خود شدید علالت کے باوجود مخلوق خدا کی تکلیفات ناگوار گزرتی ہوں، دکھی انسانیت کی خدمت کو اولین ترجیح دیتے، بھوکوں کو کھانا کھلانا، غم زدوں کے غم بانٹنا، بے سہاروں کو سہارا عطا فرمانا، سرکشوں کو محبت سے رام کرنا، زمانے کے ستائے ہوئے پریشان اور مجبور دلوں کو دولت

تسکین سے نوازنا، جن کا کوئی نہیں اُن کو سینے سے لگانا، ایک شجر سایہ دار کی مانند خود سخت دھوپ برداشت کر کے دوسروں کے لئے چھاؤں میسر کرنا آپ کی زندگی کا مشن تھا، یہی وجہ تھی کہ جب آپ اپنی آخری تیاری کے متعلق گفتگو فرماتے تو ہر آنکھ نم ہو جاتی لیکن آپ شیریں زبان سے تسلی دیتے ہوئے فرماتے موت حقیقت ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، جنہوں نے اس زندگی کے تمام حقوق ادا کر دیئے ہوں اُن کے لئے مقامُ الموت خوشی اور انعام کا مقام ہے، فرماتے فقیر کے لئے لذتِ وصال سے بڑھکر اور کوئی شے نہیں، دُرُوش اس دُنیا میں قید خانے کی زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے اصل زندگی تو وہی ہے جو موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد عطا ہوتی ہے موت سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ مالک کے احکامات کو اپنانا چاہیے کیوں کہ موت ایک پل ہے جو دونوں جہانوں کو آپس میں ملا رہا ہے یہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقلی کا نام ہے۔ بقول بیدم

تیرے تیروں نے بیدم کو حیاتِ جاوداں بخشی

حیاتِ جاوداں کا نام مرگِ جاوداں کیوں ہو؟

حضور آفتابِ سیدن فرمایا کرتے، اکثر سرکار کی طبیعت کی ناسازی کا سن کر کافی تعداد میں جانثار پیر بھائی اکٹھے ہو جاتے مگر ذرا طبیعت سنبھلنے پر سرکار سب کو مطمئن فرما کر رخصت کر دیتے، ان دنوں حضور آفتابِ سیدن ملکوال سے سرکار کے لئے ڈاکٹروں کے مشورہ کے بعد دوائی لے کر حاضر ہوتے اکثر اوقات سرکار کے پاس خدمت کے لئے حاضر رہتے مگر سرکار تسلی دے کر ملکوال بھیج دیتے، 16 نومبر 1973ء کی شب سرکار کی خدمت میں حاضر رہے، طبیعت زیادہ خراب تھی رات کو ملکوال لے جانے کا پروگرام بنایا گیا، 17 نومبر کو حضور آفتابِ سیدن گاڑی لے کر حاضر ہوئے سرکار خود گاڑی تک چل کر آئے تمام خدام سے ملاقات

فرمائی، ایک خادم غلام فرید نامی چراگاہ میں مویشی لے کر گیا ہوا تھا سرکار نے فرمایا، اُسے بھی بلاؤ تاکہ ہم سے مل سکے، کچھ لوگ اُسے بلانے کے لئے دوڑ گئے، سرکار وہیں گاڑی کا دروازہ پکڑے کھڑے رہے، کرسی پیش کی گئی مگر کھڑے رہنا پسند فرمایا، سب کو محبت بھری نگاہ سے دیکھ رہے تھے، چہرہ اقدس سے نور کی کرنیں مسلسل پھوٹ رہی تھیں جسم اقدس نہایت کمزور ہو چکا تھا مگر جبین پر لامثال نورانیت جلوہ گر تھی کچھ عرصہ سے خوراک اور گفتگو تو بالکل برائے نام رہ گئی تھی ہمہ وقت خاموشی کا غلبہ رہتا، چہرہ اقدس کو پوری آنکھ سے دیکھنا دشوار تھا جس کی نظر پڑتی وہ لرز اٹھتا، کچھ دیر کے انتظار کے بعد جب غلام فرید قدم بوس ہوا تو دوبارہ سب کو ملنے کا حکم دیا۔

حضور آفتاب سیدن فرمایا کرتے کہ سرکار کی اس بار بار ملاقات سے سابقہ تمام پیشین گوئیاں یاد آرہی تھیں مگر دل کو جھوٹی تسلی دیتے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنی عقیدت اور محبت جدائی کے لمحات کے لئے کسی صورت تیار نہ تھی، مورخہ 17 نومبر کو سرکار کی طبیعت زیادہ خراب معلوم ہو رہی تھی دوسری طرف سرکار سب ساتھیوں کو بلوا بلوا کر ملاقات کر رہے تھے مجھے اپنی جگہ جلدی تھی کہ جلد از جلد سرکار کو ڈاکٹر کے پاس لے جایا جائے لیکن حضور کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے اس کا اظہار کرنا بھی دشوار نظر آ رہا تھا، اچانک سرکار میری اضطرابی کیفیات کو بھانپ کر گاڑی میں سوار ہو گئے، سب کو پیار بھری نظروں سے دیکھا سبھی دست بستہ حضور کو دیکھ کر آنسو بہا رہے تھے، حضور آفتاب سیدن ڈرائیونگ کے فرائض انجام دے رہے تھے، گاڑی چلتے ہی سرکار نے تین مرتبہ بلند آواز سے گرم، گرم، گرم کے الفاظ ادا فرمائے، راستہ میں ایک زرد رنگ کا کمزور شخص نظر آیا جو چھلی رات سے وہیں دکھائی دے رہا تھا جب گاڑی قریب پہنچی تو وہ شخص اٹھ کر

راستہ پر آ گیا، سرکار نے گاڑی روکنے کا اشارہ فرمایا اس شخص نے ادب سے سلام عرض کیا اور سرکار کے گوش مبارک میں کچھ باتیں کیں جو سنائی نہ دے سکیں کچھ آگے چل کر غلام عباس شاہ المعروف حق شاہ نے دوڑ کر سلام پیش کیا اس کو سرکار نے فرمایا، ہم سرگودھا جا رہے ہیں چند دنوں تک آجائیں گے تم دربار پر چلے جاؤ سب ساتھیوں کو وہیں رکنے کا کہنا، شاہ جی فرمایا کرتے کہ میں دل میں سوچنے لگا کہ سرگودھا کا تو کوئی پروگرام طے نہیں کیا گیا، صرف ملکوال تک کا پروگرام بنا تھا لیکن سرکار فرما رہے ہیں کہ ہم سرگودھا جا رہے ہیں اس بات کا راز ملکوال جا کر (سرگودھا کا پروگرام بننے پر) ظاہر ہوا، راستہ میں ایک جگہ کیچڑ میں گاڑی پھنس گئی سرکار چپکے سے اتر کر دھکا لگانے والوں میں شامل ہو گئے، اس صورت حال سے آگاہ ہو کر حضور آفتاب سیدن ضبط نہ کر سکے، یکا یک ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کر سرکار کے قدموں میں گر پڑے، عرض کیا عالیجاہ! میں آپ کا نام لے کر بلاؤں تو یہ آس پاس کے تمام گاؤں والے اکٹھے ہو جائیں اور گاڑی اٹھا کر دوسری جانب رکھ آئیں، مسکرا کر تھپکی دیتے ہوئے فرمایا، صرف اس گاڑی کی بات نہیں تمہاری زندگی کی گاڑی بھی جس جگہ اٹکے گی، اُسے میں ہی دھکا لگا کر نکالوں گا۔ حضور آفتاب سیدن ہمیشہ فرمایا کرتے کہ مجھے زندگی میں جس جگہ رکاوٹ بنتی مذکورہ الفاظ یاد آنے سے فوراً مشکل کشائی ہو جاتی نیز فرماتے کہ مجھے اپنے شیخ سے دو ایسی سندیں عطا ہوئی ہیں جن پر ہمیشہ ناز کرتا ہوں، ایک میرے شیخ نے انگوٹھی کی تلاش (جو واقعہ گذشتہ ابواب میں گزر چکا ہے) میں دو گواہان (یعنی مائی صاحبہ و حضور گلزار سیدن) کی موجودگی میں اپنے راضی نامے کی سند عطا فرمائی، دوسری سند یہ الفاظ ہیں یعنی ”کہ تمہاری زندگی کی گاڑی بھی جس جگہ اٹکے گی، اُسے میں ہی دھکا لگا کر نکالوں گا“۔ بقول بیدم صاحب

زاہد کو اپنے زہد و عبادت پہ ہے غرور

مجھ کو تیرے گرم تیری رحمت پہ ناز ہے

ملکوال پہنچنے پر سرجن ڈاکٹر فاروق احمد کو چیک آپ کروایا گیا انہوں نے فوری طور پر سرگودھا ہسپتال لے جانے کا مشورہ دیا، شاہ جی فرمایا کرتے کہ ڈاکٹر صاحب کے مشورہ کے بعد راستہ والے الفاظ (یعنی ہم سرگودھا جا رہے ہیں) سمجھ میں آگئے چنانچہ کچھ ضروری تیاری کے لئے ملکوال صابری منزل (کا شانہ آفتاب سیدن) پر آئے، وہاں سرکار نے شدید نقاہت کے باوجود نماز اور نوافل ادا کیے، تمام پریشان حال عزیز واقارب کو حوصلہ افزا گفتار سے اطمینان دلایا، ہر حال میں صبر و استقلال کا دامن تھامنے کی ہدایت فرمائی اس دوران گاڑی میں ضرورت کا سامان رکھ لیا گیا تھا، سرکار نے روانگی سے قبل اپنی واسکٹ اتار کر محترمہ مائی صاحبہ (والدہ محترمہ گلزار سیدن و آفتاب سیدن) کو عنایت کرتے ہوئے فرمایا اس میں کچھ پیسے بھی ہیں جن کی تمہیں ضرورت پڑے گی، استعمال کر لینا، اپنا خوبصورت نوکی عصاء اور باوا یسین سرکار (سیدن حضور کے جد اعلیٰ) کا عصاء اپنے لخت جگر جناب حضور آفتاب سیدن (دربار عالیہ عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا) کو نہایت محبت سے عطا کرتے ہوئے فرمایا یہ تمہاری امانت ہے اسے محفوظ کر لو، اب مجھے ان کی ضرورت نہیں رہی، یاد رہے کہ سرکار سیدن ولی اپنے لخت جگر حضور آفتاب سیدن کو ہمیشہ سوہنے شاہ اور قلندر مزد کے القاب سے نوازا کرتے تھے نیز فرماتے کہ سوہنے شاہ سرگودھے والوں کا پیر ہے سرکاری اس پیشین گوئی کے مطابق آج حضور آفتاب سیدن کا مزار اقدس سرگودھا عزیز بھٹی ٹاؤن میں فیوض و برکات کا منبع ہے جہاں ہر اسلامی ماہ کے پہلے جمعۃ المبارک کے روز (صبح 10 بجے) عظیم الشان روحانی اجتماع ہوتا ہے اور ہمہ وقت درس

قرآن و حدیث جاری و ساری رہتا ہے جس کے متعلق سیدن حضورؐ کے منظورِ نظر اور باوفا شاعر راجہ محمد یعقوب سفری صاحب نے کچھ اس انداز سے اظہارِ خیال کیا ہے۔

میرے دوستو نجیا جیلووا گھر ایہ سرگودھا نہیں کلس دربار سمجھو
 سونے شاہ دے بیٹھ دیار اندر اللہ نبی ﷺ دی پاک گفتار سمجھو
 حضرت سیدن دا ہاشمی خون سگواں، سگوس شیر دے طاہر آثار سمجھو
 ہکو کلس دربار ہی نہیں سفری جا بجا سیدن شہسوار سمجھو
 آفتاب دے روئے وچہ ماشاء اللہ خوشبو سیدن دے کھڑے گلزار دی اے
 ایہ خزاں رسیدہ نہیں ہون والا ایہ بہار سیدن شہسوار دی اے
 ستھرے صحن وچہ امن سکون ہوندا رحمت رب والی پھیرے مار دی اے
 شاہ عمران امین سرکار دا اے سمجھو گل سچی سفری یار دی اے
 نیز حضور آفتاب سیدن کا عرس مبارک ہر اپریل کے پہلے ہفتہ کے روز
 نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے جس کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ تعالیٰ
 حضور آفتاب سیدن کے حالات زندگی میں تحریر کیا جائے گا۔

سرگودھا روانگی:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سرکار کی ملکوال آمد کاسن کر کافی پیر بھائی
 اکٹھے ہو گئے، ہر آنکھ نم اور زبان پر سرکار کی سلامتی کی دعائیں تھیں سرکار نے گھر
 سے باہر قدم رنجہ فرمایا تو سبھی کو محبت کے ساتھ ملاقات کا شرف بخشا بعد ازاں
 گاڑی میں سوار ہو کر مردِ عارف میاں محمد بخش صاحب کا ایک شعر پڑھا۔

س۔ سوہنیاں دا جدوں سد پوندا اٹھ وگدی جسم دی ریل میاں

سدا یار داسن محمد اوتکے کون اویل سویل میاں

اس کے بعد تمام راستہ خاموشی کا غلبہ رہا، یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے یہاں موجود ہی نہ ہوں چہرہ اقدس سے آفتابی شعائیں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی تھیں، نماز کے وقت پر سہارا لے کر بھی نماز ادا فرماتے، سر گودھاپی، اے، ایف ہسپتال میں چیک اپ کروایا گیا جہاں معائنہ کے بعد فوری طور پر آفیسر وارڈ میں داخل کر لیا گیا، خدمت کے لئے ہمراہ حضور گلزار سیدن، حضور آفتاب سیدن، پیر راجے شاہ صاحب ساکن ابدال اور ڈاکٹر غلام حسین صاحب ساکن ملکوال تھے، ڈاکٹر حضرات پوری سمجھداری سے علاج کرنے لگے مختلف ٹیسٹ کروائے گئے جن کے مطابق ادویات میں تبدیلی ہوتی رہی کئی قسم کے انجکشن لگائے گئے، ڈاکٹروں کا ایک تجربہ کار گروپ ہمہ وقت موجود رہتا ہر قسم کی سہولت دستیاب تھی بظاہر طبیعت میں بہتری کے آثار نظر آنے لگے، خود واٹل روم میں گئے وضو فرمایا اور اپنی ہیرے والی انگوٹھی (جو لال شاہ صاحب نے تحفہ پیش کی تھی) جس کو تلاوت کے دوران انگلیوں میں بطور نشانی استعمال فرماتے یعنی انگوٹھی سے تسبیح کا کام لیا کرتے اور اپنی استعمال شدہ موٹے دانوں والی سفید رنگ کی خوبصورت تسبیح اور اپنے کڑتے کے اشلڈ اپنے دست مبارک سے اتارے اور رومال میں باندھ کر حضور گلزار سیدن کو عطا فرمائے بعد ازاں جناب حضور گلزار سیدن اور جناب حضور آفتاب سیدن کو نصیحت و وصیت فرمائی جو درج ذیل ہے،

☆ ہمارے وصال کا وقت مقررہ آچکا ہے تم لوگ ہمت اور صبر سے کام لینا، میری بے لوث دعائیں تمہارا ساتھ دیں گی میری ریاضت و عبادت ضرور ثمر لائے گی۔

☆ میرے طریقے اور راستہ پر مضبوطی سے قائم رہنا۔

☆ مسئلہ کی سرفرازی کے لئے میل کر تگ دو کرنا، میرے روڈوں اور

وفاداروں کا ہر لحاظ سے خیال رکھنا یہ صابر پاک نے عطا فرمائے ہیں اور انہی کی امانت ہیں

☆ عقیدے پر مضبوطی سے قائم رہنا اور گھروں میں نیکی رکھنا انشاء اللہ تعالیٰ دیواریں بھی تمھاری ڈیوٹی دیں گی۔

☆ مہمانوں کی ہر لحاظ سے خدمت کرنا، دروازے پر آئے ہوئے فقراء و غرباء کو کھانا کھلانا اور ان کی ہر ممکن دلجوئی کرتے رہنا۔

☆ درود شریف، قرآن پاک کی تلاوت کا معمول رکھنا اور ایصالِ ثواب کرتے رہنا۔

☆ انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، بے عبادت زندگی سے موت بہتر ہے۔

مذکورہ ارشادات فرمانے کے بعد کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے چند لمحات خاموش رہ کر سورۃ یس زبانی تلاوت فرمانے لگے، تلاوت مکمل کرنے کے بعد یکا یک زبانِ اقدس سے اونچی آواز میں ”اللہ اکبر“ ادا کیا اور پاکیزہ جان کا تحفہ اجل کے پل سے گزر کر بارگاہِ محبوبِ حقیقی میں پیش کر دیا۔ بقول مولانا رومؒ

صورت از بے صورتی آمد بروں

باز مہدانا ایلہ راجعون

رخ انور پر تبسم کی کرنیں وصالِ دلربا کا اظہار کر رہی تھیں۔ بقول اقبالؒ

نشانِ مردِ مومن باتو گویم

چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

”یعنی میں تجھے مردِ مومن کی نشانی بتاتا ہوں وہ یہ کہ جب فرشتہ اجل

اُس کے روبرو حاضر ہوتا ہے تو اُس کے چہرے پر مسکراہٹ ظاہر

ہو جاتی ہے“

اللہ اکبر:

جب حضور سیدن ولیؐ کی ولادت باسعادت ہوئی تو کچھ دیر بعد مسجد میں اذان فجر بلند ہوئی اور جس نے آپ کی زیارت کی اُس کے منہ سے بے ساختہ اللہ اکبر اور سبحان اللہ ادا ہوتا رہا، جب آپ نے بولنا شروع کیا تو سب سے پہلے اسم اللہ ہی ادا کیا اور تاحیات اسی نام کو لاپتے گزری اور اب جب کہ وصال فرمایا تو وہی نام ”اللہ اکبر“ بلند آواز سے ادا کیا۔ بقول عارف کھڑی

جہاں دلبر پایا اونہاں ناں پرواہ کسے دی

وچہ گوشے توحید اونہاں دے ناہیں جا کسے دی

ہسپتال کی کچھ یادیں:

حضور آفتاب سیدنؐ فرمایا کرتے جب سرکارؐ پی اے ایف ہسپتال سرگودھا میں داخل تھے تو ہم چار افراد خدمت کے لئے حاضر تھے جن میں حضور گلزار سیدنؐ، پیر راجے شاہ اور ڈاکٹر غلام حسین لیکن ہسپتال کے احاطہ میں عشاق کا ہجوم کثیر جمع ہو چکا تھا جو نہایت عجز و انکساری کے ساتھ حضورؐ کی صحت یابی کے لئے دُعا میں مانگ رہے تھے کوئی بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو کر دُعا گو تھا تو کوئی کلام پاک پڑھ کر مالک کائنات سے سرکارؐ کے لئے شفا طلب کر رہا تھا، اسی دوران ایک مستانہ روتا چیختا ہوا ڈاکٹر کے کمرہ میں داخل ہو کر کہنے لگا، ڈاکٹر صاحب! مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے آقا و مولا کو دل کا دورہ پڑا ہے براہ کرم آپ میرا دل نکال کر وہاں لگا دیں کیونکہ اُن کے وجودِ مسعود کے آسرا پر بے شمار مخلوق خدا زندہ ہے اگر اُن کو کچھ ہو گیا تو بے شمار لوگوں کا سہارا چھن جائے گا، میرا کیا ہے ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے مگر ان سے بے پناہ لوگوں کی زندگیاں وابستہ ہیں

اگر ایسا ممکن ہے تو دیر نہ کریں ایسا کرنے سے میری زندگی کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔

تیری سرکار میں لایا ہوں ڈالی حسرتِ دلِ کم
عجب کیا ہے میرا منظور یہ نذرانہ ہو جائے
یاد رہے کہ راقم الحروف نے حضور آفتابِ سیدن سے مذکورہ واقعہ اُس مستانہ
کی محفل میں موجودگی کے دوران سنا تھا، مجھے اُن کا نام تو یاد نہیں البتہ میں نے اُن
کی زیارت کی تھی، جب شاہ جی مذکورہ واقعہ سنا رہے تھے تو وہ مسلسل سر جھکا کر
گریہ زاری کرتے رہے۔

منہ میں لے جاؤں گا:

حضور آفتابِ سیدن نے بیان کیا کہ پی اے ایف ہسپتال کا ڈپنسر نہایت
سمجھ دار اور دورانِ دلش نوجوان تھا اپنی مخصوص فوجی وردی میں پوری دیانتداری
کے ساتھ ڈیوٹی انجام دیتا، صبح و شام سرگار کو انجکشن لگانے اور دوا دینے کے لئے
بروقت آتا، ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب نے پیشاب (بول) کا ٹیسٹ لکھ دیا جس
کے لئے پیشاب (Urine) شیشی میں لے کر میں (حضور آفتابِ سیدن) اور
ڈاکٹر غلام حسین لیبارٹری میں لے جانے کے لئے ہمراہ ہو لیے لیکن اُس نے وہ
شیشی ہم سے زبردستی چھین لی اور کہا، تم کیا سمجھتے ہو کہ میں اس سے نفرت کروں
گا؟ ہرگز نہیں، میں اہل ایمان لوگوں کے گھر پیدا ہوا ہوں اور خدا کی قسم مجھے معلوم
ہے کہ یہ بابا جی اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ولی اللہ ہیں، میں شب و روز ان کے
معمولات دیکھ رہا ہوں، ان کا ہر لمحہ ذکر و اذکار میں بسر ہو رہا ہے ان کے رُبخِ انور
میں ایسی کشش ہے کہ نظر ہٹانے کو دل ہی نہیں چاہتا، میں یہ پیشاب ہاتھوں میں
نہیں بلکہ منہ میں رکھ کر لے جاؤں گا تاکہ میرا شمار بھی ان کے خدمت گزاروں

میں ہو جائے اور شاید یہی ایام میری بخشش کا باعث بن جائیں۔
 کسی کی سرکشی تیرے مقابل چل نہیں سکتی
 رہے گا آسمان بھی تیرے کوچے کی زمیں ہو کر
سراپاءِ حسن:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ ایک دن لاہور کی ایک آفیسر لیڈی ڈاکٹر
 صاحبہ مریضوں کا معائنہ کرنے میں مصروف تھیں اسی دوران سرکار کا چیک آپ
 بھی کیا، تمام ٹیسٹ اور نسخہ جات دیکھے کافی دیر تک سرکار کے قدموں کی طرف
 کھڑی ہو کر رُخ انور کی زیارت میں محور ہیں، ہم سب بھی ایک طرف کھڑے
 تھے اچانک اُس کی زبان سے نکلا، سبحان اللہ بابا جی کے حسن کا بڑھاپے میں یہ
 عالم ہے معلوم نہیں عالمِ شباب میں کیا ہوگا۔

تیرے مصحفِ رُخ کو اللہ رکھے
 یہ قرآن ہے ایمان لانے کے قابل

تعویذ عطا فرمایا:

حضور آفتابِ سیدن نے فرمایا کہ ایک روز سرکار اچانک بستر پر بیٹھ گئے اور
 قلم تھام کر سفید کاغذ پر تعویذ لکھ کر پیر راجے شاہ صاحب کے سپرد کرتے ہوئے
 فرمایا، اس کو سنبھال لو، یہ تمہاری زندگی میں ہمیشہ کام آئے گا، پیر راجے شاہ
 صاحب نے شکر یہ ادا کرتے ہوئے سرکار کی عطا کردہ نشانی محفوظ کر لی، یاد رہے
 کہ پیر راجے شاہ صاحب ساکن ابدال سیدن حضور کے جانثار اور وفادار غلام تھے،
 تاحیات سرکار کی غلامی اور خدمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے، پیر راجے
 شاہ صاحب کا دربارِ عالیہ موضع ابدال نزد سالم انٹر چینج ہے جن کے باوفا
 صاحبزادے پیر نذیر شاہ صابری صاحب، پیر غلام اصغر شاہ صاحب اور شبیر شاہ

صاحب، صابری دربار کا شانہ کلس درگاہ آفتاب سیدن عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کے تاحال وفادار اور خدمت گزار ساتھی ہیں، ہر سال پیر راجے شاہ صاحب و پیر بشیر شاہ صاحب کے عرس مبارک کی صدارت راقم الحروف کرتا ہے، جناب پیر راجے شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادہ صاحب جناب پیر بشیر شاہ صاحب تو ہمیشہ درگاہ آفتاب سیدن پر قیام پذیر رہے اور ہر قسم کی نیک خدمات سرانجام دیتے رہے، راقم الحروف نے ان کا جنازہ، قل شریف اور چہلم پڑھایا۔

جو اُن کا نام لیتے لیتے میرا دم نکل جائے

تو میری موت ہو بیدم حیات جاوداں مجھ کو

وِصال و جنازہ اور تدفین:

سرکار سیدن ولیؒ کا وصال پرمال 24 نومبر 1973ء 29 شوال المکرم 1383ھ، 11 ماگھ 2010 بکرمی صبح صادق کے وقت ہوا، اس جان سوز اطلاع سے آہ و فغاں کا شور برپا ہو گیا ہر دل شکستہ نظر آ رہا تھا، حضور آفتاب سیدن فرمایا کرتے کہ وہ دن ہمارے لئے اندھیری رات ثابت ہوا، پرنم آنکھوں سے فرمایا کہ آج تک اُس مفارقت کی آگ سینہ جلا رہی ہے، میں نہیں بیان کر سکتا کہ ہم کتنی مشکل سے کلس پہنچے، قومی اخبارات اور ریڈیو پر سرکار کے وصال کی خبر نشر ہونے سے عشاق کا ہجوم کثیر جمع ہونا شروع ہو گیا، ہر شخص ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا پس ماندگان و عشاق سکتہ کی سی کیفیت سے دوچار تھے، اپنے پرانے سبھی اس غم میں اشکبار نظر آ رہے تھے، ہچکیاں اور سسکیاں تھمنے کا نام نہ لیتی تھیں، لوگوں کا سمندر مسلسل بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل خوب ندیدیم کہ بہار آخر شد

اگلی صبح تک قرابت داروں، عاشقوں، وفاداروں کا اجتماع لاکھوں میں تھا، وسیع و عریض میدان میں حدِ نگاہ تک سر ہی سر نظر آرہے تھے، تقریباً صبح 9 بجے نمازِ جنازہ ادا کی گئی جس کے بعد ہر شخص آخری جمال سے فیضیاب ہونے کے لئے چل رہا تھا، چار جانب کلمہ طیبہ اور درود شریف کے ورد سے فضا گونج رہی تھی، سرکار کے چہرہ انور پر چمک دمک اور مسکراہٹ کی جھلک دیکھنے والے کے منہ سے بے ساختہ ”سبحان اللہ“ نکل جاتا، ہر عاشق اشکبار تھا مگر معشوق کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

وہ دکھا کے شکل جو چل دیے دل اُن کے ساتھ رواں ہوا
 نہ وہ دل رہا نہ وہ دل رہا رہی زندگی سو وہ بار ہے
 جم غفیر قطاریں بنا کر پھولوں، آنسوؤں، کلمہ طیبہ، درود شریف کے تحائف
 پیش کرتے ہوئے، آخری جمال سے مستفید ہوتا رہا بمشکل شام کے وقت تدفین
 کی گئی، رات بھر مرقد شریف تعمیر ہوتی رہی، تیسرے روز قرآن خوانی، محفلِ قل
 شریف کا ختم پڑھا گیا۔

وہ آخر ہجر میں ہمیشہ جلیں گے
 جن کو وہ درشن کرا کے چلیں ہیں

صوفی صاحب کا خواب:

حضور آفتابِ سیدن فرمایا کرتے کہ صوفی برکت علی لدھیانوی صاحب کی ایک جماعت سرکار کے نمازِ جنازہ میں شامل ہوئی، دینہ میں شامل رہے، رات وہیں قیام کیا کثرتِ ہجوم کی وجہ سے پہلے روز ملاقات نہ ہو سکی دوسرے روز فیصل آباد کے ایک پیر بھائی کی وساطت سے مجھے ملے، سیدن حضور کے حجرہ کی زیارت کرنا چاہتے تھے، میں اُن کے ہمراہ گیا، زیارت کرائی بعد ازاں انہوں

نے بتایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم سیدن حضورؐ کے جنازہ میں کیسے شامل ہوئے ہیں؟ میں نے کہا، خود ہی بتادیں، کہنے لگے 24 نومبر نمازِ فجر کے بعد ہمارے پیر و مرشد صوفی برکت علی لدھیانوی صاحب جلوہ گر ہوئے، فرمایا کہ آج رات ایک عجیب خواب آیا ہے مجھے یوں محسوس ہوا کہ صابر حضورؐ ایک محفل میں خوبصورت تخت پر جلوہ گر ہیں ان کی محفل میں 25-30 آدمی منور چہروں والے موجود ہیں حضورؐ کے دائیں طرف والے لوگوں کے اندر میں بھی شامل ہوں، اسی دوران ایک نورانی پاکی حاضر ہوئی جس کو پر نور افراد نے اٹھا رکھا تھا جس کے آتے ہی صابرؒ پیہ اپنے تخت سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور تمام حاضرین بھی تقلید میں کھڑے ہو گئے اس پاکی سے نہایت خوبصورت بزرگ ظاہر ہوئے جن کے چہرہ پر نورانیت جلوہ گر تھی، حضور صابرؒ پیہ آگے بڑھ کر ان سے بغلگیر ہو گئے پھر اپنے ساتھ ہی تخت پر بٹھا لیا، بعد ازاں مجھے (یعنی صوفی صاحب کو) مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، صوفی صاحب! آپ کو معلوم ہے یہ کون ہیں؟ میں نے دست بستہ لاعلمی کا اظہار کیا، فرمایا، یہ پیر سیدن شاہ صابری کلس والے ہیں انہوں نے ہمارے مسئلہ کی بہت خدمت کی ہے ہم ان پر بہت خوش ہیں اور آج ہم نے ان کو اپنے پاس بلا لیا ہے یہ خواب سنانے کے بعد صوفی صاحب نے ہم کو فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شہباز لامکانی، مردِ لاثانی، محبوبِ یزدانی، سراپاِ حُسن و عطا یعنی پیر سیدن شاہ صاحب صابریؒ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے ہوں گے، تم لوگ جاؤ اور میری طرف سے نمازِ جنازہ میں شمولیت اختیار کرو، انشاء اللہ تعالیٰ تم نمازِ جنازہ میں پہنچ جاؤ گے، چنانچہ ہم نمازِ جنازہ اور تدفین میں شامل رہے یہ سن کر حضور آفتاب سیدنؒ نے آبدیدہ ہو کر نورانی پاکی والا واقعہ سنایا جو کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ہر سوہنے دی سین سلام کردی السلام سلطان حسین سیدن
 سوہنی سیدن دی سین یسین وچوں سیرت عین قرآن نمین سیدن
 اسے سین نے ساہ سچائے ساڈے سچا ورد کردے صادقین سیدن
 بے صورت دا صورت عمران جلوہ کھولے راز مخفی کا ملین سیدن

انعام یافتہ کا انعام:

یہ واقعہ پیر نسیم صابر صابری صاحب ولد پیر میراں شاہ صاحب نے راقم
 الحروف کو بارہا سنایا ہے اور آج مورخہ 10.7.2012 کو دوبارہ اُس بندے
 سے تصدیق کرنے کے بعد تفصیلاً بیان کیا، جس کے ساتھ واقعہ پیش آیا وہ خود
 موجود ہے اور دیگر گواہ بھی زندہ ہیں۔

تاج محمد المعروف تاجہ ولد سلوہ قوم بھلے ساکن چک نظام کا بیان ہے کہ
 ایک دفعہ سیدن حضور کے کنوئین کی گادھی ٹوٹ گئی، سرکار نے حاضرین سے
 پوچھا، اب نئی گادھی کے لئے لکڑی (کیونکہ گادھی کے لئے مخصوص لکڑی ہوتی ہے
 جس میں باقاعدہ دو بل موجود ہوتے ہیں) کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے؟ محفل
 میں حاضر ابن کرم الہی سیال نے عرض کی حضور! تاج محمد کے پاس تیار گادھی
 موجود ہے امید ہے اُس سے مانگی جائے تو وہ جناب کو انکار نہیں کرے گا چنانچہ
 سرکار نے تاج محمد المعروف تاجہ کو پیغام بھیجا جب قاصد وہاں پہنچا تو اُس وقت
 مذکورہ شخص کھیتوں میں ہل چلا رہا تھا جب سرکار کا پیغام ملا تو اسی وقت اپنے بیلوں
 کے پیچھے گادھی باندھ کر خود سرکار کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گیا، سرکار بہت
 خوش ہوئے اور تاج محمد کو بازو سے پکڑ کر علیحدہ لے گئے فرمایا، تاج محمد! میں یہ
 گادھی مفت میں نہیں لوں گا بلکہ اس کی قیمت ادا کروں گا، یہ سن کر تاج محمد متعجب
 ہوا، کچھ دیر کے بعد سرکار نے فرمایا اسکی قیمت یہ ہے کہ جب میں اس دنیا سے

رخصت ہوں گا تو میں تمہیں اپنا آخرت والا گھر دکھاؤں گا اور تمہیں بھی بطور انعام تمہارا آخرت والا مکان دکھاؤں گا لہذا وقت گزرتا رہا جب سرکار آخری علالت کے دوران پی، اے، ایف ہسپتال سرگودھا میں داخل تھے تو وصال والی رات تاج محمد ساکن چک نظام اپنے گھر میں جو خواب تھا کہ اس دوران حضور سیدن ولی کی زیارت نصیب ہوئی، سرکار نے فرمایا، تاج محمد! میں نے تم سے وعدہ کیا تھا آج پورا کرنے آیا ہوں چنانچہ میرے ساتھ چلو، میں تمہیں اپنا آخرت والا مکان دکھاؤں لہذا دوران خواب سرکار نے تاج محمد کو اپنے ہمراہ لیا اور موجودہ مرقد شریف والی جگہ پر لے آئے، آگے یوں محسوس ہوا جیسے ایک کھڑکی لگی ہوئی ہے جب اس سے گزرے تو آگے نہایت خوبصورت وسیع و عریض وادی اور محلات نظر آئے، سرکار کے وہاں داخل ہوتے ہی حورِ غلمان استقبال کرتے ہوئے دکھائی دیئے وہاں سرکار نے ایک جانب اشارہ کر کے فرمایا، وہ تمہارا مکان ہے اچھی طرح دیکھ لو، یہ سنا کر تاج محمد زار و قطار روتا ہے اور کہتا ہے کہ بخدا وہ خواب نہیں حقیقت تھی جب میں بیدار ہوا تو محمد یار قوم موچی ساکن چک نظام (جو کہ سیدن حضور کا دست بیعت ہے) کو بتایا کہ سیدن حضور وصال فرما گئے ہیں وہ سخت ناراض ہوا اور کہا کہ ابھی مجھے شبیر شاہ نے بتایا ہے کہ سرکار کی صحت پہلے سے بہتر ہے، میں نے کہا اب معلوم کرو چنانچہ دوبارہ پتہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ سرکار وصال فرما چکے ہیں۔

ایسے بقا ہوئے ہیں دُنیا پہ چھا گئے ہیں

تیرے ساتھ چلنے والے منزل کو پا گئے ہیں

فیض بخش اقوال:

اہل ذکر کے فرمودات بلاشبہ دارالمعمل میں کامیابی کا بہترین ذریعہ ہیں اُن

کی اپنی لامثال زندگی کا حسن اُن کے اقوال سے جھلک رہا ہوتا ہے جن سے راہِ حیات کے کٹھن اور پُر پیچ راستوں پر راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے ان کا ہر قول انمول روزِ روشن کی طرح جگمگا رہا ہوتا ہے جو سننے پڑھنے والوں کے خیالات کی قوت کو صراطِ مستقیم کی طرف مرکوز کر دیتا ہے جس سے اعمالِ صالح کے گلشن مہک اُٹھتے ہیں، دِلوں کو نئی زندگی، رُوحانی وادیوں میں گھر بسانے کا شوق اُبھرتا ہے اور توحید و رسالت پر ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔

دِل کو حیاتِ ابدی تو رُوح کو تڑپِ ملی ہے

پا لو۔ خدائی مخزنِ گفتارِ اولیاء سے

حضور آفتابِ سیدن کی زبانِ اقدس سے سُنے ہوئے حضور سیدن ولی کے

چند فیض بخش اقوال یہاں تحریر کیے دیتا ہوں تاکہ قارئین کرام استفادہ کر سکیں۔

☆ رَبِّ تَعَالَى كَيْفَ احْكَمَاتٍ سَعَى رُؤُوسِ رِدَائِي حَقِّ تَعَالَى كَيْفَ سَاوَدِ اَعْلَانِ بَعَاوَتِ

ہے۔

☆ محبت سے محروم لوگ نارِ جہنم کے مستحق ہیں جبکہ اہلِ محبت نار کو بھی گلشن بنا

دیتے ہیں۔

☆ جو حق تعالیٰ سے حیا کرتا ہے بروز قیامت رَبِّ تَعَالَى اُس کا حیا فرمائے گا۔

☆ زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کرو، مرتبہ ولایت حاصل ہو جائے گا۔

☆ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے بغیر قُرْبِ خدای تعالیٰ حاصل نہیں ہو سکتا۔

☆ سیاہ کاریوں کے داغِ صابن سے نہیں صاف ہوتے اُس کا بہترین نسخہ

آتشِ عشق ہے وگرنہ علاجِ آتشِ جہنم ہے۔

☆ ایک یوم کی وہ عبادت جو پورے خلوص اور یکسوئی سے کی جائے ہزاروں

سالوں کی ریاکاری والی عبادت سے بہتر ہے۔

☆ بد اخلاقی کی شیطانی تیغ ایک کو دو کر دیتی ہے جبکہ اخلاقِ محمدی ﷺ کا ہتھیار دو کو ایک بنا دیتا ہے۔

☆ بے وقوف وہ ہے جو کانٹے بیج کر پھولوں کا انتظار کرے۔

☆ جو تمھارے راستے میں خار بچھائے تم اُس کے راستے میں خار نہ بچھانا اس طرح ہر طرف خار ہی خار ہو جائیں گے، کوشش کرو تم خار ہٹا دو۔

☆ بُرا اگر بُرائی سے باز نہیں آتا تو بھلے کو بھلائی سے باز نہیں آنا چاہیے اگرچہ وہ تنہا ہی کیوں نہ ہو۔

☆ جن کو رب تعالیٰ اپنے قریب کرنا چاہتا ہو اُس کے ذمے اپنے محبوب بندوں کی ڈیوٹی لگا دیتا ہے۔

☆ گندم بیجنے سے گندم اور بھوسہ دونوں حاصل ہوتے ہیں جبکہ بھوسہ بیجنے سے بھوسہ بھی ہاتھ نہیں آتا۔

☆ تھوڑا بولنے میں حکمت ہے تھوڑا کھانے میں صحت اور تھوڑا سونے میں عبادت ہے۔

☆ ایسا راز نہ بتاؤ جسے تم ظاہر نہیں کرنا چاہتے وگرنہ کسی ہم راز کو بھی بتا کر تم نے ہی ظاہر کر دیا۔

☆ روزمرہ اپنا حساب کیا کرو، وگرنہ بروز قیامت حساب دینا مشکل ہو جائے گا۔

☆ جس نے اپنی معرفت حاصل کر لی وہی دانا ہے۔

☆ وہی سرمایہ تیرا ہے جس کو تو نے اپنے ہاتھ سے راہِ خدا میں صرف کر لیا بقایا وارثوں کا ہے۔

☆ جو خرچ کرنے میں کنجوس ہو وہ خوشامد کرنے میں سخی ہوتا ہے۔

☆ راہِ سلوک کا درسِ اہم ادب ہے جو با ادب رہے گا وہی مُراد پائے گا۔

- ☆ بوڑھے دانا کا مشورہ بیوقوف نوجوان کی طاقت سے بہتر ہے۔
- ☆ نفسِ امارہ پر خیر کیے بغیر رب تعالیٰ کی خوشنودی حاصل نہیں ہو سکتی۔
- ☆ تکلیفات کا مقابلہ صبر سے کرو اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔
- ☆ عبادتِ توبہ کے بغیر ادھوری ہے اللہ تعالیٰ عبادت سے قبل توبہ قبول فرماتا ہے۔
- ☆ جنہیں یقین ہے کہ ہم صراطِ مستقیم پر قائم ہیں وہی صراطِ مستقیم پر چلنے اور قائم رہنے کی دُعا مانگتے ہیں۔
- ☆ مُرشدِ کامل کی محبت و قربت ہی اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی محبت و قربت کا ذریعہ ہے۔
- ☆ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حق پرستوں کا اپنے مالک پر یقین محکم ہوتا چلا جاتا ہے۔
- ☆ کوئی تجھ پر بھلائی کرے اُسے ہمیشہ یاد رکھو اور جب تو کسی پر بھلائی کرے تو فوراً بھلا دے۔
- ☆ جس عمل کے بعد روحانی سرور حاصل ہو وہ اچھا عمل ہے لیکن جس کے بعد ندامت ستائے وہ حدودِ خداوندی کی خلاف ورزی کی علامت ہوتا ہے۔
- ☆ دُرُوش کی خوبصورتی علم کے مطابق عمل میں ہے۔
- ☆ وہ جاہل ہے جس نے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے رب تعالیٰ کو ناراض کر دیا ہے۔
- ☆ وہ کام نہ کر جو تیرا دل چاہتا ہے بلکہ وہ کر جو تیرا مالک چاہتا ہے۔
- ☆ زیادہ باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ دیوانہ پن کی علامت ہے۔
- ☆ اگر فتنوں سے بچنا چاہتے ہو تو عورتوں کی عادات اپنانا ترک کر دو۔
- ☆ اگر اس کائنات میں مستورات کا وجود نہ ہوتا تو ہر شخص مختصر عبادت سے

قربِ خداوندی حاصل کر لیتا۔

- ☆ عورتوں کے ساتھ زیادہ نشست نہ کیا کروفتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔
- ☆ مرد نہیں بن سکتا تو مردہ بن جا، تاکہ تو کسی کو تکلیف نہ پہنچا سکے اور نہ کسی کی دل آزاری کر سکے۔

- ☆ جاہل دُنیا کے پیچھے دوڑتے ہیں جبکہ دُنیا اہل اللہ کے پیچھے بھاگتی ہے۔
- ☆ نادار وہ نہیں جس کے پاس دُنیا کا مال نہ ہو بلکہ نادار وہ ہے جس کے پاس دولتِ خلوص نہ ہو۔

- ☆ جو عبد اور معبود کے درمیان رکاوٹ بن جائے وہی غلیظ دُنیا ہے۔
- ☆ دُنیا بھر میں وہ شخص جرات مند کہلانے کا مستحق ہے جس نے نفسِ امارہ کو شکست دے رکھی ہے۔

- ☆ رَبِّ تعالیٰ پر بھروسہ ہی حرص، ہوس و طمع وغیرہ سے خلاصی بخشتا ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کا قُرب اللہ والوں کے ذریعے ممکن ہے ان کی محبت ہی رَبِّ تعالیٰ کی محبت کو جنم دیتی ہے۔

- ☆ راہِ حق کی سب سے بڑی رکاوٹ غلط خواہشات ہیں۔
- ☆ اللہ تعالیٰ سے کرامت نہیں بلکہ استقامت مانگا کرو۔
- ☆ اپنی اچھائیوں کو نظر انداز کر دیا کرو اور دُوسروں کی بُرائیوں کو، اس طرح غرور اور غیبت سے محفوظ رہا کرو گے۔

- ☆ بلندی سے گرنے والا شخص دوبارہ بلندی حاصل کر سکتا ہے مگر اعتماد سے گرنے والا دوبارہ وہ مقام حاصل نہیں کر پاتا۔

- ☆ عقلمندی کا تقاضہ یہی ہے کہ جاہل کے یارانہ سے دُور رہا کرو، نہیں تو نقصان اٹھانا پڑے گا۔

☆ اولیاء اللہ گناہوں سے ضرور نفرت کرتے ہیں مگر گناہ گار سے نہیں بلکہ اُسے محبت سے صراطِ مستقیم پر گامزن کرتے ہیں۔

☆ رَبِّ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی محبت، آداب اور خدمت اُن کے ذمہ لگاتا ہے جن پر راضی ہوتا ہے۔

تلقین و طائف

حضور آفتابِ سیدنؐ فرمایا کرتے کہ صبح و شام سیدنؐ حضورؐ کی بارگاہ میں پریشان حال لوگوں کا ہجوم لگا رہتا تھا ہر شخص کی پوری توجہ کے ساتھ عرض سنتے اور مناسب دم، تعویذات، دُعا اور دوا ہے حل تجویز فرماتے جس سے خدا تعالیٰ غم زدوں کے غموں کو دور فرما دیتا، پیلدوں کو شفا حاصل ہوتی تو نامرادوں کو مراد مل جاتی، جہاں سرکارِ ہمہ وقت مختلف دُکھوں میں مبتلا افراد کے لئے دُعا میں فرماتے وہاں قرآن و حدیث و ملفوظاتِ اولیاء اللہ سے مناسب تلقین فرماتے، غلط خواہشات والوں کو محبت اور تلقین سے بارگاہِ حق تعالیٰ میں سر جھکانے کا شوق ابھارتے، صرف طلب پوری کرنے کے لئے دُعا میں نہ کیا کرتے بلکہ طلب دُست کرنے کے لئے پیہم سعی فرماتے، جہاں دُکھی انسانیت کے دُکھ بانٹتے، دم و درود سے مستفید فرماتے، وہاں انہیں مناسب و طائف پڑھنے کی تلقین بھی کیا کرتے جس کا مقصد اللہ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکانا ہوتا تھا تا کہ یہ اپنی اس تکلیف کے سبب ہی اللہ تعالیٰ کا کلام اور نام لینا شروع کر دیں جب کوئی شخص آپ سے حاصل کردہ وظیفہ پڑھنے لگتا تو اُس کے لئے بارگاہِ خداوندی میں بطفیلِ نبی کریم ﷺ خصوصی دُعا فرماتے کہ یا مالک! میں اسے تیری بارگاہ تک لے آیا ہوں آگے اس کی مشکل کشائی کرنا اور صراطِ مستقیم پر قائم رکھنا تیرا کام ہے

اگرچہ یہ اپنی خواہش کی خاطر وظائف پڑھتا رہا ہے، اب اس پر گرم فرما اور اس کی خواہش بدل دے یہاں تک کہ یہ تیرا ہو کر رہ جائے۔ تاہم سرکار کی زبان اقدس سے بحوالہ حضور آفتاب سیدن سنے ہوئے چند وظائف یہاں تحریر کیے دیتا ہوں تاکہ قاری حضرات ان سے استفادہ کر سکیں کیونکہ اہل ذکر کی ہر بات آزمائی ہوئی ہوتی ہے جس میں بلاشبہ آج بھی وہی تاثیر موجود ہے۔

وظیفہ برائے مشکلات:

ایک دفعہ کسی سائل کی عرض پر حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد حضور سیدن ولی کے پاس جب کوئی مشکل میں مبتلا شخص حاضر ہو کر عرض گزار ہوتا تو آپ اُسے فرماتے اپنی توانائیاں نیک کاموں میں صرف کرو اور تہجد سے قبل با وضو ہو کر قبلہ رو بیٹھ جایا کرو پوری توجہ کے ساتھ پہلے 33 مرتبہ درود شریف پڑھو اور جس قدر سورۃ یسین تلاوت کر سکتے ہو کرو پھر نماز فجر ادا کرنے کے بعد دعا مانگ لو آخر میں 33 دفعہ درود شریف پڑھنا ضروری ہے یعنی اول و آخر درود شریف پڑھنا ہے اس طرح بفصل کردگار مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں اور ہر قسم کی آفتوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے، ایک مرتبہ شاہ جی نے کہا کہ سرکار نے دوران گفتگو فرمایا کہ تمہیں بہت ساری مشکلات اور ہر میدان میں کامیابی کا طریقہ بتاتا ہوں وہ یہ کہ اپنے نام کے اعداد ابجد نکال کر رب تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے ابجد سے ملاؤ، اگر ایک اسم مبارک کے ساتھ تمہارے نام کے ابجد مل جائیں اُس اسم کو پڑھا کرو اگر ایک اسم مبارک کے ساتھ نہ ملیں تو دو یا تین کو جمع کر لو پھر ان اسماء کا ورد کرو انشاء اللہ تعالیٰ ہر میدان میں فتح یابی ہوگی۔

مصائب کے لئے:

اسی طرح جو دنیوی جھگڑوں اور مصائب کا شکار لوگ حاضر ہوتے سرکار

انہیں کثرت سے استغفار اور آیہ کریمہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ
مِنَ الظَّالِمِينَ (سورۃ الانبیاء آیت 87) پڑھنے کی تلقین فرماتے، یاد رہے کہ سرکار ہر
وظیفہ کے ساتھ اول و آخر 33 مرتبہ درود شریف پڑھنا لازم قرار دیتے تھے۔
تنگ دستی سے نجات کے لئے:

شاہ جی نے فرمایا کہ جب کوئی سائل غربت کی شکایت کرتا تو اُسے رزق
حلال کمانے اور اچھے کاموں پر خرچ کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے، صبر کی تلقین
کے ساتھ آخرت کی دولت جمع کرنے کی طرف توجہ دلاتے، لیکن اس کے ساتھ
ساتھ نماز کی پابندی اور قرآن پاک کی تلاوت کے علاوہ یہ وظیفہ عطا فرماتے کہ
نماز فجر کی سنت پڑھنے کے بعد وہیں بیٹھ کر اول و آخر 33 مرتبہ درود پاک اور
درمیان میں آٹھ دفعہ سورۃ المصاعون تلاوت کرو، اس طرح اللہ تعالیٰ تنگ
دستی سے نجات عطا فرمائے گا اور مال میں برکت ہوگی
بیماری کے لئے:

حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سرکار ہر قسم کی بیماری کے لئے اُم القرآن
یعنی سورۃ الفاتحہ اور سورۃ اخلاص درود شریف کے ہمراہ پڑھنے کی تلقین فرماتے،
انہی دونوں سورتوں کو پڑھ کر مریض پر دم کرنے کا کہتے، بعض لوگوں کو سرکار کلمہ
طیبہ اور یا غفور یا رحیم کا ورد کرنے کی تلقین کیا کرتے، فرماتے کہ جب سائل رب
تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کوئی وظیفہ پڑھتا ہے تو اس کا اپنا مقصد
بھی جلد از جلد ہاتھ آجاتا ہے اکثر لوگ محروم اس لیے بھی رہتے ہیں کہ وہ صرف
اپنے مقصد کے حصول تک محدود رہتے ہیں اگر مقصد رب تعالیٰ کی رضا مندی بنا
لیا جائے تو رب تعالیٰ دونوں میں کامیابی عطا فرماتا ہے۔

برکت کے لیے: حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ سرکار سیدن ولی حصول

برکت کے لئے کثرت سے درود شریف پڑھنے کی ہدایت فرماتے، ایک سائل کو آپ نے سورۃ یسین سے ”سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ الرَّحِيمِ“ کا ورد کرنے کی تلقین فرمائی، نظر بد، وہم اور جاؤد کے توڑ کے لئے چار قل شریف پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔

شاہِ مردان کی عطا:

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سرکارؒ کو بچپن میں سید مردان علی شاہ صاحب صابری کے دربارِ عالیہ پر بزرگ پیر بھائیوں نے شجرہ چشتیہ صابریہ مکمل منظوم کرنے کی فرمائش کی جس پر کچھ عرصہ کے بعد خواب میں سید مردان علی شاہ صاحب کی زیارت نصیب ہوئی انھوں نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر سرکارؒ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا، اس پر مکمل تمھارے شجرہ چشتیہ صابریہ میں شامل بزرگوں کے نام تحریر ہیں اور منظوم لکھنے کے حوالے سے فرمایا کہ کیا کچھ لکھا بھی ہے سرکارؒ نے خواب میں ہی عرض کیا، حضور! ایک حمد یہ فقرہ لکھ پایا ہوں، فرمایا سناؤ۔

حمد ہزاراں لائق اوسنوں جو صاحب سبحانی

فرمایا آگے لکھو۔

میں کی صفت کرن دے لائق شان اچا لاثانی

اس شعر کے متعلق سرکارؒ نے فرمایا کہ یہ ہر مشکل کی گنجی ہے اول و آخر درود

شریف پڑھ کر درمیان میں اس کا وظیفہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ ہر تکلیف سے نجات حاصل ہوگی۔

﴿وَلِلَّهِ الْوَلَدُ وَاللَّهُ﴾

پسرانِ حضور سیدنِ ولی

حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابری کے چار صاحبزادے تھے جن میں سے ہر ایک صاحبِ کمال اور سیدنِ حضور سے خرقہ و خلافت حاصل کیے ہوئے تھا کوئی علوم شریعت و طریقت و حقیقت کے اسرار و رموز بیان کرنے میں ماہر تھا تو کوئی حسنِ سیدن کی میراث کا حقدار بنا، کسی کو علم و حکمت کے سائل جھرمٹ میں لیے پھرتے تو کسی کو جذب و سلوک کے متوالے مطمع نظر سمجھتے تھے، کہیں رنگِ مصومیت نظر آتا تو کہیں خرد کی گتھلیاں سلجھانی جاتیں، مختصراً چمنِ سیدن کا ہر پھول اپنی علیحدہ اور دلفریب خوشبو سے ہمیشہ پہچانا اور یاد کیا جائے گا۔

حضرت پیر گلزار حسین شاہ صاحب صابری:

حضور سیدن ولی کے بڑے بیٹے اور ماہر علم معرفت و شریعت اور حقیقت تھے، آپ 1934ء میں موضع کلس شریف میں پیدا ہوئے، آپ کی شخصیت آپ کے اسمِ متبرکہ کے عین مطابق تھی بلکہ یوں کہنا بالکل حقیقت کے مترادف ہوگا کہ آپ باغِ سیدن میں بہار بن کے آئے، جس نے بھی زیارت کی اُس کا دل باغِ باغ ہو گیا، آپ اوصافِ ظاہریہ اور باطنیہ میں کمال درجہ پر فائز تھے، شیریں گفتار، طاہر کردار، واقفِ رموزِ پروردگار، صاحبِ کرامت، بہترین شاعر، اعلیٰ اخلاق کے مالک، شب بیدار، عبادت گزار اور لامثال عالم تھے، ایک مُنصف

مُصَنَّف ہونے کے علاوہ ہر دِل العزیز شخصیت کے حامل تھے، حضور آفتابِ سیدنؐ آپ کا کثرت سے تذکرہ فرماتے، آپ نے سیدنِ وائی کے پیغامِ حق کو اس طرح پھیلایا جس کی نظیر نہیں ملتی، جس کے ساتھ ایک دفعہ نشست کی اُسے اپنا گرویدہ بنا لیا، جس راستہ سے گزرے ہمیشہ یاد کیے گئے، آپ نے عشقِ رسول اللہ ﷺ کی اتنی مشعلیں روشن کیں جن کی روشنی رہتی دُنیا تک انشاء اللہ تعالیٰ ماند نہ ہوں گی، آپ کے علم و حکمت پر مبنی واقعات بہت زیادہ ہیں، جہاں آپ نے مساجد، درگاہ، محفل خانے، لنگر خانے وغیرہ تعمیر کروائے وہاں دلوں اور ذہنوں کی تعمیر و ترقی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، دوست و دشمن سبھی آپ کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے، سیاست سے لے کر میدانِ تصوف تک بہترین لیڈر بن کر سامنے آئے، آپ نے علومِ ظاہری و باطنی پر کثیر کتب تخلیق فرمائیں، جو نثر کے علاوہ اُردو، پنجابی، فارسی، ہندی صوفیانہ اشعار پر مُشتمل ہیں آپ کے اوصافِ حمیدہ کا اس قدر ذخیرہ ہے جس کو احاطہ تحریر میں لانا انتہائی مشکل کام ہے، تبرکاً چند کرامات یہاں تحریر کیے دیتا ہوں، جن کو مُستند حوالہ سے حاصل کیا گیا ہے۔

صاحبِ قرآن کی محبت:

حضور آفتابِ سیدنؐ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور گلزارِ سیدنؐ بیٹ اللہ و روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے سعودیہ تشریف لے گئے، سعودی عرب میں موجود پیر بھائیوں نے ایک اچھا سا فلیٹ کرائے پر لیا اور انتہائی محنت و خوبصورتی سے سجایا، مالکِ مکان ایک عربی تھا، جسے گھنٹیا کے شدید درد ہوتے تھے اور ڈاکٹروں نے مایوس کر رکھا تھا کہ اس مرض کا ابھی تک کوئی دائمی علاج ایجاد نہیں ہو سکا۔ ایک دن جب عربی ویل چیر کے ذریعہ نئے کرایہ داروں کو ملنے آیا تو مکان کی سجاوٹ دیکھ کر پوچھنے لگا، کیا تم میں سے کسی کی شادی ہے، یا اور کوئی

فنکشن ہے؟ پاکستانی نوجوانوں (غلامان دربارِ عالیہ کلب شریف) نے بتایا کہ پاکستان سے ہمارے حکیم صاحب تشریف لارہے ہیں جس کے باعث مکان کو سجایا گیا ہے، یہ سن کر عربی نے کہا، جب تمہارے حکیم صاحب تشریف لے آئیں تو میری ضرور ملاقات کروانا، انہوں نے وعدہ کر لیا لہذا جب شاہ صاحب تشریف لے آئے تو غلامان نے عربی سیٹھ کے حوالہ سے تمام واقعہ گوش گزار کرتے ہوئے وضاحت کی کہ حضور! ہم نے عربی سیٹھ کے سامنے آپ کا تعارف باحیثیت حکیم کروا رکھا ہے کیونکہ یہ لوگ غیر مقلد ہیں، کسی پیر فقیر کو نہیں مانتے، شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا ہے لہذا جب وہ عربی آئے تو میرے پاس لے آنا چنانچہ اسی اثناء میں وہ عربی بھی آ گیا، شاہ صاحب نے پرتپاک انداز میں خیر مقدم کیا، کچھ دیر بعد عربی سیٹھ نے اپنی بیماری کی مکمل تفصیل بیان کر دی، شاہ صاحب نے دم فرمایا اور حکم دیا کہ گل پھر تشریف لے آئے گا چنانچہ دوسرے دن سیٹھ صاحب ویل چیر کے بغیر ایک چھڑی کے سہارے آگئے، شاہ صاحب نے دوبارہ دم کیا اور گذشتہ یوم کی طرح کل آنے کو کہا، تیسرے دن سیٹھ صاحب کو چھڑی کی ضرورت بھی محسوس نہ ہوئی..... آتے ہی شکر یہ ادا کرتے ہوئے کہا جناب! اب میں بالکل ٹھیک ہوں، کوئی درد یا تکلیف محسوس نہیں ہو رہی۔ شاہ صاحب نے مسکرا کر پھر دم کیا اور فرمایا کہ اب آپ کو اس معاملہ میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عربی سیٹھ نے کہا، حکیم صاحب! آپ کے علاج سے میں ٹھیک تو ہو گیا ہوں مگر مجھے اس طریقہء علاج کی سمجھ نہیں آئی، نہ تو آپ نے مجھے کوئی سیرپ دیا نہ کوئی انجکشن وغیرہ دیا لیکن اس کے باوجود میں پہلے کی طرح صحت مند ہو گیا ہوں لہذا اس طریقہء علاج کی وضاحت فرمائیں؟ شاہ صاحب نے فرمایا، میں نے قرآن شریف پڑھ کر دم کیا ہے۔ عربی سیٹھ نے کہا، جناب!

قرآن شریف ہماری زبان میں ہے ہم آپ سے اچھا پڑھ بھی سکتے ہیں اور سمجھ بھی سکتے ہیں، آپ تفصیل سے بیان فرمائیں کہ آپ نے کس طرح (قرآن پاک سے) استفادہ کیا ہے، جب کہ ہم اس تحقیق سے محروم ہیں؟ یہ سن کر شاہ صاحب کو جلال آگیا فرمایا، سیٹھ صاحب! بلاشبہ قرآن شریف آپ کی زبان میں ہے اور آپ ہم سے بہتر پڑھ، سمجھ سکتے ہیں۔ مگر آپ کے دل صاحب قرآن (پیارے نبی ﷺ) کی محبت سے خالی ہیں جس کی وجہ سے آپ کو قرآن شریف سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ کہہ کر آپ نے علامہ صاحب کا شعر پڑھا۔

روحِ ایماں مغزِ قرآنِ جانِ دین

ہست حب رحمة للعالمین ﷺ

یہ سن کر عربی سیٹھ خاموش ہو گیا اور سر جھٹکا کر چلا گیا۔

لاعلاج مریضہ:

ایک دفعہ ملک نواز مانڈہ صاحب ساکن چک نمبر 23 جنوبی کی چھوٹی بچی شدید بیمار ہو گئی، کافی علاج کروائے گئے، اچھے سے اچھے ڈاکٹر آزمائے گئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، بل آخر کسی کے مشورہ پر حضور گلزار سیدن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مریضہ کے مرض کے متعلق تمام احوال گوش گزار کیے، آپ نے فرمایا، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ بچی طویل عمر پائے گی اس کو ابھی کچھ نہیں ہوگا، بعد ازاں دم فرمایا اور چند ادویات لکھ کر دیں کہ یہ بطور سنت استعمال کروادینا باقی انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہوگی، بچی کی پھوپھی بتاتی ہے کہ ہم ابھی راستہ میں ہی تھے کہ بچی کو آرام آنا شروع ہو گیا، گھر پہنچنے تک بالکل شفا یاب ہو چکی تھی اور خود اپنے پاؤں سے چل کر گھر میں داخل ہوئی اور تاحال ہر مسرت زندگی گزار رہی ہے۔

ویسے تو حضور گلزار سیدن کے ہزاروں واقعات فراست نظر کا ثبوت ہیں، خود

راقم الحروف کے متعلق حضور گلزارِ سیدن نے بارہا فرمایا کہ مجھے سورۃ
العمران (راقم الحروف) اپنے خاندان کے تمام بچوں بالخصوص سیدن ولی کے
پوتوں میں سے سمجھ دار، نیک سیرت، اہل قلم اور راہ سلوک کا راہی معلوم ہوتا ہے،
زمانہ حال میں جس کے کئی گواہ موجود ہیں بالخصوص حضور گلزارِ سیدن کی تینوں
صاحبزادیاں ان الفاظ کی چشم دید گواہ ہیں، آپ نے اپنی آخری علالت سے کچھ
پہلے فرمایا کہ میرے پاس وقت بہت کم ہے اگر وقت اجازت دیتا تو میں اپنی
امانت اس کے سپرد کر دیتا مگر اس کو وقت چاہیے اور میرے پاس وقت نہیں ہے
لیکن میرے مالک کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں وہ وقت آنے پر خوب نواز دے
گا۔ یاد رہے کہ فقیر اپنے آپ کو اس تعریف کے لائق نہیں سمجھتا، گواہان اور پیر
بھائیوں کے اصرار پر اس حوالہ سے لکھنا پڑا کہ ولی اللہ سے کچھ پوشیدہ نہیں ہوتا وہ
آنے والے زمانے کو فراستِ نظر سے دیکھ لیتے ہیں، یہی پیشین گوئی جناب پیر
بشیر شاہ صاحب، پیر راجہ شاہ صاحب، پیر عارف شاہ صاحب، مائی انور مانڈی
وغیرہ نے بھی کثیر پیر بھائیوں کو سنائی ہے۔

اسی طرح حضور آفتابِ سیدن بیان فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ ملکوال
یونین کونسل کی چیر مینی کے لئے الیکشن لڑ رہا تھا، مخالف کو ایک ممبر کی واضح برتری
حاصل تھی، حضور گلزارِ سیدن بھی ہمراہ تھے، کسی مخالف نے حضور گلزارِ سیدن کو
عرض کیا کہ ہم سب آپ کا احترام کرتے ہیں، الیکشن کی پوزیشن واضح ہے، ابھی
ڈھول، گولے اور نعرے بازی شروع ہو جائے گی، ہم نہیں چاہتے کہ کوئی شخص
آپ کی دل آزاری کرے، اس لیے آپ مہربانی فرما کر یہاں سے تشریف لے
جائیں یہ سن کر فرمایا، میرا عزیز! پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم مشکل وقت میں اپنے
پیاروں (حضور آفتابِ سیدن کی طرف اشارہ فرمایا) کا ساتھ نہیں چھوڑتے، اور

دوسری بات بھی ابھی تمہیں بتا دیتا ہوں کہ میں یہ چیر مینی صابر پاک کے دربار سے آفتاب احمد کے لئے مانگ کر لایا ہوں اور جب رزلٹ نکلے گا تو دیکھ لینا کہ بھاگنا کس کو پڑتا ہے اور فتح کس کے حصہ میں آتی ہے کچھ دیر بعد جب رزلٹ آوٹ ہوا تو حضور گلزار سیدن کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ حقیقت بن کر سامنے آگئے، حضور آفتاب سیدن چیر مینی کا الیکشن جیت گئے اور مخالفین نے ذلت کے ساتھ راہ فرار اختیار کی۔

خبر ہنر سے حاصل ہوتی نہیں ہے منزل

گر تیرا گرم ہو شامل ہر سو جمال ہے

راقم الحروف جناب حضور گلزار سیدن کی خدمت میں ہر جمعہ کو ملکوال سے بذریعہ سائیکل کلس شریف حاضر ہوتا تھا، بارہا یہ مقدس سفر پیدل بھی کرنا پڑا لیکن جب حضور گلزار سیدن کے حضور حاضری نصیب ہوتی تو بڑے شیریں انداز سے فرماتے، وہ ہمارا جمعہ آگیا ہے کبھی فرماتے وہ سورۃ العمران آگیا ہے، مجھے بڑی انتظار تھی کچھ اس انداز سے تاثیر بھرے سخن زبان اقدس سے ادا ہوتے کہ راستہ کی ساری تھکن دور ہو جاتی۔ میں جمعۃ المبارک کو حضور گلزار سیدن کی محبت بھری گفتگو بڑے غور سے سنتا، یاد کرتا اور اپنے ہم عمر بچوں کو سناتا، جب اس بات کی خبر حضور گلزار شاہ جی کو پہنچتی تو بڑے خوش ہوتے۔

آپ نے 28 نومبر 1991ء بروز جمعرات کو شام کے وقت لاہور کارڈیالوجی ہسپتال میں وصال فرمایا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ) موضع کلس شریف میں تدفین ہوئی۔ چہرہ اقدس پر تبسم کے آثار نمایاں تھے۔

کدوں بھل سکدا تیرا طاہر پیکر تیرا دور تے پیار گلزار سیدن
دونویں نین مخمور پر نور چہرہ شیریں لب گفتار گلزار سیدن

رہی یاد ہمیش لاریب سانوں ویلا پُر بہار گلزار سیدن
تینوں کدوں و سار عمران سگدے کیجا جہاں دیدار گلزار سیدن

شجرہ نسب:

آپ کا شجرہ نسب 27 پشتوں سے جناب حضرت مخدوم علاؤ الدین سے ملتا ہے جو کہ حضرت غوث بہاوالحق زکریا ملتانی کے منجھلے صاحبزادے تھے۔

شجرہ پیشوائی: آپ کا شجرہ پیشوائی 18 واسطوں سے جناب حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری (آستانہ عالیہ پیران کلیر شریف انڈیا) سے جا ملتا ہے۔

جناب حضرت پیر میراں شاہ صاحب صابری:

جناب پیر میراں شاہ صاحب حضور سیدن ولی کے دوسرے بڑے پسر انور اور خلیفہ ہیں، آپ کی ولادت باسعادت 1935ء میں موضع کلس شریف میں ہوئی، آپ انتہائی سادہ طبیعت کے عظیم المرتبت و صاحب نعمت درویش تھے، تاحیات مرشد سے عطا کردہ وظائف پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے، کسی سے تنازع نہ فضول گفتگو، ہمہ اوقات اپنے مرشد کی تقلید میں محور رہتے، اپنے مرشد حضور سیدن ولی کے عشق میں کمال درجہ پر فائز تھے، آپ کی پُر وقار شخصیت پر حُسن و حیا کا رنگ غالب رہتا، جو کچھ زبان حال سے نکل جاتا وہی تقدیر الہی بن جاتا۔ ایک دفعہ موضع ساہنا کے رہائشی چوہدری اعظم گوندل صاحب کو کسی کیس میں سزائے موت کا حکم سنایا گیا، اُن کی ہمیشہ نے پیر میراں شاہ صاحب سے دُعا کے لئے عرض کیا، آپ نے فرمایا، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب چوہدری اعظم باعزت بری ہو کر گھر آجائے گا، چنانچہ عین اسی طرح ہوا کچھ دنوں کے بعد چوہدری صاحب باعزت بری ہو گئے اور تاحال

پُر وقار زندگی گزار رہے ہیں۔

مُرشد کی نوازش:

آپ ایک دفعہ عالمِ شباب میں اس وجہ سے مغموم ہوئے کہ میرے تینوں بھائی تو صاحبِ ہنر اور باروزگار ہیں جبکہ میں اُن کے بالکل مُتضاد ہوں ایسی صورتِ حال میں اپنے اہل خانہ کی کس طرح ضروریات پوری کر سکوں گا، یہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ آپ کے پدیرانور و پیر مُرشد حضور سیدنُّسراکارتشریف لے آئے، سرگار نے پوچھا، میراں! کیا سوچ رہے ہو؟ آپ نے دَس ت بستہ عرض کی، حضور! کچھ نہیں سوچ رہا۔ فرمایا جھ سے تمہاری پریشانی پوشیدہ نہیں..... اور یاد رکھو، جس وجہ سے تم پریشان ہو، وہ بات ذہن سے نکال دو، تم نے میری خدمت کی ہے، انشاء اللہ مخلوقِ خدا تمہاری خدمت کرے گی، تم نے مجھے راضی کیا ہے، خدا تعالیٰ تم پر اپنی نوازشات کی کمی نہ فرمائے گا، بے شمار لوگ تم سے فیض یاب ہوں گے اور کوئی تم سے مایوس نہ ہوگا، سبحان اللہ! مذکورہ ولی کامل کا فرمانِ حقیقت بن کر سامنے آیا، پیر میراں شاہ صاحب کو خدا تعالیٰ نے ہر نعمت سے مستفیض فرمایا تھا۔

آپ نے 20 جنوری 2008ء، 10 محرم الحرام الصبح داعی اجل کو لبیک کہا، (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا عَلَیْہِ رَاجِعُونَ) راقم الحروف نے جنازہ پڑھایا، آپ کی مزارِ اقدس آپ کے برادرِ خورد حضرت جنُّ پیر شاہ صاحب صابری کے پہلو میں دربارِ عالیہ کلس شریف تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں مرجعِ خلائق ہے، بوقتِ وصال آپ کے چہرہ اقدس پر مسکراہٹ اور نورانیت کمال درجہ تھی۔ بقول راقم الحروف

دَس محرم مُلک بقا دے کیتا سفرِ شتابی

نہدا مکھڑا روندی دُنیا رحلتِ خاصِ نوابی

چن جہی صورت چن دے پہلو فوراً چھپ گئی اے
 ہو ٹیک عمران سی قائم اوہ وی خاک رلی اے

شجرہ نسب:

آپ کا شجرہ نسب 27 پشتوں سے جناب حضرت مخدوم علاؤ الدین سے ملتا
 ہے جو کہ حضرت غوث بہاوالحق زکریا ملتانی کے منخلے صاحبزادے تھے۔

شجرہ پیشوائی:

آپ کا شجرہ پیشوائی 18 واسطوں سے جناب حضرت مخدوم علاؤ الدین علی
 احمد صابر کلیری (آستانہ عالیہ پیران کلیر شریف انڈیا) سے جا ملتا ہے۔

اولاد: آپ کے تین صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہیں، صاحبزادوں
 کے نام درج ذیل ہیں، جناب صاحبزادہ نسیم صابر صابری صاحب، جناب
 صاحبزادہ کلیم صابر صابری صاحب، جناب صاحبزادہ فدا حسین صابری۔

حضرت پیرچن شاہ صاحب صابری:

آپ حضور سیدن ولیؑ کے گھرانے میں 1943ء میں پیدا ہوئے، آپ
 اپنے اسم متبرکہ کی طرح سپہر تصوف پر مثل ماہتاب چمکتے رہے، آپ کو بھی
 دوسرے برادران کی طرح حضور سیدن ولیؑ سے خلافت و فیضان صابریہ حاصل
 ہوا، آپ کے اوصاف بہت زیادہ ہیں، ظاہری اور باطنی لحاظ سے انتہائی خوبرو اور
 پُر وقار شخصیت کے مالک تھے، آپ کو اسرار و معارف ایزدی میں شناسائی و یکتائی
 حاصل تھی، آپ نے شروع میں پاک فوج میں ملازمت اختیار فرمائی، 1965ء
 کی جنگ میں سنت حیدری ادا کرتے ہوئے دشمنان اسلام کے خلاف مردانہ وار
 مقابلہ کیا، دوران جنگ آپ کے دستِ اقدس پر کافی کرامات کا ظہور ہوا، اسی وجہ
 سے آپ کی یونٹ کے اکثر نوجوان آپ کے دستِ اقدس پر سلسلہ عالیہ چشتیہ

صابر یہ میں داخل ہوئے، اسلامی فوج کی کامیابی کے بعد آپ نے ملازمت ترک فرما کر مستقل طور پر اپنے پدراپور و پیر و مرشد کی قربت اختیار فرمائی، حضور سیدنا ولیؑ کی غلامی اور خدمات میں ہمیشہ آگے آگے رہے، آپ کے نیک کردار اور شیریں گفتار سے کثیر لوگ راہِ حق کے بہترین راہی بنے، آپ کا حسن و جمال آپ کی اسرار و رموز پر مبنی گفتگو کو دلوں اور ذہنوں میں نقش کر دیتا، آپ کے ارد گرد صاحبِ حال لوگوں کا ہمیشہ ایک ہجوم رہتا، جو ہمہ وقت اس چشمہء سیدنی سے اپنی پیاس بجھاتے ہوئے نظر آتے، آپ کی پُر اثر زبان سے نکلے ہوئے الفاظ قلبی حلاوت کا سامان مہیا کرتے اور تیر نظر نفسِ امارہ کی تباہی کا باعث بنتے، ذکرِ پاسِ انفاس میں محویت کا یہ عالم تھا کہ رات ختم ہو جاتی مگر ٹھوٹھو کی صدا میں جاری رہتیں، آپ کی طاہر خوشبو سے شناسا لوگ فوراً پہچان جاتے کہ یہ عظیم المرتبت شخصیت کے مالک ہیں، ایک دفعہ آپ پاکستان شریف بابا فرید کی حاضری کے لئے جا رہے تھے، راستہ میں ایک مجذوب فقیر آپ کے قدموں سے لپٹ کر شور مچانے لگا کہ یہ صابری ولی اللہ ہیں، آپ نے انتہائی عاجزی و انکساری سے فرمایا کہ میں صابر پیٹا کا ادنیٰ سا غلام ہوں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، وہ کہنے لگا، خدا کی قسم! مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی، میں صابر پیٹا سے مستفیض لوگوں کو خوشبو سے پہچان لیتا ہوں، آپ بلاشبہ صابری ولی اللہ ہیں۔

میٹھے پانی کا چشمہ:

احمد یار ساکن کوڑے نزد پنڈ دادنخان بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں سخت نمکین اور کڑوا پانی ہے، زیادہ تر بارش کے پانی کو ہی ذخیرہ کیا جاتا ہے جس سے ضروریات پوری کی جاتی ہیں، ایک مرتبہ جناب پیر عبداللہ شاہ صابری صاحب (جو کہ سیدنا حضورؑ کے تایا جان ہیں) گاؤں میں تشریف لائے، میرے

والد صاحب نے اُن سے دست بستہ پانی کے متعلقہ تمام پریشانی کا اظہار کیا، اُنھوں نے ہمارے ڈیرے پر ایک جگہ اپنے عصاء سے نشان لگایا اور فرمایا، اس جگہ ہینڈ پمپ (نلکا) لگا لو، انشاء اللہ تعالیٰ میٹھا پانی حاصل ہوگا۔ چنانچہ ہم اُس وقت عُسرت کے باعث نلکا نہ لگوا سکے، بعد میں نشاندہی والی جگہ کے متعلق ابہام پیدا ہو گیا، کوئی کہے اس جگہ نشان لگایا گیا تھا تو کوئی کہے اُس جگہ نشان لگایا گیا تھا لیکن یہ معمہ حل نہ ہو سکا، ایک مدت کے بعد جب جناب پیر چن شاہ صاحب صابری گاؤں میں تشریف لائے تو ہمارے والد صاحب نے دست بستہ سابقہ نشاندہی کے متعلق تمام احوال عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ جگہ تو میں بتا دیتا ہوں مگر اس دفعہ نلکا لگوانے میں سُستی مت کرنا، ورنہ محروم رہو گے، یہ فرما کر آپ نے ایک جگہ نشان لگادیا، صاحبزادہ نسیم صابر صابری صاحب بتاتے ہیں کہ میں اُس سفر میں جناب پیر چن شاہ صابری صاحب کے ہمراہ تھا، اس مرتبہ احمد یار وغیرہ نے فوری طور پر بورنگ کے بعد نلکا نصب کروایا، جب ہینڈ پمپ کی مدد سے پانی نکالا گیا تو شہد کی مانند میٹھا پانی دستیاب ہوا، اہلیان علاقہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، ایک جشن کا سماں پیدا ہو گیا، سبھی حضرت پیر چن شاہ صابری صاحب کے شکر گزار ہوئے۔

ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی

مرد نگاہ گرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی

آپ نے 7 جولائی 1981ء، 4 رمضان المبارک کو بھرپور جوانی میں وصال فرمایا، آپ کا روضہ مبارک کلس شریف تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں فیوض و برکات کا چشمہ ہے۔ بقول سفری صاحب

چن ورگا چن نوں عمر وچ دے گیا داغ جدائی

اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنا پوندا جیوں تقدیر الہی

اس وہڑے تھیں دکھن چڑھدے ثربت چن دی وِسدی مُدتاں
تیکر یاد رہوگی بھری جوانی اِسدی

شجرہ نسب:

آپ کا شجرہ نسب 27 پشتوں سے جناب حضرت مخدوم علاؤ الدین سے ملتا
ہے جو کہ حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتائی کے منخلے صاحبزادے تھے۔

شجرہ پیشوائی:

آپ کا شجرہ پیشوائی 18 واسطوں سے جناب حضرت مخدوم علاؤ الدین علی
احمد صابر کلیری (آستانہ عالیہ پیران کلیر شریف انڈیا) سے جا ملتا ہے۔

اولاد:

آپ کا ایک صاحبزادہ اور دو صاحبزادیاں ہیں آپ کے لختِ جگر کا نام
جناب صاحبزادہ صداسین صابری صاحب ہے۔

﴿ وَلِی اللّٰہِ وَلِی اللّٰہِ ﴾

لختِ جگر سرکار سیدن ولی کلسوی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جناب حضرت پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری

در بار عالیہ کاشانہ کلس شریف 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا

نرم خو با، جو برو آں جناب کلسوی

نیر مثالِ عالم روشن آفتاب کلسوی

جان و دل را وقف کردم سلسلہء صابری

این نشانِ آبروئے در کتاب کلسوی

واقفِ اسرارِ سیدن پیکرِ صبر و رضا

جانثارِ شہ کلیر تو شباب کلسوی

﴿ولہ اللہ ولی اللہ﴾

پیر عمران صابر صابری کلسوی

صاحبِ ملفوظات

جناب حضرت پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری کلسوی

شعاع آفتاب صابر، پیکر صبر و رضا، عاشق اولیاء اللہ و مصطفیٰ سیدنا محمد، سرِ اہلباء عجز و انکسار، لختِ جگر سرکار سیدن ولی جناب حضرت پیر آفتاب احمد شاہ صابری کلسوی، سیدن حضور کے لاڈلے، ہونہار فرزند ارجمند تھے آپ کی ولادت باسعادت مورخہ 15 اپریل 1944ء کو موضع کلس شریف تحصیل بھلووال ضلع سرگودھا میں ہوئی، آپ بچپن ہی سے نہایت زیرک اور مسلک کے خدمت گزار تھے، سیدن حضور آپ کو سونے شاہ اور قلندر مرد کے القاب سے نوازا کرتے تھے، آپ نے میٹرک تک کی تعلیم ملکوال سے حاصل کی بعد ازاں گورنمنٹ کالج سرگودھا سے انٹر میڈیٹ کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا، اس دوران سیدن حضور اکثر اوقات ساہیوال یا پاکپتن شریف جاتے ہوئے، آپ کے پاس صابری منزل سرگودھا قیام فرماتے، ایک مرتبہ سرکار نے سرگودھا کے بزرگ پیر بھائیوں کو بلا کر فرمایا کہ ”اے اہلیان سرگودھا میں تمہیں اپنا لختِ جگر یعنی سونے شاہ دے کر جا رہا ہوں یہ تمہارا پیر ہے اس کی خوب خدمت کرنا اور ہر طرح سے خیال رکھنا اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے تم اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے جدا نہ کرنا“ سرکار سیدن ولی کی مذکورہ گفتگوراقم الحروف نے کافی پیر بھائیوں سے خود سُنی ہے، ایک روز جناب پیر میراں شاہ صاحب صابری سے ملاقات ہوئی

تو آپ نے اس گفتگو کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے سامنے کی بات ہے کہ آفتاب سیدان، سرکار کی دائیں جانب دست بستہ کھڑے تھے اور میں بھی محفل میں حاضر تھا، سرکار نے آفتاب سیدان کو سوہنے شاہ کہہ کر مخاطب کیا کہ سوہنے شاہ تمہیں سرگودھا والوں کا پیر بنا دیا ہے، اب سے سرگودھا کی ڈیوٹی تمہارے ذمے ہے، صابر حضور کے سچے منسلک کی خدمت کرنا، دونوں جہان میں فیوض و برکات سے نوازے جاؤ گے۔

حضور آفتاب سیدان فرمایا کرتے تھے کہ اُس وقت سرکار کا مذکورہ فرمان مجھے سمجھ نہ آیا کیونکہ میں تو سرگودھا میں صرف تعلیم حاصل کرنے آیا ہوا تھا لیکن ایک عرصہ کے بعد جب سرکار نے وصال فرمایا اور حضور گلزار سیدان کے ہمراہ مسلک کی خدمات انجام دیتا رہا مگر اُن کے وصال پر ملال کے بعد ملکوال سے سرگودھا ہجرت کرنے پر سرکار کی پیشین گوئی سمجھ آئی نیز فرمایا کرتے کہ میں تو اس قابل ہرگز نہ تھا لیکن میرے پیر و مرشد حضور سیدان ولی کی نگاہ کریمانہ نے اپنے سلسلہ عالیہ کی ڈیوٹی کے لئے منتخب فرمایا، اسی گفتگو کے دوران آپ اکتہ فرمایا کرتے کہ سرکار نے خود میرے ذمہ سرگودھا کی ڈیوٹی لگائی ہے، یاد رکھو کہ کلمس شریف بھی ضلع سرگودھا میں آتا ہے لہذا جہاں تک شاہ سیدان کے غلام تعلق رکھتے ہیں وہاں تک میری اس تربیتی خدمات کا دائرہ ہے۔ بقول سلیم فانی

تُو سیدان کی مانند بڑا خوب رو ہے

شبیبہ مبارک تیری ہو بہو ہے

سرکاری ملازمت اختیار نہ کی:

آپ نے سرگودھا کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا، اس کامیابی پر سرکاری ملازمت کے لیے مختلف محکموں سے لیٹر موصول ہونے

لگے، آپ ان دنوں ملکوال رہائش پذیر تھے جب سول اور ریلوے پولیس کی طرف سے تھانہ ملکوال میں ایس، ایچ، او کی تعیناتی کی پیش کش کی گئی تو حضور سیدن ولیؑ نے بلا کر فرمایا، سوہنے شاہ! میں نے تمہیں اللہ ورسول اللہ ﷺ کے دین کی خدمت اور صابر حضور کے سچے مسلک کی ڈیوٹی دینے کے لئے منتخب کیا ہوا ہے، کیا دنیا کی کوئی ملازمت اس کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ جب نوکری ہی کرنی ہے تو اپنے مالک کی کرنی چاہیے، تم اپنے مالک کی نوکری کرو، اس کے سامنے دنیا کے بادشاہوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے جب گندم بیجو گے تو بھوسہ خود بخود ہاتھ آئے گا مگر بھوسہ بیجنے سے بھوسہ بھی ہاتھ نہیں آتا لہذا سرکار کے اس حکم کے مطابق ہمیشہ کے لئے دین محمدی ﷺ اور صابر پیا کے پاکیزہ مسلک کی ڈیوٹی کو زندگی کا مقصد بنا لیا پھر کبھی کسی اعلیٰ سے اعلیٰ ملازمت کی بھی پیش کش کی گئی تو فوراً ٹھکرا دی گئی ہمیشہ سیدن حضور آپ پر نہایت شفقت فرمایا کرتے تھے، اوائل عمر میں آپ کو والی بال کھیلنے کا شوق تھا کسی نے سرکار سے عرض کی، عالیجاہ! سوہنے شاہ والی بال کیوں کھیلتے ہیں؟ فرمایا، ابھی اس کو کھیلنے دو، تا حال اسکا کھیل بھی مجھے پسند ہے ایک وقت آئے گا، جب یہ اس کھیل اور ڈیوٹی تعلیم کی طرح ہر مشکل سے مشکل امتحان میں نہایت اچھے نمبروں سے کامیاب ہوگا، ہر لحاظ سے مسلک کی خدمت انجام دے گا، میرے لگائے ہوئے پودوں کی سیرابی کا باعث بنے گا، کبھی پاکیزہ سلسلہ پر داغ نہیں لگنے دے گا اور ہر مشکل میں پیکر صبر و رضا بن کے دکھائے گا۔

پیر و مرشد کی عطا میں:

جیسا کہ سیدن حضور کے حالات و واقعات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ سرکار نے اپنی انگوٹھی کی تلاش پر حضور آفتاب سیدن کو دو گواہان (یعنی قبلہ مانی صاحبہ

و حضور گلزارِ سیدن) کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ تم گواہ رہنا ہم سوہنے شاہ (یعنی حضرت پیر آفتاب احمد شاہ صابری) پر راضی ہو گئے ہیں مالک اس پر دین و دنیا میں اپنی عنایات کی کمی نہ فرمائے گا اس نے ہماری خدمت انجام دی ہے انشاء اللہ تعالیٰ نیک بخت لوگ اس کی خدمات انجام دیں گے۔ دوسری مرتبہ جب آپ سیدن حضور کو آخری علالت کے دوران کلس سے ملک وال لے جا رہے تھے تو راستہ میں گاڑی پھنسنے پر سرکار خود دھکا لگانے والوں میں شامل ہو گئے، یہ دیکھ کر حضور آفتاب سیدن زار و قطار روتے ہوئے سرکار کے قدموں میں گر پڑے اور عرض کیا، حضور! میں آپ کا نام لے کر بلاؤں تو قرب و جوار مجھے تمام گاؤں والے حاضر ہو جائیں اس پر سرکار نے فرمایا، صرف اس گاڑی کی بات نہیں، تمہاری زندگی کی گاڑی بھی جب کبھی پھنسنے گی تو میں ہی دھکا لگا کر نکالوں گا۔

آزاد کر دیا ہے عمران ہر فکر سے
آخر عظیم رشتہ اک مہرباں سے ہے

چیرمین ٹاؤن کمیٹی:

آپ نوجوانی میں دو مرتبہ ممبر ضلع کونسل منتخب ہوئے، ایک مرتبہ چیرمین ٹاؤن کمیٹی ملکوال منتخب ہوئے، ہر لحاظ سے مخلوق خدا کی خدمات انجام دیں دراصل سیاست میں دلچسپی بھی مسلک کی تعمیر و ترقی کو مد نظر رکھ کر لی گئی تھی، آپ کے تاریخی کاموں اور فیصلوں کو آج تک لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور یاد کرتے ہیں، پختہ سڑکوں، نالیوں، گلیوں کے سولنگ سے لے کر مسکینوں کے حقوق دلوانے تک آپ کا دور قابلِ مثال ہے۔

سلسلہ صابریہ کلسویہ کی خدمات:

حضور سیدن سرکار کے وصال پر ملال کے بعد آپ نے اپنے حقیقی بھائی

جناب پیر گلزار حسین شاہ صابری صاحب کے شانہ بشانہ سلسلہ عالیہ صابریہ کلسویہ کی تعمیر و ترقی میں لامثال کردار ادا کیا جس کا اظہار خود آپ کے برادر محترم حضور گلزار سیدن نے عرس مبارک کی محفل میں باایں الفاظ کیا ”جس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام جیسا برادر عطا فرمایا، حضرت محمد ﷺ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو غازی عباس، رضی اللہ عنہ رام چندر کو کچھمن عطا فرمایا، اُس خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے مجھے آفتاب احمد جیسا با وفا بھائی عطا فرمایا ہے جو ہر لحاظ سے اور ہر میدان میں میرا معاون و مددگار ہے“ اُس روز آپ کلیر شریف جارہے تھے، حضور گلزار سیدن کے انہی الفاظ اور سلسلہ کی بے پناہ خدمات انجام دینے پر سیدن حضور کے وفادار شاعر راجہ محمد یعقوب سفری صابری صاحب نے ان الفاظ میں حضور آفتاب سیدن کو خراج تحسین پیش کیا۔

بھائی ہو کے کرے غلامی ایہہ معراج وفا دی

سخی سیدن کے ورثے وچوں نعمت ملی حیا دی

نیز سلسلہ چشتیہ صابریہ کے پہلے شجرہ شریف (متذکرہ شجرہ شریف تاحال

درگاہ آفتاب سیدن عزیز بھٹی ناؤن سرگودھا کی لائبریری میں موجود ہے) میں

مصنف (سفری صاحب) نے حضور گلزار سیدن کے حکم سے باایں الفاظ نذرانہ

پیش کیا ہے۔ ”معاون سنگ سے میری مراد صاحبزادہ آفتاب احمد شاہ صابری

صاحب ہیں جو جناب پیر گلزار حسین شاہ صابری صاحب کے جانثار ساتھی اور

وفادار بھائی ہونے کے علاوہ سہمہ تصوف کے آفتاب درخشاں ہیں“

یاد رہے کہ حضور سیدن وئی نے دو شادیاں کی ہوئی تھیں پہلی زوجہ محترمہ سے

جناب پیر میراں شاہ صاحب صابری و جناب پیر چن شاہ صاحب صابری تولد

ہوئے اور دوسری زوجہ محترمہ سے جناب گلزار حسین شاہ صاحب صابری و جناب
 پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری کے علاوہ پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں، سرکار
 سیدن ولی کی دونوں ازواج نہایت عابدہ، زاہدہ، طاہرہ سیرت کی حامل تھیں،
 سرکار نے پہلی شادی کلس ہی میں کی جبکہ دوسری شادی موضع آہیر فتح شاہ نزد
 ساہیوال میں ہوئی بلاشبہ سرکار کے چاروں صاحبزادگان اپنی مثال آپ تھے،
 جنہوں نے سیدن حضور کو بحیثیت والد کبھی متعارف نہیں کروایا بلکہ ہمیشہ اپنے پیر
 و مرشد کی حیثیت سے یاد کیا جنہوں نے تازیت سرکار کے مشن اور راستے کو
 ترک نہ کیا بلکہ سرکار کی تقلید کرتے ہوئے واصل حق ہوئے، سرکار کے چاروں
 لخت جگر سیدن ولی کے صرف مرید نہ ہوئے بلکہ مراد بنے جن کو سرکار نے
 باقاعدہ بیعت فرمانے کے بعد سلسلہ صابریہ میں بیعت کرنے کی اجازت مرحمت
 فرمائی، جس پر آج بھی کافی لوگ گواہ ہیں اور سرکار کے حکم پر عمل کرتے ہوئے
 جناب پیر میراں شاہ صاحب اور جناب چن پیر شاہ صاحب اسی زمانہ میں لوگوں
 کو بیعت کرنے لگے تھے جس کی باقاعدہ ان کو سرکار کی طرف سے اجازت مل
 چکی تھی، تاہم حضور آفتاب سیدن نے اپنے اس حق کو (یعنی سرکار نے آپ کو بھی
 سلسلہ صابریہ میں بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی تھی) حضور گلزار سیدن کے
 زمانہ اقدس میں استعمال کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی، جو بھی بیعت ہونے کی
 درخواست کرتا تو اپنے برادر محترم یعنی حضور گلزار سیدن کی طرف اشارہ کر کے
 فرماتے کہ پانی کی موجودگی میں تیمم کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مسلك کی ڈیوٹی:

حضور آفتاب سیدن جناب گلزار سیدن کی تمام حیات طیبہ میں ان کے شانہ
 بشانہ سلسلہ کی خدمت انجام دیتے رہے ہمیشہ کلیروا جمیر اور پاکپتن شریف سے

لے کر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں مل کر حاضریاں دیں، صبح و شام دربار عالیہ کے لنگر کے انتظامات میں معاون و مددگار رہے، دربار عالیہ کے جملہ انتظامات اور اعراص آپ کی زیر نگرانی وقوع پذیر ہوتے رہے، دربار عالیہ کی وہ کون سی ڈیوٹی ہے جس میں حضور آفتاب سیدن شامل نہ ہوں بلکہ ہر کام کی ابتداء دونوں برادران (یعنی گلزار سیدن و آفتاب سیدن) کے باہمی مشورہ کے بعد ہوتی، حضور سیدن وئی کے روضہ مبارکہ کی تعمیر سے لے کر دربار عالیہ کی جامع مسجد تک، محفل خانوں سے لے کر خدام کے رہائشی کمروں تک، کتابوں کی تحریروں سے لے کر محفلوں کے انتظامات تک، مختصراً ہر مقدس کام میں سر فہرست رہے، پاکستان شریف میں صابری کلسوی منزل کی تعمیر اور ماسکو پنڈی شریف کی تعمیرات میں قابل مثال خدمات انجام دیں، شب و روز حضور گلزار سیدن کے ہمراہ دور دراز کے سفر کر کے تبلیغی دوروں میں شامل حال رہے جس جگہ بھی دین محمدیہ ﷺ کی اشاعت اور مسلک کی تعمیر و ترقی میں کوئی رکاوٹ حائل ہوتی تو جان کی پرواہ کیے بغیر اس کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہتے یہاں تک کہ کامیابی سے ہمکنار ہو جاتے، سلسلہء صابریہ کلسویہ کو جہاں قربانی کی ضرورت درپیش ہوتی وہاں آپ ہی سب سے پہلے میدان میں نکلتے، حضور گلزار سیدن کے زمانہ اقتدار میں محافل و اعراص میں لنگر خانہ کی ڈیوٹی کے علاوہ محفلوں کی سیکورٹی، مہمانوں کی رہائش اور ان کے متعلقہ سارے انتظامات آپ ہی کے زیر نگرانی چلتے رہے۔

حضور گلزار سیدن نے (نہ ہرق معاملات میں) ہر الجھن میں جس ہستی کو سب سے پہلے یاد اور طلب کیا وہ آپ ہی تھے جس کا ثبوت وہ خطوط بھی ہیں جو مختلف اوقات اور مشکلات میں جناب گلزار سیدن نے جناب آفتاب سیدن کو

تحریر کیے جو تاحال موجود ہیں، کلیئر شریف کے اعراس میں دونوں بھائی مل کر حاضری دیتے رہے، جہاں حضور گلزارِ سیدین نے تقریر اور مشاعرہ میں حصہ لیا وہاں حضور آفتابِ سیدین نے نقابت کے فرائض انجام دیئے جہاں صابری ڈرویشوں اور عالموں کے ساتھ سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوتا تو جناب گلزارِ سیدین آپ سے ہی گفتگو کا آغاز کرتے، جہاں کسی کی راہنمائی مقصود ہوتی تو آپ ہی کے ذمہ لگایا جاتا، جہاں کوئی امتحان دینا مطلوب ہوتا تو آپ پر ہی اعتماد کیا جاتا اس لیے جناب گلزارِ سیدین نے اپنی آخری علالت کے دوران آپ کے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ آؤ آج میرے سینے کے ساتھ لگ جاؤ، تم نے تمام زندگی بحیثیت غلام میری خدمت انجام دی ہے آج بھائی بن کر بغلگیر ہو جاؤ، لیکن آپ نے پر نعم آنکھوں سے عرض کیا، عالیجاہ! مجھے آپ کی خدمت پر فخر ہے میرے ذمے وہی رہنے دیں، اس لیے وصیت کرتے ہوئے حضور گلزارِ سیدین نے فرمایا ”آفتاب وہ کون سی جگہ ہے جہاں میں تمہیں نہیں لے کر گیا اور وہ کون سی مسلک کی خدمات ہیں جن میں تم سرفہرست نہیں رہے... لو اب میری ڈیوٹی تکمیل کو پہنچ چکی ہے مجھے دارِ فانی سے کوچ کرنے کے پیغامات موصول ہو رہے ہیں، آپ نے اشکبار ہو کر عرض کیا، عالیجاہ! مجھے سب کچھ قبول ہے مگر آپ کے جانے کا فیصلہ قبول نہیں، اس پر حضور گلزارِ سیدین نے فرمایا کہ یہ فیصلہ ہو چکا ہے اس سے پہلے مجھے تمہاری ہی سفارش پر دو مرتبہ ٹائم دیا گیا تھا اور اب وہ بھی مکمل ہو گیا ہے یہاں وہ واقعات کتاب کی طوالت کے پیش نظر تحریر نہیں کیے جاسکتے اگر خدا تعالیٰ نے موقع عطا فرمایا تو انشاء اللہ تعالیٰ حضور آفتابِ سیدین کی علیحدہ سوانح عمری تحریر کروں گا۔

سرگودھا، ہجرت:

حضور گلزارِ سیدین کے وصال پر ملال کے کچھ عرصہ بعد تک دربارِ عالیہ پر

مقررہ کردہ خدمات انجام دیتے رہے لیکن کچھ ناگفتہ بہ حالات و واقعات کے پیش نظر آپ نے اُس مقدس دیار کو الوداع کہنے میں مسلک کی عافیت سمجھی، جس مقدس دیار میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی جہاں سیدن حضورؐ کے شیریں لبوں سے پیار حاصل کرتے رہے اگر سیدن حضورؐ کی ایک جانب جناب گلزارِ سیدنؐ جلوہ افروز ہوتے تو دوسری جانب حضور آفتابِ سیدنؐ متمکن ہوتے، تاحیات جس دیار کی تعمیر و ترقی میں سب سے آگے رہے آج حالات نے اسی دیس سے بے سروسامانی کی حالت میں نکل جانے کا حکم صادر فرمایا، جب گلشن کو لبو کی ضرورت پڑتی رہی تو یہی لامثال سپاہی یعنی حضور آفتابِ سیدنؐ سب سے آگے رہے لیکن جب چمن پوری طرح پھل دار ہو کر بہاروں سے واصل ہوا تو پھل کھانے والے اور نمودار ہو گئے جنہوں نے اس سیدن حضورؐ کے لامثال شاہکار اور حضور گلزارِ سیدنؐ کے وفادار مجاہد کو ہجرت پر مجبور کر دیا، شاید تقدیر الہی میں یہی تحریر کیا جا چکا تھا کہ حضور آفتابِ سیدنؐ بڑھاپے میں محبوب ہستیوں کے داغ مفارقت کے بعد اب اُن کے دیار سے نچھڑنے کا غم سینہ سے لگا کر نیا جہان آباد کریں، حالات نے کروٹ بدلی، وقت نے ایسا تازیانہ اگایا کہ سمجھ گئے کہ اب میرے وجود کو یہاں برداشت نہیں کیا جائے گا، جس کی تمام مرقربانیاں دیتے ہوئے بیت رہی تھی، سفید ریش اور جھکے ہوئے کندھوں کے باوجود مسلک نے بہت بڑی قربانی طلب کر لی اور بہت بڑی ذمہ داری آپ کے سپرد کر دی گئی آپ کو اپنی ہر تکلیف گوارا تھی مگر سلسلہ عالیہ پر داغ لگنا برداشت نہیں تھا کچھ ایام ملکوال قیام پذیر رہے مسلسل غموں کی آندھیوں نے طاقتور اور مضبوط جسم کو نہایت کمزور کر دیا تھا شب و روز گریہ زاری میں بسر ہونے لگے شدت غم سے کندھے تو جھک گئے تھے مگر قدم صراطِ مستقیم سے نہیں ڈمگائے۔

بل آخر 1992ء میں بے سروسامانی کی حالت میں ملکوال سے سرگودھا کے
نے ہجرت فرمائی۔ بقول راقم الحروف

چپ کر کے پرت گدا جاسی شکوہ کدی زبان تے آوناں نہیں
نیر ذولدامنہ چھپا لیاں کسے بور نوں غم سناوناں نہیں
لگی غضب دی چوٹ تے کی ہویا کسے ہر دا پیار کماوناں نہیں
اپنے یار دا ہو عمران مرساں کلڑا غیر دامنہ لگاوناں نہیں
اس میں شک نہیں کہ آپ کی یعنی حضور آفتاب سیدن کی وفاؤں، محنتوں،
محبتوں، مجاہدانہ کاوشوں اور صبر عظیم سے سلسلہ صابریہ کلسویہ عروج تک پہنچا ہے،
آپ نے اپنے شیخ کے اسم گرامی پر دنیا کی ہر نعمت، وطن، دولت، شہرت، عزت
تبسم کے ساتھ نثار کر دی اور خود غم فراق کو سینے سے لگا کر ہمیشہ کے لئے محبوب
کے دیس کو خیر باد کہہ دیا۔

دعا بہار کی مانگی تو اتنے پھول کھلے

کہ کہیں جگہ نہ ملی میرے آشیانہ کو

دُنیا کی ہر نعمت اور خوشی چھین جانے کے باوجود بھی آپ کے لبوں سے شکوہ
نہیں سنا گیا، ہمیشہ اپنے پدرا نور و پیر و مرشد کی عزت کو داغدار ہونے سے بچانے
کے لئے قربانیاں دیتے رہے، خود غمزدہ ہوتے ہوئے بھی دوسروں کے غم بانٹتے
رہے آپ کی زندگی کا ہر ایک لحظہ وفاؤں، قربانیوں اور مشکلات سے رقم ہے پھر
بھی اپنی ذات کی نفی بیان کر کے اپنے مشائخ عظام کے اوصاف بیان کرتے
رہے۔ بقول دائم اقبال دائم

سیدن شاہ دی جد نوں بھاگ لگے شانناں اچیاں نے آفتاب دیاں

رحمت سرورِ سنلیٰ عظیم عالم دی چھاں سرتے نظراں خاص تائیوں بو تراب رضی اللہ عنہ دیاں

ماہی قالو بلی دے ہین بیتی رمزوں جان دے عالی جناب دیاں
 دائم ہتھ حضور ﷺ داسر اُتے ودھیاں عزتاں عزت مآب دیاں
 جب تقدیر نے ہجرت پر مجبور کیا تو اُس وقت آپ کی زندگی عمر کے اُس
 حصہ میں تھی جہاں آرام کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بعض مجاہدین کو پورا دن کام
 کرنے پر بطور انعام رات کو بھی چھٹی نہیں دی جاتی۔

اُسے چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

ایک طرف عمر پیری کی ابتدا تو ایک جانب غم فراق کا بارگراں، کہیں پرانے
 نام نہاد وفاداروں کی بے رُخیاں تو کہیں سامانِ دُنیا کی قلت، جن کو سرکار سیدن
 ولی اور حضور گلزار سیدن نے ہر میدان میں سر فہرست رکھا اُن کے متعلق جھوٹے
 فسانے تیار ہونے لگے لیکن آپ نے ہر تکلیف کا بڑے صبر و تحمل سے مقابلہ کیا۔

کتنے جتن اٹھائے تیرے پیار میں پیارے

تیری خوشی کی خاطر مشکل میں دن گزارے

بل از محبوب کے وطن سے (جہاں آج بھی حضور آفتاب سیدن دربار عالیہ
 کے متعلقہ تمام رقبہ کے نصف مالک ہیں) الوداع ہونے کی گھڑیاں قریب تر آتی
 گئیں جس دربار کی ہر اینٹ لگانے میں معاون رہے آج اُس سے پچھرنے کا
 وقت آ گیا، ایک یوم قبل نبی کریم ﷺ کی مکہ مکرمہ سے ہجرت اور نواسہ،
 رسول ﷺ امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ سے ہجرت اور سیدن
 حضور کی ساہنا ہجرت کے واقعات یاد کر کے گریہ زاری کرتے رہے۔

دُنیا میں کوئی ایسا ہم کو ملا نہیں ہے

جس نے کبھی ہوں بانٹے درد و الم ہمارے

آخر کار تقدیر کے بنائے ہوئے پروگرام سے مجبور ہو کر روضہ سیدن کی

حاضری دی، سرکار سیدن و گلزار سیدن کی مزارات سے بغلگیر ہو کر روتے رہے،
ترک وطن کے دوران کی جانے والی حاضری احاطہ تحریر میں نہیں لائی جاسکتی۔

دی حاضری در سرکار اُتے نیر ڈوہل جناب سلام کینا
السلام تے الوداع سیدن زانو ٹیک پر سوز کلام کینا
تیرے بعد اندھیر طوفان آیا پریشان جہان تمام کینا
رکھیں نگہ جے بھہ عمران جاوے ظالم جگ نے سکھ حرام کینا

ذیر تلک مزار اقدس کے ساتھ سینہ لگائے ہوئے، اشکبار رہے، روتے
روتے سسکیاں اور ہچکیاں رکنے کا نام نہ لے رہی تھیں شاید مقبولین خدا کا جتنا
مقام بلند ہوتا ہے اتنا ہی امتحان بڑا ہوتا ہے یقیناً مثل شمع روشن رہنے والوں اور
روشنی دینے والوں کو اپنے سروں کو آگ لگانی پڑتی ہے۔

درداں نال سلام پہنچا کے تے سینہ گور دے نال لگا روئے
آنسو جہاں دے دیکھ سرکار بوندے آج اوہ عمران تہا روئے
ابھی فراق سیدن کا غم مٹانہ تھا کہ گلزار سیدن بھی داغ مفارقت دے گئے،
اب کوئے یار سے بھی جدائی کا دن آن پہنچا تھا۔

جاون والیا شہر گننام اندر تیری سک نے یہوں لاچار کینا
پایا سکھ نہ بیلیا باہجھ تیرے دکھاں سٹ کے جال شکار کینا
دساں کس نوں محرمان دس مینوں دکھیاں نال نہ کسے پیار کینا
عمر قید عمران سزا دے کے ڈیرہ یار نے جا مزار کینا
مگر سیدن حضور کے عظیم شاہکار یعنی حضور آفتاب سیدن ہر امتحان میں
مسلل کامیاب ہوتے جا رہے تھے، پاؤں میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی، اپنی فکر نہ
سامان دنیا کی پرواہ، ہر وقت ہر حال میں راضی برضاء نظر آ رہے تھے۔

غمِ ناکامی قسمت کی دُنیا سے شکایت کیا
 وہی بہتر ہے جو بیدم مزاجِ یار میں آیا
 مختصراً با ادب روضہ سیدن سے نکل کر اپنی والدہ محترمہ کی مزار پر گئے وہاں
 کچھ وقت کے لئے دلِ فگار کے ساتھ آنسو بہا کر ہر درو دیوار کو الوداعی نظر سے
 دیکھتے ہوئے واپس ملکوال لوٹ آئے۔

دیس یار تھیں جانِ محال ہسی جتھے رَج کے سماں بہارِ تکیا
 قدم قدمِ عمران ہزار یاداں گلی گلی نوں آخری وارِ تکیا
 ملکوال میں چند پُرانے خدمت گزار ملاقات کے لئے حاضر ہوئے کچھ
 دیر گفتگو کے بعد انہوں نے آپ کو ملکوال سے ہجرت نہ کرنے پر زور دیا اور ہر
 طرح سے کوشش کی کہ آپ کلس میں رہیں، سیدن حضور آپ کے والد محترم ہیں
 انہوں نے کلس میں باقاعدہ آپ کا علیحدہ مکان بنوایا ہے آپ اس طرح
 کیوں بے سرو سامانی کی حالت میں ہجرت کر رہے ہیں آپ یہاں کے مالک
 ہیں ہم ہر لحاظ سے آپ کا ساتھ دیں گے اور جس نے آپ کی طرف میلی آنکھ
 سے بھی دیکھا ہم اُس کی خبر لیں گے، فرمایا، عزیزو! یہ میرا کاروبار نہیں بلکہ ایک
 ولی اللہ کا سچا مسلک اور دین محمدی ﷺ کی اشاعت کا ذریعہ ہے اگر کاروبار
 ہوتا اور میری نظر صرف دُنیا داری تک محدود ہوتی تو آپ لوگوں کے مشورہ پر
 غور کرتا لیکن میری نظر صرف اور صرف مالک کی رضاء پر ہے میں ہر حال میں
 اُس کی خوشنودی کا طلبگار ہوں، میرے لئے بھی اس وطن سے ہجرت کرنا، بڑا
 تکلیف دہ مرحلہ ہے لیکن میں اپنے غموں کی طرف دیکھوں یا اپنے مالک کی
 خوشنودی کو مد نظر رکھوں اسی دوران آپ نے میاں صاحب کا ایک شعر ان
 الفاظ میں پڑھا۔

جہاں دکھاں وچہ دلبر راضی سکھ اونہاں توں وارے

دکھ قبول محمد بخشا راضی رہن پیارے

نیز فرمایا کہ میرے پیر و مرشد نے میری ڈیوٹی سرگودھا میں لگائی ہے، شاید

اب اُس کی ادائیگی کا وقت آچکا ہے لہذا دوسرے روز ملکوال سے سرگودھا کے لئے

ہجرت فرمائی جب آپ ہجرت (migration) فرما کر سرگودھا جا رہے تھے تو

راستہ میں موضع چک سیدا سے آگے نکل کر حضور سیدن وئی کے روضہ مبارکہ کا

گنبد نظر آیا کچھ دیر کے لئے گاڑی روک کر اُس جانب متوجہ ہوئے جس روضہ

مبارک کی تعمیر و ترقی کے لئے تمام زیست خدمات انجام دیتے رہے، شب و روز

تکلیفات اٹھاتے رہے جو آستانہ کبھی بے گھروں کے لئے دارالامن اور دارِ پناہ تھا

آج اسی صاحب آستانہ کا اپنا فرزند ارجمند بے یار و مددگار تنہا مع اہل خانہ

نکالا جا رہا تھا لمحہ فکر یہ ہے جس باغ کو اپنے ہاتھوں سے لگایا ہوا اور تاحیات پاسبانی

اور سیرابی کے فرائض انجام دینے ہوں سیکن جب پھل حاصل کرنے کا وقت

آئے تو باغ لگانے والے دو حضرات زیر زمین روپوش ہو جائیں اور ایک کو ہجرت

پر مجبور کر دیا جائے۔ جیسے کسی نے کہا ہے کہ

گلستاں کو جو خوں کی ضرورت پڑی، سب سے پہلے یہ گردن ہماری جھکی

اب تو کہتے ہیں ہم سے یہ زاع و زغن، یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں

بعد ازاں آپ گاڑی سے اتر کر روضہ مبارکہ کے گنبد کو دور ہی سے خسرت

بھری نگاہوں سے دیکھ کر آنسو بہاتے رہے کچھ دیر کے بعد جب گاڑی میں بیٹھے تو

ذرا بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے۔

دن گزر جائیں گے سرکار کوئی بات نہیں

زخم بھر جائیں گے سرکار کوئی بات نہیں

آپ کا شہر اگر بار سمجھتا ہے ہمیں
کوچ کر جائیں گے سرکار کوئی بات نہیں
محشر میں جب ذکر پڑھا آپ کے جو روح جفا کا
ہم مگر جائیں گے سرکار کوئی بات نہیں

اس کے بعد آپ نے خاموشی اور صبر کی وہ نماز قائم کی جس کا عملی ثبوت
سرگودھا عزیز بھٹی ٹاؤن میں آپ کی مرقہ کی شکل میں موجود ہے۔ بلاشبہ آپ کی
زندگی اس حکم خداوندی کے عین مطابق تھی۔

ترجمہ! ”اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جن لوگوں نے
جلد دی اور مدد کی وہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش اور
عزت کی روزی ہے“ (10 پارہ)

سرگودھا میں قیام:

سرگودھا اولڈ سٹیٹ ٹاؤن صابری منزل میں سرکار سید نے اپنی حیات
طیبہ میں خود ایک مکان خرید کر حضور آفتاب سید کے نام لگوا یا تھا، آپ کالج میں
تعلیم حاصل کرنے کے دوران اسی مکان میں قیام کیا کرتے، ملکوال سے ہجرت
فرما کر اسی مکان میں سکونت اختیار فرمائی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے
اکثر اوقات خاموش رہتے تمام رات سجدہ ریز ہو کر گریہ زاری میں گزار دیتے دن
بھر تسبیح و تلاوت میں مصروف رہتے ان دنوں اکثر اوقات پاکپتن شریف حاضری
کے لئے چلے جاتے اور کئی کئی یوم وہاں قیام پذیر رہا کرتے، آہستہ آہستہ آپ
کے سرگودھا قیام کی خبر عام ہونے لگی کچھ دیرینہ پیر بھائی حاضر خدمت ہونے لگے
رفتہ رفتہ ان کی تعداد بڑھتی گئی جس پر ایک روز پرانے پیر بھائیوں نے مل کر
عرض کی، عالیجاہ! آپ یہاں محفل کے لئے ایک دن مقرر فرمائیں کیونکہ ہم سرکار

سیدن ولی کے پیار اور حضور گلزارِ سیدن کی گرفتار سے نکھڑے ہوئے ہیں وہ نعمت صرف آپ ہی سے حاصل ہو سکتی ہے خدا را ہمیں وہ غذا عنایت فرمائیں جو آپ کے آباؤ اجداد تقسیم فرماتے رہے ہیں بلاشبہ آپ کے پاس سیدن حضور کے عطا کردہ فیوض و برکات کی کمی نہیں جن میں سے چند دیرینہ پیر بھائیوں نے راقم الحروف کے سامنے حضور آفتابِ سیدن سے عرض کی حضور! آپ کو یاد ہوگا جب سرکارِ سیدن ولی نے ہم لوگوں کو اسی مکان پر بلوا کر فرمایا تھا کہ اے اہلیانِ سرودہا، تمہارا پیر و مرشد آفتاب ہے اس کی خوب خدمت کرنا چنانچہ اب آپ اپنے فرائض انجام دیں، اس دوران کچھ نئے لوگوں نے بیعت ہونے کے لئے عرض پیش کی لیکن آپ نے اس وقت سب کو یہ کہہ کر مال دیا کہ مجھے اس متعلق اپنے پیر و مرشد کی جانب سے کوئی اشارہ ملا تو میں اس خدمت کو انجام دینے کے لئے تیار ہو جاؤں گا، مذکورہ عرض کرنے والے پیر بھائیوں کے نام ہماری کتاب استفادہ صالحین سے مطابقت فرمائیں۔

پاکپتن شریف حاضری:

رفتہ رفتہ پرانے پیر بھائیوں کی تعداد اور اصرار بڑھتا گیا کہ ہمیں خود سرکارِ سیدن ولی نے آپ کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ سرگودھا والوں کا پیر و مرشد آفتاب ہے تو پھر آپ کو کس اشارے کا انتظار ہے، فرمایا میرا عقیدہ یہ ہے کہ اولیائے کرام لذت وصال چکھنے کے بعد ہمیشہ بقا رہتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے وہی حکم دوبارہ دیا جائے تب میں فرائض کی تکمیل کے لئے حاضر ہو جاؤں گا، اس دوران آپ پاکپتن شریف حاضری کے لئے روانہ ہوئے، جب وہاں پہنچے تو صابریا کے حجرہ مقدسہ کے سامنے ایک درویش نے آپ کو پکارا کہ آؤ میاں میرے ساتھ حجرہ میں پھولوں کی چادر پیش کرنی ہے، آپ نے اپنی

ذات کی نفی کرتے ہوئے فرمایا، سائیں جی! میں اس قابل نہیں ہوں، یاد رہے کہ آپ کی طبیعت میں بناوٹ و تکبر نام کی کوئی چیز نہیں تھی ہمیشہ عاجزی و انکساری کا اظہار فرماتے اور حجرہ صابر پاک کی تعمیر کے دوران بذاتِ خود مزدوروں میں شامل ہو کر مستریوں کو میٹرل پہنچاتے رہے۔ چنانچہ آپ نے اُس ڈرویش سے فرمایا کہ آپ خود ہی حجرہ مبارک میں جائیں اور پھول پیش کریں لیکن وہ ڈرویش آپ کو بے حد اصرار کے ساتھ اندر لے گئے چادر پیش کی، وہیں کچھ دیر کے لئے بیٹھ گئے حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ اسی دوران مجھ پر غلبہء نوم طاری ہو گیا یکا یک سیدن حضور کی شیریں آواز کانوں میں گونجنے لگی، اے آفتاب! میرے لگائے ہوئے پودے مڑ جھا رہے ہیں تم ان کو پانی دو صابر پیا کے سلسلہ کی خدمت کرو میں نے تمہاری ڈیوٹی لگا دی ہے، فرمایا یہ آواز تین مرتبہ مجھے سنائی دی تیسری آواز کے ساتھ سیدن حضور کے چہرہ انور کی زیارت نصیب ہوئی (حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ جس خواب میں اللہ کا کوئی ولی نظر آئے یا اُس کی آواز سنائی دے وہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا) یکا یک ایک جھٹکے سے آنکھ کھل گئی وہ ڈرویش میرے قریب ہی کھڑے تھے، آنکھ کھلتے ہی انہوں نے پکارا، سناؤ میاں اپنا حصہ مل گیا ہے اب سرکار صابر کے پاکیزہ مسلک کی خوب خدمت کرنا اور ہر لحظہ صبر سے کام لینا، انشاء اللہ مخدوم پاک ہمیشہ تمہاری مدد فرماتے رہیں گے، حضور آفتاب سیدن فرمایا کرتے تھے کہ میں نے پھر اُس مردِ کامل کو کبھی نہیں دیکھا، معلوم نہیں وہ کون تھے؟ اس کے بعد آپ نے باقاعدہ محفل کے لئے جمعۃ المبارک کا دن مقرر فرمایا اور فیوض و برکات کا سلسلہ جاری و ساری ہوا، رفتہ رفتہ مریضوں، مصیبت زدوں اور متلاشی حق لوگوں کے ہجوم میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ سٹیٹ ٹاؤن والا مکان تنگ پڑ گیا جس کے بعد سٹیڈیم روڈ سرگودھا پر

ایک کنال رقبہ پر مشتمل رہائش گاہ خریدی گئی جہاں صبح و شام فیضانِ صابر تقسیم ہوتے رہے، عشاقِ سیدن کے ہجوم بڑھتے چلے گئے سالانہ عرس مبارک اپنے رقبہ پر ساہیوال منایا جانے لگا اس کے علاوہ جملہ پروگرام کا شانہ کلس سٹیڈیم روڈ پر وقوع پذیر ہوتے رہے ہر اسلامی ماہ کے پہلے جمعۃ المبارک کو صبح 10 بجے محفلِ سماع منعقد ہوتی، مسجد میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد محفل خانہ میں خود خطاب فرماتے بعد ازاں حاضرین کی معروضات سنتے اور دُعا اور دوا سے مناسب حل تجویز فرماتے۔

بابا محمد فضل مستری کا واقعہ:

بابا محمد فضل مستری چک نمبر 40 نزد سرگودھا شہر کا رہائشی تھا حضور سیدن ولیؑ سے شرفِ بیعت حاصل کرنے کے علاوہ دربارِ عالیہ پر تعمیرات میں شامل رہا جب حضور آفتاب سیدن سٹیٹ ٹاؤن صابری منزل پر رہائش پذیر تھے تو ایک روز بابا اپنے بیٹے مستری محمد اشرف کے ہمراہ ملاقات کے لئے حاضر ہوا، ملاقات کرنے کے بعد شاہ جیؑ سے عرض کیا، حضور! سرکار سیدن ولیؑ کے زمانہ اقدس میں ایک دفعہ تعمیراتی ڈیوٹی کے سلسلہ میں حاضر تھا، ایک روز کسی پیر بھائی کا جنازہ لایا گیا جو کہ سرکارؑ نے خود پڑھایا اس کو دیکھ کر میرے دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی کہ کاش یہ جنازہ میرا ہوتا بعد ازاں موقع پا کر سرکارؑ سے عرض گزار ہوا کہ حضورؑ جب میں اس دُنیا سے رخصت ہوں تو میرا جنازہ آپ پڑھائیں، یہ سن کر کچھ دیر کے لئے سرکارؑ خاموش ہو گئے بعد ازاں فرمایا، محمد فضل! مالک کو جیسا منظور ہوگا لیکن ابھی تمہاری عمر طویل ہے شاید میرا وقت پہلے آئے گا مگر میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تمہارا وہ وقت پورا ہوگا تو میرے مسلک کی حقیقی طور پر ڈیوٹی دینے والا میرا بچہ تمہارا جنازہ پڑھائے گا، یہ سرگزشت سنانے کے بعد بابا نے حضور آفتاب سیدنؑ

سے عرض کیا، عالیجاہ! اب تک میں اس معاملہ میں خاموش رہا ہوں مجھے یہ تو یقین تھا کہ ولی اللہ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ ضرور پورے ہوں گے لیکن اکثر اوقات سوچتا رہتا تھا کہ وہ سیدن حضور کا حقیقی امین کون ہے؟ کچھ دن قبل جب مجھے آپ کی سرگودھا آمد کا معلوم ہوا تو حقیقی امین والا معاملہ سمجھ آ گیا، جب بابا نے بات مکمل کی تو حضور آفتاب سیدن نے فرمایا، بابا تم مطمئن رہو انشاء اللہ تعالیٰ جس نے وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا فرمائے گا، غالباً 1993.94ء کے موسم سرما کی بات ہے کہ ایک روز حضور آفتاب سیدن نے عصر کے وقت ساہیوال جاتے ہوئے، راقم الحروف کو بتایا کہ میں ساہیوال جا رہا ہوں شاید مجھے وہاں دو یا تین دن رہنا پڑے، گھر اور مہمانوں کے لنگر کا خاص خیال رکھنا، یاد رہے کہ حضور آفتاب سیدن کے زمانہ اقدس میں لنگر اور انتظاماتی امور راقم الحروف کے سپرد تھے بطور شکرانہ قبلہ شاہ جی کے اپنے متعلق بارہا ادا کیے ہوئے الفاظ تحریر کرتا ہوں آپ اکثر راقم الحروف کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ مجھے اس پر فخر ہے اگر سرگودھا آنے کے بعد کسی نے میرا بوجھ ہلکا کیا ہے تو وہ عمران صابر ہے۔

دستِ رحمت نے شرم رکھی میرے عیبوں کی

ورنہ تو سیاہ کار کی دنیا میں جہنم ہوتی

چنانچہ مذکورہ پروگرام بتا کر حضور آفتاب سیدن اپنے خادم ملازم حسین ساکن چک نمبر 76 کے ہمراہ گاڑی پر ساہیوال (ضلع سرگودھا) روانہ ہو گئے، میرے پاس اُس وقت بگا ملنگ لنگر کی ڈیوٹی میں معاون رہتا تھا تقریباً نصف شب کے بعد صابری منزل پر کسی نے دستک دی، میں نے بگا ملنگ کو پتہ کرنے بھیجا کچھ دیر کے بعد بابا فضل مستری کا بیٹا محمد اشرف روتا ہوا دکھائی دیا، میں نے پوچھا خیریت تو ہے؟ اُس نے بتایا کہ بابا فضل رحلت کر گئے ہیں اور ہم نے خاندان والوں

سے مجبور ہو کر صبح 10 بجے جنازہ کا ٹائم رکھ دیا ہے میں نے کہا، شاہ جی تو سا ہیوال گئے ہوئے ہیں وہاں تو نہ کوئی ٹیلی فون ہے اور نہ ہی صبح 8 بجے سے پہلے گاڑی دستیاب ہوتی ہے تم کم از کم جنازہ کا ٹائم مقرر کرنے سے پہلے مشورہ کر لیتے اُس نے بتایا کہ میں خاندان والوں سے مجبور ہو گیا تھا اور میرے ذمے بابا نے صرف صابری منزل پر اطلاع کرنا لگائی تھی لہذا میں نے وہ وصیت پوری کر دی ہے اس گفتگو کے بعد محمد اشرف رخصت ہو گیا اور بگا ملنگ ابھی دروازہ کے قریب ہی کھڑا تھا کہ تقریباً 10 منٹ کے بعد گاڑی کا ہارن سنائی دیا میں نے بگا سے کہا، یہ ہارن شاہ جی کی گاڑی کا ہے چنانچہ ہم نے دوڑ کر دروازہ کھولا تو حضور آفتاب سیدن گاڑی سے اتر رہے تھے اور سب سے پہلے یہی پوچھا کہ یہاں سب خیریت تو ہے میں نے بتایا کہ باقی تو سب خیر ہے ابھی دس منٹ پہلے مستری محمد اشرف اپنے والد کی وفات کی اطلاع دے کر گیا ہے اور انہوں نے صبح دس بجے جنازہ کا ٹائم رکھ دیا ہے، شاہ جی نے فرمایا کہ اب معاملہ سمجھ آ گیا ہے اس کے بعد بیٹھک میں بیٹھ کر بتایا کہ میں تمہیں وہاں دو.. یا تین دن کے قیام کا بتا کر گیا تھا، میں نے عرض کیا، بالکل بتایا تھا، فرمانے لگے جب میں وہاں آرام کرنے کے لئے بستر پر دراز ہوا تو سیدن حضور کی آواز سنائی دی کہ میرا کیا ہوا وعدہ تم نے وفا کرنا ہے میرے بچے کی رخصتی تمہارے ذمے ہے یہ آواز مجھے تین مرتبہ سنائی دی پل آخر میں نے ملازم حسین کو جگایا، گاڑی پر سوار ہوئے اور یہاں آگئے یہ فرما کر شاہ جی کی آنکھیں نم ہو گئیں فرمایا، بابا کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرنا میرے بادشاہ نے میرے ذمہ لگایا ہے۔

بعد ازاں حضور آفتاب سیدن نے اسی وقت ملازم حسین کو روانہ کیا کہ میرے متعلق محمد اشرف کو آگاہ کر دو، میں خود آ کر جنازہ پڑھاؤں گا لہذا حضور آفتاب سیدن نے خود جنازہ پڑھایا اور بابا فضل صابری کی تدفین کروائی۔

عمران وہ لحد پر آئیں گے جب ہماری
ادائے نماز ہوگی دیدارِ جادوانہ

بابا خان چک 76 کا واقعہ:

سٹیڈیم روڈ پر قیام کے دوران ایک صبح بابا خان موچی ساکن چک
نمبر 76 سرگودھا حاضر ہوا (بابا خان تاحال موجود ہے اور اُس کے گھر والے بھی
اس واقعہ کے گواہ ہیں) راقم الحروف چار پائی پو لیٹا ہوا تھا یکا یک ایک شخص کے
رونے کی آوازیں آنے لگیں، میں نے دیکھا تو بابا خان گریہ زاری میں
بتلا تھا پوچھا کیا معاملہ ہے؟ اُس نے بتایا کہ آج سیدن ولی نے مجھ پر بڑا کرم
فرمایا ہے مجھے دوزخ کی آگ سے بچالیا ہے میں نے پوچھا واقعہ کیا ہے؟ اُس
نے بتایا کہ ہمارے خاندان کا بزرگ اللہ بخش صابری چک نمبر 91 لوکڑی جو کہ
سیدن سرکار کا دستِ بیعت ہے، عرصہ دراز سے بیماری میں مبتلا تھا کل میں اُس
کی بیمار پرسی کے لئے چک نمبر 91 لوکڑی میں گیا جب وہاں پہنچا تو بابا پر نزع کا
عالم طاری تھا اور نیم بے ہوشی کی حالت میں کہہ رہا تھا کہ مجھے میرے پیر و مرشد
حضور سیدن ولی لینے کے لئے آگئے ہیں، اب میری تیاری ہے بابا کی جملہ اولاد
قریب کھڑی گفتگو سن رہی تھی میں نے خود (بابا خان موچی نے) اپنے کانوں
سے سنا کہ بابے نے یکا یک اونچی آواز میں کہا کہ سب میری بات غور سے سنو!
میرے پیر و مرشد سیدن ولی فرما رہے ہیں کہ اللہ بخش ہم تمہیں لینے آئے ہیں اپنی
اولاد کو بتا دو کہ تمہارا جنازہ سوئے شاہ پڑھائے گا، سوئے شاہ (یعنی آفتاب
سیدن) سرگودھا شہر میں موجود ہے اور میں نے اپنی ڈیوٹی اور امانت اُس کے
سپر دکردی ہے اس کے بعد بابا اللہ بخش نے کلمہ شریف پڑھا اور وفات پا گیا، بابا
خان یہ واقعہ سنانے کے بعد دوبارہ زار و قطار رونے لگا اور کہا بابا اللہ بخش کی

موت نے میرا ایمان زندہ کر دیا ہے میں کچھ دنوں سے ایک گمراہ شخص کے ہمتے چڑھا ہوا تھا جس نے مجھ سے عقیدت و محبت چھین کر بغضِ اولیاء اللہ کے سیاہ کنوئیں میں دھکیل دیا تھا میں سمجھتا ہوں کہ کل میرا چک 91 لوکڑی جانا میرے پیر و مرشد کی مہربانی تھی جس سے میرا ایمان بھی بچ گیا اور دوسرا یہ معلوم ہو گیا کہ اب کلس والے پیر سیدن شاہ سرگودھا میں قیام پذیر ہیں اور ان کا فیضان سرگودھا سے جاری و ساری ہے۔ چنانچہ اس بابا اللہ بخش صابری کا جنازہ حضور آفتاب سیدن نے پڑھایا اور خود تدفین کروائی تادم تحریر ہذا بابا اللہ بخش کی اولاد اور بابا خان درگاہ آفتاب سیدن کا شانہ کلس شریف 221, B عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کے وفادار ساتھی ہیں۔

صابری دربار کا شانہ کلس عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا:

رفتہ رفتہ فیضان کا سلسلہ بڑھتا گیا اور فیوض و برکات حاصل کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا جس کے باعث سٹیڈیم روڈ کا شانہ کلس بھی تنگ پڑ گیا بلآخر مختلف کالونیوں میں جگہ دیکھی جانے لگی ایک روز مختلف جگہوں کے حوالے سے بات ہو رہی تھی کہ زوجہ آفتاب سیدن (جو کہ سیدن حضور کی دست بیعت ہونے کے علاوہ سچی عقیدت مند ہیں) نے بتایا کہ آج رات مجھے خواب آیا ہے کہ ہمارا ڈیرہ نہر کے کنارے ہے اور عمران (راقم الحروف) اوپر والی منزل پر کھڑکی سے دیکھ رہا ہے اور سیدن حضور کچھ پرانے خدمت گزاروں کے ہمراہ جگہ کو پسند فرما رہے ہیں اسی دوران میری آنکھ کھل گئی اس خواب کے بعد حضور آفتاب سیدن نے فرمایا کہ بلاشبہ ہمارا آخری ڈیرہ بڑی نہر کے کنارے ہی ہوگا، غالباً دوسرے روز ایک پراپرٹی ڈیلر کے ہمراہ حضور آفتاب سیدن اور راقم الحروف مختلف جگہوں کو دیکھنے کے بعد عزیز بھٹی ٹاؤن آئے، موجودہ صابری

در بار کا شانہ کلس، درگاہ آفتاب سیدن والی جگہ پر پہنچنا تھا کہ شاہ جی نے فرمایا کہ اس جگہ سے محبوب کی خوشبو آتی ہے اسی جگہ کو پسند فرمایا لہذا اسی روز دو کنال جگہ خرید لی گئی بعد ازاں تعمیرات کا سلسلہ شروع ہوا جس کے لئے حضور آفتاب سیدن نے راقم الحروف کی ڈیوٹی لگائی، بہت جلد کام مکمل کروایا گیا جس میں رہائش گاہ اور محفل خانہ، لنگر خانہ اور خدام کے کمرے شامل تھے۔

تیریاں رحمتاں دے سنگھنے سائے تلے کلی نویں فقیراں نے پالئی اے
تیری شان دے لائنشان اُچے تیرے پیار دے نال سجالی اے
کردے بیٹھ نے پئے اڈیک تیری ہکی جاء تے نظر جمالی اے
ہن وانگ بہشت عمران ہوگئی پھیری سوہنیا کرم دی پالئی اے
عجیب پیشین گوئی:

حاجی ملک ظفر اعوان صاحب، صابری کلس آستانہ عزیز بھٹی ٹاؤن کے پڑوس میں پہلے سے سکونت پذیر ہیں جب آستانہ پر تعمیر کا کام جاری تھا تو وہ اکثر ملاقات کیا کرتے اور بتاتے کہ میرے والد صاحب حاجی عطا محمد صاحب جو کہ اب بیمار ہیں آپ کے یہاں آنے سے قبل اس جگہ پر اکثر دیر تلک بیٹھا کرتے تھے ہمارے پوچھنے پر بتاتے کہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کسی ولی اللہ کا ڈیرہ ہوگا مجھے یہاں سے بہت پیاری خوشبو آتی ہے، یاد رہے کہ ملک صاحب کے والد محترم حاجی عطا محمد صاحب ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور نیک سیرت انسان تھے جس روز صابری کا شانہ کلس عزیز بھٹی ٹاؤن میں مورخہ 3.11.2000 کو پہلا افتتاحی جمعۃ المبارک کی محفل کا انتظام کیا جا رہا تھا اسی روز ملک ظفر اعوان صاحب کے والد صاحب نے رحلت فرمائی اور جنازہ حضور آفتاب سیدن نے پڑھایا، تاحال ملک صاحب درگاہ آفتاب سیدن کے وفادار ساتھی اور عقیدت مند ہیں۔

کراماتِ حضور آفتابِ سیدینؑ

حاجی غلام مصطفیٰ صابری صاحب کا واقعہ:

حاجی غلام مصطفیٰ صابری ولد متھیلا خان ساکن شاہ محمد کالونی جھال چکیاں کے رہائشی ہیں اور ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ ہونے کے علاوہ نیک سیرت اور مُرشدِ کامل یعنی حضور آفتابِ سیدینؑ کی خصوصی توجہ سے فیضیاب مہونے والے صابری مجاہد ہیں، ایک وقت تھا جب غلام مصطفیٰ پی، او، ایف سچوال کینٹ (اٹک) میں ایک معمولی تنخواہ پر ملازمت اختیار کیے ہوئے تھے اور اولڈ سیٹلائٹ ٹاؤن صابری منزل سے ہی حضور آفتابِ سیدینؑ کی نشستوں سے مستفید ہوتے رہے، طبیعت پر اکثر روحانی کیفیات کا غلبہ رہتا، ایک ماہ کی مشقت کے بعد حاصل ہونے والی مختصر تنخواہ سے کرایہ بچا کر ختم شریف والے جمعہ پر حاضری دینا معمول تھا ایک دفعہ حضور آفتابِ سیدینؑ سے عرض کی، حضور! بہت معمولی تنخواہ ہے جس سے کافی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے دُعا فرمائیں کوئی اچھی ملازمت یا پھر سائڈ بزنس کا اہتمام ہو جائے، فرمایا بیٹا! پہلے تم مہینے کے بعد نظر آتے ہو اس طرح اور زیادہ پھنس جاؤ گے کچھ دیر خاموشی کے بعد دوبارہ فرمایا، اچھا انشاء اللہ تعالیٰ بہترین انتظام ہو جائے گا۔ 1999ء میں وہی کے لئے جاب کی آسامیاں آئیں تو انہوں نے وہی عرض دوبارہ پیش کر دی، حضور آفتابِ سیدینؑ نے فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو جاؤ گے، یاد رکھو جب ٹیسٹ دینے کے لئے جاؤ تو ایک مرتبہ صابر حضورؑ کے دادا جان کا نعرہ لگا کر حاضر ہونا یعنی المدد یا شیخ عبدالقادرؑ

جیلانی شیخی اللہ، مالک کامیاب فرمائے گا، لہذا جیسے شاہ جی نے حکم فرمایا انہوں نے ایسے ہی کیا اور ان کا نام فوری طور پر منتخب کر لیا گیا بعد میں جب وہی جانے کے لئے ٹکٹ اور ویزہ لے کر حاضر ہوئے تو اشکبار آنکھوں سے شاہ جی کے قدم تھام لیے عرض کیا، حضور! ان قدموں سے دُور جانے کو دل نہیں چاہتا، شاہ جی نے خصوصی شفقت سے نوازتے ہوئے فرمایا، بیٹا! اس ملازمت کی ضرورت تھی اور یہ مانگ کر لی ہے، عرض کیا عالیجاہ! سنا ہے وہاں شراب خانے اور جواء خانے بھی ہیں، فرمایا، مالک کو معلوم ہوتا ہے کہ کس نے جواء خانے اور شراب خانے میں زندگی اور دولت برباد کرنی ہے اور کس نے مسجدوں کا رُخ کرنا ہے، یاد رکھو تم منظوری والے نوجوان ہو تمہارا نام مسجد میں جانے والوں میں تحریر ہے چنانچہ مذکورہ حاجی صاحب آج تک حضور آفتاب سیدن کی زندہ کرامت ہیں اور وہی جیسے مُلک میں رہ کر ہر لحاظ سے اپنا خیال مالک کی طرف مرکوز کیے ہوئے ہیں تادم تحریر ہذا درگاہ آفتاب سیدن کے نہایت مخلص وفادار اور خدمت گزار ساتھی ہیں، دربار عالیہ کی ہر ڈیوٹی میں ہمیشہ آگے آگے رہتے ہیں، مالک ہمیشہ راہِ راست پر قائم رکھے اور روحانی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین) راقم الحروف سے قلبی لگاؤ ہے اکثر ذکر حضور آفتاب سیدن سے چل کر گریہ زاری میں مبتلا رہتے ہیں۔

مُشکل نہیں ہے راستہ جو ساتھ اُنکا مل سکے، روشنی کا ہے سفر یہ کاروانِ زندگی

لاعلاج مریض:

حکیم اللہ یار صابری صاحب ساکن بھلوال حضور سیدن وئی کے دست بیعت اور درگاہ آفتاب سیدن کے وفادار مجاہد ہیں، ایک دفعہ شدید بیمار ہو گئے مختلف حکیموں ڈاکٹروں سے علاج کرایا گیا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا بلکہ ”مرض بڑھتا گیا

جوں جوں دوا کی“ کے مصداق نہایت کمزور ہوتے چلے گئے کسی کے مشورہ پر ڈاکٹر بریگیڈیر احمد علی صاحب کے پاس سرگودھا لایا گیا انہوں نے چیک آپ کے بعد کہا کہ آپ کی حوصلہ افزائی کے لئے نسخہ لکھ دیتا ہوں لیکن مریض کو دوا سے زیادہ دُعا کی ضرورت ہے اُس وقت اللہ یار صاحب کو شدید تکلیف کا سامنا تھا پوری طرح زندگی سے مایوس ہو چکے تھے لواحقین سے کہا کہ میرے پیر و مرشد حضور سیدن ولیؒ کے لختِ جگر مرقدِ قلندر جناب پیر آفتاب احمد شاہ صابری صاحب یہیں سرگودھا میں سٹیڈیم روڈ رہائش پذیر ہیں مجھے وہاں لے چلو تا کہ میں اپنے آخری وقت میں اُن کی زیارت کر لوں لہذا 1997ء موسمِ سرما کی محمود پہر کا وقت تھا جب لواحقین اللہ یار صاحب کو گاڑی میں ڈال کر بارگاہِ آفتابِ سیدنؒ میں لے آئے، دو آدمیوں نے گاڑی سے نکال کر چارپائی پر لٹا دیا، حضور آفتابِ سیدنؒ مریض کے پاس تشریف لائے اور حال دریافت فرمایا، مریض نے رو کر عرض کی حضور ڈاکٹروں نے ہر طرح سے مایوس کر دیا ہے شاید بندہ آج آخری زیارت کے لئے حاضر ہوا ہے، یہ سن کر حضور آفتابِ سیدنؒ نے پانی دم کر کے پلایا اور ساتھ ہی فرمایا، اللہ یار! اس بیماری سے موت نہیں انشاء اللہ تعالیٰ ابھی تم نے ہمارے لنگر کی ڈیوٹی دینی ہے، دوا بطورِ سنت استعمال کرو، مالک صحت عطا فرمائے گا۔ حضور آفتابِ سیدنؒ کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ آج حقیقت بن کر ہمارے سامنے ہیں اور اُس لا علاج مریض کو اس طرح نگاہِ کریمانہ سے شفا عطا فرمائی کہ آج وہ دربارِ عالیہ پر حَییم صاحب کے نام سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں، راقم الحروف کے وفادار ساتھی اور صابری دربار کا شانہ کلس، درگاہِ آفتابِ سیدنؒ عزیز بھٹی ناؤن سرگودھا کے ہر لمحہ خدمت گزار ہیں، مالک اسی طرح راہِ حق پر قائم رکھے آمین ثم آمین

اُن کے گرم سے آج تک سکون ہے سرور ہے
بامزا ہے کس قدر یہ کاروانِ زندگی

شفا مل گئی:

غلام اصغر شاہ صاحب ولد پیر راجے شاہ صاحب صابری ساکن ابدال
غالباً 1984ء میں سخت بیمار پڑ گئے مسلسل چھ ماہ تک مختلف ڈاکٹروں کے علاج
بے سود ثابت ہوئے اور مرض تھا کہ متواتر بڑھتا ہی جا رہا تھا، پیر بشیر شاہ صاحب
ولد پیر راجے شاہ صاحب (جو کہ تازیت حضور آفتاب سیدن کے وفادار رہے)
کو حضور آفتاب سیدن نے کسی ضروری کام سے ابدال بھیجا ہوا تھا دوسرے روز
کام کی تکمیل پر جب پیر بشیر شاہ صاحب سالم اڈا پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے
کہ حضور آفتاب سیدن پہلے سے ہی اپنی گاڑی میں سالم اڈا پر موجود ہیں چنانچہ
پیر بشیر شاہ صاحب نے سلام عرض کیا، شاہ بی نے سلام کا جواب دینے کے بعد
گھر کی خیریت دریافت فرمائی، پیر بشیر شاہ نے عرض کی کہ سرکار میں گھر تو نہیں
جاسکا البتہ لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ غلام اصغر شدید بیمار ہے اور ڈاکٹروں نے
جواب دے دیا ہے یہ سن کر حضور آفتاب سیدن کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے
پھر یکا یک فرمایا، عرض منظور ہو گئی ہے مالک نے زندگی عطا فرمادی ہے اب انشاء
اللہ تعالیٰ بیماری شفا میں بدل جائے گی، ادھر یہ الفاظ ارا ہوئے، ادھر مریض کی
طبیعت بفضلہ تعالیٰ بہتر ہونے لگی اور جلد ہی مکمل طور پر شفا نصیب ہو گئی، اس
مریض کو بھی حضور آفتاب سیدن کی دُعا نے صرف شفا نہیں عطا فرمائی بلکہ آج وہ
ڈاکٹر غلام اصغر شاہ کے نام سے بیماروں کو شفا تقسیم کر رہے ہیں۔

زندگی دی ہے آنکھوں سے

کیا سلیقہ ہے بھیک دینے کا

تا حال غلام اصغر شاہ صاحب و نذیر شاہ صاحب راقم الحروف کے وفادار
ساتھی اور درگاہ آفتاب سیدن کاشانہ کلس عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کے جانثار
کارکنان ہیں مالک ہمیشہ صراطِ مستقیم پر قائم رکھے۔ (آمین)
گولی نہ لگی:

فتح محمد صابری قوم مسلم شیخ چک نمبر 23 مانڈیا نوالہ کارہائشی ہے ایک دفعہ
حضور آفتاب سیدن کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا، حضور! ایک سخت مشکل سے
دو چار ہوں دشمن سے جان کو شدید خطرہ لاحق ہے، خصوصی دعا کا طلب گار ہوں،
حضور آفتاب سیدن نے فرمایا، مالک کرم کرے گا تمہیں انشاء اللہ تعالیٰ کوئی گولی
نہیں لگے گی، اس عرض کے کچھ روز بعد راقم الحروف کی موجودگی میں فتح محمد حاضر
ہوا... اور حضور آفتاب سیدن کی بارگاہ میں روتے ہوئے عرض گزار ہوا، سوہنے
شاہ، قلندر مرد آج تمہاری دعا کا اثر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے، یہ کہہ کر
فتح محمد نے اپنے اوپر اوڑھی ہوئی چادر حاضرین کو دکھائی جو بندوق کی گولیوں
سے پوری طرح چھلنی تھی نیز بتایا کہ یہی چادر میں نے اپنے اوپر اوڑھ رکھی تھی
کہ اچانک دشمن نے حملہ کر دیا اور بندوق کا منہ میری طرف کر کے فائر کھول دیا
لیکن مجھے ایک گولی بھی نہیں لگی، یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ہر فائر چادر سے ٹکرا کر
بے کار ہو جاتا ہے میں گولیوں کی بارش سے بحفاظت نکل کر آج حضور کے
سامنے حاضر ہوں، یاد رہے کہ راقم الحروف نے خود اس چادر کا ملاحظہ کیا، وہ
پوری طرح چھلنی ہو چکی تھی جو تا حال فتح محمد نے سنبھال کر رکھی ہوئی ہے ابھی تک
فتح محمد زندہ و سلامت دربار عالیہ کا خدمت گزار ہے۔

حادثوں کا سلسلہ دور تک تھا چار سو

بچا گئی وہ چشم تر یہ کاروانِ زندگی

قریب المرگ کو نئی زندگی مل گئی:

محمد صادق بلوچ ولد بابا اللہ یار بلوچ ساکن نواب پور حضور سیدن ولی کا دست بیعت تھا محمد صادق کا والد بابا اللہ یار بلوچ کافی عرصہ حضور آفتاب سیدن کی خدمت میں حاضر رہا، بابا اللہ یار کا پورا گھرانہ سیدن حضور کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے کا شرف رکھتا ہے جب حضور آفتاب سیدن ملکوال سے سرودھا تشریف لائے تو بابا اللہ یار مع اہل و عیال ہمیشہ صفِ اول میں شامل رہے، انہی دنوں کا واقعہ ہے جب بابا اللہ یار حضور آفتاب سیدن کی خدمت میں ساہیوال مویشی چرایا کرتے تھے ان کے خاندان کا ایک شخص بابا کو اطلاع دینے گیا کہ محمد صادق کو زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہے جس کی وجہ سے پچھلے چار پانچ دنوں سے ہر قسم کا علاج معالجہ کروا چکے ہیں مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، اب علاقہ کے ڈاکٹروں، حکیموں نے جواب دے دیا ہے اور محمد صادق کے جسم کے مختلف حصوں سے خون جاری ہو چکا ہے میں اُسے بالکل قریب المرگ حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں، بابا نے پُر نم آنکھوں سے اپنے بیٹے کے متعلقہ تمام صورتِ حال سے حضور آفتاب سیدن کو آگاہ کیا، آپ نے اسی وقت بابا کو تسلی دیتے ہوئے، اپنے ہمراہ گاڑی میں بٹھالیا اور نواب پور کی طرف روانہ ہو گئے آپ کے ہمراہ بابا کے علاوہ بگا ملنگ اور اطلاع دینے والا شخص بھی تھے، راستہ میں ہی آپ نے فرمایا، بابا اللہ یار پریشان ہونے کی ضرورت نہیں انشاء اللہ تعالیٰ مالکِ کرم فرمائے گا اور محمد صادق کو کچھ نہیں ہوگا لہذا جب آپ وہاں پہنچے تو محمد صادق کا تمام خاندان اکٹھا ہو کر آہ و فغاں میں مبتلا تھا آپ نے پوچھا، کیا صورتِ حال ہے؟ لوگوں نے بتایا، محمد صادق مشکل سے سانس لے رہا ہے، آپ نے سب کو تسلی دیتے ہوئے درخت کی تازہ شاخ لانے کا حکم دیا چنانچہ اسی وقت درخت کی شاخ پیش کی گئی جس

سے آپ نے دم فرمانا شروع کیا، سانپ کے زہریلے پن کی وجہ سے فوراً شاخ خشک ہو جاتی کافی دفعہ تازی شاخیں منگوا کر دم کرتے رہے تقریباً 30 منٹ کے بعد محمد صادق باقاعدہ ہوش میں آ گیا اور آداب بجالایا، آپ نے پیار دیا اور فرمایا، اب انشاء اللہ تعالیٰ کچھ نہیں ہوگا اسے کھانا کھلاؤ اور شربت وغیرہ پلاؤ چنانچہ اسی وقت قریب المرگ مریض مکمل طور پر شفا یاب ہو کر کھانا کھانے لگا تاہم وہ درخت (جس سے دوران دم شاخیں لی گئیں تھیں) چند روز کے بعد مکمل طور پر سوکھ گیا لیکن محمد صادق بالکل تندرست ہو چکا تھا ہمیشہ حضور آفتاب سیدن کی محفلوں میں حاضر رہتا، شاہ جی کے وصال کے بعد روضہ اقدس اور صابری دربار کا شانہ کلس درگاہ آفتاب سیدن عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کی تعمیر و ترقی میں معاون رہا، راقم الحروف کے ساتھ درگاہ آفتاب سیدن کی ڈیوٹی میں پیش پیش رہا بعد ازاں محمد صادق نے 18 مارچ 2008ء کو حرکت قلب بند ہونے سے وفات پائی، راقم الحروف نے جنازہ پڑھایا اور نواب پور قبرستان میں تدفین ہوئی۔

اُن کی نگاہِ ناز سے کس کو ملا نہ حوصلہ

چلتا رہے گا عمر بھر یہ کاروانِ زندگی

گنزُ الفرید و بدر فریدی کی ولادت:

حضور آفتاب سیدن کے بڑے صاحبزادے سلیم صابر کے ہاں اولاد نہ تھی جبکہ شادی کو چھ سال کا عرصہ گزر چکا تھا اسی طرح شاہ جی کے بھتیجے و داماد نسیم صابر ولد پیر میراں شاہ صاحب صابری کے ہاں نیزینہ اولاد نہ تھی دونوں نے حضور آفتاب سیدن سے عرض کیا کہ دعا فرمائیں تاکہ مالک کائنات نیزینہ اولاد سے فیضیاب فرمائے، آپ نے فرمایا کہ اس مرتبہ میرے ساتھ پاکپتن شریف حاضری

کے لئے چلنا، انشاء اللہ تعالیٰ دونوں کو مراد حاصل ہوگی چنانچہ مقررہ کردہ وقت پر (شب 27 رمضان شریف) دونوں حاضر ہو گئے اور شاہ جی کے ہمراہ پاکپتن شریف کے لئے روانگی اختیار کی، جب پاکپتن شریف پہنچے تو مکان پر گاڑی کھڑی کی، وضو کر کے دربارِ عالیہ کی طرف چل پڑے پڑاتے بازار کے راستہ سے دربارِ فرید کے اکبری دروازہ کے سامنے پہنچے ہوں گے کہ وہاں موجود دربان بابا سندھی نے حضور آفتاب سیدن کو باادب سلام کیا اور ساتھ عرض کی عالیجاہ! میری ایک دیرینہ آرزو کے لئے دعا فرمائیں کہ وہ پوری ہو جائے، شاہ جی کے استفسار پر بابا سندھی نے بتایا میں کئی مرتبہ حج و عمرہ اس نیت سے کر چکا ہوں کہ مجھے موت مدینہ شریف آئے لیکن ہر دفعہ شومی قسمت سے مدعا حاصل نہیں ہوتا اس دفعہ پھر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی حاضری کا اسی نیت کے ساتھ ارادہ رکھتا ہوں، دعا فرمائیں کہ اس دفعہ صاحبِ مدینہ شریف صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے قدموں میں قبول فرمائیں یہ سن کر شاہ جی نے فرمایا، بابا سندھی مجھ سے ایک سودا کر لو؟ بابا نے حیرانگی سے دیکھا، شاہ جی نے دوبارہ نسیم صابرو سلیم صابر کی طرف اشارہ کر کے وضاحت فرمائی کہ ان دونوں کو اس عالی دربار سے بیٹے تم لے دو اور تمہاری عرضی میرے ذمہ آگئی، بابا سندھی نے دست بستہ عرض کی کہ مجھے منظور ہے چنانچہ دونوں صاحبزادوں کے ہاتھ پکڑ کر دربارِ فرید میں لے گیا اور نہایت اجزی کے ساتھ عرض پیش کی، جب دربارِ عالیہ سے باہر نکلے تو شاہ جی سے کہا، لو میرے سائیں! یہ عرض منظور ہو گئی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اگلے سال یہ دونوں میٹھی مراد پالیں گے، یہ سننے کے بعد شاہ جی نے فرمایا، بابا سندھی! تمہاری بھی عرضی منظور کر لی گئی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس دفعہ تمہاری دیرینہ خواہش ضرور پوری ہوگی چنانچہ دونوں دعائیں مالک کائنات کی بارگاہ میں مستجاب ہوئیں، اس دعا کے تقریباً ایک سال

بعد پہلے بدر فرید ولد نسیم صابر (مورخہ 10 مئی 1996ء بروز جمعہ) کی ولادت ہوئی اور ٹھیک 14 دن بعد 24 مئی 1996ء ختم والے جمعہ کے روز گنز الفرید ولد سلیم صابر تو لد ہوا، دونوں کے نام حضور آفتاب سیدن نے بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کی نسبت سے خود رکھے، اسی طرح بابا سندھی کے مدینہ منورہ تک پہنچنے کی اطلاع بھی نے دی مگر اس کے بعد کی کوئی خبر نہ ملی یقیناً وہ بھی اپنی دیرینہ مراد سے فیضیاب ہو چکے ہوں گے۔

میکدہ تیرا سلامت رہے اور تو ساتی

تا ابد قبلہء حاجات و مرادات رہے

مریضہ تندرست ہو گئی:

ویسے تو حضور آفتاب سیدن کی کرامات پر مشتمل بے شمار واقعات ہیں لیکن یہاں وہی تحریر کیے جا رہے ہیں جو یا تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں یا دو، تین سچے راویوں سے حاصل کیے گئے ہیں جس واقعہ کا دوسرا راوی قابل اعتماد نہیں سمجھا گیا اُس واقعہ کو ترک کر دیا ہے کیونکہ یہ میرے نزدیک امانت میں خیانت ہے جسے شروع ہی سے ناپسند کیا گیا ہے جس واقعہ کا عنوان دیا گیا ہے یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک ختم شریف والے جمعہ کو مغرب سے کچھ پہلے حضور آفتاب سیدن دن بھر لوگوں کی معروضات سن سن کر نہایت تھکاوٹ کا شکار تھے اسی دوران گلی میں ایک رکشا رکھا، تھوڑی دیر بعد کچھ آدمی ایک مریضہ کو اٹھا کر حاضر ہوئے جس کے گردے فیل ہو چکے تھے اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا مریضہ کے خاوند نے شاہ جی سے عرض کرنا چاہی، آپ نے فرمایا، تمہیں مریضہ کی شفاء سے غرض ہے یا مجھے بات سنانے سے؟ اُس نے کہا، جناب! آپ کی دعا سے شفا حاصل کرنے آئے ہیں فرمایا، بوتل میں پانی لاؤ، پانی لایا گیا، آپ نے

دم فرمایا اور کہا اسے پلا دو، یہ انشاء اللہ تعالیٰ بالکل تندرست ہو جائے گی ابھی اسے کچھ نہیں ہوگا، راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ دوبارہ مریضہ کے خاوند نے کوئی بات پوچھنا چاہی تو آپ نے فرمایا، یار میں سارے دن کا تھکا ہوا ہوں تمہیں بتا دیا ہے کہ مالک کے کرم سے بالکل تندرست ہو جائے گی بلکہ آپ نے ذرا جلال میں فرمایا، یہ تمہیں مار کر ہی مرے گی لہذا مریضہ کو پانی پلایا گیا کچھ دیر بعد اُسے پیشاب کی حاجت ہوئی فراغت پر اُس نے بتایا کہ مجھے نہایت گندا اور سیاہ رنگ کا پیشاب (Urine) آیا ہے جس سے اب میں طبیعت میں بہتری محسوس کر رہی ہوں المختصر اگلے جمعہ والے دن شکر یہ کا سلام کرنے حاضر ہوئے مریضہ خود چل کر آئی اور تاحال دربار عالیہ کی وفادار خادمہ ہے اس کا خاوند تقریباً عرصہ چار سال سے وفات پا چکا ہے۔

کون ہے جو اُن کے ٹکڑوں کا نہیں پالا ہوا
چار سو تو بالیقین فیضان کا ہے سلسلہ

بچوں کے نام بتائے:

غالباً 2000ء کے موسم سرما کا واقعہ ہے حضور آفتاب سیدن نے کسی محفل میں جانا تھا جب گاڑی میں بیٹھنے لگے تو راقم الحروف سے فرمایا، آج تین پیر بھائیوں کے ہاں بیٹے ہوں گے جن کے نام وہ پوچھنے آئیں گے تم تینوں کا نام محمد شعبان رکھ دینا کیونکہ یہ شعبان کا مقدس مہینہ ہے اور اس مہینہ کی نسبت سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ شعبان میرا مہینہ ہے جبکہ رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے یہ فرمان سنانے کے بعد تھوڑا سا مسکرائے اور روانہ ہو گئے صبح کے وقت شاہ جی روانہ ہوئے تھے تقریباً 2 بجے کے قریب ایک شخص آیا اور اُس نے اپنے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی اور مٹھائی دیتے ہوئے کہا کہ یہ بچہ شاہ جی کی دُعا کا ہے میں نام

پوچھنے آیا ہوں، میں نے پوچھا، بچہ کس وقت پیدا ہوا ہے؟ اُس نے بتایا کہ ابھی کچھ دیر پہلے، میں نے کہا کہ شاہ جی صبح سے بچے کا نام بتا کر گئے ہیں چنانچہ نام بتایا، اسی طرح یکے بعد دیگرے باقی دو افراد بھی آئے اور بچوں کی خوشخبری سنائی اور نام پوچھا جن کو شاہ جی کا فرمایا ہوا نام یعنی محمد شعبان لکھ کر دے دیا۔

پھول گلشن میں کھل گئے لاکھوں

تیرا آنگن میں مسکرانا ہے

صابری کلسوی عرس مبارک عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا

ہر اپریل کے پہلے ہفتہ کے روز صابری کلسوی عرس مبارک کی افتتاحی تقریب کلام پاک سے کی جاتی ہے اور بعد میں نعت خوانی اور دن بھر سنگتوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے بعد از نمازِ عشاء دوبارہ کلام پاک اور نعت خوانی کے بعد خصوصی خطاب اور ملک کے نامور قوال محفلِ سماع پیش کرتے ہیں دوسرے روز ختم شریف پڑھا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضور آفتاب سیدن کے کلس سے سرگودھا ہجرت فرمانے کے بعد پیر بھائیوں کے اصرار اور پاکپتن شریف سے اشارہ ملنے کے بعد حضور آفتاب سیدن نے باقاعدہ محفل کے لئے جمعۃ المبارک کا دن مقرر فرمایا جس میں صبح سے لے کر شام تک زائرین کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا تھا، نمازوں اور لنگر کے اوقات کے علاوہ قرآن و حدیث پر مشتمل گفتگو کا فیضان تقسیم کیا جاتا، پریشان حال لوگوں کی معروضات سنی جاتیں اور مناسب دُعا اور دوا سے راہنمائی کی جاتی، یاد رہے کہ حضور آفتاب سیدن کے (سرگودھا ہجرت کا زمانہ) شروع زمانہ میں صابری کلسوی عرس مبارک حضور آفتاب سیدن کی صدارت میں موضع آہیر فتح شاہ نزد ساہیوال ضلع سرگودھا میں منعقد ہوتا رہا لیکن عزیز بھٹی ٹاؤن صابری کا شانہ کلس تعمیر ہونے پر شاہ جی نے

جمعۃ المبارک کے پروگرام کے علاوہ عرس مبارک بھی یہیں منانے کا فیصلہ فرمایا، جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ عزیز بھٹی ٹاؤن میں آستانہ عالیہ کی پہلی افتتاحی محفل مورخہ 3.11.2000 بروز جمعۃ المبارک کو منعقد ہوئی۔ یاد رہے کہ ہر اسلامی مہینہ کے پہلے جمعۃ المبارک کو محفل ختم شریف کا اہتمام کیا جاتا، جس میں صبح دس بجے محفل سماع پیش کی جاتی جس کے بعد لنگر اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے وقت مخصوص ہوتا، نماز جمعہ کے بعد حضور آفتاب سیدن تمام حاضرین سے خطاب فرماتے بعد ازاں ختم شریف اور خصوصی دُعا کی جاتی پھر شام تک لوگوں کی گزارشات سنی جاتیں۔

آخری عرس مبارک:

حضور آفتاب سیدن کی حیات مبارکہ کا آخری عرس مبارک صابری کا شانہ کلس عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا میں منعقد ہوا حضور آفتاب سیدن کی صدارت میں یادگار محفل ہوئی ہر سال کی طرح اس سال بھی عرس مبارک کے اشتہارات شائع کیے گئے، عرس مبارک کے تمام انتظامات میں حضور آفتاب سیدن خود دلچسپی لیتے رہے لیکن مسلسل صدمات اور درد و آلام کی وجہ سے زیا بیٹس اور دل کا مرض لاحق ہو چکا تھا جسم دن بہ دن کمزور ہوتا جا رہا تھا لیکن چہرہ پر نورانیت، مسکراہٹ اور تازگی بڑھتی جا رہی تھی جہاں بیٹھتے جسم سے خوشبو کی لپٹیں نکلتی محسوس ہوتیں، عرس مبارک کے پہلے روز سنگتوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو شاہ جی بذات خود سب سے ملاقات کرتے رہے، سخن کریمانہ سے زائرین کو نوازتے رہے حسب معمول نماز عشاء کے بعد محفل کا آغاز کلام پاک سے کیا گیا، نعت خوانی ہوئی سیدن حضور کے اور گلزار سیدن کے پرانے شاعر راجہ محمد یعقوب سفری صاحب نے اپنا تازہ کلام پیش کیا بعد ازاں خود راقم الحروف نے اپنی پارٹی کے ہمراہ قوالی پیش کی جس

کا آغاز اس نعتیہ شعر سے کیا گیا۔

تیرا نور الہی صلے علی، تُوں رب داماہی صلے علی

محفل میں خوب سماں برسنا، پُرانے پیر بھائی داد دیتے رہے، شاہ جی نہایت مسرور ہوئے، خوشی سے آنکھیں برس رہی تھیں، میری قوالی پر شاہ جی نے خصوصی دُعا سے نوازا، اس کے بعد حضور آفتاب سیدن نے خطاب فرمایا جس سے حاضرین کو لذتِ ادیبہ اور نعمتِ سوز و گداز نصیب ہوئی، عشقِ توحید و رسالت سے رُحوں کو تڑپ، دلوں کو گرماہٹ اور آنکھوں کے وضو ہوتے رہے، شاہ جی کے خطاب فرمانے کے بعد نصرت فتح علی خان کے شاگرد عطا فرید بھاگ قوال نے محفلِ سماع پیش کی، تمام شب میر محفل کی بدولت اجمیر و کلیر کے فیضانِ تقسیم ہوتے رہے، جامِ تطہیر بٹتے رہے، رحمتوں کا نزول ہوتا رہا، چار جانب نعروں کی گونج سنائی دے رہی تھی خود شاہ جی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ بقول بیدم

بیدم تیرے گر یہ نے طوفان اٹھا ڈالے

اور نالوں نے دُنیا کی بُنیاد ہلا ڈالی

اذانِ فجر سے قبل محفلِ سماع کے اختتام پر دُعاے خیر فرمائی اور صبح 9 بجے ختم

شریف پڑھایا گیا اور آخر میں دُعا کے بعد تمام پیر بھائیوں سے نہایت محبت و شفقت سے ملاقات فرمائی۔

عمران وہ ہیں سامنے غم نہیں ذرا نہیں

صدقہ انہی کا بے فکر یہ کاروانِ زندن

پھوپھی صاحبہ کی خواب:

ان دنوں صابری کا شانہ کلس عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کی تمیزات مکتبہ

ہونے والی تھی، ملکوال والی پھوپھی صاحبہ نے ایک رات خواب میں آستانہ عالیہ کے احاطہ میں مخلوقِ خدا کا جم غفیر دیکھا جو کسی کا انتظار کر رہے تھے اُن سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آج یہاں نبی کریم ﷺ کی آمد ہو رہی ہے کبھی زیارت کے تمنائی شوق دیدار میں نبی کریم ﷺ کے منتظر ہیں اسی دوران آپ موجودہ روضہ مبارکہ کے ملحق کمرہ میں گئیں وہاں کچھ خواتین سو رہی تھیں جنہیں آپ نے جگا کر بتایا کہ اُٹھ جاؤ، نبی اکرم ﷺ کی زیارت کرو، حضور ﷺ آنے والے ہیں اسی اثناء میں ایک حبشی حلیہ کا شخص دکھائی دیا، جنہوں نے تلوار لٹکار رکھی تھی، دل میں خیال آیا کہ یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں اُن سے پھوپھی صاحبہ نے پوچھا، کیا نبی کریم ﷺ آگئے ہیں؟ اُنہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کب سے باہر تشریف فرما ہیں، آپ نے جھانکا تو موجودہ محفل خانہ کے ملحق ایک پلنگ دکھائی دیا جس پر سفید رنگ کی چادر ہوا کے ساتھ لہراتی ہوئی نظر آئی، یہ دیکھنے کے بعد آنکھ کھل گئی۔

کس قدر احسان تیرے یا حبیب ذوالجلال ﷺ

لٹ رہی ہے دم بدم سوغات تیری یا نبی ﷺ

یقیناً حضور نبی کریم ﷺ اپنے عاشق صادق یعنی حضور آفتاب سیدن کے آستانہ عالیہ سے فیضان جاری کرنے آئے ہوں گے اور پاکیزہ قدموں سے کاشانہ کلس کو برکت اور رحمت سے ہمکنار کیا ہوگا کیونکہ حضور پاک ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا یا میرا نام سنا اُس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

قبل از وصال پیشین گوئیاں:

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ متواتر تکلیفات، محبوب ہستیوں کے وصال اور پھر ہجرت وطن نے آپ کے مضبوط جسم کو نہایت نحیف کر دیا تھا انہی

صدمات کی وجہ سے زیابطیس اور دل کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن غموں کے کوہِ گراں کو اٹھانے کے باوجود آپ کی زبان سے کبھی شکوہ و شکایت کے الفاظ نہیں سُنے گئے، ہمیشہ چہرے پر مسکراہٹ رکھتے اور فراخِ دلی کے ساتھ پریشانِ حال لوگوں کی معروضات سُنتے، نہایت توجہ کے ساتھ دُکھیوں کے دُکھ بانٹتے، بیماروں اور زمانہ کے ستائے ہوئے لوگوں کو تسلی و تشفی سے فیضیاب فرماتے، شیریں زبان سے یوں کلام فرماتے جس سے مُردہ دلوں کو زندگی عطا ہو جاتی یوں نرم قدموں کے ساتھ چلتے جیسے زمین کو تکلیف دینا بھی گوارا نہ ہو، کسی کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر خود پریشان ہو جاتے۔ بقولِ بیدم

عدم سے آئے تھے دُنیا کو سُن کے بزمِ سرور
مگر یہاں تو کوئی شادماں نہیں ملتا

1- 2001ء کے ماہِ رمضان المبارک میں موجودہ روضہ متبرکہ والی جگہ کو صاف کر دیا اور تمام خدام اور راقم الحروف کو بلا کر فرمایا کہ اس جگہ پر کوئی شخص جوتے پہن کر نہ جائے، یہ جگہ کسی خاص مقصد کے لئے منتخب ہو چکی ہے جس کا وقت آنے پر سب کو معلوم ہو جائے گا اُس جگہ پر باقاعدہ دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی اور ہمیں بھی وہاں پر نماز پڑھنے کا حکم فرمایا جس پر وہ جگہ باقاعدہ جاء نماز بنالی گئی۔

2- ایک روز گیٹ کے اندر داخل ہونے پر بائیں جانب والی دیوار تعمیر ہو رہی تھی اسی دوران شاہ جی تشریف لائے، راقم الحروف کو فرمایا، عزیزم عمران! یہ دیوار سیمنٹ کی بجائے مٹی کے گارے سے تعمیر کرواؤ، میں نے دل میں سوچا کہ تمام تعمیرات میں سیمنٹ استعمال کیا گیا ہے اس ایک دیوار پر سیمنٹ نہ استعمال کرنے سے کتنی بچت ہو جائے گی؟ میں ابھی یہ سوچ ہی رہا

تھا کہ دوبارہ فرمایا کہ میں نے سیمنٹ بچانے کے لئے نہیں کہا بلکہ یہ ساتھ والا پلاٹ انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں مل جائے گا لیکن شاید ہم نہ دیکھ سکیں یہاں مسجد تعمیر ہوگی تمہیں یہی دیوار گرانی پڑے گی اُس وقت کی آسانی کے لئے کہہ رہا ہوں، حضور آفتاب سیدن کے یہ الفاظ راقم الحروف (عمران صابر) ، حاجی غلام حسین مستری، بابا شیر ملنگ، پیر بشیر شاہ صاحب، بابا صالح، محمد یار اور منیر احمد نے اپنے کانوں سے سنے، مذکورہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی جس پلاٹ کے متعلق شاہ جی نے ارشاد فرمایا تھا وہ حضور شاہ جی کے وصال کے بعد خرید لیا گیا اور جب اسی دیوار کو گرانے کا مرحلہ آیا تو پہلے روز شاہ جی کے الفاظ سننے والے سبھی حضرات حاضر تھے ہر کسی کی آنکھیں نم ہو گئیں، آج حضور آفتاب سیدن کی بتائی ہوئی جگہ پر ہی جامع مسجد عمران آفتاب سیدن خوبصورت تعمیر ہو چکی ہے اور پلاٹ صابری دربار کا شانہ کلس عزیز بھٹی ٹاؤن اور جامع مسجد کا ملحقہ صحن ہے۔

3- محمد ثقلین صابری آف کھاریاں کی دعوت پر حضور شاہ جی ایک دفعہ کھاریاں گئے ہوئے تھے اُس وقت محمد ثقلین کی پہلی بیوی وفات پا چکی تھی محمد ثقلین کے والدین نے اُس کی خالہ سے دوبارہ رشتہ مانگا مگر انھوں نے انکار کر دیا جب حضور آفتاب سیدن ان کی دعوت پر کھاریاں گئے تو محفل کے بعد شاہ جی نے محمد ثقلین کی خالہ کو ثقلین کے لئے رشتہ دینے کا کہا لیکن اُس نے دست بستہ عرض کیا، حضور! میں ایک مرتبہ بچیوں اور خاوند سے مشورہ کر لوں چنانچہ وقت گزرتا گیا جس رمضان المبارک میں شاہ جی نے وصال فرمایا اسی رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں محمد ثقلین اور اُس کی خالہ آستانہ عالیہ عزیز بھٹی ٹاؤن پر حاضر ہوئے، شاہ جی سے ملاقات پر ثقلین کی

خالد نے عرض کی، حضور! ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں، میں آپ کے حکم کے مطابق بھانجے کو رشتہ دینے کے لئے تیار ہوں، آپ ہماری دعوت پر کھاریاں تشریف لائیں اور خود اس رشتہ کی دعائے خیر فرمائیں یہ سن کر حضور آفتاب سیدن نے فرمایا، میں بالکل ناراض نہیں ہوں لیکن میں کھاریاں نہیں آسکتا، اب میرے پاس ٹائم نہیں ہے یہ سن کر ثقلین اور اس کی خالد کو شک گزرا کہ یقیناً حضور شاہ جی ناراض ہیں جو کھاریاں تشریف لانے کے لئے وقت نہیں عطا فرما رہے، شاہ جی نے دوبارہ فرمایا، ایسی کوئی بات نہیں، میں بالکل ناراض نہیں ہوں تم لوگوں کا رشتہ ہوگا مگر اب یہی دعائے خیر کہنے عمران صابر (راقم الحروف) کھاریاں جائے گا، میرے پاس وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے اس واقعہ کے تمام گواہ تاحال موجود ہیں اور درگاہ آفتاب سیدن کے جانثار ساتھی ہیں بعد ازاں شاہ جی نے مجھے بلا کر فرمایا کہ تم ان کو سمجھاؤ کہ میں ناراض نہیں ہوں صرف میرے پاس وقت کی قلت ہے میں اپنی زندگی کے تمام سفر کر چکا ہوں، فقط آخری سفر باقی ہے اب مجھے اس کی تیاری کرنی ہے لہذا میں نے بھی محمد ثقلین اور اس کی خالد کو سمجھانے کی کوشش کی مگر ان کو یہی وہم تھا کہ شاہ جی ناراض ہیں مختصر اُجب اسی رمضان المبارک کی ستائیسویں والی رات کو حضور آفتاب سیدن نے وصال فرمایا تو پھر سبھی کو بات سمجھ آ گئی، چنانچہ شاہ جی کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے، حضور آفتاب سیدن کے وصال کے بعد راقم الحروف نے ہی دعائے خیر کروائی اور محمد ثقلین کی شادی خالد کے گھر ہی ہوئی اب محمد ثقلین صابری کا بیٹا بھی 6-7 سال کا ہو چکا ہے محمد ثقلین صابری، محمد عبدالخالق صابری آف

کھاریاں درگاہِ آفتابِ سیدن کے جانثار کارکن ہیں۔

احوالِ وصال:

حضور آفتابِ سیدن اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے مالک سے دعا مانگی ہے کہ مجھے چلتے پھرتے موت عطا فرمانا، 2001ء کے رمضان المبارک میں ہمہ وقت عبادات میں مصروف رہتے اکثر اوقات خاموش رہنا پسند فرماتے، کوئی ضروری بات ہوتی تو دو ٹوک جواب عطا فرمایا کرتے، ساری ساری رات گریہ زاری میں بسر ہو جاتی، وصال سے کچھ دن قبل راقم الحروف کو اپنے پیرومرشد حضور سیدن وَی کی وصیت اور علالت کے دوران پیش آنے والے واقعات بیان کرتے رہے، انہی دنوں میں اپنے بڑے صاحبزادے سلیم صابر کو بلا کر فرمایا، اب میری آخری تیاری کے ایام قریب آرہے ہیں میرے بعد نہایت صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا، میں نے صابری مسلک کی ڈیوٹی کے لئے عمران صابر (راقم الحروف) کا نام چننا ہوا ہے، اُس کو اس متعلق ہر ممکن تعلیم و تربیت بھی دی ہے تم یہ کام اُسی کے ہی ذمے رہنے دینا، صاحبزادہ سلیم صابر صاحب نے عرض کیا، عالیجاہ! آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رہے گا، فرمایا، عزیزم! یہ وقت تو ایک دن آنا ہی ہے اس کے لئے مومن کو ہر لمحہ تیار رہنا چاہیے، میں نے تمام زندگی عاجزی اور مسکینی میں گزاری ہے لیکن ہمیشہ دینِ محمدی ﷺ اور صابر پیّا کے سچے مسلک کی ہر ممکن خدمت انجام دی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ میرا صبر اور دُعا میں ضرور رنگ لائیں گے۔

26 رمضان المبارک کی صبح:

26 رمضان المبارک کی صبح حضور آفتابِ سیدن نے غسل فرما کر نئے کپڑے پہنے، نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد اپنے کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ راقم

احراف نے باادب سلام پیش کیا، مسلماً کر سلام کا جواب عنایت فرمایا، کچھ دیر
 خاموش رہنے کے بعد یکا یک فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ فقیر مرا نہیں کرتا بلکہ ایک
 گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتا ہے اور جس گھر میں فقیر کو منتقل کیا جاتا ہے وہ گھر
 ذیوی گھروں سے بہت افضل ہے کیونکہ وہاں اُس کی اپنے محبوب سے ملاقات
 ہوتی ہے اسی لیے بعد از وفات فقیر کے چہرے پر تبسم ریزی کا ہونا محبوب کی
 ملاقات کا منہ بولتا ثبوت ہوتا ہے، اس گفتگو کے بعد کچھ دیر خاموش ہو گئے
 بعد ازاں فرمایا کہ عزیز بھٹی ٹاؤن کی ویلفیئر سوسائٹی کے کچھ لوگ مجھے صدر بنانا
 چاہتے تھے کیوں کہ ان میں دو فریق بن چکے ہیں اور آپس میں کچھ اختلافات پیدا
 ہو گئے ہیں اور وہ دونوں فریقین مجھ کو صدر بنانے پر اتفاق کرتے ہیں لیکن میں
 نے معذرت کر لی ہے آج انشاء اللہ تعالیٰ اُن کی آپس میں صلح کروا دوں گا۔ اس
 کے بعد میرے ذمے کچھ ضروری کام لگائے جن کے آخر میں فرمایا کہ میں تم پر
 راضی ہوں تم نے میری بہت خدمت کی ہے مالک کائنات تم پر عنایات کی کمی نہ
 کرے گا میں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی تمہارے لئے خصوصی دعائیں
 مانگی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ ضرور زنگ لائیں گی، مالک کی یاد سے غافل نہ رہنا اور
 مہمانوں کی ہر لحاظ سے خدمت کرنا، اس پاکیزہ مسلک کی خدمت سے بڑھکر اور
 کوئی عبادت نہیں، میں نے عرض کیا عالیجاہ! آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے
 ہیں؟ فرمایا، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، صبر سے کام لینا بعد ازاں بات کو
 ٹالتے ہوئے تسبیح پڑھنے میں مصروف ہو گئے اُس روز بازار سے کچھ گریساں
 خریدیں، فرمایا، ان کی ضرورت پڑے گی چنانچہ نماز عصر ادا فرمانے کے بعد
 سوسائٹی والوں کی آپس میں صلح کروائی اور وہاں ہی روزہ کی افطاری کی خود مغرب
 کی جماعت کروائی، بعد نماز مغرب کے بعد عرفان صابر کی دوکان پر تشریف

لے گئے، وہاں اچانک طبیعت خراب ہو گئی، گاڑی میں لٹا کر سول ہسپتال لے جایا گیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، عین لیلۃ القدر 27 رمضان المبارک کی شب کو اذانِ عشاء کے وقت دارِ فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت فرما گئے لیکن چہرے کا تبسم علامہ اقبال کا یہ شعر ہمیشہ یاد کراتا رہے گا۔

نشانِ مردِ مومن باتو گوئم
چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

شجرہ نسب:

آپ کا شجرہ نسب 27 پشتوں سے جناب حضرت مخدوم علاؤ الدین سے ملتا ہے جو کہ حضرت غوث بہاوالحق زکریا ملتانی کے منجھلے صاحبزادے تھے۔
شجرہ پیشوائی: آپ کا شجرہ پیشوائی 18 واسطوں سے جناب حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری (آستانہ عالیہ پیران کلیر شریف انڈیا) سے جا ملتا ہے۔

تاریخ وصال، جنازہ، تدفین:

آپ نے 12 دسمبر 2001ء بمطابق 27 مگھر، 27 رمضان المبارک کی شب ۱۴۲۲ھ بروز بدھ وصال فرمایا (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) آپ کے وصال کی خبر فوراً چار جانب پھیل گئی، تقریباً ہر شخص نے آپ کے وصال کی اطلاع با وضو حالت میں سنی، کیونکہ تمام نمازی حضرات اس رات مسجد میں نمازِ عشاء وتر اوتح اور ختم قرآن پاک کے سلسلہ میں جمع ہو رہے تھے، کیسے وہ رات گزری خدا جانتا ہے ہر درود یوار گریہ زاری میں مبتلا تھے کسی کو کچھ ہوش نہ تھا صبح کے وقت ہر سو انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آ رہا تھا، عزیز بھٹی ٹاؤن میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور کلمہ شریف کا ورد کرتے ہوئے دیر تک آخری دیدار ہوتا رہا

تقریباً عصر کے وقت اسی جاء نماز والی جگہ تدفین کی گئی، جناب سفری صاحب نے تاریخ وصال کچھ اس طرح تحریر فرمائی۔

سفرِ آخر کا ہے تیرا ہر قدم لکھا گیا
پاک تھی پوشاک تیری جسم تیرا پاک تھا
ذائقۃ الموت سفری امرِ حق پر ہے یقین
شب ستائی ماہِ رمضان آگیا وقتِ قضاء

۱۴۲۲ھ

نیم شب آوازِ غیبی آئی میرے گوش میں
ناگہاں بیدار ہو کر آگیا میں ہوش میں
ہاتفِ غیبی نے سفری یوں پکارا برملا
نورِ چشمِ شاہِ سیدن آگیا آغوش میں

۱۴۲۲ھ

مدینہ منورہ میں دیکھا گیا:

ریلوے ڈرائیور اللہ دتہ صاحب ساکن ملکوال 2001ء والے رمضان المبارک میں صابری محلہ کی جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ زیارتِ رسول اللہ ﷺ کے لئے مسلسل درود شریف پڑھنا معمول بنایا ہوا تھا، ستائیسویں رمضان المبارک کی شب درود شریف پڑھتے ہوئے، سحری سے کچھ پہلے اچانک آنکھ لگ گئی، اپنے آپ کو مسجد نبوی میں دیکھا، ہر طرف درود و سلام پڑھنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اسی دوران نورانی لوگوں کے ہمراہ تین ہستیاں گھوڑوں پر سوار نظر آئیں، ہر طرف

آغوشِ بمعنی قبر

حضور پاک ﷺ کی آمد کا چرچا سنائی دیا، لوگوں کے ہجوم سے گزرتے ہوئے، اللہ
 دتہ صاحب نے زیارت کرنا چاہی اگلے گھوڑے پر سوار ہستی کی صرف پشت
 مبارک دیکھائی دی مگر پچھلے گھوڑے پر سوار شخصیت کو دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ وہ
 حضور آفتاب سیدن تھے اسی اثناء میں آنکھ کھل گئی، دل میں ارادہ کیا کہ اعتکاف
 سے اٹھنے کے بعد حضور آفتاب سیدن کی زیارت کے لئے سرگودھا جاؤں گا، آج
 معلوم ہوا ہے کہ ان کا تو بہت بڑا مقام ہے حالانکہ وہ ہمارے درمیان رہے لیکن
 ہم ان کا مقام و مرتبہ نہ سمجھ سکے، ابھی ان خیالات میں گم تھے کہ مسجد میں اعلان
 ہوا کہ ولی کامل حضرت پیر سیدن شاہ صاحب صابری کے لخت جگر جناب مرد
 قلندر پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری کلسوی وصال فرما گئے ہیں اور آج
 سرگودھا میں ان کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی، ڈرائیور اللہ دتہ صاحب یہ اعلان
 سن کر زار و قطار رونے لگے اور اسی وقت امام صاحب اور دیگر معتکف حضرات کو
 اپنے خواب کے متعلق آگاہ کیا۔

سایہ یزداں بود بندہ خدا
 مردہ این عالم و زندہ خدا

قل شریف اور دستار بندی:

14 دسمبر 2001ء بروز جمعہ المبارک کو آستانہ عالیہ صابری کا شانہ کلس
 عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کے محفل خانہ میں قل شریف کا اہتمام کیا گیا لیکن درگاہ
 آفتاب سیدن میں عشاق کا ہجوم کثیر جمع تھا دربار عالیہ کے احاطہ میں تل دھرنے
 کی جگہ نہ تھی ہر آنکھ اشکبار اور ہر زبان پر آفتاب سیدن کے صبر و رضاء کے
 واقعات تھے، تلاوت کلام پاک کے بعد محمد رفیع صابری نے نعت شریف پڑھی،
 راقم الحروف نے حضور آفتاب سیدن کی حیات طیبہ پر قرآن و حدیث کے مطابق

خطاب کیا بعد ازاں سفری صابری صاحب نے تاریخِ وصال اور حضور آفتابِ سیدن کی شان میں لکھا ہوا تازہ کلام سنایا پھر ختم شریف پڑھا گیا، ختم شریف کے بعد کلمہ پاک کا ورد شروع ہو گیا، اس دوران خاندان والوں نے رسم کے مطابق حضور آفتابِ سیدن کے بڑے صاحبزادے سلیم صابر صاحب کی دستار بندی کرنا چاہی لیکن انہوں نے لاؤڈ سپیکر پر حضور آفتابِ سیدن کی وصیت سے آگاہ کیا کہ اس ڈیوٹی کے لئے حضور آفتابِ سیدن نے عمران صابر (راقم الحروف) کو چننا ہوا تھا لہذا کلمہ شریف کے ورد میں اشکبار آنکھوں سے راقم الحروف کی دستار بندی کی گئی اور دعائے خیر کے بعد ملاقات کا سلسلہ جاری رہا، ملکوال کے کثیر لوگوں نے ڈرائیور اللہ دتہ صاحب کی بشارت سنائی کیونکہ امام مسجد صاحب نے اس بشارت کے متعلق کافی لوگوں کو آگاہ فرما دیا تھا، نمازِ جمعہ کے بعد لوگوں کا ہجوم مسلسل بڑھتا جا رہا تھا دوسرے اور تیسرے روز بھی اس ہجوم میں کمی واقع نہ ہوئی۔

پیر امین الاحسنات شاہ صاحب کا بیان:

غالباً قتل شریف کے تیسرے روز حضرت پیر کرم شاہ صاحب الازہری کے صاحبزادے امین الحسنات صاحب تشریف لائے، فاتحہ خوانی کے بعد فرمایا کہ میرے والد محترم اور جناب پیر آفتاب احمد شاہ صابری صاحب کا آپس میں قلبی لگاؤ تھا وہ شروع عرصہ میں فرمایا کرتے تھے کہ سرگودھا اولیاء کرام سے خالی ہے لیکن جناب پیر آفتاب احمد شاہ صاحب کے سرگودھا تشریف لانے کے بعد فرمایا کہ اب سرگودھا اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہا۔

وصال کے بعد ظاہری ملاقات:

جناب پیر بشیر شاہ صابری صاحب آف ابدال حضور آفتابِ سیدن کے تاحیات خدمت گزار رہے ایک دفعہ سٹیڈیم روڈ والی کوٹھی پر شدید بیمار ہو گئے، راقم

الحروف کو بتایا کہ یوں محسوس ہو رہا ہے کہ یہ مرض جان لیوا ثابت ہوگا، میں نے حضور آفتاب سیدن سے تمام صورت حال عرض کی، آپ خود تشریف لائے اور بشیر شاہ صاحب کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ابھی تمہیں کچھ نہیں ہوگا اگر مرنا ہی ہے تو اکٹھے مر لیں گے لیکن تم نے ابھی عمران صابر کے ساتھ بھی ڈیوٹی دینی ہے، گھبراؤ نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ٹھیک ہو جاؤ گے، چنانچہ شاہ جی کے یہ فرماتے ہی پیر بشیر شاہ صاحب کو سکون آ گیا اور فوری طور پر بیماری شفا میں بدل گئی۔

قوت عشق ملی حوصلے بڑھتے رہے
تیرا ملنا تھا کہ فاصلے مٹتے رہے
خرد کو مات ملی منزل حیات ملی
ہمنوا آپ تھے قافلے چلتے رہے

اس واقعہ کو گزرے ہوئے کافی عرصہ بیت چکا تھا حضور آفتاب سیدن کے وصال کے بعد پیر بشیر شاہ صاحب اکثر گریہ زاری کرتے ہوئے کہتے کہ مجھے شاہ جی نے فرمایا تھا کہ اگر مرنا ہی ہے تو اکٹھے مریں گے، مجھے اکیلا کیوں چھوڑ گئے ہیں؟ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتے، یہ کہہ کر شب و روز اشکبار رہتے۔

عمران ان کا ساتھ ہو نرگ ہو کہ سرگ ہو
ان کے وصال کے سوا کچھ بھی غرض رہی نہیں

راقم الحروف اور دیگر پیر بھائیوں نے کافی سمجھایا لیکن وہ مذکورہ بات دہراتے رہتے اور ہمہ وقت بے چین نظر آتے، شاہ جی کے وصال کے کچھ عرصہ بعد بروز جمعہ صبح سویرے راقم الحروف نے پیر بشیر شاہ صاحب کو بلایا لیکن سامنے دربار عالیہ کے احاطہ میں بیٹھے ہوئے دور ہی سے کبھی مجھے دیکھتے اور کبھی مزار

اقدس کی جانب دیکھتے، یوں محسوس ہو رہا تھا کہ انھیں کوئی بات سمجھ ہی نہیں آرہی، دو یا تین مرتبہ بلوا بھیجا، بڑی مشکل سے کافی دیر کے بعد میرے پاس محفل خانہ میں آئے، میں نے پوچھا، بشیر شاہ! خیر تو ہے تم انتہائی پریشان دکھائے دے رہے ہو؟ اُس وقت پیر بشیر شاہ صاحب پوری طرح تصویر حیرت بنے ہوئے تھے، پانی پلایا، دوبارہ خیریت دریافت کی، بار بار پوچھنے پر یکا یک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، سبھی حیران تھے کہ آخر کار معاملہ کیا ہے؟ بڑی دیر کے بعد پیر بشیر شاہ صاحب نے بتایا کہ آج میرے ساتھ عجیب معاملہ ہوا ہے، میں صبح کے وقت حسب معمول سڑک سے دربار عالیہ (عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا) کی طرف سیر کرتا آ رہا تھا کہ اچانک مجھے سامنے سے سفید لباس میں ملبوس مسکراتے ہوئے حضور آفتاب سیدینؑ نظر آئے، میں نے آگے بڑھ کر بالحدب سلام پیش کیا، اُس وقت میرے ذہن میں ذرہ برابر بھی یہ خیال نہ آیا کہ شاہ جیؒ وصال فرما چکے ہیں حالانکہ نماز جنازہ سے لے کر چہلم تک ہر پروگرام میں شامل رہا ہوں، مزار اقدس کی تعمیر اور روضہ کی بنیادیں اپنے سامنے تیار ہوتی دیکھی ہیں مگر جب شاہ جیؒ اس طرح ملے تو میرے ذہن میں صرف یہی بات تھی کہ آپ نماز فجر کے بعد معمول کے مطابق سیر کر رہے ہیں لہذا جب میں نے سلام پیش کیا تو حضور آفتاب سیدینؑ نے سلام کا جواب عنایت فرمانے کے بعد میری خیریت دریافت کی، میں نے خیریت بتائی، اُس کے بعد مجھے ساتھ لے کر دربار عالیہ کی طرف چل پڑے، پورے راستہ شیریں زبان سے گفتگو کرتے رہے، راستہ میں ایک مرتبہ میں نے پوچھا، حضورؑ! اب آپ کی صحت کیسی ہے؟ فرمایا، اب میں بہت خوش ہوں صرف اتنا جواب عنایت فرمایا، اتنے میں آستانہ عالیہ کا گیٹ آ گیا، اُس وقت فرمایا، ملنگوں نے چائے وٹھہ کے لئے آگ جلائی ہوئی ہے تم ان کے پاس بیٹھو، ہم تمہارا نلگر بھیجتے

ہیں چنانچہ میں واش روم سے ہو کر ملنگوں کے پاس بیٹھ گیا، اس دوران مجھے آپ کی طرف سے (یعنی راقم الحروف کی طرف سے) پیغام ملا کہ شاہ جیؒ بلاتے ہیں میں حیران ہوا کہ شاہ جیؒ تو ابھی میرا لنگر کہنے گئے تھے اتنی جلدی محفل خانہ میں بھی آگئے ہیں جب میں نے مڑ کر دیکھا تو اُس وقت مجھے محفل خانہ میں آپ (یعنی راقم الحروف) نظر آئے، اسی لمحہ مزار پر بھی نظر پڑی اور حضور آفتاب سیدن کے وصال، تدفین کے تمام مناظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے، اس لیے میں دیر تک آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا مجھے اُس وقت کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اسی لمحہ پیر بشیر شاہ صاحب نے روتے ہوئے اونچی آواز میں کہا، خدا کی قسم یہ خواب نہیں ہے یہ ابھی ظاہری آنکھوں کے ساتھ میں نے زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے لیکن اُس وقت میرے ذہن میں ایک دفعہ بھی حضور کے وصال فرمانے کا خیال نہیں آیا۔

وہ جلوہ گر کہاں نہیں ہاں زندگی جہاں نہیں

نیا حجاب خاک تھا بات یہ نئی نہیں

یہ سن کر میں نے پیر بشیر شاہ صاحب کو وہ پرانی بات یاد کراتے ہوئے کہا کہ اب یقین ہو چکا ہے کہ فقیر مرا نہیں کرتے اسی لیے وہ آپ کو بتانے آئے ہیں کہ ہم زندہ بھی ہیں اور تمہارے ساتھ ہیں۔

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے

قید سے پھوٹے وہ اپنے گھر گئے

یاد رہے کہ پیر بشیر شاہ صاحب سیدن حضور سے شرف بیعت حاصل کیے ہوئے تھے اور تاحیات سرکار سیدن ولیؒ و حضور گلزار سیدن کے بعد حضور آفتاب سیدن کی خدمات انجام دیتے رہے اور ایک سچے راوی تھے کبھی کوئی غلط بات

اپنے مشائخ کی طرف منسوب نہ کیا کرتے، کافی عرصہ میرے ساتھ ڈیوٹی دیتے رہے ہیں مذکورہ واقعہ وہ اکثر بیان کیا کرتے جس کے سینکڑوں گواہ موجود ہیں،
ہمشیرہ کا خواب:

حضور آفتابِ سیدن کے وصالِ اقدس کے بعد آپ کی صاحبزادی اکثر حضور شاہ جی کو یاد کر کے روتی رہتی تھی، آپ کی جلاوطنی، مشکلات، متواتر قربانیاں، محنتیں، محبتیں، کٹھن اور تکلیف دہ حیات کے مختلف پہلو ہر لمحہ بے چین کیے رکھتے، اسی دوران ایک رات روتے روتے آنکھ لگ گئی حضور آفتابِ سیدن کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے ذرا جلال کے لہجہ میں فرمایا کہ اہتا اس لیے روتی ہو کہ مجھے تکلیفوں سے چھٹکارا کیوں حاصل ہو گیا ہے؟ اور مجھے ابدی خوشی کیوں نصیب ہو گئی ہے؟ اول، تم لوگوں نے یہ غلطی کی ہے کہ مجھے دیر سے دفن کیا، دوئم، تم لوگوں نے مجھے غسل دے کر دوبارہ عورتوں کے درمیان رکھ دیا جہاں احمق عورتیں بین کرتی رہیں، سوئم، تم لوگوں نے قبر گہری نہیں کھدوائی، یہ باتیں سننے کے بعد آنکھ کھل گئی، اپنے خاوند نسیم صابر ولد پیر میراں شاہ صاحب کو جگایا اور مذکورہ تینوں باتوں کے متعلق دریافت کیا کہ کیا ایسا ہوا تھا؟ اُتھوں نے تصدیق کی کہ بے شک یہ ہم سے غلطیاں ہوئیں تھیں لیکن اُس وقت اس قدر غم تھا کہ سمجھ ہی کچھ نہیں آیا اور چند بے وقوف لوگ اپنی مرضی کرتے رہے ہیں۔

آہستہ چل خدا کے لئے صرصر الم

برباد ہو نہ خاکِ شہیدانِ اضطراب

یاد رہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ میرے بعد مبشرات ہوں گے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے عرض کی، حضور ﷺ! مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا، نیک یا اچھے خواب۔

کلیر کی حاضری اور دستار بندی:

مورخہ 27.2.2010 کو صابر پیٹا کے عرس مبارک پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، 12 ربیع الاول کو کلیر شریف (انڈیا) کے سجادہ نشین جناب دیوان حضرت منصور اعجاز صابری صاحب نے راقم الحروف کی اپنے دستِ اقدس سے دستار بندی فرمائی اور خصوصی دُعاؤں سے مستفید فرمایا، دستار بندی کے بعد صابر پاک کے دربارِ عالیہ میں حاضر ہوئے، میرے ساتھ صاحبزادہ سلیم صابر، صاحبزادہ نسیم صابر اور ملک عقیل صابری تھے ضمناً عرض کروں کہ ملک عقیل صابری حضور آفتاب سیدین کا منظورِ نظر غلام اور راقم الحروف کا نہایت وفادار اور جانثار ساتھی ہے ہمہ وقت درگاہِ آفتاب سیدین پر حاضر رہتا ہے زندگی کا مقصد مالک کی خوشنودی کے علاوہ اور کچھ نہیں بارہا گھر والوں نے شادی کے لئے مجبور کیا مگر اس کا ایک ہی جواب رہا ہے، بقول بیدم

ہم میکدے سے مر کے بھی باہر نہ جائیں گے
میکش ہماری خاک کے ساغر بنائیں گے

صابری دربار کا شانہ کلس درگاہِ آفتاب سیدین کی وہ کون سی ڈیوٹی ہے جس میں ملک عقیل صابری سرفہرست نہیں، مالک ہمیشہ وفاداری پر قائم رکھے (آمین)

ذرا اہل خرد دیکھو نرے الجھے دلائل وچ

تیرے فرزانے نذرانے سراں دے پیش کر دے نیں

چنانچہ صابر پاک کے دربارِ عالیہ میں عجیب سماں تھا جو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا، دربارِ عالیہ سے حاضری کرنے کے بعد ہم اشکبار آنکھوں کے ساتھ گولر کے زیر سایہ روضہ اقدس کے سامنے میاں اسلم ڈرویش کی نشست گاہ میں بیٹھ گئے، میاں اسلم صابری صاحب صابر پیٹا کے مہمانوں کا خاص خیال رکھتے ہیں ہر

قسم کے زائرین کو لنگر، تبرک وغیرہ عطا فرماتے ہیں جب وہ مجھے (راقم الحروف) دیکھتے تو خصوصی شفقت فرماتے ہوئے کھڑے ہو کر محبت سے ملتے اور اصرار کے ساتھ اپنی مسند پر بٹھا لیتے، اُس روز وہ خود کہیں گئے ہوئے تھے اُن کے کارکنوں نے اسی طرح استقبال کیا اور مجھے بازو سے پکڑ کر مسند پر بٹھا دیا، کچھ دیر گزری ہوگی کہ ایک مجذوبہ مائی مسکراتی ہوئی پہلے صاحبزادہ نسیم صابر کے پاس گئی اور دو روپے کا سکہ عنایت کیا، کچھ لمحوں بعد وہ صاحبزادہ سلیم صابر کے پاس پہنچی اور پانچ روپے کا سکہ عطا کیا، اسی لمحہ لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی میرے پاس آئی اور مسکرا کر 20 روپے کے نئے نوٹ پکڑا کر نظروں سے اوجھل ہو گئی؟ ہمارے پاس سے وہ صرف آنکھ جھپکنے کی دیر میں گزر گئی پھر ہم پھول لے کر مائی مستانی کے ہمراہ دربار عالیہ میں حاضر ہوئے، ایک پولیس والے نے مائی مستانی سے پوچھا، آپ کی عمر کتنی ہے؟ میری طرف اشارہ کر کے کہنے لگی، ان سے پوچھ لو، بعد ازاں خود ہی بتایا کہ پہلے میں ان کے دادا حضرت پیر سیدن شاہ صاحب المعروف پنجابی شاہ صاحب پھر ان کے تائی ابو اور والد صاحب کی خدمت انجام دیتی رہی ہوں اور اب ان کے ساتھ ڈیوٹی دے رہی ہوں۔ یاد رہے کہ مائی مستانی (المعروف مستان بابا) دربار عالیہ کی پرانی خدمت گزار ہے تمام عمر صابر حضور کے آستانہ عالیہ پر بسر کی اور ہمیشہ سرکار کے غلاموں سے محبت سے پیش آتی ہے۔

اس کے حریم ناز میں عقل و خرد کو دخل کیا

جس کی گلی کی خاک کا ذرہ جہانِ راز ہو

روضہ مبارک، مسجد اور دیگر تعمیرات:

حضور آفتاب سیدن کے وصالِ اقدس کے فوراً بعد روضہ مقدس کا کام

شروع ہو گیا، شاہ جیؒ کے عاشقوں اور حضور سید بن ولّیؑ کے جانثاروں نے بھرپور ساتھ دیا ہر پیر بھائی اپنی بساط کے مطابق شامل رہا، روضہ اقدس کی تعمیر بہت جلد مکمل ہوئی، گنبد پر خوبصورت سفید ٹائل کا کام پاکپتن شریف کے پیر بھائی مستری مقصود فرید صابری نے کیا جو اسی تعمیر کے دوران فرش کا کام کر رہا تھا کہ اچانک کوئی ضرب لگنے سے مزار کی اینٹ ہل گئی جس سے فوراً گلاب کے پھولوں کی خوشبو سے صحن معطر ہو گیا، مستریوں اور مزدوروں نے خوفزدہ ہو کر کام بند کر دیا، میں کہیں گیا ہوا تھا میرے آنے پر تمام حاضرین نے مذکورہ واقعہ بتایا جب میں روضہ متبرکہ میں گیا تو اسی طرح خوشبو آرہی تھی چنانچہ اس واقعہ سے متاثر ہو کر مستری مقصود فرید صابری حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا اور دن رات بھر پور محنت سے کام کیا، اسی کارِ یگر نے روضہ مقدسہ کے اندر خوبصورت شیشہ سے پیوند کاری کی ہے جو بلاشبہ سونے شاہ کے حُسن کی عکاسی کرتی ہے بہت جلد روضہ مبارک مکمل ہوا، روضہ مقدسہ کی تعمیر مکمل ہونے پر ملحقہ خریدے گئے پلاٹ (جس کی پیشین گوئی حضور شاہ جیؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں فرمائی تھی) پر مہمانوں کے لئے رہائشی کمرے بنائے گئے اور حضور آفتاب سید بن ولّیؑ کی نشان دہی والی جگہ پر مسجد تعمیر ہوئی جس میں پہلا جمعۃ المبارک مورخہ 19 اکتوبر 2007ء میں پڑھایا گیا، اب دوبارہ عرس مبارک کے بعد 9۔ اپریل 2012ء کو خوبصورت کشتادہ، مسجد راقم الحروف اور اُس کے وفادار ساتھیوں نے تعمیر کی ہے، جامع مسجد عمراں آفتاب سید بن ولّیؑ کی تعمیر کے دوران 40 سے 50 پیر بھائی ڈیوٹی کرتے رہے ہیں اور بہت مختصر وقت میں ٹائل سمیت تمام کام مکمل ہوا، اس کے علاوہ حضور آفتاب سید بن ولّیؑ کی پُر اثر دُعاؤں کے طفیل پاکپتن شریف اور مگھو پنڈی شریف میں صابری سنگت آفتاب سید بن ولّیؑ کے خوبصورت ڈیرے بن چکے ہیں جو کہ راقم الحروف نے

مختلف اوقات میں تعمیر کروائے ہیں جو صرف اور صرف حضور آفتاب سیدن کی
پُراثر دُعاؤں اور نگاہِ کریمانہ کا نتیجہ ہیں وگرنہ رکاوٹیں تو بے شمار تھیں مگر اُن کا گرم
ہمیشہ شامل حال رہا، جس سے ہر رکاوٹ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ ملتا رہا۔

عمران تیرے صدفِ شب و روز گٹ رہے ہیں

کچھ غیر ہوں یا اپنے محو جفا رہے ہیں

اولاد: حضور آفتاب سیدن کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے، بیٹوں کے نام

درج ذیل ہیں، جناب سلیم صابر صابری صاحب، صاحبزادہ عرفان صابر اور راقم

الحروف (عمران صابر) شامل ہیں۔

حضور آفتابِ سیدن کے اقوال زرّیں

کتاب ہذا میں مختصراً حضور آفتابِ سیدن کے حالات و واقعات تحریر کیے گئے ہیں اگر خدا تعالیٰ نے آئندہ مہلت عطا فرمائی تو انشاء اللہ تعالیٰ حضور آفتابِ سیدن کے تفصیلی حالات پر علیحدہ کتاب رقم کروں گا جس میں آپ کی بصیرت افروز گفتگو کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے گا، یہاں آپ کے چند نثر پارے یعنی اقوال زرّیں تحریر کیے دیتا ہوں تاکہ قاری حضرات استفادہ فرمائیں۔

☆ نعمتوں کا بحال تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر عطا کو نعمت سمجھ کر شکر ادا کرو۔ یقیناً تمہاری مرضی بھی تمہیں عطا کر دی جائے گی۔

☆ صبرِ عظیم ہتھیار ہے، صابر لوگ شکست کھا کر بھی فاتح ہوتے ہیں۔

☆ میں ہمیشہ یہی دُعا مانگتا ہوں کہ یا پروردگار! اپنا کرم رکھ، میرا بھرم رکھ، اور ہر ایک کا شرم رکھ۔

☆ میں نے دو چیزوں میں بڑا لطف پایا ہے، اول مسکینی اور دوم صبر میں۔

☆ بہادری دلوں کو توڑنے میں نہیں بلکہ جوڑنے میں ہے، خواہشات کی تکمیل میں نہیں، مقابلے میں ہے، تکبر میں نہیں مسکینی میں ہے، دولت میں نہیں مخلوقِ خدا کی خدمت میں ہے۔

- ☆ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے بغیر عباداتِ مُردہ جسم کی مانند ہیں اور مُردہ جسم زمین میں دبا دینے کے قابل ہوتے ہیں اسی طرح بے حُبِ مصطفیٰ ﷺ جملہ عبادات نیست و نابود کر دی جاتی ہیں۔
- ☆ حقیقی عظمت کا دروازہ عاجزی و انکساری ہے جو متکبر ہے وہ خاکی کہلانے کا مستحق نہیں کیونکہ خاک بلندی سے بھی گرائی جائے تو زمین پر آتی ہے جبکہ آگ کا دُھواں زمین سے بلندی کی طرف جاتا ہے۔
- ☆ ہر زمانے میں صادقین سے دشمنی کی گئی ہے، یہ سلسلہ ازل سے شروع ہوا ہے اور ابد تک رہے گا۔
- ☆ نیک اور صالحین گروہ سے تعلق خشک عبادت سے بہتر ہے۔
- ☆ خدا تعالیٰ کو اپنا کہنے والے بہت ہیں مگر بہت کم وہ ہیں جن کو خداوندِ قدوس اپنا کہتا ہے۔
- ☆ چالاک لوگوں نے محبت کو خوشامد اور خوشامد کو محبت کا رنگ دے کر سادہ لوح حضرات سے پہچان چھین لی ہے۔
- ☆ زندگی کو عشقِ حقیقی میں ڈھالنے والے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔
- ☆ خواہشات کو شکست دینا حقیقی دانائی ہے۔
- ☆ گھوڑا تیز دوڑانے سے پہلے راستے کو اچھی طرح سمجھ لو، عقیدہ کی درستگی درست رُخ اور تیز رفتاری اعمال کی مثال ہیں۔
- ☆ کائنات کا کوئی راز، راز نہیں صرف تلاش میں صداقت پیدا کرو، ورنہ صادقین کی قربت اختیار کر لو۔
- ☆ حقیقی شرمندگی سے بچنے کے لیے زندگی کو خواہشات کی گندگی سے بچا کر

بندگی کا راستہ اختیار کر لو۔

- ☆ مغرور عبادت گزار کو خطرہ ہے کہ کہیں ایمان ضائع نہ کر بیٹھے۔
- ☆ صالحین سے نسبت دونوں جہانوں کا بہترین تعارف ہے۔
- ☆ عشاق کو اپنے محبوب میں عیب نظر نہیں آتے بلکہ وہ اوصاف ہی دیکھتے اور تلاش کرتے ہیں۔
- ☆ دکھی انسانیت کے غم سُننے اور تشفی دینے سے اپنے گناہ اور غم کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے
- ☆ نابینے کو بھی نابینا نہ کہو، تمہارا ایک لفظ تم پر ہی بطور سزا مسلط ہو سکتا ہے۔
- ☆ غلامانِ امام حسین رضی اللہ عنہ بوقتِ قربانی ہمیشہ آگے آگے رہے ہیں اور انعامِ اکرام کے وقت دوسروں کو ترجیح دیتے رہے ہیں۔
- ☆ اکثریت ہر زمانے میں حقیقت کے مخالف ہوتی ہے۔
- ☆ شیریں گفتگو اہل فقر کا ہتھیار ہے۔
- ☆ لفظ پیار پر میرا چونک جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ میں نے پیار کو پا کر بہت بھاری قیمت ادا کی ہے، میرے خیال میں پیار کی قیمت سزا ہے۔
- ☆ حقیقت کو پانے والے باوفا لوگ دُنیا داروں کے طعنے خاطر میں نہیں لاتے، اسی لیے کامیاب ہو جاتے ہیں۔
- ☆ ہر شخص کو وہی بات پسند آتی ہے جس کا عملی طور پر وہ شکار یا متلاشی ہو۔
- ☆ کون حق پر ہے اور کون باطل پر، ماضی کو سامنے رکھ کر حال کی خبر لو۔
- ☆ اولیائے کرام کا وجود رب تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

☆ حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کے نسب کو سلام کرنے والے، کیا کربلا میں حسب و نسب بھول گئے تھے؟

☆ انسانیت کی خدمت کرنے والے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

☆ اپنے نفس پر جبر کیے بغیر رب تعالیٰ کی خوشنودی حاصل نہیں ہوتی۔

☆ دنیا کی عدالت میں انکارِ جرم سے سزا میں کمی اور معافی ہو سکتی ہے مگر خدا تعالیٰ کی عدالت میں اقرارِ جرم ہی سے نجات کی امید ہے۔

☆ خدا تعالیٰ سے دوستی کرنے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ اُن لوگوں کی نسبتِ دوستی حاصل کی جائے، جو کہ خدا تعالیٰ کے دوست ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قویبیوں کے قریب ہو جانا، مولا پاک کے قریب ہو جانے کے مترادف ہے۔

☆ جنہوں نے اپنی زندگی و نام کو بھلائی سے حقیقی طور پر منسوب رکھا وہ ہمیشہ بقا رہتے ہیں۔

☆ عشق وہ قوت ہے جو محبوب اور محبت کو ایک ہی پیکر میں اکٹھا کر دیتی ہے۔

☆ اگر کامل راہنما میسر ہو تو نئی تنظیم و سلطنت قائم کرنا مشکل کام نہیں۔

☆ میٹھی گفتگو اہل فقر کا ہتھیار ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی تعظیم دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا چرچا کرنے کے مترادف ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ الْاَلٰهَ الْاَحَدُ﴾

رباعی

بولی بولدا پیا خدا آپے جدوں مرد فقیر کلام کردا
شہد سخن سرور شفا کلی لذت و کھری نال دوام کردا
اہل بزم نوں غیر دلیل آوے قابو پا مضبوط لگام کردا
جیویں نال کلیم عمران بولے پردا شجر دا رکھ انعام کردا

شجرہ شریف چشتیہ صابریہ کلسویہ

از۔ مصنف فرید الدال و فخر دو جہاں رحمۃ اللہ علیہ

جناب راجہ محمد یعقوب سفری صابری صاحب

یا الہی رحم شان کبریا کے واسطے

سید و سرور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے

دونوں جانب اللہ اللہ کلمہ طیبہ میں لکھا

درمیان میں ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوشنما کے واسطے

یا خدا محبوب تیرا ہے تیری آغوش میں

ہو گرم پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بقا کے واسطے

ظل یزداں شاہ مرداں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ

تاجدارِ ہل آتی مشکل گشا کے واسطے

لَا فِتْنِي إِلَّا عَلَيَّ لَا سَيْفٍ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ

علم کے شہر مقدس نے بہا کے واسطے

حسن بصری پر عطا ہے حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی

گرم ہو ان کی مبارک ابتدا کے واسطے

عبدالواحد بوالفضل سرکار کا صدقہ ملے

حضرت فضیل کی حق کی صدا کے واسطے

ابراہیم بن ادھم ظل الہی کے طفیل

شاہ سدیدالدین یکتا اولیاء کے واسطے

پیکرِ صبر و رضا حضرت امین الدین ہیں
 حضرت مُمشادُ علو شانِ علا کے واسطے
 حضرتِ اسحق شامی بے مثال و باکمال
 ابو احمد ابدال عالی کی وفا کے واسطے
 بو محمد شاہ شاہاں کامل و اکمل ولی
 خواجہ ناصر الدین کے صدق و صفا کے واسطے
 خواجہ قطب الدین میرِ اصفیاء و عاشقان
 حاجی شریفِ زندنی حق آشنا کے واسطے
 حضرت عثمان ہارونی امامِ خواجگان
 نامِ ان کا ہے وسیلہ پر خطا کے واسطے
 شانِ پیغمبری عطا ہے خواجہء اجمیر کو
 نائبِ لاریب احمد مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے واسطے
 مہر تھی ہذا حبیب اللہ کی ماتھے پر عیاں
 چشتیوں کے نام و ر عالی پناہ کے واسطے
 خواجہ قطب الدین قطبِ اولیاء کی دھوم ہے
 ان کی سیرت اور صورت والضحی کے واسطے
 حضرت گنجِ شکر مقصودِ اعظم چشتیاں
 ہے کھلا درِ پاکپتن ہر گدا کے واسطے
 پیر صابر کے ہوئے ہیں اللہ اللہ یہ کمال
 یا خدایا رحم کر اس مرتبہ کے واسطے

حضرت مخدوم صابر بادشاہ دو جہاں
گرم ہو یا رب شبہیہ مرتضیٰ کے واسطے
سربستہ حق کی تجلی تھی جلالت زیب تن
جب کہا حجرے کم یال دیندا کے واسطے
خواجہ شمس الدین حافظ شمس صابر بر زمین
گرم ہو یا رب غلام ترکیا کے واسطے
شاہ جلال الدین کبیر الاولیاء عالی وقار
خواجہ نورالحق شاہ اتقیا کے واسطے
شاہ عارف ہیں نصیر عاجزاں و بیکساں
شاہ کمال الدین بکے شرم و حیا کے واسطے
حضرت قدوس ہیں شہباز صابر کلیری
اسم جن کا نافع دافع ہر بلا کے واسطے
جلال الدین تھانیسری حق کے ولی روشن ضمیر
خواجہ صدر الدین صاحب اغنیاء کے واسطے
خواجہ قطب الدین ہیں شہباز حسن سنجرئی
حضرت لطیف لطف نیے بہا کے واسطے
خواجہ قمر الدین حضرت کی عطاؤں پر بنار
خواجہ احمد شاہ سید کی سخا کے واسطے
حضرت مردان علی شاہ محسن سیدن ولی
راز دار کنت کنزاً مخفیاً کے واسطے

ہر طرف جنگل بیاباں پھر کے یہ پیامبر
 بے وطن بے گھر ہوا صابرؒ پیا کے واسطے
 جد امجد پیر سیدنؒ پیر شاہ شاہ کلس
 پاکبازی ان کی زہد بے ریا کے واسطے
 پیر محمد شاہؒ کا صدقہ ہو جائے نظر گرم
 نام برتر ہے دوا ہر لاڈوا کے واسطے
 حضرت سیدنؒ سخی کے حسن کا صدقہ ملے
 شاہکار پیر صابرؒ با خدا کے واسطے
 ہر طرف ان کی جبین پاک کے جلوے گئے
 سفر کلیر کے تصدق نقش پا کے واسطے
 آپ کے نور چشم یکتائے زمانہ جانشین
 صورت و سیرت مثالی جانفزا کے واسطے
 پیر سیدنؒ لامل ہیں آفتاب صابریؒ
 ہو گرم بس آپ کے صبر و رضا کے واسطے
 علم سیدنؒ کے امیں عمران صابر صابری
 حضرت گلزار شاہؒ کے دلآرا کے واسطے
 عکس نقش حضرت سرکار سیدنؒ مرحبا
 خوش گلو ہوگا اذان الفلاح کے واسطے
 حاسدوں سے یا خدا اور نظر بد سے یا خدا
 نیک سیرت کو بچا اک سلسلہ کے واسطے

ہر گس و ناگس امیر کارواں سچا نہیں
 ہے بصیرت کی ضرورت راہنما کے واسطے
 قوتِ شامہ نہ ہو تو مہکِ میل سکتی نہیں
 تحفہ پاکیزہ ہے یہ مغزِ صفا کے واسطے
 جگمگاہٹ دیکھنا شہر کی قسمت میں کہاں
 ہر نظر ہوتی نہیں تابِ بقا کے واسطے
 صابری سفری کی آخر التجا ہے دوستو
 میری بخشش کی دعا کرنا خدا کے واسطے

﴿ ولد اللہ ولد اللہ ﴾

آسرا ہے فصلِ ربی ناتواں کی جان کا
 درد مند دُرِ یتیم ہوگا فہیمِ عمران کا
 انشاء اللہ ساتھ دیں گے شاہِ سیدن کے غلام
 جھنڈا لہرائے گا سفری کلسوی سلطان کا

﴿ ولد اللہ ولد اللہ ﴾

تصویر گلزارِ دی اے

از۔ مصنف فرید الدال و فخر دو جہاں رضی اللہ عنہما
جناب راجہ محمد یعقوب سفری صابری صاحب

شاہ عمران دے لبوں وچہ ماشا اللہ خوب تر تاثیر گلزارِ دی اے
پُر تاثیر تقریر گلزارِ دی اے پُر تاثیر تفسیر گلزارِ دی اے
الحمد للہ نوک قلم اندر شاندار تحریر گلزارِ دی اے
قوت شامہ نون تیز تر تیز کردی خوشبو عنبر عنبر گلزارِ دی اے
رونق آگئی اے رنگ لاگئی اے آبرو تو قیر گلزارِ دی اے
ضوفشانی پیشانی وی دس رہی اے مستنیر تنویر گلزارِ دی اے
شمع محفل نمودار ہوگئی اے جھلک روشن ضمیر گلزارِ دی اے
سفری یار مینوں اینج جا پدا اے شاہ عمران تصویر گلزارِ دی اے

﴿وَلِلّٰهِ الْوَلٰیةُ الْاَلٰہِیَّةُ﴾

صاحبزادہ عمران امید افزا خاندان گھرانے وچہ پلایا اے
انشاء اللہ سفری ہرزبان کہسی چنگا دیوا گھر سیدن دے بلیا اے

ہر جمعۃ المبارک کا پروگرام

محفل جمعۃ المبارک و درس قرآن و حدیث

9 بجے سے 11 بجے تک محفلِ دوا، دُعا

خطاب: 12:30 بجے

نماز جمعۃ المبارک: 1:15 بجے

بعد از نماز جمعہ سلام اور اجتماعی دُعا

ہر اسلامی ماہ کے پہلے جمعۃ المبارک کا اضافی پروگرام

محفل سماع: 10:00 بجے صبح

محفل تلاوت و ختم شریف بعد از نماز جمعہ

زیر صدارت و خصوصی خطاب

امین سیدن ولی: جناب ڈاکٹر پیر عمران صابر صابری کلسوی

بمقام: جامع مسجد عمران آفتاب سیدن

صابری دربار کا شانہ کلس شریف، درگاہ آفتاب سیدن 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا

فون نمبر: 0345>7905889

سالانہ صابری کلسوی عرس مبارک

بیادگار: پیران کلس شریف

بمقام: صابری دربار کا شانہ کلس شریف، درگاہ آفتاب سیدن

221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا

ہر اپریل کے پہلے ہفتہ کے روز کو منعقد ہوتا ہے

زیر صدارت و خصوصی خطاب

امین سیدن ڈاکٹر پیر عمران صابر صاحب صابری کلسوی

12 بجے دن پر چم گشتائی

بعد از نمازِ ظہر تلاوتِ کلامِ پاک و نعت خوانی

بعد از نمازِ عشاءِ خصوصی خطاب و محفلِ سماع

بروز اتوار صبح 9 بجے محفلِ ختم شریف

آخر میں خصوصی دُعا ہوتی ہے۔

مصنف کی تصانیف

- ۱- گلزارِ کلیر (شعری مجموعہ)
 - ۲- تاجورِ کلس (شعری مجموعہ)
 - ۳- بزمِ عقیدت (شعری مجموعہ)
 - ۴- آفتابِ کلیر (ایڈیشن چہارم)
 - ۵- بزمِ ذرولیش (حکایات و نثر پارے)۔ ۱۳- استفادہِ صالحین
 - ۶- ایصالِ ثواب
 - ۷- گلزارِ مدینہ (شعری مجموعہ)
 - ۸- فریبِ مرزائیت
 - ۹- گلشنِ صابری (حکایات)
 - ۱۰- صدائے قرآن
 - ۱۱- پھول پھول خوشبو (نثر مضامین)
 - ۱۲- استفادہِ قرآن
 - ۱۳- استفادہِ صالحین
 - ۱۴- شاہی گداگر (شعری مجموعہ)
 - ۱۵- بوستانِ طیبہ (شعری مجموعہ)
 - ۱۶- فیضانِ سیدن (سیرت پیرانِ کلس)
- ڈاکٹر پیر عمران صابر صاحب صابری کی مختلف موضوعات پر مشتمل تقاریر کی کیٹسٹیں اور مذکورہ کتب حاصل کرنے کے لئے اس ایڈریس پر رابطہ فرمائیں صابری دربار کا شانہ کلس شریف درگاہِ آفتابِ سیدن 221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا۔ اس کے علاوہ خطابات و محفل ختم شریف و سماع کے پروگرام ویب سائٹ www.youtube.com/peerimransabir پر بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

کتابیات

بوستانِ طیبه	قرآن شریف (نور العرفان)
گنزم الخطیب	صحاح ستہ (احادیث کی چھ مستند کتابیں)
سراج منیر	مشکوٰۃ شریف
گلشنِ صابری	غنیۃ الطالبین
آفتابِ کلیر	کشف المحجوب
شاہی گداگر	مثنوی مولانا روم
کمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم	انفاس العارفين
تاریخ اولیاء	فیوض الحرمین
مقاماتِ اولیاء	روحانیتِ اسلام
سیر الاقطاب	مقامِ گنجِ شکر
تفسیرِ کبیر	فرید الدال
تاریخِ خلفاء	مہر منیر
سیرتِ سیدن، سفری صاحب (منظوم)	انوارِ قمریہ
	گلزارِ کلیر
	کلیاتِ اقبال
	مسلمانوں کے عظیم فرمانروا
	صداقتِ اسلام

معاونین حضرات

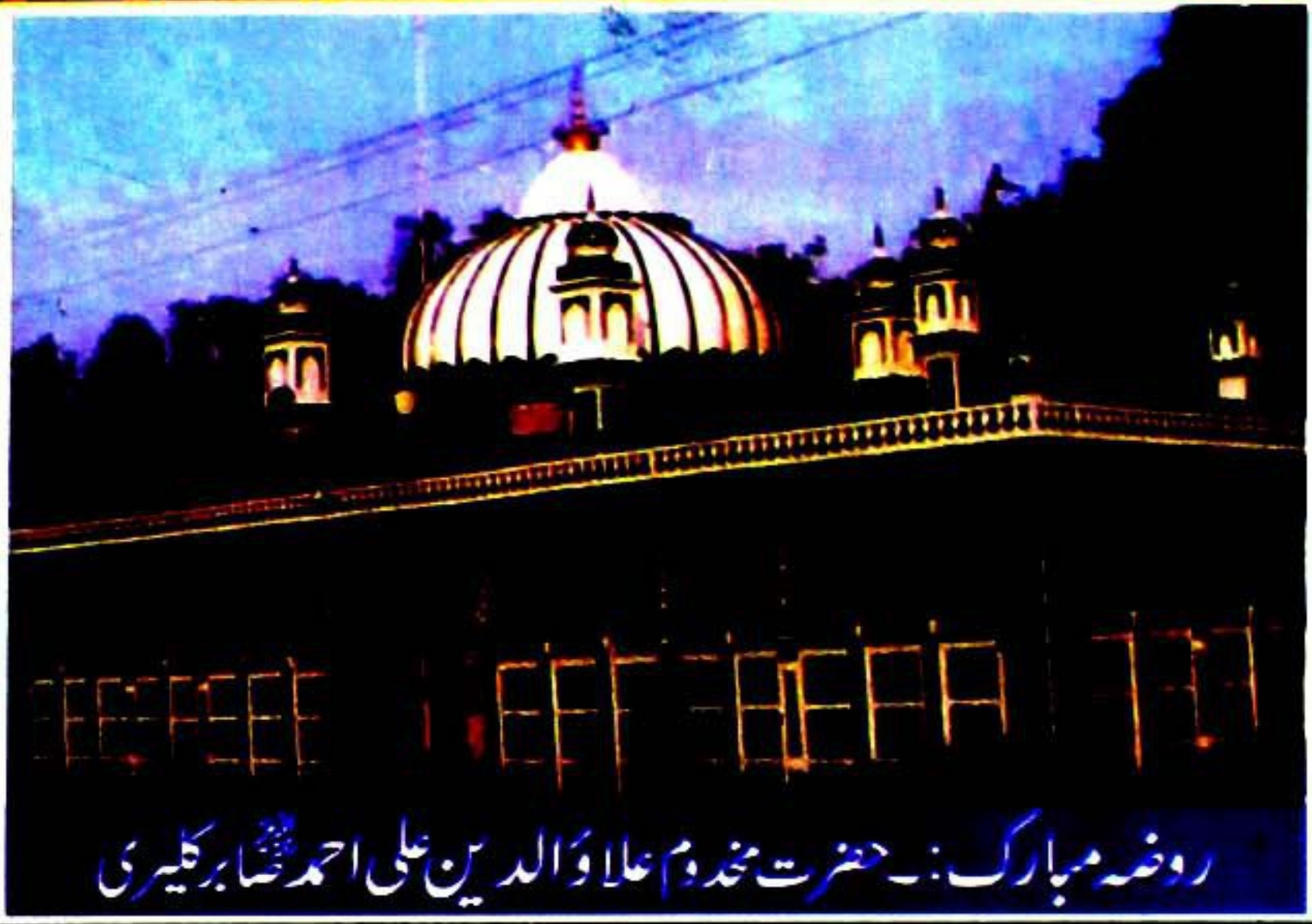
صابری دربار کاشانہ کلس، درگاہ آفتاب سیدن

221 بی عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا

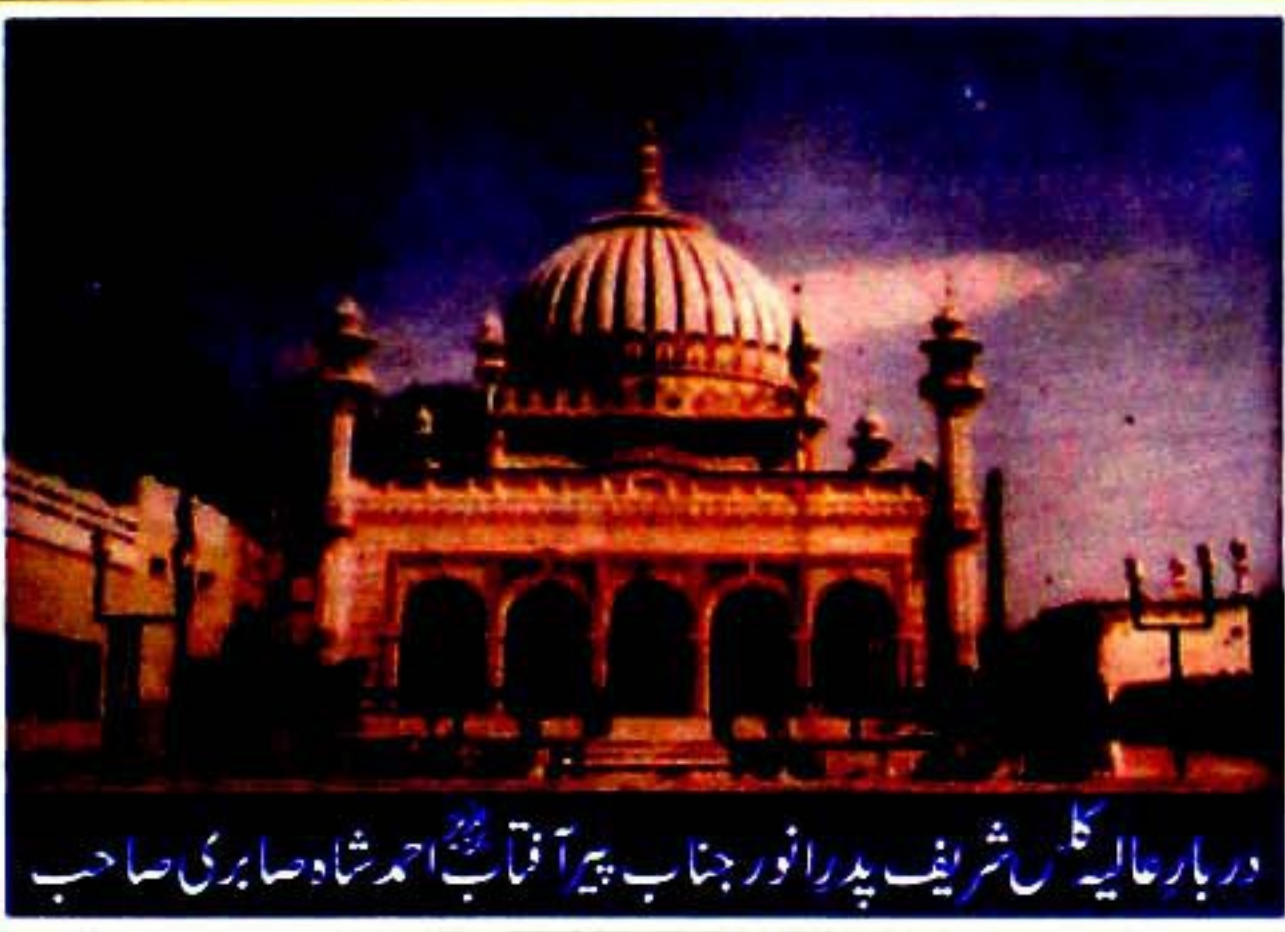
محبت سے مجبور ہو کر صابری دربار کاشانہ کلس، آفتاب سیدن عزیز بھٹی ٹاؤن سرگودھا کے دورِ حاضر میں چند وفاداروں اور جانثاروں کے نام تحریر کیے دیتا ہوں تاکہ یادگار رہیں تاہم تفصیلی حالات اور مکمل پیر بھائیوں کی فہرست کتاب کی طوالت کے پیش نظر نہیں دی جا سکتی، بالک سب پر کرم و رحمت فرمائے۔ آمین

جناب حاجی محمد افضل قریشی صاحب، جناب ڈاکٹر خالد قریشی صاحب، جناب حاجی غلام مصطفیٰ صابری صاحب، جناب حکیم اللہ یار صابری صاحب، ملک عقیل صابری صاحب، محمد مختار لانگری، محمد ارشد صابری، محمد عثمان صابری صاحب سرگودھا، جہانگیر علی صابری صاحب، قاری ساجد اقبال صابری صاحب، ڈاکٹر کاشف صابری صاحب، ڈاکٹر طاہر صابری صاحب، میاں جی ناصر صابری، محمد یونس صابری، محمد عبدالغفور صابری، محمد طیب صابری نمبردار، راجہ مدثر صابری صاحب، ملک فیاض بانڈا، محمد جاوید گجر صابری، غلام شبیر صابری صاحب، محمد عبدالرحمن صابری، محمد اسلم و محمد عنصر پھیرے، میاں عنایت صابری، شجر عباس صابری و سید نعیم اعجاز صابری و محمد اعجاز صابری و محمد افتخار صابری لاہور، محمد عبدالخالق صابری و محمد ثقلین صابری کھاریاں، محمد حیات صابری اعوان، محمد سفیر صابری کشمیر، مستری بشیر صابری سرگودھا، غلام علی چک 76، محمد بلال گوندل، محمد بلوچ صابری،

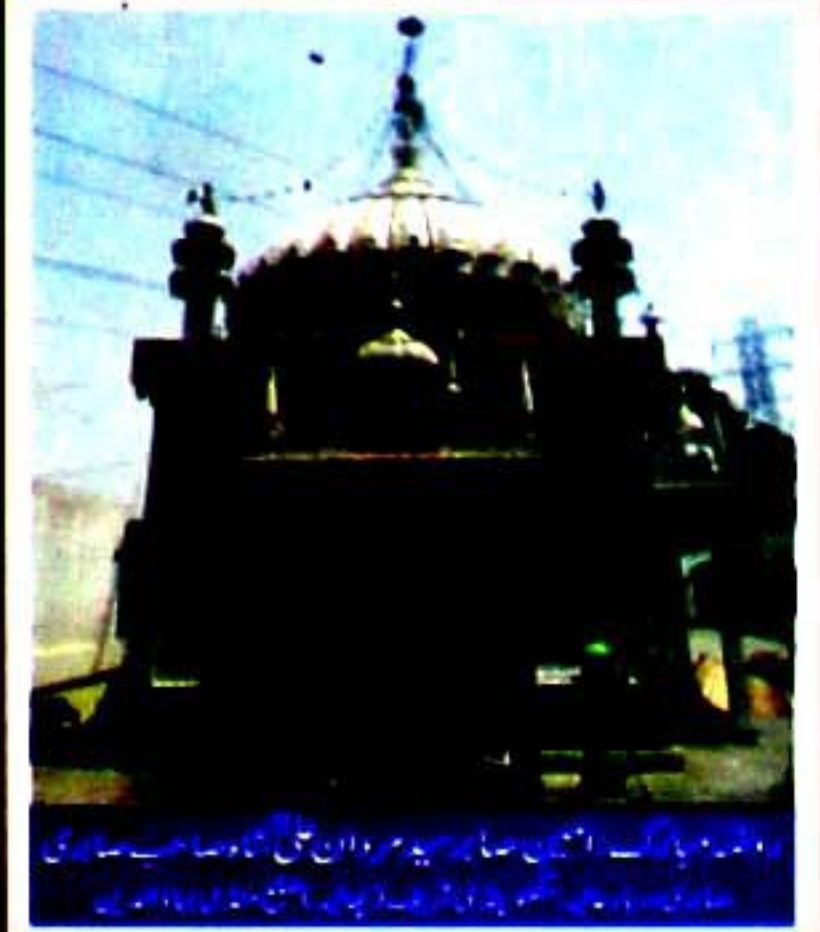
غلام حسین ساجد صابری، فرمان علی خوشی، محمد اکرم ولی محمد، بابا صالح و صفدر علی، محمد اشرف گوندل و یاسر عرفات و محمد شہباز روحی والا، مستری اللہ یار صابری، اللہ دتہ صابری، ماسٹر باؤ منیر صابری صاحب، بابا متھیلا خان، بابا شیر ملنگ، بابا بگا ملنگ، بابا احمد شیر، بابا فتح محمد بکھل، غلام اصغر شاہ صاحب و نذیر شاہ صاحب ابدال، محمد خالد صابری ابدال، رانا عنایت علی صابری صاحب جہلم، احمد خان تلہ، محمد مختار تلہ، ملک محمد اقبال اعوان، ملک وقار اعوان سرگودھا، خضر حیات تلہ، راجہ عزیز مغل، راجہ اشتیاق مغل، چوہدری عبدالرزاق گوندل، خرم شہزاد صابری، محمد ابو بکر صابری سرگودھا، محمد گلزار صابری، مستری مقصود فرید صابری، محمد رب نواز سانہل، محمد نعیم صابری، محمد طارق خان فوجی، محمد ابرار سیال، غلام رسول انصاری، محمد رفیع صابری نعت خان، محمد کاشف گوندل، حاجی ریاض سینٹری والا، محمد اکرم گجر صابری، محمد یوسف سجرا، حاجی غلام حسین، محمد شریف، پیر عارف شاہ صاحب، محمد افضل مانو چک، الیاس کلیار ٹانگوالی، محمد آصف کلیار چک 76، ماسٹر نذیر صابری و امیر مارتھ، محمد اعجاز صابری، محمد منیر صابری، مستری خالد و عبد المجید صابری، ملک توقیر و سنال، ملک عتیق صابری، محمد اقبال لیدڑی، غلام مرتضیٰ کلیار چک 76، غلام اصغر 16 چک، الطاف حسین چک بیلی، محمد انار کلس انگلینڈ، سائیں ظہور غوری، محمد ارشاد، بابا مانک ماڑی جھال، سکندر صابری، مائی فتحسین، مائی ستاں، مائی انور، مائی منوراں وغیرہ



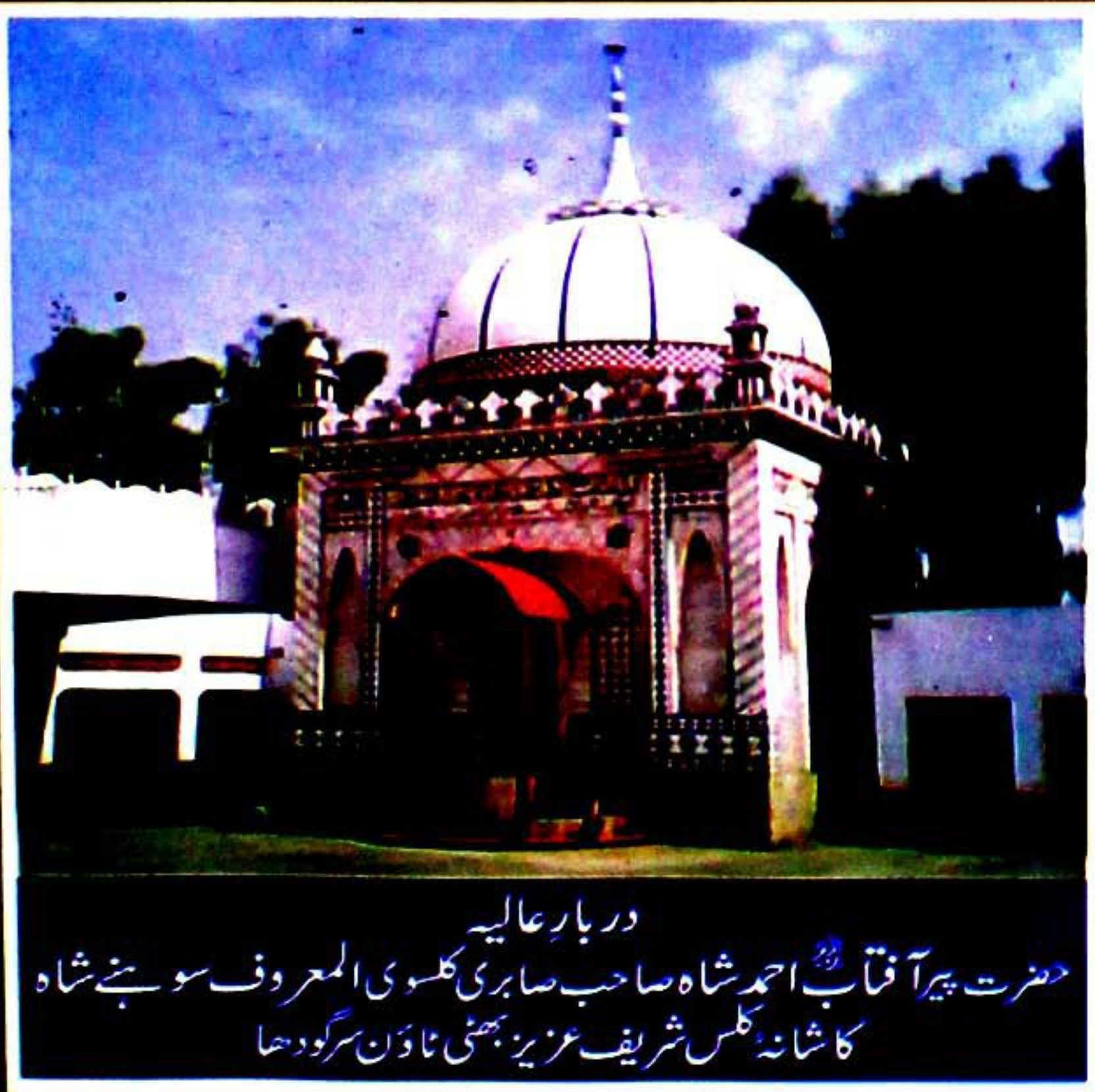
روضہ مبارک :- حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صاحب کلیری



دربار عالیہ کلس شریف پدرانور جناب پیر آفتاب احمد شاہ صابری صاحب



روضہ مبارک :- حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صاحب کلیری



دربار عالیہ
حضرت پیر آفتاب احمد شاہ صاحب صابری کلسوی المعروف سونے شاہ
کاشانہ کلس شریف عزیز بھٹی ناؤن سرگودھا

اکبر شاہ پیر